

جاء الحق وذهق الباطل ان الباطل كان زهوقاً

آنانکه برد علوی ماحمله میکنند	وز راو چهل عریضه با برد میکنند
گر یک نظر کنند بدین نسخه کتب	بست این یقین که ترکیه دادا بکنند
باور نمیکنم که نیایند عذر خواه	وین امر دیگر است که ترک حیا کنند

برایین احمدیه

چشم (۵)

لقب

بالقراءین الاحمد علی حقیقه کتب الله القرآن والنبوة المحمدیه

مؤلف

حضرت اقدس مرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ السلام

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
مُحَمَّدًا وَنُصَلِّيَ عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

دیباچہ پنجم حصہ برائین احمدیہ

بسم اللہ کہ آخر اس کتاب کا مکمل شد بفضلِ اہل جناب

الابعد واضح ہو کہ یہ برائین احمدیہ کا پانچواں حصہ ہے کہ جو اس دیباچہ کے بعد لکھا جائیگا
خدا تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت سے ایسا اتفاق ہوا کہ چار حصے اس کتاب کے چھپ کر پھر
تھینا تیس برس تک اس کتاب کا چھپنا ملتوی رہا۔ اور عجیب تر یہ کہ اسی کے قریب
اس مدت میں میں نے کتابیں تالیف کیں جن میں سے بعض بڑے بڑے حجم کی تھیں لیکن
اس کتاب کی تکمیل کیسے تو تجربہ پیدائے ہوئی اور کئی مرتبہ دل میں یہ درد پیدا بھی ہوا کہ
برائین احمدیہ کے ملتوی رہنے پر ایک زمانہ دراز گزر گیا مگر باوجود کوشش و یلغ
اور باوجود اس کے کہ خرید و ادل کی طرف سے بھی کئی بکے مطالبہ کے لئے سخت احتجاج
ہوا اور اس مدت مدید اور اس قدر زمانہ التوائیں غافلوں کی طرف سے بھی وہ اعتراض
مجھ پر ہوئے کہ جو بدلتی اور بد زبانوں کے گندے حد سے زیادہ آلودہ تھے اور جو
امتداد مدت و حقیقت وہ دلوں میں پیدا ہو سکتے تھے مگر پھر بھی قصہ و قدر
سے مصالحہ نہ مجھے یہ توفیق نہ دی کہ میں اس کتاب کو پورا کر سکتا ہوں ظاہر ہے

۲

کہ قضا و قدر و حقیقت ایک ایسی چیز ہے جس کے احاطہ سے باہر نکل جانا انسان کے اختیار میں نہیں ہے۔ مجھے اس بات پر افسوس ہے بلکہ اس بات کے تصور سے دل درد مند ہو جاتا ہے کہ بہت سے لوگ جو اس کتاب کے خریدار تھے اس کتاب کی تکمیل سے پہلے ہی دنیا سے گزر گئے۔ مگر حسیہ کہ میں لکھ چکا ہوں انسان تقدیر الہی کے ماتحت ہے اگر خدا کا ارادہ انسان کے ارادہ کے مطابق نہ ہو تو انسان ہزار جدوجہد کرے اپنے ارادہ کو پورا نہیں کر سکتا۔ لیکن جب خدا کے ارادہ کا وقت آ جاتا ہے تو وہی امور جو بہت مشکل نظر آتے تھے نہایت آسانی سے میسر آ جاتے ہیں۔

اسجگہ طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ چونکہ خدا تعالیٰ کے تمام کاموں میں حکمت اور مصلحت ہوتی ہے تو اس عظیم الشان دینی خدمت کی کتاب میں جس میں اسلام کے تمام مخالفوں کا رد مقصود تھا کیا حکمت تھی کہ وہ کتاب ٹھیکاً تیس برس تک مکمل ہونے سے معرض التوا میں رہی۔ اس کا جواب خدا ہی بہتر جانتا ہے کوئی انسان اس کے تمام بےیدوں پر محیط نہیں ہو سکتا مگر جہاں تک میرا خیال ہے وہ یہ ہے کہ براہین احمدیہ کے ہر چہار حصے کے جو شائع ہو چکے تھے وہ ایسے امور پر مشتمل تھے کہ جب تک وہ امور ظہور میں نہ آ جاتے تب تک براہین احمدیہ کے ہر چہار حصہ کے دلائل مخفی اور مستور رہتے اور ضرور تھا کہ براہین احمدیہ کا لکھنا اس وقت تک ملتوی رہے جتنک اقتدار و زمانہ سے وہ سربستہ امور مکمل جائیں اور جو دلائل ان حصوں میں درج ہیں وہ ظاہر ہو جائیں کیونکہ براہین احمدیہ کے ہر چہار حصوں میں جو خدا کا کلام یعنی اس کا الہام جا بجا مستور ہے جو اس عاجز پر ہوا وہ اس بات کا محتاج تھا جو اس کی تشریح کی جائے اور نیز اس بات کا محتاج تھا کہ جو پیشگوئیاں اس میں صریح ہیں ان کی سچائی لوگوں پر ظاہر ہو جائے۔ پس اس نے خدائے حکیم و علیم نے اس وقت تک براہین احمدیہ کا چھپنا ملتوی رکھا کہ جب تک وہ تمام پیشگوئیاں ظہور میں آ گئیں۔ اور یاد رہے کہ

کسی مذہب کی سچائی ثابت کرنے کے لئے یعنی اس بات کے ثبوت کے لئے کہ وہ مذہب منجانب اللہ ہے دوسری قسم کی فتح کا اس میں پایا جانا ضروری ہے۔

اول یہ کہ وہ مذہب اپنے عقائد اور اپنی تعلیم اور اپنے احکام کی رُو سے ایسا جامع اور اکمل اور اتم اور نقص سے دور ہو کہ اس سے بڑھ کر عقل تجویز نہ کر سکے۔ اور کوئی نقص اور کمی اُس میں دکھلائی نہ دے۔ اور اس کمال میں وہ ہر ایک مذہب کو فتح کرنے والا ہو یعنی ان غویوں میں کوئی مذہب اُس کے برابر نہ ہو جیسا کہ یہ دعویٰ قرآن شریف نے آپ کیا ہے کہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتَمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔ یعنی آج میں نے تمہارے لئے اپنا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمت کو تم پر پورا کیا۔ اور میں نے پسند کیا کہ اسلام تمہارا مذہب ہو۔ یعنی وہ حقیقت جو اسلام کے لفظ میں پائی جاتی ہے جس کی تشریح خود خدا تعالیٰ نے اسلام کے لفظ کے بارہ میں بیان کی ہے اس حقیقت پر تم قائم ہو جاؤ۔ اس آیت میں صریح یہ بیان ہے کہ قرآن شریف نے ہی کامل تعلیم عطا کی ہے اور قرآن شریف کا ہی ایسا زمانہ تھا جس میں کامل تعلیم عطا کی جاتی ہے یہ دعویٰ کامل تعلیم کا جو قرآن شریف نے کیا یہ اُسی کا حق تھا اس کے سوا کسی آسمانی کتاب نے ایسا دعویٰ نہیں کیا جیسا کہ دیکھنے والوں پر ظاہر ہے کہ توریت اور انجیل دونوں اس دعوے سے دمت بردار ہیں۔

کیونکہ توریت میں خدا تعالیٰ کا یہ قول موجود ہے کہ میں تمہارے بجائوں میں سے ایک نبی قائم کر دوں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو شخص اس کے کلام کو نہ سنیں گا میں اس سے مطالبہ کر دوں گا۔ پس صاف ظاہر ہے کہ اگر آئندہ زمانہ کی ضرورتوں کی رُو سے توریت کا سننا کافی ہوتا تو کچھ ضرورت نہ تھی کہ کوئی اور نبی آتا۔ اور مواخذہ الہیہ سے منطقی پانا اُس کلام کے سننے پر موقوف ہوتا جو اُس پر نازل ہوتا۔ ایسا ہی انجیل نے کسی مقام میں دعویٰ نہیں کیا کہ انجیل کی تعلیم کامل اور جامع ہے بلکہ صاف اور

کھلا کھلا قرار کیا ہے کہ تود بہت سی باتیں قابل بیان تھیں مگر تم برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب فارقلیط آئیگا تود وہ سب کچھ بیان کریگا ناب دیکھنا چاہیے کہ حضرت موسیٰ نے اپنی توریت کو ناقص تسلیم کر کے آنے والے نبی کی تعظیم کی طرف توجہ دلائی ایسا ہی حضرت عیسیٰ نے بھی اپنی تعظیم کا نامکمل ہونا قبول کر کے یہ عذر پیش کر دیا کہ ابھی کامل تعظیم بیان کرنے کا وقت نہیں ہے لیکن جب فارقلیط آئیگا تود وہ کامل تعظیم بیان کر دیگا مگر قرآن شریف نے توریت اور انجیل کی طرح کسی دوسرے کا حوالہ نہیں دیا بلکہ اپنی کامل تعظیم کا تمام دنیا میں اعلان کر دیا اور فرمایا کہ اَلْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَ اَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَ رَحْمَتِي لَكُمْ اِلَاسْلَامًا دِينًا۔ اس سے ظاہر ہے کہ کامل تعظیم کا دعویٰ کرنے والا صرف قرآن شریف ہی ہے۔ اور ہم اپنے موقع پر بیان کریں گے کہ جیسا کہ قرآن شریف نے دعویٰ کیا ہے ویسا ہی اس نے اس دعویٰ کو پورا کر کے دکھلا بھی دیا ہے اور اسے ایک ایسی کامل تعظیم پیش کی ہے جس کو نہ توریت پیش کر سکی اور نہ انجیل بیان کر سکی پس اسلام کی سچائی ثابت کرنے کے لئے یہ ایک بڑی دلیل ہے کہ وہ تعظیم کی رُود سے ہر ایک مذہب کو فتح کر نیا لا ہے۔ اور کامل تعظیم کے لحاظ سے کوئی مذہب اسکا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

دوہم۔ پھر دوسری قسم فتح کی جو اسلام میں پائی جاتی ہے جس میں کوئی مذہب اس کا شریک نہیں اور جو اس کی سچائی پر کامل طور پر ہر ہر لگاتی ہے اس کی مذہب برکات اور معجزات میں بن سے دوسرے مذاہب بجلی محروم ہیں۔ یہ ایسے کامل نشان ہیں کہ ان کے ذریعہ سے نہ صرف اسلام دوسرے مذاہب پر فتح پاتا ہے بلکہ اپنی کامل روشنی دکھا کر دلوں کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ یاد رہے کہ پہلی دلیل اسلام کی سچائی کی جو ابھی ہم مکھ چکے ہیں یعنی کامل تعظیم وہ درحقیقت اس بات کے سمجھنے کے لئے کہ مذہب اسلام منجانب اللہ ہے ایک کھلی کھلی دلیل نہیں ہے کیونکہ ایک متعصب منکر جس کی نظر

باریک بین نہیں ہے کہہ سکتا ہے کہ ممکن ہے کہ ایک کامل تعلیم بھی ہو اور پھر خدا تعالیٰ کی طرف سے نہ ہو۔ پس اگرچہ یہ دلیل ایک دانا طالب حق کو بہت سے شکوک سے مخلصی دیکر یقین کے نزدیک کر دیتی ہے لیکن تاہم جب تک دوسری دلیل مذکورہ بالا اس کے ساتھ متفق اور پیوستہ نہ ہو کمال یقین کے مینار تک نہیں پہنچا سکتی۔ اور ان دونوں دلیلوں کے اجتماع سے سچے مذہب کی روشنی کمال تک پہنچ جاتی ہے اور اگرچہ سچا مذہب ہزار ہا آثار اور انوار اپنے اندر رکھتا ہے۔ لیکن یہ دونوں دلیلیں بغیر حاجت کسی اور دلیل کے طالب حق کے دل کو یقین کے پانی سے سیراب کر دیتی ہیں اور مکذّبوں پر پورے طور پر اتمام حجت کرتی ہیں۔ اس لئے ان دو قسم کی دلیلوں کے موجود ہونے کے بعد کسی اور دلیل کی حاجت نہیں رہتی۔ اور میں نے پہلے ارادہ کیا تھا کہ اثبات حقیقت اسلام کے لئے یقین سو دلیل براہین احمدیہ میں مکھوں۔ لیکن جب میں نے غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ دو قسم کے دلائل ہزار ہا نشانوں کے قائم مقام ہیں۔ پس خدا نے میرے دل کو اس ارادہ سے پھیر دیا اور مذکورہ بالا دلائل کے بکھنے کے لئے مجھے شرح صدر عنایت کیا۔ اگر میں کتاب براہین احمدیہ کے پورا کرنے میں جلدی کرتا تو ممکن نہ تھا کہ اس طریق سے اسلام کی حقانیت لوگوں پر ظاہر کر سکتا۔ کیونکہ براہین احمدیہ کے پہلے حصوں میں بہت سی پیشگوئیاں ہیں جو اسلام کی سچائی پر قوی دلیل ہیں مگر ابھی وہ وقت نہیں آیا تھا کہ خدا تعالیٰ کے وہ موعودہ نشان کھلے کھلے طور پر دنیا پر ظاہر ہوتے۔ ہر ایک دانشمند سمجھ سکتا ہے کہ معجزات اور نشانوں کا کھنا انسان کے اختیار میں نہیں اور دراصل یہی ایک بڑا ذریعہ سچے مذہب کی شناخت کا ہے کہ اس میں برکات اور معجزات پائے جائیں کیونکہ جیسا کہ ابھی میں نے بیان کیا ہے صوف کامل تعلیم کا ہونا سچے مذہب کے لئے پوری پوری اور کلی کھلی علامت نہیں ہے جو تسلی کے انتہائی درجہ تک پہنچا سکے۔ سو میں انشاء اللہ تعالیٰ

یہی دونوں قسم کے دلائل اس کتاب میں بکھرا کر اس کتاب کو پورا کروں گا۔ اگرچہ برہمن احمدیہ کے گزشتہ حصوں میں نشانوں کے ظہور کا وعدہ دیا گیا تھا مگر میرے اختیار میں نہ تھا کہ کوئی نشان اپنی طاقت سے ظاہر کر سکتا۔ اور کئی باقی پہلے حصوں میں تھیں جن کی تشریح میری طاقت سے باہر تھی لیکن جب تیس برس کے بعد وہ وقت آگیا تو تمام مسائل خدا تعالیٰ کی طرف سے میسر آ گئے اور موافق اُس وعدہ کے جو برہمن احمدیہ کے پہلے حصوں میں درج تھا قرآن شریف کے معارف اور حقائق میرے پرکھوے گئے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ الرحمن علم القرآن ایسا ہی بڑے بڑے نشان ظاہر کئے گئے۔

جو لوگ سچے دل سے خدا کے طالب ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ خدا کی معرفت خدا کے ذریعہ سے ہی میسر آ سکتی ہے اور خدا کو خدا کے ساتھ ہی شناخت کر سکتے ہیں۔ اور خدا اپنی حجت آپ ہی پوری کر سکتا ہے انسان کے اختیار میں نہیں اور انسان کسی میلہ سے گناہ سے بیزار ہو کر اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا جب تک کہ معرفت کاملہ حاصل نہ ہو۔ اور اسمبگہ کوئی کفارہ مغید نہیں اور کوئی طریق ایسا نہیں جو گناہ سے پاک کر سکے بجز اُس کامل معرفت کے جو کامل محبت اور کامل خوف کو پیدا کرتی ہے۔ اور کامل محبت اور کامل خوف یہی دونوں چیزیں ہیں جو گناہ سے رکتی ہیں کیونکہ محبت اور خوف کی آگ جب بھڑکتی ہے تو گناہ کے خس و خاشاک کو جلا کر بھسم کر دیتی ہے۔ اور یہ پاک آگ اور گناہ کی گندی آگ دونوں جمع ہو ہی نہیں سکتیں۔ غرض انسان نہ بدی سے ترک سکتا ہے اور نہ محبت میں ترقی کر سکتا ہے جب تک کہ کامل معرفت اُس کو نصیب نہ ہو اور کامل معرفت نہیں ملتی جب تک کہ انسان کو خدا تعالیٰ کی طرف سے زندہ برکات اور معجزات نہ دیئے جائیں۔ یہی ایک ایسا ذریعہ سچے مذہب کی شناخت کا ہے جو تمام مخالفوں کا عقہہ منہ کر دیتا ہے اور ایسا مذہب جو مذکورہ بالا دونوں قسم کے دلائل اپنے اندر رکھتا ہے یعنی ایسا مذہب کہ

تعلیم اُس کی ہر ایک پہلو سے کامل ہے جس میں کوئی فرد گزشتہ نہیں اور نیز یہ کہ خدا نشانوں اور معجزات ذریعہ اُس کی پختائی کی گواہی دیتا ہے اُس مذہب کو وہی شخص چھوڑتا ہے جو خدا تعالیٰ کی کچھ بھی پرہیز نہیں کر سکتا اور روزِ آخرت پر چند روزہ زندگی اور قوم کے جھوٹے تعلقات کو مقدم کر لیتا ہے۔ وہ خدا جو آج بھی ایسا ہی قادر ہے جیسا کہ آج سے دس ہزار برس پہلے قادر تھا۔ اُس پر اسی صورت سے ایمان حاصل ہو سکتا ہے کہ اُس کی تازہ برکات اور تازہ معجزات اور قدرت کے تازہ کاموں پر علم حاصل ہو۔ ورنہ یہ کہنا پڑے گا کہ یہ وہ خدا نہیں ہے جو پہلے تھا یا اُس میں وہ طاقتیں اب موجود نہیں ہیں جو پہلے تھیں۔ مسئلے بن لوگوں کا ایمان کچھ بھی چیز نہیں جو خدا کے تازہ برکات اور تازہ معجزات کے دیکھنے سے محروم ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اُس کی طاقتیں آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئی ہیں۔

بالآخر یہ بھی یاد رہے کہ جو براہین احمدیہ کے قیہ حصے کے چھاپنے میں تھیں برس تک التوا رہا یہ التوا بے معنی اور فضول نہ تھا بلکہ اس میں یہ حکمت تھی کہ تا اُس وقت تک پنجم حصہ دنیا میں شائع نہ ہو جب تک کہ وہ تمام امور ظاہر ہو جائیں جن کی نسبت براہین احمدیہ کے پہلے حصوں میں پیشگوئیاں ہیں کہ انہیں براہین احمدیہ کے پہلے حصے عظیم الشان پیشگوئیوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ اور پنجم حصہ کا عظیم الشان مقصد یہی تھا کہ وہ موعودہ پیشگوئیاں ظہور میں آجائیں۔ اور یہ خدا کا ایک خاص نشان ہے کہ اُس نے محض اپنے فضل سے اس وقت تک مجھے زندہ رکھا ہے تاکہ وہ نشان ظہور میں آگئے۔ تب وہ وقت آگیا کہ پنجم حصہ لکھا جائے اور اس حصہ پنجم کے وقت جو نصرت حق ظہور میں آئی ضرور تھا کہ بطور شکر گزاردی کے اس کا ذکر کیا جاتا۔ سو اس امر کے اظہار کے لئے میں نے براہین احمدیہ کے پنجم حصہ کے لکھنے کے وقت جس کو درحقیقت اس کتاب کا نیا جنم کہنا چاہیئے اس حصہ کا نام نصرت الحق بھی رکھ دیا تا وہ نام ہمیشہ کے لئے اس بات کا نشان ہو

کہ باوجود صد موائع اور موانع کے محض خدا تعالیٰ کی نصرت اور مدد نے اس حصہ کو خلعت وجود بخشا۔ چنانچہ اس حصہ کے چند اوائل درق کے ہر ایک صفحہ کے سر پر نصوت الحق لکھا گیا مگر پھر اس خیال سے کہ تا یاد دلایا جائے کہ یہ وہی براہین احمدیہ ہے جس کے پہلے چار حصے طبع ہو چکے ہیں بعد کے ہر ایک صفحہ پر براہین احمدیہ کا حصہ ختم لکھا گیا۔ پہلے پچاس حصے لکھنے کا ارادہ تھا مگر پچاس سے پانچ پر لکھا دیا گیا۔ اور چونکہ پچاس اور پانچ کے عدد میں صرف ایک نقطہ کا فرق ہے اسلئے پانچ حصوں سے وہ وعدہ پورا ہو گیا۔

دوسرا سبب اس التوا کا جو تین برس تک حصہ ختم لکھا نہ گیا یہ تھا کہ خدا تعالیٰ کو منظور تھا کہ اُن لوگوں کے دلی خیالات ظاہر کرے جن کے دل مرض بدگمانی میں مبتلا تھے اور ایسا ہی ظہور میں آیا۔ کیونکہ اس قدر دیر کے بعد خام طبع لوگ بدگمانی میں بڑھ گئے۔ یہاں تک کہ بعض ناپاک فطرت گامیوں پر اتر آئے اور چار حصے اس کتاب کے جو طبع ہو چکے تھے کچھ تو مختلف قیمتوں پر فروخت کئے گئے تھے اور کچھ مفت تقسیم کئے گئے تھے۔ پس جن لوگوں نے قیمتیں دی تھیں اکثر نے گالیاں بھی دیں اور اپنی قیمت بھی واپس لی۔ اگر وہ اپنی جلد بازی سے ایسا نہ کرتے تو اُن کے لئے اچھا ہوتا۔ لیکن اس قدر دیر سے اُن کی فطرتی حالت آدمائی گئی۔

اس دیر کا ایک یہ بھی سبب تھا کہ تا خدا تعالیٰ اپنے بندوں پر ظاہر کرے کہ یہ کاروبار اُس کی مرضی کے مطابق ہے اور یہ تمام الہام جو براہین احمدیہ کے حصوں سابقہ میں لکھے گئے ہیں یہ اُسی کی طرف سے ہیں نہ انسان کی طرف سے۔ کیونکہ اگر یہ کتاب خدا تعالیٰ کی مرضی کے مطابق نہ ہوتی اور یہ تمام الہام اُس کی طرف سے نہ ہوتے تو یہ امر خدا نے عادل و مقدوس کی عادت کے برخلاف تھا کہ جو شخص

اُس کے نزدیک مغفرتی ہے اور اُس نے یہ گناہ کیا ہے کہ اپنی طرف سے باتیں بنا کر اُس کا نام وحی اللہ اور خدا کا الہام رکھا ہے اس کو تیس برس تک ہملت دے تا وہ اپنی کتاب برائے احمدیہ کے باقیماندہ حصہ کو جہاں تک ارادۃ الہیم ہو اور نہ صرف اسی قدر بلکہ خدا اُس پر یہ بھی احسان کرے کہ جو باتیں اس تکمیل کے لئے انسانی اختیار سے باہر تھیں ان کو اپنی طرف سے انجام دیتے۔ اور ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ ایسے شخص کے ساتھ یہ معاملہ نطف احسان کا نہیں کرتا جس کو جانتا ہے کہ وہ مغفرتی ہے۔ پس اس قدر دیر اور التوا سے یہ نشان بھی ظہور میں آگیا کہ نصرت اور حمایت الہی میری نسبت ثابت ہو گئی۔ اس لمبی مدت میں بہت سے کافر اور دجال اور کذاب کہنے والے جو مجھے دائرۃ اسلام سے خارج کرتے تھے اور مباہلہ کے رنگ میں جھوٹے پردے عائن کرتے تھے دنیا سے گزر گئے مگر خدا نے مجھے زندہ رکھا اور میری وہ حمایت کی کہ جھوٹوں کا تو کیا ذکر ہے دنیا میں بہت ہی کم بچے اور راست باز گذرے ہوئے جن کی ایسی حمایت کی گئی ہو۔ پس یہ خدا کا کھلا کھلا نشان ہے کہ اُن کے لئے جو آنکھ بند نہیں کرتے اور خدا تعالیٰ کے نشانوں کو قبول کرنے کے لئے طیار ہیں۔

میرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

جس کی کلام سے ہمیں اُس کا نشان
 ہوگی نہیں کبھی وہ ہزار آفتاب میں
 وہ اپنے منہ کا آپ ہی اُٹینہ ہو گیا
 ہر سینہ شک سے دھو دیا ہول بدل دیا
 شیطان کا کرد و سوسہ بیکار ہو گیا
 وہ رہ جو دل کو پاک و مطہر بناتی ہے
 وہ راہ جو جام پاک یقین کا پلاتی ہے
 وہ رہ جو اُس کے پانے کی کال بیل ہے
 جتنے شکوک و شبہ تھے سب کو مٹا دیا
 ظلمت جو تھی دلوں میں وہ سب نور ہو گئی
 چلنے لگی نسیم عنایاتِ یار سے

ہے شکر رب عزوجل خارج از بیان
 وہ نشانی جو پاتے ہیں ہم اس کتاب میں
 اُس سے ہمارا پاک دل وسیع ہو گیا
 اُس نے درختِ دل کو معمار کا پھل دیا
 اُس سے خدا کا چہرہ نمودار ہو گیا
 وہ رہ جو ذاتِ عزوجل کو دکھاتی ہے
 وہ رہ جو یارِ گم شدہ کو گھنچ لاتی ہے
 وہ رہ جو اُس کے ہونے پہ حکم دیل ہے
 اُس نے ہر ایک کو وہی رستہ دکھا دیا
 افسردگی جو سینوں میں تھی دُور ہو گئی
 جو دُور تھا خزاں کا وہ بدلا بہار سے

جہاں کائنات خجور سے اُسکے پٹ گئی
 جتنے درخت زندہ تھے وہ سب ہو گئے
 مروجے اُس کی پردہ ساو کے پٹ گئے
 قرآن خدا نما ہے خدا کا کلام ہے
 جو لوگ شک کی سدیوں کو تھرتھراتے ہیں
 دنیا میں جہت ہے مذہب کا شور و شر
 پر یہ کلام نور خدا کو دکھاتا ہے
 جس میں کافر قصوں پر سارا مدار ہے
 سچ پوچھیے تو قصوں کا کیا اعتبار ہے
 ہے دیں وہی کہ صرف وہ اک قصہ گو نہیں
 ہے دیں وہی کہ جس کا خدا آپ جو عیاں
 جو عجولت سننے ہو قصوں کے رنگ میں
 جتنے میں خرقے سب کا یہی کاروبار ہے
 پر اپنے خدیں کا کچھ بھی دکھاتے نہیں نشان
 گویا اب اُس میں طاقت و قدرت نہیں رہی
 آیا یہ کہ اب خدا میں وہ حجت نہیں رہی
 ایسا گماں خطا ہے کہ وہ ذات پاک ہے

عشق خدا کی آگ ہر اک دل میں اٹ گئی
 پہل اس قدر اڑا کہ وہ میووں سے لگ گئے
 جو کفر و فسق کے ٹیلے تھے کٹ گئے
 بے اُس کے معرفت کا چین ناقص ہے
 اس آفتاب وہ عجب دھوپ پاتے ہیں
 سب قصہ گو میں نور نہیں ایک ذہ بھر
 اسکی طرف نشانوں کے جلوہ سے لاتا ہے
 وہ دیں نہیں ہے ایک فسانہ گزار ہے
 قصوں میں جھوٹ اور خطا بے شمار ہے
 زندہ نشانوں سے ہے دکھاتا رہے یقین
 خود اپنی قدرتوں سے دکھاوے کہ ہے کہاں
 انکو تو پیش کرتے ہیں حب بحث و جنگ میں
 قصوں میں معجزوں کا بیاں بار بار ہے
 گویا وہ رب ارض و سما ہے نا تو اں
 وہ سلطنت وہ زور وہ شوکت نہیں رہی
 نیت بدل گئی ہے وہ شفقت نہیں رہی
 ایسے گماں کی نوبت آخر ہلاک ہے

سچ ہے ہی کہ ایسے مذاہب ہی مر گئے
 پابند ایسے یونیوں کے دنیا پرست ہیں
 مقصود ان کا جینے سے دنیا کمانا ہے
 تم دیکھتے ہو کیسے دلوں پر ہیں ان کے تنگ
 وہیں ہی چیز کیا ہے کہ جو رہ سنا نہیں
 پھر اس سے سچی وہ کی غفلت ہی کیا رہی
 نور خدا کی اس میں علامت ہی کیا رہی
 لوگو! سنو! کہ زندہ خدا وہ خدا نہیں
 مردہ پرست ہیں وہ جو قصہ پرست ہیں
 بن دیکھو دل کو وہ ستو پڑتی نہیں ہے کل
 کچھ کم نہیں یہودیوں میں یہ کہانیاں
 ہر دم نشانِ تانہ کا محتاج ہے بشر
 کیونکر ملے فسانوں سے وہ دلبر اذل
 قصوں کا یہ اثر ہے کہ دل پر فساد ہے
 دنیا کی حرص و آرز میں یہ دل میں مر گئے
 اے سونے والو جاگو کہ وقت بہا رہے
 کیا زندگی کا ذوق اگر وہ نہیں دلا

اب ان میں کچھ نہیں کہ جاں سے گز گئے
 غافل میں ذوقِ یار سے دنیا میں مست ہیں
 مومن نہیں ہیں وہ کہ قدم فاسقانہ ہے
 دنیا ہی ہو گئی ہے غرض دین کے آئے تنگ
 ایسا خدا ہے اس کا کہ گویا خدا نہیں
 اور خاص وہ صفوتِ ملت ہی کیا رہی
 توحید خشک رہ گئی نعمت ہی کیا رہی
 جس میں ہمیشہ عبادتِ قدرت نما نہیں
 پس اس لئے وہ خوردِ ذل و شکست ہیں
 قصوں سے کیسے پاک ہو یہ نفس پر غل
 پر دیکھو کیسے ہو گئے شیطان سے ہم غل
 قصوں کے معجزات کا ہوتا ہے کب اثر
 گر اک نشان ہو کتا سب زندگی کا پھل
 یہاں زبل پر سینہ میں حق سے خدا ہے
 غفلت میں مادی عمر بسر اپنی کر گئے
 اب دیکھو آگے قدم بہا رہے وہ یار ہے
 نعمت کے ایسے جینے پہ گر اس سے میں جدا

اُس مُرخ کو دیکھنا ہی تو ہے اہل مدعا
 اُسے حُبِ جاہ والو یہ رہنے کی جا نہیں
 دیکھو تو جا کے اُن کے مقابلہ کو اک نظر
 اک دن وہی مقام تمہارا مقام ہے
 اک دن تمہارا لوگ جنازہ اٹھائیں گے
 اے لوگو! بیش دنیا کو ہرگز وفا نہیں
 سوچو کہ باپ دادے تمہارے کدھر گئے
 وہ دن بھی ایک دن نہیں یاد نصیب ہے
 ڈھونڈو وہ راہ جس سے دل دینہ پاک ہو
 ملتی نہیں عزیز و فقط قصوں سے یہ راہ
 وہ نفوذ ہے جس میں فقط قصہ جاتا ہے
 صد حیف اس زمانہ میں قصوں پہ ہے مدعا
 پر نقدِ معجزات کا کچھ بھی نشان نہیں
 دنیا کو ایسے قصوں نے یکسر تہ کیا
 جس کو تلاش ہے کہ ملے اُس کو کردگار
 اُسکا تو فرمن ہے کہ وہ ڈھونڈ خدا کا نور
 تا اُس کے دل پہ نوبہ نقیص کا نزول ہو

جنت بھی ہے یہی کہ ملے یاد آشنا
 اِس میں تو پہلے لوگوں سے کوئی رہا نہیں
 سوچو کہ اب سلف میں تمہارے گئے کدھر
 اک دن یہ صبحِ زندگی کی تم پہ شام ہے
 پھر دفن کر کے گھر میں تاحفے آئیں گے
 کیا تم کو خوفِ مرگ و خیالِ فنا نہیں
 کس نے بلا لیا وہ سبھی کیوں گذر گئے
 خوش مت رہو کہ کوچ کی نوبت قریب ہے
 نفسِ دنی خدا کی اطاعت میں خاک ہو
 وہ روشنی نشانوں سے آتی ہے گاہ گاہ
 اُن سے رہیں الگ جو سعید القضا ہیں
 قصوں پہ سارا دین کی سچائی کا انحصار
 پس یہ خدائے بقہ خدائے جہاں نہیں
 مُشرک بنا کے کُفر دیا رو سیہ کیا
 اُس کیلئے حرام جو قصوں پہ ہو تار
 تا پھرے شک و شبہ سبھی اُسکے دل سے دور
 تا وہ جنابِ عز و جل میں قبول ہو

قصوں سے پاک ہونا کبھی کیا محال ہے
 قصوں سے کب نجات ملے ہے گناہ سے
 مردہ سے کب امید کہ وہ زندہ کر سکے
 وہ نہ جو ذاتِ عز و جل کو دکھاتی ہے
 وہ نہ جو یارِ گم شدہ کو ڈھونڈ لاتی ہے
 وہ تازہ قدیں جو خدا پر دیں ہیں
 ظاہر ہے یہ کہ قصوں میں اُن کا اثر نہیں
 اُس بے نشان کی پہرہ نمائی نشان سے ہے
 کوئی بتائے ہم کو کہ غیروں میں یہ کہاں
 یہ ایسے مذہبوں میں کہاں ہے دکھائیے
 جب سے کہ قہقہے ہو گئے مقصودِ راہ میں
 تم دیکھتے ہو قوم میں عفت نہیں رہی
 مومن کے جو نشان ہیں وہ حالت نہیں رہی
 ایک سیل چل رہا ہے گناہوں کا زور سے
 کیوں بڑھ گئے زین پہ بڑے کام اس قدر
 کیوں اب تہا ر دل میں وہ صدق و صفا نہیں
 کیوں زندگی کی چال سبھی نامعنانہ ہے

سچ جانو یہ طریقِ سرا سر محال ہے
 ممکن نہیں وصلِ خدا ایسی راہ سے
 اُس سے تو خود محال کہ رہ بھی گذر سکے
 وہ نہ جو دل کو پاک و مطہر بناتی ہے
 وہ نہ جو جامِ پاک یقین کا پلاتی ہے
 وہ زندہ طاقتیں جو یقین کی سیل میں
 افسانہ گو کو راہِ خدا کی خبر نہیں
 سچ ہے کہ سب ثبوتِ خدائی نشان سے ہے
 قصوں کی چاشنی میں حلاوت کا کیا نشان
 ورنہ گزافِ قصوں پہ ہرگز نہ جائیے
 آگے قدم ہے قوم کا ہر دم گناہ میں
 وہ صدق وہ صفا وہ طہارت نہیں رہی
 اُس یارِ بے نشان کی محبت نہیں رہی
 شفتے نہیں ہیں کچھ بھی معاصی شور سے
 کیوں ہو گئے عزیزو ایہ سب لوگ کور و کر
 کیوں اس قدر ہے فسق کہ خوفِ دِیا نہیں
 کچھ ایک نظر کرو کہ یہ کیسا زمانہ ہے

اس کا سبب یہی ہے کہ غفلت ہی چھا گئی
تقویٰ کے جامے جتنے تھے سب چمک ہو گئے
ہر دم کے غمٹ و فسق سے دل پر پرکھاجاب
جس کو خدائے عزوجل پر یقیں نہیں
پردہ سعید جو کہ نشا نوں کو پاتے ہیں
وہ اُس کے ہو گئے ہیں اُسی سے وہ جیتے ہیں
جس نے کوئی لیا ہے وہ اُس نے سے مت ہیں
کچھ ایسے مست ہیں وہ بُرخِ خوب یار سے
نُن سے خدا کے کام سبھی معجزانہ ہیں
اُنکو خدا نے غیروں سے بخشی ہے اقیان
جبے شمول کے ہاتھ سے وہ تنگ آتے ہیں
جب نُن کے مارنے کیلئے چل چلتے ہیں
تب وہ خدائے پاک نشاں کو دکھاتا ہے
کہتا ہے یہ تو بندہ عالی جناب ہے
اُس ذات پاک سے جو کوئی مل لگتا ہے
جنکو نشاں حضرت بلدی ہوا نصیب
کیسے گئے کچھ ایسے کہ دنیا سے ہو گئے

دنیا سے دھل کی دل میں محبت سما گئی
جتنے خیال دل میں تھے نا پاک ہو گئے
اُنکو کس نُن کی چھپ گیا ایماں کا آفتاب
اُس بد نصیب شخص کا کوئی بھی دیں نہیں
وہ اُس سے بل کے دل کو اُسی سے ملاتے ہیں
ہر دم اُسی کے ہاتھ سے ایک جام پیتے ہیں
سب شمن نُن کے نُن کے مقابل میں پست ہیں
ڈرتے کبھی نہیں ہیں وہ دشمن کے دار سے
یہ اس لئے کہ عاشق یار یگانہ ہیں
نُن کیلئے نشاں کو دکھاتا ہے کارماں
جب بد شعار لوگ انہیں کچھ ستاتے ہیں
جب اُن سے جنگ کرنے کو باہر نکلتے ہیں
غیروں پر اپنا عجب نشاں جھاتا ہے
مجھ سے لڑو اگر تمہیں لڑنے کی تاب ہے
آوردہ اُس کے رحم کو ایسا ہی پاتا ہے
وہ اُس جناب پاک سے ہر دم ہو قریب
کچھ ایسا نور دکھیا کہ اُس کے ہی ہو گئے

بن دیکھے کیسے پاک ہو انساناں گناہ سے
تصویرِ شیر سے نہ ڈرے کوئی گو سپند
پھر وہ خدا جو مردہ کی مانند ہے پڑا
ایسے خدا کے خوف سے دل کیسے پاک ہو
بن دیکھے کس طرح کسی مہِ مرغِ پائے دل
دیدار گر نہیں ہے تو گنہگار ہی سہی
جب تک غفلتِ زندہ کی تم کو خبر نہیں
نور و گ کی دوا یہی دمسال ہی ہے
پر جس خدا کے ہونے کا کچھ بھی نہیں نشان
ہر چیز میں خدا کی ضیاء کا ظہور ہے
جو خاک میں ملے اُسے بتا ہے آشنا
عاشق جو میں وہ یار کو مر مر کے پاتے ہیں
یہ راہ تنگ ہے یہ یہی ایک راہ ہے
ناپاک زندگی ہے جو تقدی میں کٹ گئی
زندہ وہی میں جو کہ خدا کے قریب ہیں
وہ دُور میں خدا سے جو تقدی سے دُور ہیں
تقدی یہی ہے یار کہ نخت کو چھوڑ دو

اس چلے نکلتے ہیں لوگ اُسکی چاہ سے
نے مارِ مردہ سے ہے کچھ اندیشہ گزند
پس کیا امید ایسے سے اور خوف اس سے کیا
سینہ میں اُسکے عشق سے کیونکر تپاک ہو
کیونکر کوئی خیالی صنم سے لگائے دل
حُسن و جمالِ یار کے آثار ہی سہی
بے قید اور دلیر ہو کچھ دل میں ڈر نہیں
اس قید میں ہر ایک گناہ سے دہائی ہے
کیونکر نہ ایسے پہ ہو جلے کوئی جاں
پر پھر بھی غافلوں سے وہ دیوارِ دُور ہے
اے آزمائے والے یہ نسخہ بھی آزما
جب مر گئے تو اُسکی طرف کیلئے جلتے ہیں
دلیر کی مرنے والوں پہ ہر دم نگاہ ہے
دیوارِ زندہ خشک کی آخر کو پھٹ گئی
مقبول بن کے اُس کے عزیز و حبیب ہیں
ہر دم امیرِ نخت و کبر و غرور ہیں
کبر و غرور و بخل کی عادت کو چھوڑ دو

اس بے ثبات گھر کی محبت کو چھوڑ دو
 لعنت کی ہے یہ راہ سو لعنت کو چھوڑ دو
 تلخی کی زندگی کو کر دصدق سے قبول
 اسلام چیز کی ہے خدا کے لئے فنا
 جو مر گئے انہیں کے نصیبوں میں ہے حیات
 شوخی و کبر دیولعین کا شعار ہے
 اے کرم خاک چھوڑ دے کبر و غرور کو
 بدتر بنو ہر ایک سے اپنے خیال میں
 چھوڑ دو غرور و کبر کہ تقویٰ اسی میں ہے
 تقویٰ کی جڑ خدا کے لئے خاکساری ہے
 جو لوگ بدگمانی کو شیوہ بناتے ہیں
 بے احتیاطی ان کی زباں وار کرتی ہے
 ایک بات کہہ کے اپنے عمل سار کھوتے ہیں
 کچھ ایسے سو گئے ہیں ہمارے یہ ہم وطن
 سب غفوسست ہو گئے غفلت ہی چھا گئی
 یا بد زباں دکھاتے ہیں یا ہیں وہ بدگمان
 تم دیکھ کر بھی بد کو بچو بدگمانی سے

اُس یار کے لئے رہِ عشرت کو چھوڑ دو
 ورنہ خیالِ حضرتِ عزت کو چھوڑ دو
 تا تم یہ ہو ملائکہ عرش کا نزول
 ترکِ رضائے خویش ہے مرضیِ خدا
 اس راہ میں زندگی نہیں ملتی بجز مہمت
 آدم کی نسل وہ ہے جو وہ خاکسار ہے
 زیبا ہے کبر حضرتِ ربِ غیور کو
 شاید اسی سے دخل ہو دارالوصال میں
 ہو جاؤ خاکِ مرضیِ مولیٰ اسی میں ہے
 عفت جو شرطِ دین کا وہ تقویٰ میں ساری ہے
 تقویٰ کی راہ وہ بہت دور جاتے ہیں
 ایک دم میں اُسِ عظیم کو بیزار کرتی ہے
 پھر شوخیوں کا بیج ہر اک وقت بوتے ہیں
 اٹھتے نہیں ہیں ہر نے تو مومنو کئے جتن
 قوتِ تمام نوکِ زباں میں ہی آگئی
 باقی خبر نہیں ہے کہ اسلام ہے کہاں
 ڈرتے رہو عقابِ خدا سے جہان سے

شاید تمہاری آنکھ ہی کر جائے کچھ خطا
 شاید تمہاری فہم کا ہی کچھ تصور ہو
 پھر تم تو بدگمانی سے اپنی ہوئے ہلاک
 گر ایسے تم دلیریوں میں بے حیا ہوئے
 موسیٰ بھی بدگمانی سے شرمندہ ہو گیا
 بندوں میں اپنے بھید خدا کے ہیں صد ہزار
 پس تم تو ایک بات کے کہنے سے مر گئے
 بدبخت تر تمام جہاں سے وہی ہوا
 پس تم بچاؤ اپنی زباں کو فساد سے
 دیعفو اپنے جو کوئی ڈر کر بچائے گا
 وہ اک زباں ہے عفو تہانی ہے دوسرا
 پردہ جو مجھ کو کاذب و مکار کہتے ہیں
 اُن کے لئے تو بس ہے خدا کا ہی نشان
 دیکھو خدا نے ایک جہاں کو جسکا دیا
 جو کچھ مری مراد تھی سب کچھ دکھا دیا
 دنیا کی نعمتوں سے کوئی بھی نہیں ہی
 ایسے بدولت اُس کے ہوں ایسے معاملات

شاید وہ بدنہ ہو جو تمہیں ہے وہ بدنما
 شاید وہ آزمائش رب غفور ہو
 خود سر پہ اپنے لے لیا ختم خدائے پاک
 پھر اتفاق کے سوچو کہ معنی ہی کیا ہوئے
 قرآن میں حضور نے جو کیا تھا پڑھو ذرا
 تم کو نہ علم ہے نہ حقیقت ہے آشکار
 کیسی عقل تھی کہ براہِ خطر گئے
 جو ایک بات کہہ کے ہی دوزخ میں جا گرا
 ڈرتے ہو عقوبت رب العباد سے
 سیدھا خدا کے فضل سے جنت میں جا گیا
 یہ ہے حدیثِ سیدنا سیدنا سیدنا
 اور مفتی و کافر و بدکار کہتے ہیں
 یعنی وہ فضل اُس کے جو مجھ پر ہیں ہر ذرا
 گناہم پا کے شہرہ عالم بنا دیا
 میں اک غریب تھا مجھے بے انتہا دیا
 جو اُس نے مجھ کو اپنی عنایات سے نہ دی
 کیا نہیں کرامت و عادت کے بڑھ کے بات

جو مفتری ہے اُس سے یہ کیوں اتحاد ہے
 مجھ پر ہر اک نے وار کیا اپنے دنگ میں
 ابن کینوں میں کسی کو بھی ارماں نہیں رہا
 تھے چاہتے کہ مجھ کو دکھائیں عدم کی را
 یا کم سے کم یہ ہو کہ میں زنداں میں جا پڑوں
 یا خبری سے ان کی کوئی اور ہی بلا
 پس ایسے ہی ارادوں کے مقدّمات
 کوشش بھی وہ ہوتی کہ جہاں میں نہ ہو کبھی
 مجھ کو ہلاک کرنے کو سب ایک ہو گئے
 آخر کو وہ خدا جو کریم و قدیر ہے
 اُترا میری مدد کے لئے کر کے عہد یاد
 کچھ ایسا فضل حضرت ربّ الودیٰ ہوا
 اک قطرہ اُس کے فضل نے دیا بنا دیا
 میں تھا غریب بیکس و گناہ بے ہنر
 لوگوں کی اس طرف کو ذرا بھی نظر نہ تھی
 اب بچتے ہو کیسا رجوع جہاں ہوا
 پر پھر بھی جن کی آنکھ تعصب سے بند ہے

۱۱

کس کو نظیر ایسی عنایت کی یاد ہے
 آخر ذلیل ہو گئے انجیم جنگ میں
 سب کی مر لوتی کہ میں دیکھوں رہ فنا
 یا حاکموں سے پھانسی دلا کر کریں تباہ
 یا یہ کہ ذلتوں سے میں ہو جاؤں سرنگوں
 آجائے مجھ پہ یا کوئی مقبول ہو دُعا
 چاہا گیا کہ دن مرا ہو جا مجھ پہ رات
 پھر اتفاق وہ کہ زماں میں نہ ہو کبھی
 سمجھا گیا میں بد پہ وہ سب نیک ہو گئے
 جو عالم القلوب و عظیم و جبار ہے
 پس رہ گئے وہ سارے سید و نامراد
 سب شمنوں کے دیکھ کے اوساں ہو خطا
 میں خاک تھا اُسی نے تریا بنا دیا
 کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیان کدھر
 میرے وجود کی بھی کسی کو خبر نہ تھی
 اک مرجح خواص یہی قادیان ہوا
 اُن کی نظریں حلل مرا نا پسند ہے

میں مغتری ہوں اُن کی نگاہ و خیال میں
لعنت ہے مغتری پہ خدا کی کتاب میں
توریت میں بھی نیز کلام مجید میں
کوئی اگر خدا پہ کرے کچھ بھی افترا
پھر یہ عجیب غفلتِ ربّ قدیر ہے
پچیس سال سے ہے وہ مشغول افترا
ہر روز اپنے دل سے بناتا ہے ایک بات
پھر بھی وہ ایسے شوخ کو دیتا نہیں سزا
پھر یہ عجیب تر ہے کہ جب حامیانِ یں
کرتا نہیں ہے اُن کی مدد و قوت انتظام
اپنا تو اُس کا وعدہ رہا سارا طاق پر
کیا وہ خدا نہیں ہے جو فرقاں کا ہے خدا
آخر یہ بات کیا ہے کہ ہے ایک مغتری
جب دشمن اُسکو بیچ میں کوشش سے دیتے ہیں
اک اتفاق کر کے وہ باقی بناتے ہیں
پھر بھی وہ نامراد مقاصد میں ہتے ہیں
ذلت میں جاتے۔ یہاں اکر ام ہوتا ہے

دنیا کی خیر ہے مری موت و زوال میں
عزت نہیں ہے ذرّہ بھی اُس کی جناب میں
لکھا گیا ہے رنگ و عیدِ شدید میں
ہو گا وہ قتل ہے یہی اس جرم کی سزا
دیکھے ہے ایک کو کہ وہ ایسا شریر ہے
ہر دن ہر ایک رات یہی کام ہے رہا
کہتا ہے یہ خدا نے کہا مجھ کو آج رات
گویا نہیں ہے یاد جو پہلے سے کہہ چکا
ایسے کے قتل کرنے کو خال ہوں یا میں
تو مغتری کے قتل سے قصہ ہی ہو تمام
لوگوں کی سعی و جہد پہ بھی کچھ نہیں نظر
پھر کیوں وہ مغتری سے کرے اس قدر وفا
کرتا ہے ہر مقام میں اُس کو خدا بری
کوشش بھی اس قدر کہہ بس مری جاتے ہیں
سو جھوٹ اور فریب کی تہمت لگاتے ہیں
جاتا ہے بے اثر وہ جو سوا بارہتے ہیں
کیا مغتری کا ایسا ہی انجام ہوتا ہے

اے قوم کے سرآمد اے حامیانِ ہیں
 تم میں نہ رحم ہے نہ عدالت نہ اتفاق
 ہو گا تمہیں کلاڑ کا بھی وقت خوب یاد
 جب آپ لوگ اُس سے ملے تھے بدیں خیال
 پردہ خدا جو عاجز و سکیں کا ہے خدا
 تم نے تو مجھ کو قتل کرانے کی ٹھانی تھی
 تھے چاہتے صلیب پہ یہ شخص کھینچا جائے
 جھوٹا تھا مغتری تھا تبھی یہ ملی سزا
 ڈگلس پہ سارا حال بریت کا کھل گیا
 الزام مجھ پہ قتل کا تھا سخت تھا یہ کام
 جتنے گواہ تھے وہ تھے سب میرے برخلاف
 دیکھو شیخ اب تو سزا اپنی پائے گا
 اتنی شہادتیں ہیں کہ اب کھل گیا قصور
 بعضوں کو بددعائیں بھی تھا ایک انہماک
 انقصہ جہد کی نہ رہی کچھ بھی انتہا
 آخر خدا نے دی مجھے اس آگ سے نجات
 کیسا یہ فضل اُس سے نمودار ہو گیا
 اُس کا تو فرض تھا کہ وہ وعدہ کو کر کے یاد

۱۳۰

سوچو کہ کیوں خدا تمہیں دیتا مدد نہیں
 پس اس سبب کے ساتھ تمہارا نہیں خدا
 جب مجھ پہ کی تھی تہمت خونِ اندرہ فساد
 تا آپ کی مدد سے اُسے سہل ہو جدال
 حاکم کے دل کو میری طر اُس نے کر دیا
 یہ بات اپنے دل میں بہت سہل جانی تھی
 تا تم کو ایک فخر سے یہ بات لا تھ اُسے
 آخر مری مدد کے لئے خود اٹھا خدا
 عزت کے ساتھ تب یوں ہاں بری ہوا
 تھا ایک پادری کی طرف سے یہ اتہام
 اک مولوی بھی تھا جو یہی مارتا تھا لاف
 اب بن سزائے سخت یہ بچکر نہ جائے گا
 اب قید یا صلیب کے اک بات ہے ضرور
 اتنی دعا کہ گھیس گئی سجد میں اُن کی ناک
 اک سو تھا کر ایک طرف مجھہ و دعا
 دشمن تھے جتنے اُن کی طرف کی نہ التفات
 اک مغتری کا وہ بھی مددگار ہو گیا
 خود مارتا وہ گردن کذاب بد نہاد

گراں سے رہ گیا تھا کہ وہ خود دکھاتا تھا
 یہ بات کیا ہوئی کہ وہ تم سے الگ رہا
 جو مغتری تھا اُس کو تو آزاد کر دیا
 سب جدوجہد و سعی اکارت چلی گئی
 کیا "راستی کی فتح" نہیں وعدہ خدا
 پھر کیوں یہ بات میری ہی نسبت چلی گئی
 کیا یہ عجب نہیں ہے کہ جب تم ہی یار ہو
 پھر یہ نہیں کہ ہو گئی ہے صرف ایک بات
 دیکھو وہ ہیں کا شخص کرم دینے جس کا نام
 جس کی مدد کے واسطے لوگوں میں جوش تھا
 جس کا رفیق ہو گیا ہر ظالم و غوی
 ان میں سے ایسے تھے کہ جو بڑھ بڑھ کے آتے تھے
 ہشیانی ستیضت بھی اپنی دکھاتا تھا
 پر اپنے بد عمل کی سزا کو وہ پا گیا
 کذاب نام اس کا دفاتر میں رہ گیا
 اے ہوش و عقل والو یہ عبرت کا مقام
 جو متقی ہے اُس کا خدا خود نصیر ہے
 بڑے ہر ایک خیر و سعادت کی انتقا

آنا تو سہل تھا کہ تمہارا بٹائے ہاتھ
 کچھ بھی مدد نہ کی نہ سخی کوئی بھی دعا
 سب کام اپنی قوم کا برباد کر دیا
 ۱۲۰ کوشش تھی جس قدر وہ بھارت چلی گئی
 دیکھو تو کھول کر سخن پاک کبریا
 یا خود تمہاری چادر تقویٰ ہی پھٹ گئی
 پھر میرے فائدہ کا ہی سب کاروبار ہو
 پاتا ہوں ہر قدم میں خدا کے تفضلات
 رٹنے میں جس نے غیند بھی اپنے پہ کی حرام
 جس کا ہر ایک دشمن حق عیب پوش تھا
 جس کی مدد کے واسطے آئے تھے مولوی
 اپنا بیاں لکھانے میں کرتب دکھاتے تھے
 سو موصافات واقعہ باتیں بناتا تھا
 ساتھ اُس کے یہ کہ نام بھی کاذب رکھا گیا
 چالاکیوں کا فخر جو رکھتا تھا یہ گیا
 چالاکیاں تو ایسے ہیں تقویٰ سے ہر ویں کام
 انجام فاسقوں کا عذاب سعیر ہے
 جس کی یہ خبر ہی ہے عمل اُس کا سب رہا

مومن ہی فسخ پاتے ہیں انجام کار میں
 کوئی بھی مغتری ہیں دنیا میں اب دکھا
 اس بد عمل کی قتل سزا ہے نہ یہ کہ میت
 کیا تھا یہی معاملہ پاداشیں افترا
 کیوں ایک مغتری کا وہ ایسا ہے آشنا
 آخر کوئی تو بات ہے جس سے ہوا وہ یاد
 تم بد بنا کے پھر بھی گرفتار ہو گئے
 تاہم وہ دوسرے بھی نشان ہیں ہمارے پاں
 جس دل میں رنج گیا ہے محبت اُس کا نام
 کیا کیا نہ ہم نے نام دکھائے زمانہ سے
 اُن کے گلس میں ہم بد و بد حال ہو گئے
 ہم مغتری بھی بن گئے اُن کی نگاہ میں
 پر ایسے کفر پر تو خدا ہے ہماری جان
 لعنت ہے ایسے دین پر کہ اس کفر سے جو کم
 ہوتا ہے کردگار اسی راہ سے دستگیر
 وحی خدا اسی رہ قرخ سے پاتے ہیں

ایسا ہی پاؤ گے سُخن کردگار میں
 جس پر یہ فضل ہو یہ عنایات یہ عطا
 پس کس طرح خدا کو پسند آگئی یہ ریت
 کیا مغتری کے بار میں وعدہ یہی ہوا
 یا بے خبر ہے عیب گدھو کے میں آگیا
 بدکار سے تو کوئی بھی کرتا نہیں ہے پید
 یہ بھی تو ہیں نشان جو نمودار ہو گئے
 نکلتے ہیں اب خدا کی عنایت بے ہراس
 وہ خود نشان ہے نیز نشان سارے کام
 مردوں سے نیز فرقہ نادان زمانہ سے
 اُن کی نظر میں کافرو دجال ہو گئے
 بے دیں ہوئے فساد کیا حق کی راہ میں
 جس سے بٹے خدائے جہان و جہانیاں
 سو شکر ہے کہ ہو گئے غلب کے یاد ہم
 کیا جانے قدر اس کا جو قصوں میں ہے امیر
 دلبر کا بانگین بھی اسی سے دکھاتے ہیں

اے مدعی نہیں ہے ترے ساتھ کردگار

یہ گُفر تیرے دیں گے بہتر ہزار بار

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ہزار ہزار شکر اُس خداوند کریم کا ہے جس نے ایسا مذہب ہمیں عطا فرمایا جو خدا دانی اور خدا ترسی کا ایک ایسا ذریعہ ہے جس کی نظیر کبھی اور کسی زمانہ میں نہیں پائی گئی۔ اود ہزار ہا درود اُس نبی معصوم پر جس کے وسیلہ سے ہم اس پاک مذہب میں داخل ہوئے۔ اود ہزار ہا گنتیں نبی کریم کے اصحاب پر ہوں جنہوں نے اپنے خونوں سے اس بارش کی آب پاشی کی۔

اسلام ایک ایسا بابرکت اور خدا نما مذہب ہے کہ اگر کوئی شخص سچے طور پر اس کی پابندی اختیار کرے اور ان تعلیموں اور ہدایتوں اور وصیتوں پر کاد بند ہو جائے جو خدا تعالیٰ کے پاک کلام قرآن شریف میں مندرج ہیں تو وہ اسی جہان میں خدا کو دیکھ لے گا۔ وہ خدا جو دنیا کی نظر سے ہزاروں پردوں میں ہے اس کی شناخت کیلئے بجز قرآنی تعلیم کے اور کوئی بھی ذریعہ نہیں۔ قرآن شریف معقولی رنگ میں اور آسمانی نشانوں کے رنگ میں نہایت سہل اور آسان طریق سے خدا تعالیٰ کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور اس میں ایک برکت اور قوتِ جاذبہ ہے جو خدا کے طالب کو دہم دم خدا کی طرف کھینچتی اور روشنی اور سکینت اور المیہاں بخشی ہے اور قرآن شریف پر سچا ایمان لانے والا صرف فلسفیوں کی طرح یہ ظن نہیں رکھتا کہ اس پر حکمتِ عالم کا بنانے والا کوئی ہونا چاہیے بلکہ وہ ایک ذاتی بصیرت حاصل کر کے اور ایک پاک رویتِ شرف ہو کر یقین کی آنکھ سے

دیکھ لیتا ہے کہ فی الواقع وہ ممانع موجود ہے اور اس پاک کلام کی روشنی حاصل کر لیا اور محض خشک معقولوں کی طرح یہ گمان نہیں رکھتا کہ خدا واحد لا شریک ہے بلکہ مدعا چکنتے ہوئے نشانوں کے ساتھ جو اس کا ہاتھ پکڑ کر عظمت سے نکلتے ہیں واقعی طور پر مشاہدہ کر لیتا ہے کہ درحقیقت ذات اور صفات میں خدا کا کوئی بھی شریک نہیں اور نہ صرف اسقدر بلکہ وہ عملی طور پر دنیا کو دکھا دیتا ہے کہ وہ ایسا ہی خدا کو سمجھتا ہے اور وحدت الہی کی عظمت ایسی اس کے دل میں سما جاتی ہے کہ وہ الہی ارادہ کے اگے تمام دنیا کو ایک مرے ہوئے کی طرح بلکہ مطلق لاشے اور سراسر کالعدم سمجھتا ہے۔

انسانی فطرت ایک ایسے درخت کی طرح واقع ہے جس کے ایک حلقہ کی شاخیں نجات اور پیشاب کے گڑھے میں غرق ہیں اور دوسرے حلقہ کی شاخیں ایک ایسے حوض میں پڑتی ہیں جو کیڑہ اور گلاب اور دوسری لطیف خوشبوؤں سے پُر ہے اور ہر ایک حصے کی طرف سے جب کھٹی ہوا چلتی ہے تو بابلو یا خوشبو کو جیسی کہ صورت ہو پھیلا دیتی ہے۔ اسی طرح نفسانی جذبات کی ہوا بدبو ظاہر کرتی ہے اور روحانی نفحات کی ہوا پوشیدہ خوشبو کو پیرایہ ظہور و بروز پہناتی ہے پس اگر روحانی ہوا کے چلنے میں جو آسمان سے اُترتی ہے رک ہو جائے تو انسان نفسانی جذبات کی تند و تیز ہولوں کے ہر طرف سے طمانچے کھا کر لہ لہن کی بدبوؤں کے نیچے دب کر ایسا خدا متعلیٰ سے منہ پھیر لیتا ہے کہ شیطان مجھ میں جاتا ہے اور اسفل السافلین میں گرایا جاتا ہے اور کوئی نیکی اس کے اندر نہیں رہتی اور فقر و محنت اور فسق و فجور اور تمام رذائل کے نہروں سے آخر ہلاک ہو جاتا ہے اور مذلتی اسکی جہنمی ہوتی ہے اور آخر مرنے کے بعد جہنم میں گر جاتا ہے اور اگر خدا متعلیٰ کا فضل دستگیر ہو اور نفحات الہیہ اس کے صاف اور معطر کرنے کے لئے آسمان سے چلیں اور اس کی رُوح کو اپنی خاص تربیت سے دہم نہ لوانت اور تاندلی اور پاک طاقت بخشیں تو وہ طاقت بالا سے قوت پا کر اسقدر لوہری طرف گھینچا جاتا ہے کہ فرشتوں کے مقام سے بھی اوپر گزر جاتا ہے اس کی تابعدار کہ

۱۷

انسان میں نیچے گرنے کا بھی مادہ، اور اوپر اٹھانے جلنے کا بھی۔ اور کسی نے اس بار میں سچ کہا ہے۔
 حضرت انسان کہ حد مشترک را جامع است ؛ می تواند شد می جاسے تو اندر خورشید دن
 لیکن اس جگہ شکل یہ ہے کہ نیچے جانا انسان کے لئے سہل امر ہے گویا ایک طبعی امر جیسا کہ
 تم دیکھتے ہو ایک پتھر اوپر کو بہت مشکل سے جاتا ہے اور کسی دوسرے کے زور کا محتاج ہے
 لیکن نیچے کی طرف خود بخود گر جاتا ہے اور کسی کے زور کا محتاج نہیں۔ پس انسان اوپر جلنے کے
 لئے ایک زور کو راتھ کا محتاج ہے۔ اسی حاجت نے سلسلہ انبیاء اور کلام الہی کی ضرورت
 ثابت کی ہے۔ اگرچہ دنیا کے لوگ سچے مذہب کے پرکھنے کے معاملہ میں ہزار ہا سچ دیکھ سکتے ہیں
 میں پڑ گئے ہیں اور پھر بھی کسی منزل مقصود تک نہیں پہنچتے لیکن سچ بات یہ ہے کہ جو مذہب
 انسانی تائیداتی کے زور کرنے اور آسمانی برکات کے عطا کرنے کیلئے اس حد تک کامیاب ہو سکے
 جو اس کے پیروی کی عملی زندگی میں خدا کی ہستی کا اقرار اور نوع انسان کی ہمدردی کا ثبوت نمایا
 ہو وہی مذہب سچا ہے اور وہی ہے جو اپنے سچے پابند کو اس منزل مقصود تک پہنچا سکتا ہو
 جس کی اس کی روح کو پیاس لگا دی گئی ہے۔ اکثر لوگ صرف ایسے فریضہ خدا پر ایمان لاتے
 ہیں جس کی قدر میں آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئی ہیں اور جس کی شکی اور طاقت صرف قیقول
 اور کہانیوں کے پیرایہ میں بیان کی جاتی ہے۔ پس یہی سبب ہوتا ہے کہ ایسا فریضہ خدا
 ان کو گناہ سے روک نہیں سکتا بلکہ ایسے مذہب کی پیروی میں جیسے جیسے من کا تعصب
 بڑھتا جاتا ہے ویسے ویسے فسق و فجور پر شوخی اور دلیری زیادہ پیدا ہوتی جاتی ہے اور نفسانی
 جذبات ایسی تیزی میں آتے ہیں کہ جیسے ایک دیا کا بند ٹوٹ کر اور گرد و پانی اس کا پھیل
 جاتا ہے اور کئی گھروں اور کھیتوں کو تباہ کر دیتا ہے۔ وہ زندہ خدا جو قادر انہ نشاؤں کے
 شمع اپنے ساتھ رکھتا ہے اور اپنی ہستی کو تازہ بہ تازہ معجزات اور طاقتوں کے ثابت
 کرتا رہتا ہے وہی ہے جس کا پانا اور دریافت کرنا گناہ سے روکنا ہے اور سچی سکنت اور
 شانتی اور تسلی بخشتا ہے۔ اور استقامت اور دلی بہادری کو عطا فرماتا ہے وہ آگ بن کر

گن ہیں کو جلا دیتا ہے اور پانی بن کر دنیا پرستی کی خواہشوں کو دھو ڈالتا ہے مذہب ہی کا نام ہے جو اُس کو تلاش کریں اور تلاش میں دیوانہ بن جائیں۔

۱۹

یاد رہے کہ محض خشک جھگڑے اور سب و شتم اور سخت گوئی اور بدزبانی جو نفسانیت کی بنا پر مذہب کے نام پر ظاہر کی جاتی ہے اور اپنی اندرونی بدکاریوں کو دُور نہیں کیا جاتا اور اس محبوب حقیقی سے سچا تعلق پیدا نہیں کیا جاتا اور ایک فریق دوسرے فریق پر نہ انصاف سے بلکہ کتوں کی طرح حملہ کرتا ہے اور مذہبی حمایت کی اوٹ میں ہر ایک قسم کی نفسانی بد ذاتی دکھلاتا ہے کہ یہ گندہ طریق جو سراسر استخوان ہے اس لائق نہیں کہ اس کا نام مذہب رکھا جائے۔ افسوس ایسے لوگ نہیں جانتے کہ ہم دنیا میں کیوں آئے۔ اور اصل اور بڑا مقصود ہمارا اس مختصر زندگی سے کیا ہے بلکہ وہ ہمیشہ اندھے اور ناپاک فطرت رہ کر صرف متعصبانہ جذبات کا نام مذہب رکھتے ہیں اور ایسے فرضی خدا کی حمایت میں دنیا میں بد اخلاقی دکھلاتے اور زبان درازیاں کرتے ہیں جس کے وجود کا اُن کے پاس کچھ بھی ثبوت نہیں۔ وہ مذہب کس کام کا مذہب ہے جو زندہ خدا کا پرستار نہیں بلکہ لیسا خدا ایک مَرْدِ سکا جنازہ ہے جو صوف دو مردوں کے مہمارے سے چل رہا ہے۔ مہارا الگ ہووا اور وہ زمین پر گرا۔ ایسے مذہب سے اگر اُن کو کچھ حاصل ہے تو صرف تعصب اور حقیقی خدا ترسی اور نوع انسان کی کچی ہمدردی جو افضل الحفائل ہے بالکل اُن کی فطرت سے مفقود ہو جاتی ہے۔ اور اگر ایسے شخص کا اُن سے مقابلہ پڑے جو اُن کے مذہب اور عقیدے کا مخالف ہو تو فقط اسی قدر مخالفت کو دل میں رکھ کر اُس کی جان اور مالی اور عزت کے دشمن ہو جاتے ہیں اور لوگوں کے متعلق کسی غیر قوم کے شخص کا کام پڑ جائے تو انصاف اور خدا ترسی کو ہاتھ سے دیکر چلتے ہیں کہ اس کو بالکل نابود کر دیں اور وہ رحم اور انصاف اور ہمدردی جو انسانی فطرت کی اعلیٰ فضیلت ہے بالکل اُنکے طباغ سے مفقود ہو جاتی ہے اور تعصب کے جوش سے ایک ناپاک مذہبی اُن کے اندر سما جاتی ہے اور نہیں جانتے

کہ اس غرض مذہب سے کیا ہے۔ اسلئے بدخواہ مذہب اور قوم کے وہی بدکردار لوگ جتنے ہیں جو حقیقت اور سچی معرفت اور سچی پاکیزگی کی کچھ پروا نہیں رکھتے اور صرف نفسانی جو شوں کا نام مذہب رکھتے ہیں۔ تمام وقت فضول لڑائی جھگڑوں اور گندی باتوں میں صرف کرتے ہیں اور جو وقت خدا کے ساتھ خلوت میں خرچ کرنا چاہیے وہ خواب میں بھی اُن کو میسر نہیں ہوتا۔ بزرگوں کی مندی یا تحقیر تو میں ان کا کام ہوتا ہے اور خود اندر انکا نفسانی غلطیوں سے اس قدر بھرا ہوا ہوتا ہے جیسا کہ سند اس نجاست سے۔ زبان پر یک بیک بہت مگر دل خدا سے دور۔ اور دنیا کے گندل میں غرق۔ پھر مصالح قوم ہونے کا دعویٰ۔

خفتہ را خفتہ کے کشیدار

لیجئے آدمی نہ خوف زدہ دل سے کسی کی بات سن سکتے ہیں نہ تحمل سے جواب دے سکتے ہیں۔ اُن کے نزدیک تمام اسلام نشانہ اعتراضات ہے۔ کوئی بات بھی اچھی نہیں۔ اور عجیب تر یہ کہ وہ اس حالت پر خوش ہوتے ہیں اور کسی دوسری قوم کے خصال پر کوئی معذرت نہ ہاتھ ڈال کر خیال کرتے ہیں کہ ہم نے بہت ثواب کا کام کیا ہے یا بڑی ہمت اور جو غمزدی دکھائی ہے۔ لیکن افسوس کہ اس نشانہ میں اکثر قومیں اسی تعصب کا نام مذہب خیال کرتی ہیں۔ اور ہم اس غراب علالت سے عام مسلمانوں کو بھی باہر نہیں رکھتے۔ پس وہ خدا کے نزدیک زیادہ مواخذہ کے لائق ہیں کیونکہ ان کو وہ دین دیا گیا تھا جس کا نام اسلام ہے جس کے معنی خدا نے تعالیٰ نے قرآن شریف میں خود ظاہر فرمایا ہیں جیسا کہ فرمایا۔

بَقِيَ مَنَ اسْلَمَ وَجْهَهُ لِلّٰہِ وَهُوَ مُحْسِنٌ۔ یعنی اسوٰم کے مددگار ہے ہیں۔ ایک یہ کہ خدا کی رضا میں ایسا ہو جانا کہ اپنی رضا چھوڑ کر اُس کی رضا جوئی کے لئے اُس کے آستانہ پر سر رکھ دینا اور وہ شرع عام طور پر تمام نبی نوحا سے نیکی کرنا پس یہ دین کیسا پیلا اور نیک اور پاک اصول پر مبنی تھا جس کی تعلیموں سے وہ بہت دُور پڑ گئے۔ اور یہ تباہی اُس وقت پیدا ہوئی جبکہ قرآن شریف کی تعلیم سے ہمذا یا غلطی ہو اعرض

کیا گیا کیونکہ اعراض صوری ہو یا معنوی فیض الہی سے محروم کر دیتا ہے۔ اور اس جگہ ہمدی
 مراد اعراض صوری سے یہ ہے کہ ایک شخص خدا تعالیٰ کے کلام سے بالکل منکر ہو۔ اور
 اعراض معنوی سے یہ مراد ہے کہ بظاہر منکر تو نہ ہو لیکن رسم اور عادت اور نفسانی اعراض
 اور اقوال وغیرہ کے نیچے دب کر ایسا ہو جائے کہ خدا تعالیٰ کے کلام کی کچھ پرواہ نہ کرے۔
 غرض یہ دو نصیحت سرفہیں ہیں جن سے بچنے کے لئے کچھ مذہب کی پیروی کی ضرورت
 ہے۔ یعنی اول یہ مرض کہ خدا کو واحد لا شریک اور متعصّب بد تمام صفات کاملہ اور قدرت
 تامہ قبول نہ کر کے اس کے حقوق واجبہ سے مستہ بھیر لینا اور ایک منکھرام انسان کی طرح
 اُس کے اُن فیوض سے انکار کرنا جو جان اور بدن کے ذرہ ذرہ کے شامل حال ہیں دوسرے
 یہ کہ بنی نوع کے حقوق کی بجا آوری میں کوتاہی کرنا۔ اور ہر ایک شخص جو اپنے مذہب
 اور قوم سے الگ ہو یا اُس کا مخالف ہو اس کی ایذا کے لئے ایک زہریلے سانپ
 کی طرح بن جانا۔ اور تمام انسانی حقوق کو ایک دفعہ تلف کر دینا۔ ایسے انسان درحقیقت
 مُردہ ہیں اور زندہ خدا سے بے خبر۔ زندہ ایمان لانا ہرگز ممکن نہیں جب تک انسان زندہ
 خدا کی تجلیات اور آیات عظیمہ سے فیضیاب نہ ہو۔ یوں تو بجز دہریہ لوگوں کے تمام دنیا
 کسی نہ کسی رنگ میں خدا تعالیٰ کے وجود کی قائل ہے مگر چونکہ وہ قائل ہونا صرف اپنا
 خود تراشیدہ خیال ہے اور زندہ خدا کی اپنی ذاتی تجلی سے نہیں اس لئے ایسے خیال
 سے زندہ ایمان حاصل نہیں ہو سکتا جب تک خدا تعالیٰ کی طرف سے انا الموجود
 کی گواہ زور دار طاقتوں کے ساتھ معجزانہ رنگ میں اور خارق عادت کے طور پر سنائی
 نہ دے اور فعلی طور پر اس کے ساتھ دوسرے زبردست نشان نہ ہو اُس وقت تک اُس
 زندہ خدا پر ایمان آ نہیں سکتا۔ ایسے لوگ محض سُنی سنائی باتوں کا نام خدا یا پرستیر
 رکھتے ہیں اور صرف گلے پڑا دھول بجا رہے ہیں اور اپنی شناسائی کی حد سے زیادہ
 لاف و گزاف اپنا پیشہ بنا رکھا ہے۔

حقیقی خدا والی تمام اسی میں منحصر ہے کہ اس زندہ خدا تک رسائی ہو جائے کہ جو اپنے مقرب انسانوں سے نہایت معافی سے پہلکام ہوتا ہے اور اپنی پر شوکت اور لذیذ کلام سے اُن کو تسلی اور سکینت بخشتا ہے اور جس طرح ایک انسان دوسرے انسان کو بتاتا ہے ایسا ہی یقینی طور پر جو بجلی شاک و شیعہ سے پاک ہے اُن سے باتیں کرتا ہے انکی بات سناتا ہے اور اُنی کا جواب دیتا ہے۔ اور انکی دعاؤں کو شکر دعا کے قبول کرنے سے اُنکو اطلاع بخشتا ہے اور ایک طرف لذیذ اور پر شوکت قول سے اور دوسری طرف معجزانہ فعل سے اور اپنے قوی اور بڑبڑست نشانوں سے اُن پر ثابت کر دیتا ہے کہ میں ہی خدا ہوں۔ وہ اول پیشگوئی کے طور پر اُن سے اپنی حمایت اور نصرت اور خاص طور کی دستگیری کے وعدے کرتا ہے اور پھر دوسری طرف اپنے وعدوں کی عظمت بڑھانے کے لئے ایک دنیا کو اُنکے مخالف کر دیتا ہے۔ اور وہ لوگ اپنی تمام طاقت اور تمام کمزوریب اور ہر ایک قسم کے منصوبوں سے کوشش کرتے ہیں کہ خدا کے اُن وعدوں کو ٹال دیں جو اُس کے من مقبول بندوں کی حمایت اور نصرت اور غلبہ کے بارے میں ہیں اور خدا ان تمام کوششوں کو برباد کرتا ہے۔ وہ شرارت کی ٹھمری کرتے ہیں اور خدا اس کی جڑ باہر پھینکتا ہے۔ وہ آگ لگاتے ہیں اور خدا اس کو بجھا دیتا ہے۔ وہ ہاتھوں تک زور لگاتے ہیں آخر خدا اُن کے منصوبوں کو اُنہی پر اٹھا کر مارتا ہے۔ خدا کے مقبول اور راستباز نہایت سیدھے اور سادہ طبع اور خدا تعالیٰ کے سامنے اُن بچوں کی طرح ہوتے ہیں جو اس کی گود میں ہوں اور دنیا اُن سے دشمنی کرتی ہے کیونکہ وہ دنیا میں نہیں ہوتے اور طوطے کی طرح کے کر اور فریب اُن کی عقلی کے لئے کئے جاتے ہیں۔ قوم اُن کے ایذا دینے کیلئے متفق ہو جاتی ہیں اور تمام نااہل لوگ ایک ہی کمان سے اُن کی طرف تیر چلاتے ہیں اور طوطے کی طرح کے افتراء اور ہمتیں لگائی جاتی ہیں تاکہ کسی طرح وہ ہلاک ہو جائیں اور اُن کا نشان نہ رہے مگر آخر خدا تعالیٰ اپنی باتوں کو پوری کر کے دکھلا دیتا ہے۔ اسی طرح اُن کی زندگی میں یہ معاملہ اُن

جاری رہتا ہے کہ ایک طرف وہ مکالمات صحیحہ و واضحہ یقینیہ سے مشرف کئے جاتے ہیں اور امور غیبیہ جن کا علم انسانوں کی طاقت سے باہر ہے ان پر خدائے کریم و قدیر اپنے صریح کلام کے ذریعہ سے شکست کرتا رہتا ہے اور دوسری طرف حجازہ افعال سے جو ان اقوال کو سچ کر کے دکھاتے ہیں ان کے یقین کو نور علی نور کیا جاتا ہے۔ اور جس قدر انسان کی طبیعت تقاضا کرتی ہے کہ خدا کی یقینی شناخت کے لئے اس قدر معرفت چاہیے وہ معرفت قوی اور فعلی تجسسی سے ہوتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ ایک ذہن کے برابر بھی تاریکی و مہیاں میں نہیں رہتی۔ یہ خدا ہے جس کے ان قوی فعلی تجلیات کے بعد جو ہر اہل انعامات اپنے اندر رکھتی ہیں اور نہایت قوی اثر دل پر کرتی ہیں انسان کو سچا اور ذہن ایمان نصیب ہوتا ہے اور ایک سچا اور پاک تعلق خدا سے ہو کر نفسانی غلطیوں سے دور ہو جاتی ہیں۔ اور تمام کمزوریاں و کمزوریوں کی تیز شعاعوں سے اندرونی تاریکیوں کو مٹا دیتی ہیں اور ایک عجیب تبدیلی ظہور میں آتی ہے۔

پس جو مذہب اس خدا کو جس کا ان صفات سے متصف ہونا ثابت ہے پیش نہیں کرتا اور ایمان کو صرف گزشتہ قہقروں کہانیوں اور ایسی باتوں تک محدود رکھتا ہے جو دیکھنے اور کہنے میں نہیں آتی ہیں وہ مذہب ہرگز سچا مذہب نہیں ہے۔ اور ایسے فرضی خدا کی پیروی ایسی ہے کہ جیسے ایک مردہ سے توقع رکھنا کہ وہ زندہ ہو جیسے کام کرے گا ایسے خدا کا ہونا نہ ہونا برابر ہے جو ہمیشہ تازہ طور پر اپنے وجود کو آپ ثابت نہیں کرتا گویا وہ ایک بڑبڑ ہے جو نہ بولتا ہے اور نہ سنتا ہے اور نہ سوال کا جواب دیتا ہے اور نہ اپنی فائدہ نہ قوت کو ایسے طور پر دکھا سکتا ہے جو ایک پکا دہریہ بھی اس میں شک نہ کر سکے۔

یاد رکھنا چاہیے کہ جیسے میں روشنی بننے کیلئے ہر روز تازہ طور پر آفتاب نکلتا ہے اور ہم اس قدر فائدہ نہیں اٹھا سکتے کہ نہ کچھ قوتی ہو سکتے ہیں کہ ہم اندھیرے میں ہوں اور روشنی کا نام و نشان نہ ہو اور یہ کہا جائے کہ آفتاب تو ہے مگر وہ کسی پہلے نہ

میں طلوع کرتا تھا اور اب وہ ہمیشہ کیلئے پوشیدہ ہے۔ ایسا ہی وہ حقیقی آفتابِ وجود کو
کو روشن کرتا ہے ہر روز تازہ بتازہ طلوع کرتا ہے۔ اور اپنی قوی فعلی تجلیات سے انسان
کو حصہ بخشتا ہے۔ وہی خدا سچا ہے اور وہی مذہب سچا جو ایسے خدا کے وجود کی مشابہت
دیتا ہے۔ ایسے خدا کو دکھاتا ہے اُسی زندہ خدا سے نفس پاک ہوتا ہے۔

یہ اُمید منت رکھو کہ کوئی اور منصوبہ انسانی نفس کو پاک کر سکے جس طرح تاریکی
کو صرف روشنی ہی نفع دیتی ہے اسی طرح گناہ کی تاریکی کا علاج فقط وہ تجلیاتِ الہیہ
قوی و فعلی ہیں جو معجزانہ رنگ میں پُر نور شعاعوں کے ساتھ خدا کی طرف سے کسی معید دل پر
نازل ہوتی ہیں اور اُس کو دکھا دیتی ہیں کہ خدا ہے اور تمام شکوک کی غلاظت کو دور کر
دیتی ہیں اور تسلی اور اطمینان بخشی ہیں۔ پس اُس طاقتِ بالا کی زبردست کشش سے وہ معید
آسمان کی طرف اٹھایا جاتا ہے۔ اس کے سوا جس قدر اور علاج پیش کئے جاتے ہیں سب
فغولِ بناوٹ ہے۔ ہاں کامل طور پر پاک ہونے کے لئے صرف معرفت ہی کافی نہیں
بلکہ اُس کے ساتھ پُر مدد دعاؤں کا سلسلہ جاری رہنا بھی ضروری ہے کیونکہ خدا تعالیٰ
غنی بے نیاز ہے۔ اُس کے فیوض کو اپنی طرف کھینچنے کے لئے ایسی دعاؤں کی سخت ضرورت
ہے جو گریہ اور بکا اور صدق و صفاءِ اللہِ مددِ دل سے پُر ہوں۔ تم دیکھتے ہو کہ بچہ شیرِ خواہ
اگرچہ اپنی ماں کو خوب شناخت کرتا ہے اور اُس سے محبت بھی رکھتا ہے اور ماں بھی
اُس سے محبت رکھتی ہے مگر پھر بھی ماں کا دودھ اُترنے کے لئے شیرِ خواہ بچوں کا رونا
بہت کچھ دخل رکھتا ہے۔ ایک طرف بچہ دودھِ دانا کی طور پر بھوک سے روتا ہے اور دوسری
طرف اُس کے رونے کا مال کے دل پر اثر پڑتا ہے اور دودھ اُترتا ہے۔ پس اسی طرح خدایتعالیٰ
کے سامنے ہر ایک طالب کو اپنی گریہ و زاری سے اپنی روحانی بھوک پیاں کا ثبوت دینا
چاہیئے تا وہ روحانی دودھ اُترے اور اُسے سیراب کرے۔

غرض پاک و صاف ہونے کیلئے صرف معرفت کافی نہیں بلکہ بچوں کی طرح دودھِ دانا

گر یہ دوازی بھی ضروری ہے۔ اور نویدِ موت ہو اور یہ خیالِ موت کہہ کہ ہمارا نفس گناہوں سے بہت آلودہ ہے۔ ہماری دعائیں کیا چیز ہیں اور کیا اثر رکھتی ہیں کیونکہ انسانی نفس جو دراصل محبتِ الہی کے لئے پیدا کیا گیا ہے وہ اگرچہ گناہ کی آگ سے سخت مشتعل ہو جائے پھر بھی اُس میں ایک ایسی قوتِ توبہ ہے کہ وہ اس آگ کو بجھا سکتی ہے۔ جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ ایک پانی کو کیسا ہی آگ سے گرم کیا جائے مگر تاہم جب آگ پر اس کو ڈالا جائے تو وہ آگ کو بجھا دے گا۔

یہی ایک طریق ہے کہ جب سے خدا تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے اسی طریق سے اُن کے دل پاک و صاف ہوتے رہے ہیں۔ یعنی بغیر اس کے جو زندہ خدا خود اپنی تجلیِ قوی و فعلی سے اپنی ہستی اور اپنی طاقت اور اپنی خدائی ظاہر کرے اور اپنا رعب چمکاتا ہوا دکھاوے اور کسی طریق سے انسان گناہ سے پاک نہیں ہو سکتا۔

۲۵

اور معقولی طور پر بھی یہی بات ظاہر و ثابت ہے کہ انسان فقط اُسی چیز کی قدر کرتا ہے اور اُسی کا رعب اپنے دل میں جھاتا ہے جس کی عظمت اور طاقت بذریعہ معرفتِ تائید کے وہ معلوم کر لیتا ہے۔ مثلاً ظاہر ہے کہ انسان اس سوراخ میں ہاتھ نہیں ڈالتا جس کی نسبت اُس کو یقین ہو کہ اس میں سانپ ہے۔ اور ایسی چیز کو ہرگز نہیں کھاتا جس کو یقین کرتا ہے کہ وہ زہر ہے۔ پھر کیا باعث کہ وہ اس طرح خدا تعالیٰ سے نہیں ڈرتا کہ ہزاروں فن و فحش و گستاخی سے کرتا ہے اور گوہرِ اندلس کی تک بھی نذر پھینچ جائے پھر بھی نہیں ڈرتا۔ اس کا یہی سبب ہے کہ وہ اُس حقیقی منتقم کے وجودِ اللہ ہستی سے بالکل بے خبر ہے جو گناہ کی سزا دے سکتا ہے۔

انہوں نے اکثر انسانوں نے ہر قسمی سے اس اصول کی طرف توجہ نہیں کی اور ایسے یہود و طریق گناہ سے پاک ہونے کے لئے اپنے دل سے ترشے ہیں کہ وہ اور بھی گناہ پر مستراح کرتے ہیں۔ مثلاً یہ خیال کہ گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صلیب دیئے جانے پر

ایمان لانا اور ان کو خدا سمجھنا انسان کے تمام گناہ معاف ہو جانے کا موجب ہے۔ کیا ایسے خیال سے توقع ہو سکتی ہے کہ انسان میں بھی نفرت گناہ سے پیدا کرے۔ صاف ظاہر ہے کہ ہر ایک مذہب اپنی مذہب سے دُور ہوتی ہے۔ سرحدی کو گری دُور کرتی ہے اور تاریکی کے مزالہ کا علاج روشنی ہے۔ پھر یہ علاج کس قسم کا ہے کہ زید کے مصلوب ہونے سے بکر گناہ سے پاک ہو جائے بلکہ یہ انسانی غلطیاں ہیں کہ جو غفلت اور دنیا پرستی کے زائد میں دلائل میں سما جاتی ہیں۔ اور جن پست خیالات کی وجہ سے دنیا میں بُت پرستی نے رواج پایا ہے فی الحقیقت ایسے ہی نفسانی اغراض کے سبب سے یہ مذہب مصلوب اور کفارہ کا عیسائوں میں رواج پا گیا ہے۔

اصل امر یہ ہے کہ انسان کا نفس کچھ ایسا واقع ہے کہ ایسے طریق کو زیادہ پسند کر لیتا ہے جس میں کوئی محنت اور مشقت نہیں۔ مگر سچی پاکیزگی بہت سے دکھ اور محنت کو چاہتی ہے۔ اور وہ پاک زندگی حاصل نہیں ہو سکتی جب تک انسان موت کا پیالہ نہ پی لے۔ پس جیسا کہ انسان کی علالت ہے کہ وہ تنگ اور مشکل راہوں پر سیر کرتا ہے اور سہل اور آسان طریق ڈھونڈتا ہے۔ اسی طرح ان لوگوں کو یہ طریق مصلوب جو صرف زبان کا اقرار ہے اور نہ صراحت پر کسی مشقت کا اثر نہیں بہت پسند آگیا ہے جس کی وجہ سے خدائے تعالیٰ کی محبت ٹھنڈی ہو گئی ہے اور نہیں چاہتے کہ گناہوں سے نفرت کر کے پاک تبدیلی اپنے اندر پیدا کریں۔ درحقیقت مصلوبی اعتقاد ایک ایسا عقیدہ ہے جو ان لوگوں کو خوش کر دیتا ہے جو سچی پاکیزگی حاصل کرنا نہیں چاہتے اور کسی ایسے نسخہ کی تلاش میں رہتے ہیں کہ گندی زندگی بھی موجود ہو اور گناہ بھی معاف ہو جائیں لہذا وہ باوجود بہت سی آلودگیوں کے خیال کر لیتے ہیں کہ فقط خونِ مسیح پر ایمان لانے سے گناہ سے پاک ہو گئے۔ مگر یہ پاک ہونا درحقیقت ایسا ہی ہے جیسا کہ ایک پھوٹا جو پیپ سے بھر ہوا ہو اور باہر سے چمکتا ہوا نظر آئے۔ اور اگر غور کرنے والی طبیعتیں ہوں

تو اس مصلحتی نسخہ کا غلط ہونا خود مصلوب پرستوں کے حالات سے واضح ہو سکتا ہے کہ وہ کہلاتک دنیا پرستی اور ہوا دہوس کو چھوڑ کر خدا اٹھانے کی محبت میں محو ہو گئے تھے۔ جو شخص یورپ کے ممالک کی میر کرے وہ خود دیکھ لے گا کہ دنیا کی عیاشی اور بے قیدی اور شراب خوری اور نفس پرستی اور دوسرے فسق و فجور کس درجہ تک ان لوگوں میں پائی جاتی ہیں جو بڑے حامی دین کہلاتے ہیں اور جو اس ملک کے جاہل لوگوں کی طرح نہیں بلکہ تعلیم یافتہ مذہب ہیں سب سے زیادہ خونِ مسیح پر زور دینے والے پادری صاحبان ہیں۔ سوا کثر ان کے شراب خوری میں جو ائمہ انجائٹ ہے مبتلا ہیں بلکہ بعض کے حالات جو اخباروں میں شائع ہوتے رہتے ہیں ایسے قابلِ شرم ہیں جو ناگفتہ بہ۔ چنانچہ آج ہی ہم نے ایک اخبار میں پڑھا ہے کہ ولایت سے ایک پادری صاحب پکڑا آ رہا ہے جس نے لڑکیوں کے ساتھ بد فعلی کی۔ اس پادری صاحب کا نام ڈاکٹر ساندی لینڈز ہے۔ پادری صاحب مذکور بشعائد انگلور میں مشنری قسیم خانہ کے پرنسپل تھے۔ اگست کی بات ہے۔ ۱۹۲۲ رگست کی رات کو ان کے کمرہ میں ایک لڑکی پائی گئی۔ جواب نہ دے سکے۔ سیتھی ہو کر چلے جانے پر معلوم ہوا کہ ستھو لڑکیوں سے بد فعلیاں کیں۔ اظہارِ پولیس میں اور بھی گل کھلا۔ معلوم ہوا کہ ناجائز عمل جراحی بھی کیا یعنی عمل گرایا۔ وارنٹ نکلا۔ ولایت میں گرفتار ہوئے ہندوستان پہنچنے پر مقدمہ ہائی کورٹ بمبئی کی اجلاسِ ششمن میں ہوگا۔ دیکھو پالونیو اخبار عام ۱۹ فروری ۱۹۲۲ء پتلا کالم۔ ۹ فروری ۱۹۲۲ء صفحہ ۶ دوسرا کالم۔ اب ظاہر ہے کہ جبکہ یہ لوگ کہ جو بڑے مقدس پادری کہلاتے ہیں اور خونِ مسیح سے فیض اٹھانے میں اول درجہ پر ہیں ان کا یہ حال ہے تو دوسرے بھارے اس نسخہ سے کیا فائدہ اٹھائیں گے۔ سو یاد رہے کہ یہ طریق حقیقی پاکیزگی حاصل کرنے کا ہرگز نہیں ہے۔ اور وقت آتا جاتا ہے بلکہ قریب ہے کہ لوگ اس غلط طریق پر خود متنبہ ہو جائیں گے۔ طریق ہی ہے جو ہم نے بیان کیا ہر ایک شخص جو خدائے تعالیٰ کی طرف آیا ہے اسی دروازے سے داخل ہوا ہے۔

ہاں یہ دروازہ بہت تنگ ہے اور اس کے اندر داخل ہونے والے بہت تھوڑے ہیں کیونکہ اس دروازہ کی دلیز موت ہے اور خدا کو دیکھ کر اُس کی راہ میں اپنی ساری قوت اور سارے وجود سے کھڑے ہو جانا اُس کی چوکھٹ ہے۔ پس بہت ہی تھوڑے ہیں جو اس دروازہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں۔ افسوس کہ ہمارے ملک میں عیسائی صاحبوں کو تو حضرت مسیح کے خون کے خیال نے اس دروازہ سے دُور ڈال دیا اور آریہ صاحبوں کو تاسخ کے خیال اور توبہ نہ قبول ہونے کے عقیدہ نے اس دروازہ سے محروم کر دیا کیونکہ اُن کے نزدیک گناہ کے بعد بجز طرح طرح کے جوئوں میں پڑنے کے اسی زندگی میں اور کوئی طریق پاک ہونے کا نہیں۔ اور توبہ یعنی خدا تعالیٰ کی طرف ایک موت کی حالت بنا کر پُر صدق دل سے رجوع کرنا اور موت کی مئی حالت بنا کر اپنی قربانی آپ ادا کرنا اُن کے نزدیک ایک لغو خیال ہے۔ پس یہ دونوں فرقی اُس حقیقی راہ سے محروم ہیں۔

آریہ صاحبوں کیلئے اور بھی مشکلات ہیں کہ اُن کے لئے خدا نے تعالیٰ پر یقین کرنے کی کوئی بھی راہ کھلی نہیں۔ نہ معقولی نہ سماوی۔ معقولی اس لئے نہیں کہ اُن کے خیال کے مطابق اندراج مع اپنی تمام طاقتوں کے خود بخود ہیں اور پر کرتی یعنی اجزاء عالم مع اپنے تمام گزوں کے خود بخود ہیں تو پھر ہمیشہ کے وجود پر کوئی عقلی دلیل ہی؟ کیونکہ اگر سب کچھ خود بخود ہے تو پھر کیا وجہ کہ ان چیزوں کا جوڑ خود بخود نہیں۔ سو یہ نہ مہرب دہریہ نہ مہرب سے بہت نزدیک ہے۔ اور اگر خدا نے ان لوگوں کو اس غلط راہ سے توبہ نصیب نہ کی تو کسی دن سب دہریہ ہو جائیں گے۔ اسی طرح مادی طریق سے بھی خدا تعالیٰ کی شناخت کیے نصیب ہیں۔ کیونکہ مادی طریق سے مراد آسانی نشان میں جو خدا نے تعالیٰ کے وجود پر تازہ تازہ نشان ہوتے ہیں جن کو زندہ خدا پر ایمان لانے والا آدمی مشاہدہ کرتا رہتا ہے اور یقینی طور پر اُس کا تصرف ہر ایک چیز پر دیکھتا ہے۔ سو یہ لوگ ان نشانوں سے قطعاً منکر ہیں۔ لہذا خدا شناسی کے دونوں دروازے ان لوگوں پر بند ہیں۔ ہاں محض قصد کے طور پر

مباحثات مذہبیہ میں بڑی سرگرمی دکھلاتے ہیں۔ اور سخت لڑائی اور بد زبانی اور مٹہ کی تیزی میں ایک طور سے پادری صاحبوں سے بھی کچھ آگے قدم ہے۔ لیکن خدائے تعالیٰ کی معرفت اُن کو ہرگز نصیب نہیں۔ کیونکہ اول تو خدا تعالیٰ عقلی طور پر اپنی خالقیت کی شناخت کیا جاتا ہے مگر اُن کے نزدیک خدائے تعالیٰ خالق نہیں ہے۔ پس مصنوعات کے لحاظ سے اُن کے پاس اُس کے وجود پر کوئی دلیل نہیں اور دوسری طریق شناخت خدائے تعالیٰ کا آسمانی نشان ہیں مگر وہ اُن سے منکر اور قطعاً اس راہ سے بے نصیب ہیں اور معرفت پر میسر کے نام کے لفظ ہاتھ میں ہیں اور اُس کی ہستی سے بے خبر۔ افسوس یہ لوگ نہیں جانتے کہ انسان ہزار اپنی زبان سے بک بک کرے اس سے کیا فائدہ جب تک اس کو اپنے خدا کی ایسی شناخت حاصل نہ ہو جائے جس سے اُس کی سفلی زندگی پر موت آجائے اور اُس کا دل خدائے تعالیٰ کی محبت سے بھر جائے اور گناہ سے اس کو نفرت ہو جائے۔

یوں تو ہر ایک شخص دعویٰ کر سکتا ہے کہ میں ایسا ہی ہوں لیکن کچھ پرستادوں کے یہ نشان ہیں کہ خدائے تعالیٰ کی سچی محبت کی وجہ سے اُن میں ایک برکت پیدا ہو جاتی ہے اور خدائے تعالیٰ کی قول اور فعلی تجلی اُن کے شامل حال ہو جاتی ہے۔ یعنی وہ خدائے تعالیٰ کے ہمکلام ہو جاتے ہیں اور خدائے تعالیٰ کے معجزانہ افعال اُن میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اور خدائے تعالیٰ بہت سے الہامات ایسے اُن پر ظاہر کرتا ہے جن میں آئندہ نصرتوں کے وعدے ہوتے ہیں اور پھر دوسرے وقت میں وہ نصرتیں ظاہر ہو جاتی ہیں اور اس طرح پر وہ اپنے خدا کو پہچان لیتے ہیں اور خاص نشاںوں کے ساتھ غیر سے ممتاز ہو جاتے ہیں۔ اُنکو ایک قوت جذب دی جاتی ہے جس سے لوگ اُن کی طرف کھینچے جاتے ہیں۔ اور عشق الہی اُن کے منہ پر برستا ہے۔ اور اگر یہ مابہ امتیاز نہ ہو تو پھر ہر ایک بد معاش جو پوشیدہ طور پر زانی فاسق فاجر شراب خور اور پلید طبع ہو نیک کہلا سکتا ہے پھر حقیقی نیک اور اس مصنوعی نیک میں فرق کیا ہو گا۔ پس فرق کرنے کے لئے ہمیشہ سے

یہ عادت الہی ہے کہ راستبازوں کی معجزانہ زندگی ہوتی ہے اور خدا کی نصرت ان کے شامل حال رہتی ہے اور ایسے طور سے شامل حال ہوتی ہے کہ وہ سراسر معجزہ ہوتا ہے۔

یاد رکھنا چاہیے کہ ایک راستباز کی معجزانہ زندگی زمین اور آسمان سے زیادہ تر خدا نے تعالیٰ کے وجود پر دلالت کرتی ہے کیونکہ کسی نے نہیں دیکھا کہ زمین اور آسمان کو خدا نے اپنے ہاتھ سے بنایا صرف اس عالم کی حکمت صنعت کو دیکھ کر اور اس کی ترکیب کو مبلغ اور حکم پا کر عقل سلیم اس بات کی ضرورت سمجھتی ہے کہ میں بے مثل مصنوعات کا کوئی صانع ہونا چاہیے مگر عقل اپنی معرفت میں اس حد تک نہیں پہنچتی کہ فی الواقعہ وہ صانع موجود بھی ہے کیونکہ اس نے اس صانع کو بناتے نہیں دیکھا۔ اور عقلی خدا شناسی کا تمام دار صرف ضرورت صانع پر رکھا گیا ہے نہ یہ کہ اس کا ہونا مشاہدہ کیا گیا ہے۔ لیکن راستباز کی معجزانہ زندگی واقعی طور پر

اور شاہد کے پیرایہ میں خدا نے تعالیٰ کی ہستی کو دکھلاتی ہے کیونکہ راستباز اپنی سب ابتدائی حالت میں ایک ذہ بے مقدار کی طرح ہوتا ہے یا ایک رائی کے بیج کی طرح جس کو ایک کسان نے بویا۔ اور نہایت ذیل حالت میں پڑا ہوا ہوتا ہے۔ تب وحی کے ذریعہ سے خدا دنیا کو اطلاع دیتا ہے کہ دیکھو میں اس کو بناؤں گا۔ میں ستاروں کی طرح اس میں چمک ڈالوں گا اور آسمان کی طرح اس کو بلند کروں گا۔ اور ایک ذہ کو ایک پہاڑ کی طرح دکھاؤں گا۔

پھر بعد اس کے باوجود اس بات کے کہ دنیا کے تمام شریر چاہتے ہیں کہ وہ ارادۃ الہی معرض التواریس رہے۔ اور ناخوئی تک زور لگاتے ہیں کہ وہ عمر ہونے نہ پائے مگر وہ رکس نہیں مکتا جب تک پورا نہ ہو۔ اور خدا کا ہاتھ سب رد کوں کو دفع کر کے اس کو پورا کرتا ہے۔ وہ ایک

گناہ کو اپنی پیشگوئی کے مطابق ایک عظیم الشان جماعت بنا دیتا ہے۔ وہ تمام مستعد لوگوں کو اس کی طرف کھینچتا کہ وہ اس گناہ کو ایسی شہرت دیتا ہے کہ کبھی اس کے باپ دادوں کو نصیب نہ ہوئی۔ وہ ہر میدان میں اس کا ہاتھ پکڑتا ہے اور ہر ایک جنگ میں اس کو فتح دیتا ہے اور ایک دنیا کو اس کا غلام کرتا ہے اور لاکھوں انسانوں کو اس کی طرف

کھینچ لیتا ہے اور اُس کی تعلیم اُن کے دلوں میں بٹھا دیتا ہے۔ اور رُوح القدس سے اُنکی مدد کرتا ہے۔ وہ اُس کے دشمنوں کا دشمن اور اس کے دوستوں کا دوست ہو جاتا ہے اور اُس کے دشمن سے وہ آپ لڑتا ہے۔ ایسی لئے میں نے کہا ہے کہ راستہ ہار کی معجزانہ زندگی آسمان و زمین سے زیادہ خدائے تعالیٰ کے وجود پر دلالت کرتی ہے کیونکہ لوگوں نے زمین و آسمان کو چشمِ خود خدا کے ہاتھ سے جتنے نہیں دیکھا۔ لیکن وہ چشمِ خود دیکھ لیتے ہیں کہ خدا راستہ ہار کے اقبال کی عمارت کو اپنے ہاتھ سے بناتا ہے۔ وہ ایک زمانہ دراز پہلے خبر دے دیتا ہے کہ میں ایسا کروں گا اور ایسا اس کو بنا دوں گا۔ اور پھر باوجود محنت و کوشش اور شدید زحمتوں کے جو شریر انسانوں کی طرف سے ہوتی ہیں ایسا ہی کر کے دکھا دیتا ہے۔

پس یہ نشان حق کے طالب کو حق یقین تک پہنچاتا ہے اور وہ خدائے تعالیٰ کے وجود پر ایک قطعی دلیل ہوتی ہے۔ مگر اُن کے لئے جو خدائے تعالیٰ کے طالب ہیں اور کبر نہیں کرتے اور حق کو پا کر انکسار سے قبول کر لیتے ہیں۔ اس زمانہ میں بھی خدائے ایسے نشان بہت جمع کئے ہیں کاش لوگ اُن میں غور کرتے اور اپنے تئیں یقین اور معرفت کے چراغ سے روشن کر کے نجات کے لائق ٹھہرا دیتے۔ لیکن شریر انسان کو خدا کے نشانوں سے ہدایت حاصل کرنا نصیب نہیں۔ وہ روشنی کو دیکھ کر آنکھ بند کر لیتا ہے تا ایسا نہ ہو کہ روشنی اُس کی آنکھوں کو منور کرے اور راہ دکھائی دے۔ شریر آدمی ہزار نشان دیکھ کر اس سے منہ پھیر لیتا ہے اور ایک بات جس کو اپنی ہی عداوت سے سمجھ نہیں سکا بار بار پیش کرتا ہے۔ وہ شخص جو خدائے تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے اُس پر یہ فرض نہیں ہے کہ ایسے نشان دکھائے جس سے ستارے زمین پر گریں یا آفتاب مغرب سے طلوع کرے یا کبریٰ کو انسان بنا کر دکھا دے یا لوگوں کے دوبرو آسمان پر چڑھ جائے اور ان کے دوبرو ہی اُترے اور آسمان سے ایک لکھی ہوئی کتاب اُسے جس کو لوگ خود ہاتھوں میں لے کر چڑھ لیں یا اس کے تمام مکانات سونے کے بن جائیں یا اس کے ہاتھ سے لوگوں کے باپ دادا مرے ہوئے زندہ ہو کر

قبروں سے بولتے ہوئے اور جیتے ہوئے نکلیں اور اپنے بیٹوں کو لعنت کریں اور نفرین کر کے کہیں کہ یہ تو حقیقت میں سچا خدا کا رسول تھا۔ یہ غضب تم نے کیا کیا کہ اُس کے منکر ہو گئے۔ ہم بحشم خود دیکھ آئے ہیں کہ اس پر ایمان لانے والا سیدہ صاحبہ کی طرف جاتا ہے اور اس سے منکر رہنے والا نہایت ذلیل حالت میں ددرخ میں ڈالا جاتا ہے اور شہر میں جلے کریں اور تمام منکروں کو اُن جلسوں میں بلائیں اور اپنی اولاد کو کہیں کہ تم جانتے ہو کہ ہم تمہارے باپ دادا ہیں اور تم جانتے ہو کہ ہم کس قدر اس شخص کے دشمن تھے لیکن جب ہم مر گئے تو اس کی دشمنی کی وجہ سے ہم ددرخ میں ڈالے گئے۔ دیکھو ہمارے بدن آگ میں جیسے چوڑا اور سیلا ہو رہے ہیں اور تمہارے دربر در ہم قبروں میں نکلے ہیں تاہم گواہی دیں کہ یہ شخص خدا کی طرف سے اور سچا نبی ہے۔ یاد رکھو کہ ایسے لیکچر کبھی مُردوں نے قبروں میں نکل کر نہیں دیئے۔ اور کبھی اور کسی زمانہ میں ایسے جلے نہیں ہوئے کہ چند لوگوں کے باپ دادا قبروں میں زندہ ہو کر نکل آئے ہوں۔ تب ایک مکان جلسہ کا مقرر ہو کر تمام شہر کے لوگ اُن مُردوں کے سامنے بلائے گئے ہوں۔ اور اُن مُردوں نے ہزاروں لوگوں کے رد و بد کھڑے ہو کر بلند آواز سے یہ لیکچر دیئے ہوں کہ اے حاضرین! ہم آپ کا شکر کرتے ہیں کہ آپ ہمارا لیکچر سننے کے لئے آئے۔ آپ صاحبان جانتے ہیں اور میں خوب پہچانتے ہیں کہ ہم فلاں فلاں محلہ کے رہنے والے اور فلاں فلاں شخص کے دادا پڑدادا ہیں اور چند سال ہوئے کہ ہم طاعون سے یا ہیضہ سے یا کسی اور بیماری سے فوت ہو گئے تھے اور آپ لوگ ہمارے جنازہ میں شریک تھے اور آپ لوگوں نے ہی ہمیں دفن کیا تھا یا پھونک دیا تھا پھر بعد اس کے آپ صاحبوں نے اس بزرگ نبی کو جو ہمارے سامنے صدر نشینی کی کرسی کو زیب دے رہا ہے نہایت تحقیر سے مد کیا اور اسکو جھوٹا خیال کیا اور اس سے جاہل کہ معجزہ کے طور پر چند مُردے زندہ ہوں تب اس کی دُعا سے ہم زندہ ہو گئے جو اس وقت آپ صاحبوں کے سامنے کھڑے ہیں۔ صاحبان آنکھیں کھول کر دیکھو لا کہ ہم وہی ہیں اور ہم سے ہمارے

پورے قصے پوچھ لو۔ اور اس وقت زندہ ہو کر ہم چشم دید گواہی دیتے ہیں کہ یہ شخص وہ حقیقت سچا ہے اور ہم اس کے نہ ماننے کی وجہ سے دوزخ میں جلتے ہوئے آئے ہیں۔ سو ہماری گواہی چشم دید گواہی ہے اس کو قبول کرنا تم دوزخ سے بچ جاؤ۔ اب کیا کوئی کاشفس کوئی ضمیر کوئی نور قلب قبول کرتا ہے کہ ایسا لیکچر کسی مردہ نے زندہ ہو کر دیا اور پھر لوگوں نے قبول نہ کیا۔

پس جو شخص اب بھی نہیں سمجھتا کہ نشان کس حد تک ظاہر ہوتے ہیں وہ خود مردہ ہے مگر نشانوں میں ایسے لیکچر مردوں کی طرف سے ضروری ہیں تو پھر ایمان کا کچھ فائدہ نہیں۔ کیونکہ ایمان اس حد تک ایمان کہلاتا ہے کہ ایک بات میں وجہ ظاہر ہو اور من وجہ پوشیدہ بھی ہو یعنی ایک باریک نظر سے اس کا ثبوت ملتا ہو اور اگر باریک نظر سے نہ دیکھا جائے تو سرسری طور پر حقیقت پوشیدہ رہ سکتی ہو لیکن جب سارا پروردہ ہی کھل گیا تو کون ہے کہ ایسی کھلی بات کو قبول نہیں کرے گا۔ سو معجزات سے وہ امور خارق عادت مراد ہیں جو باریک اندہ مصنفانہ نظر سے ثابت ہوں اور بجز مؤیدان الہی دوسرے لوگ ایسے امور پر قادر نہ ہو سکیں۔ اسی وجہ سے وہ امور خارق عادت کہلاتے ہیں۔ مگر بد بخت اذنی ان معجزانہ امور سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے جیسا کہ یہودیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام سے کئی معجزات دیکھے مگر ان سے کچھ فائدہ نہ اٹھایا اور انکار کرنے کے لئے ایک دوسرا پہلو لے لیا کہ ایک شخص کی بعض پیشگوئیاں پوری نہیں ہوئیں جیسا کہ بارہا تختوں کی پیشگوئی جو حواریوں کے لئے کی گئی تھی۔ ان میں سے ایک مرتد ہو گیا۔ یہودیوں کا بادشاہ ہونے کا دعویٰ بے بنیاد ثابت ہوا اور پھر تاویل کی گئی کہ میری مراد اس سے آسمانی بادشاہت ہے۔ اور یہ بھی پیشگوئی حضرت مسیح نے کی تھی کہ ابھی اس زمانہ کے لوگ زندہ ہونگے کریں پھر دنیا میں کاؤں گا۔ مگر یہ پیشگوئی بھی حرج طوع پر چھوٹی ثابت ہوئی۔ اور پھر پہلے نبیوں نے مسیح کی نسبت یہ پیشگوئی کی تھی کہ وہ نہیں آئیگا جب تک کہ الیاس دوبارہ دنیا میں نہ آجائے مگر الیاس نہ آیا۔ اور یسوع ابن مریم نے اپنی مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کر دیا حالانکہ الیاس دوبارہ دنیا میں

۳۳

نہ آیا۔ اور جب پوچھا گیا تو الیاس موعود کی جگہ یوحنا یعنی یحییٰ نبی کو الیاس ٹھہرا دیا۔
 کسی طرح مسیح موعود بن جائے مگر پہلے نبیوں نے آنے والے الیاس کی نسبت ہرگز
 یہ تاویل نہیں کی اور خود یوحنا نبی نے الیاس سے مراد وہی الیاس مراد رکھا جو دنیا سے
 گزر گیا تھا۔ مگر مسیح نے یعنی یسوع بن مریم نے اپنی بات بنانے کے لئے پہلے نبیوں کو تمام
 راستہ باندھ کے ہمارے کے برخلاف الیاس آنے والے سے مراد یوحنا اپنے مرشد کو قرار دیا
 اور عجیب یہ کہ یوحنا اپنے الیاس ہونے سے خود منکر ہے۔ مگر تاہم یسوع ابن مریم نے
 زبردستی اس کو الیاس ٹھہرا ہی دیا۔

اب سوچنے کی بات ہے کہ یہودیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کے نشانوں سے کچھ
 بھی قائم نہ اٹھایا اور اب تک کہتے ہیں کہ اُس سے کوئی معجزہ نہیں ہوا صرف کدو فریب
 تھا۔ اسی لئے حضرت مسیح کو کہنا پڑا کہ اس زمانہ کے حرامکار مجھ سے معجزہ مانگتے ہیں
 انہیں کوئی معجزہ دکھایا نہیں جائے گا۔

درحقیقت معجزات کی مثال ایسی ہے جیسے چاندنی رات کی روشنی جس کے کسی حصہ
 میں کچھ بادل بھی ہو مگر وہ شخص جو شب کو ہو جو رات کو کچھ دیکھ نہیں سکتا اُس کیلئے
 یہ چاندنی کچھ مفید نہیں۔ ایسا تو ہرگز نہیں ہو سکتا اور نہ کبھی ہوا کہ اس دنیا کے
 معجزات اُسی رنگ سے ظاہر ہوں جس رنگ سے قیامت میں ظہور ہوگا۔ مثلاً دھن ہو
 مردے زندہ ہو جائیں اور ہستی پہلے اُن کے پاس ہوں اور دوزخ کی آگ کی چنگاریاں
 بھی پاس رکھتے ہوں اور شہر شہر دودھ کریں اور ایک نبی کی بچائی پر جو قوم کہہ میں ہو
 گواہی دیں اور لوگ اُن کو شناخت کریں کہ درحقیقت یہ لوگ مر چکے تھے اور اب
 زندہ ہو گئے ہیں اور دھنوں اور لکچروں سے شور مچا دیں کہ درحقیقت یہ شخص جو فوت
 کا دعویٰ کرتا ہے سچا ہے۔ سو یاد رہے کہ ایسے معجزات کبھی ظاہر نہیں ہوئے اور نہ آئندہ
 قیامت سے پہلے کبھی ظاہر ہونگے۔ اور جو شخص دھوٹی کرتا ہے کہ ایسے معجزات کبھی

ظاہر ہو چکے ہیں وہ محض بے بنیاد قسوس سے فریب خوردہ ہے اور اُس کو سنت اللہ کا علم نہیں اگر ایسے معجزات ظاہر ہوتے تو دنیا دنیا نہ رہتی اور تمام پردے کھل جاتے اور ایمان لانے کا ایک درہ بھی ثواب باقی نہ رہتا۔

۲۲

یاد رہے کہ معجزہ صرف حق اور باطل میں فرق دکھانے کے لئے اہل حق کو دیا جاتا ہے اور معجزہ کی اصل غرض صرف اس قدر ہے کہ عقلمندوں اور منصفوں کے نزدیک سچے اور جھوٹے میں ایک مابہ الاختیار قائم ہو جائے اور اُسی حد تک معجزہ ظاہر ہوتا ہے کہ جو مابہ الاختیار قائم کرنے کے لئے کافی ہو بلکہ یہ اندازہ ہر ایک زمانہ کی حاجت کے مناسب حال ہوتا ہے اور نیز نوعیت معجزہ بھی حسب حال زمانہ ہی ہوتی ہے۔ یہ بات ہرگز نہیں ہے کہ ہر ایک متعصب اور جاہل اور بد طبع کو کیسا ہی مصلحت الہیہ کے برخلاف اور قدر ضرورت سے بڑھ کر کوئی معجزہ مانگے تو وہ بہر حال دکھلانا ہی پڑے۔ یہ طریق جیسا کہ حکمت الہیہ کے برخلاف ہے ایسا ہی انسان کی ایمانی حالت کو بھی مضرب ہے۔ کیونکہ اگر معجزات کا حلقہ ایسا وسیع کر دیا جائے کہ جو کچھ قیامت کے وقت پر موقوف رکھا گیا ہے وہ سب دنیا میں ہی بذریعہ معجزہ ظاہر ہو سکے تو پھر قیامت اور دنیا میں کوئی فرق نہ ہو گا حالانکہ اسی فرق کی وجہ سے جن اعمال صالحہ اور عقائد صحیحہ کا جو دنیا میں اختیار کئے جائیں ثواب ملتا ہے وہی عقائد اور اعمال اگر قیامت کو اختیار کئے جائیں تو ایک دتی بھی ثواب نہیں ملے گا۔ جیسا کہ تمام نبیوں کی کتابوں اور قرآن شریف میں بھی بیان فرمایا گیا ہے کہ قیامت کے دن کسی بات کا قبول کرنا یا کوئی عمل کرنا نفع نہیں دیگا۔ اور اُس وقت ایمان لانا محض بیکار ہو گا۔ کیونکہ ایمان اُسی حد تک ایمان کہلاتا ہے جبکہ کسی مخفی بات کو ماننا پڑے لیکن جب کہ پردہ ہی کھل گیا اور مدحیٰ عالم کا دل چڑھ گیا اور ایسے امور قطعی طور پر ظاہر ہو گئے کہ خدا پر اور روز جزا پر شک کرنے کی کوئی بھی وجہ نہ رہی تو پھر کسی بات کو اُسی وقت ماننا جس کو دوسرے لفظوں میں ایمان کہتے ہیں محض تحصیل حاصل ہو گا۔ غرض

نشان اس درجہ پر کھلی کھلی چیز نہیں ہے جس کے ماننے کے لئے تمام دنیا بغیر اختلاف اور بغیر
عذر اور بغیر چون و چرا کے مجبور ہو جائے۔ اور کسی طبیعت کے انسان کو اس کے نشان ہونے
میں کلام نہ رہے اور کسی غبی سے غبی انسان پر بھی وہ امر شہید نہ رہے۔

غرض نشان اور معجزہ ہر ایک طبیعت کیلئے ایک ایسی امر نہیں جو دیکھتے ہی ضروری تسلیم ہو
بلکہ نشانوں سے وہی عقلمند اور فصاحت اور استنباز اور راست طبع فائدہ اٹھاتے ہیں جو اپنی
فراموشی اور دور بینی اور باریک نظر اور انصاف پسندی اور خدا ترسی اور نقوی شعاری سے
دیکھ لیتے ہیں کہ وہ ایسے امور ہیں جو دنیا کی معمولی باتوں میں سے نہیں ہیں اور نہ ایک کذاب
ان کے دکھلانے پر قائل ہو سکتا ہے اور وہ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ امور انسانی بناوٹ سے
بہت دور ہیں اور بشری دسترس سے برتر ہیں اور ان میں ایک ایسی خصوصیت اور امتیازی
حاصلیت ہے جس پر انسان کی معمولی طاقتیں اور ہر تکلف منصوبہ قدرت نہیں پاسکتے اور
وہ اپنے لطیف فہم اور نور فراموشی سے اس قدر تک پہنچ جاتے ہیں کہ ان کے اندر ایک
نور ہے اور خدا کے ہاتھ کی ایک خوشبو ہے جس پر مگر دور فریب یا کسی چالاک کی کاشبہ نہیں
ہو سکتا۔ پس جس طرح سورج کی روشنی پر یقین لانے کے لئے صرف وہ روشنی ہی کافی
نہیں بلکہ اس کے نور کی بھی ضرورت ہے تا اس روشنی کو دیکھ سکے اسی طرح معجزہ کی
روشنی پر یقین لانے کے لئے نقطہ معجزہ ہی کافی نہیں ہے بلکہ نور فراموشی کی بھی ضرورت
ہے اور جب تک معجزہ دیکھنے والے کی ہر شے میں فراموشی معجزہ اور عقل سلیم کی روشنی نہ ہو
تب تک اس کا قبول کرنا غیر ممکن ہے۔ مگر بد بخت انسان جس کو یہ نور فراموشی عطا
نہیں ہوا وہ ایسے معجزات سے جو صرف امتیازی حد تک میں تسلی نہیں پاتا اور بار بار
یہی سوال کرتا ہے کہ بجز ایسے معجزہ کے میں کسی معجزہ کو قبول نہیں کر سکتا کہ جو نمونہ
قیامت ہو جائے۔ مثلاً کوئی شخص میرے مدبر و آسمان پر چڑھ جائے اور پھر دوبارہ
آسمان سے اترے اور اپنے ساتھ کوئی ایسی کتاب لائے جو اترنے کے وقت اس کے

ہاتھ میں ہو۔ اور صرف اسی پر کفایت نہیں بلکہ تب یائیں گے کہ ہم اس کتاب کو ہاتھ میں لے کر
 دیکھیں اور پڑھ لیں۔ یا چاند کا ٹکڑا یا سورج کا ٹکڑا اپنے ساتھ لائے جو زمین کو روشن
 کر سکے۔ یا فرشتے اس کے ساتھ آسمان سے اتریں جو فرشتوں کی طرح خارق عادت کام کر کے
 دکھلائیں۔ یا دس میں مردے اس کی دعا سے زندہ ہو جائیں اور وہ شناخت کئے جائیں کہ
 فلاں فلاں شخص کے باپ دادا ہیں جو فلاں تاریخ مر گئے تھے اور صرف اسی قدر کافی نہیں بلکہ
 ساتھ اس کے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ عالم شہروں میں مجلس منعقد کر کے یکپھر دیں۔ اور بلند
 آواز سے کہہ دیں کہ درحقیقت ہم مردے ہیں جو دوبارہ زندہ ہو کر دنیا میں آئے ہیں اہم اس لئے
 آئے ہیں کہ تاکو اسی دیں کہ فلاں مذہب سچا ہے یا فلاں شخص جو دعویٰ کرتا ہے کہ میں خدا تھا
 کی طرف سے وہ سچ کہتا ہے اور ہم خدا کے منہ سے سن کر آئے ہیں کہ وہ سچا ہے۔
 یہ وہ خود تراشیدہ معجزات ہیں جو اکثر جاہل لوگ جو ایمان کی حقیقت سے بکلی بے خبر
 ہیں مانگا کرتے ہیں۔ یا ایسے ہی اور بہودہ خوارق جو خدا کے تعالیٰ کی اصل نشانے بہت دور
 ہیں غیب کیا کرتے ہیں۔ جیسا کہ مدت ہوئی کہ آبرویوں میں سے ایک شخص لیکھرام نام نے بھی
 قادیان میں آکر ایسے ہی نشان مجھ سے غیب کئے تھے اور ہر چند سمجھایا گیا کہ اصل غرض نشانوں
 کی صرف حق اور باطل میں امتیاز ہے اور صرف امتیاز دکھلانے کی حد تک وہ ظاہر ہوتے ہیں
 مگر تعجب ہے اس قدر اُن کو نا فہم اور غبی کر رکھا تھا کہ وہ اس حقیقت کو سمجھتا ہی نہیں تھا۔ آخر
 وہ نشانوں سے منکر ہونے کی وجہ سے بمقام لاہور خدا کے نشان کا ہی نشانہ ہو گیا۔ اور جیسا کہ
 اُس کے حق میں اُس کی مغتریانہ پیشگوئی کے مقابل پر یہ پیشگوئی میں نے کی تھی کہ وہ چھ سال
 کے اندر لاہور چلے گا ایسا ہی ظہور میں آیا۔ اور اس قضاء و قدر کو جس کی نسبت پانچ برس
 پہلے لاکھوں انسانوں میں اعلان کیا گیا تھا کوئی روک نہ سکا۔ اور اسلام اور آریہ مذہب میں
 ایک امتیازی نشان ظاہر ہو گیا۔ کیونکہ میری طرف سے یہ دعویٰ تھا کہ مذہب اسلام سچا ہے۔
 اور لیکھرام کی طرف سے یہ دعویٰ تھا کہ آریہ مذہب سچا ہے اور لیکھرام نے اپنے دعویٰ کی تائید میں اپنی

کتب میں جو آپ تک موجود ہے میری نسبت یہ شائع کیا تھا کہ مجھے پرمیشہ کے ہمام سے معلوم ہوا ہے کہ یہ شخص تین برس میں ہضہ کی بیماری سے فوت ہو جائیگا۔ اور اس کے مقابل پر میں نے خدائے تعالیٰ سے واقعی اطلاع پا کر یہ اشتہار دیا تھا کہ یکھرام چھ برس کے اندر مارا جائے گا اور اُس کے مارے جانے کا دن اور تاریخ مقرر کر دی تھی۔ چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا۔ یہ امتیازی نشان ہے جو مذہب اسلام کی سچائی پر گواہی دیتا ہے لیکن انہوں نے کہ اُردیہ صاحبوں نے اس سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا۔

غرض سچا مذہب صرف عقل کا دیوڑھہ نہیں ہوتا کہ یہ اس کے لئے عار ہے اور اس شبہ گذشتہ ہے کہ عقلمندوں کی باتیں چُرا کر رکھی گئی ہیں کیونکہ دنیا میں عقلمند تھوڑے نہیں گذرے ہیں۔ بلکہ وہ علاوہ عقلی دلائل کے مذہب کی ذاتی خاصیت بھی پیش کرتا ہے جو آسمانی نشان ہیں اور یہی سچے مذہب کی حقیقی علامت ہے۔ ہاں یہ سچ ہے کہ جو عوام الناس اور جاہل لوگ بعض مذہب یا اشخاص کی نسبت خود تراشیدہ کرامات اور معجزات شائع کرتے ہیں جو نہایت مبالغہ آمیز باتیں ہوتی ہیں۔ وہ کسی مذہب کا فخر نہیں ہیں بلکہ عار اور ننگ کی جگہ ہیں۔ اور ان فرضی معجزات کے ساتھ جس قدر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تہم کئے گئے ہیں اس کی نظیر کسی اور نبی میں نہیں پائی جاتی۔ یہاں تک کہ بعض جاہل خیال کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہزاروں بلکہ لاکھوں مُردے زندہ کر ڈالے تھے یہاں تک کہ انیسویں صدی میں بھی یہ مبالغہ آمیز باتیں رکھی ہیں کہ ایک مرتبہ تمام گورستان جو ہزاروں برسوں چلا آتا تھا سب کا سب زندہ ہو گیا تھا اور تمام مُردے زندہ ہو کر شہر میں آ گئے تھے۔

اب عقلمند قیاس کر سکتا ہے کہ باوجودیکہ کر ڈیا انسان زندہ ہو کر شہر میں آ گئے اور اپنے بیٹوں پوتوں کو اگر تمام قہقہے سُنانے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سچائی کی تصدیق کی مگر پھر بھی یہودی ایمان نہ لائے اور اس درجہ کی سنگدلی کو کون باور کرے گا۔ اور درحقیقت اگر ہزاروں مُردے زندہ کرنا حضرت عیسیٰ کا پیشہ تھا تو جیسا کہ عقل کے رد سمجھا جاتا ہے

وہ تمام مردے بہرے اور گونگے تو نہیں ہونگے۔ اور جن لوگوں کو ایسے معجزات دکھائے جاتے تھے کوئی اُن مردوں میں سے اُن کا بھائی ہو گا اور کوئی باپ اور کوئی بیٹا اور کوئی ماں اور کوئی دادی اور کوئی نانا کوئی دوسرا قریبی اور عزیز رشتہ دار۔ اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے تو کافروں کو مومن بنانے کی ایک وسیع راہ کھل گئی تھی۔ کئی مردے یہودیوں کے رشتہ دار اُن کے ساتھ ساتھ پھرتے ہونگے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کئی شہروں میں اُن کے لیکچر دئے ہونگے۔ ایسے لیکچر نہایت پُر بہار اور شوق انگیز ہوتے ہونگے جب ایک مردہ کھڑ ہو کر حاضرین کو سنانا ہو گا کہ اے حاضرین! آپ لوگوں میں بہت ایسے اس وقت موجود ہیں جو مجھے شناخت کرتے ہیں جنہوں نے مجھے اپنے ہاتھ سے دفن کیا تھا۔ اب میں خدا کے فضل سے اُن کو آیا ہوں کہ عیسیٰ مسیح مچا ہے اور اُنہی نے مجھے زندہ کیا تو عجب لطف ہوتا ہو گا۔ اور ظاہر ہے کہ ایسے مردوں کے لیکچر میں یہودی قوم کے لوگوں کے دلوں پر بڑے بڑے اثر ہوتے ہونگے اور ہزاروں لاکھوں یہودی ایمان لاتے ہونگے۔ پر قرآن شریف اور انجیل سے ثابت ہے کہ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رد کر دیا تھا۔ اور اہل غلوک میں تمام غیروں سے اُن کا گرا ہوا نمبر تھا اور تقریباً تمام یہودی اُن کو ایک سنگار اور کاذب خیال کرتے تھے۔

۳۵

نبی عظیم سوچے کہ کیا ایسے بزرگ اور فوق العادت معجزات کا یہی نتیجہ ہونا چاہیے تھا جبکہ ہزاروں مردوں نے زندہ ہو کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مچائی کی گواہی بھی دیدی اور یہ بھی کہہ دیا کہ ہم ہمیشہ کو دیکھ آئے ہیں اُس میں صرف عیسائی ہیں جو حضرت عیسیٰ کے ماننے والے ہیں اور دوزخ کو دیکھا تو اس میں یہودی ہیں حضرت عیسیٰ کے منکر میں تو بن سب باتوں کے بعد کس کی مجال تھی کہ حضرت عیسیٰ کی مچائی میں ذرا بھی شک کرتا اور اگر کوئی شک کرتا تو اُن کے باپ دادا جو زندہ ہو کر آئے تھے اُن کو جان سے مارتے کہ اے ناپاک لوگو! ہمارا گواہی اور پھر بھی شک۔ پس یقیناً سمجھو کہ ایسے معجزات محض بناوٹ ہے

معجزہ سے نفسِ لہر میں شک نہیں مگر وہ اسی قدر ہوتا ہے جیسا کہ آگے ہم تفصیل سے بیان کر چکے۔
 اس جگہ مسلمانوں پر نہایت افسوس ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف ایسے
 معجزات منسوب کرتے ہیں جو قرآن شریف کی میلان کردہ سنت کے مخالف ہیں۔ اور
 وہ راہ چلتے ہیں جس کا آگے کوچہ ہی بند ہے۔ اور نہ صرف اسی قدر کہ حضرت عیسیٰ کی
 نسبت عیسائیوں کی پُرانی کہانیوں پر ایمان لائے ہوئے ہیں بلکہ آئندہ کے لئے تمام دنیا
 سے الگ کسی وقت اسلحہ سے ان کا نازل ہونا مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آئندہ آخری زمانہ
 میں (حالانکہ مرد دنیا کے دوسے جو سات ہزار ہے یہی آخری زمانہ ہے) حضرت عیسیٰ اسلحہ سے
 فرشتوں کے ساتھ نازل ہونگے اور ایک بڑا تماشا ہوگا اور لاکھوں آدمیوں کا ہجوم ہوگا
 اور آسمان کی طرف نظر ہوگی اور لوگ دُور سے دیکھ کر کہیں گے کہ وہ آئے وہ آئے۔ اور
 دمشق میں ایک سفید عینار کے قریب اتریں گے۔ مگر تعجب کہ وہ غریب اور عاجز انسان
 جو اپنی نبوت ثابت کرنے کے لئے الیا س بنی کو دوبارہ دنیا میں نہ لاسکا پہل تک کہ
 صلیب پر لٹکایا گیا۔ اس کی نسبت ایسے ایسے کہ شمع بیان کئے جاتے ہیں۔ اگر یہ باتیں
 قبول کئے لائق ہیں تو پھر کیوں حضرت سید عبدالقادر جیلانی کی یہ کرامت جو لوگوں میں
 بہت مشہور ہو رہی ہے قبول نہیں کی جاتی کہ ایک کشتی جو مچ برات دیا میں ڈوب
 گئی تھی انہوں نے بارہ برس کے بعد نکالی تھی اور سب لوگ زندہ تھے اور نقارے اور
 ہاجے ان کے ساتھ بیچ رہے تھے۔ ایسا ہی یہ دوسری کرامت کہ ایک مرتبہ فرشتہ
 ملک الموت آئے کسی مرید کی درج بغیر اجازت نکال کر لے گیا تھا انہوں نے ڈاکر آسمان
 پر اسکو جا بکرا اور اُسکی ٹانگ پر لٹھی مادی اور بڑی توڑ دی۔ اور اس رزد کی جھنڈ رو جس
 نکلی گئی تھیں سب چھوڑ دیں اور وہ دوبارہ زندہ ہو گئیں۔ فرشتہ روتا ہوا خدا تعالیٰ کے
 پاس گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ عبدالقادر محبوبیت کے مقام میں ہے اس کے کام کی نسبت کوئی
 دست اندازی نہیں ہوگی اگر وہ تمام گزشتہ مردے زندہ کر دیتا تب بھی اسکا اختیار تھا۔

اب جس حالت میں ایسی مشہور شدہ کرامات کو قبول نہیں کیا گیا۔ جنگے قبول کرنے میں چنداں مرج نہ تھا تو پھر کون ایسے شخص کی طرف وہ باتیں منسوب کی جاتی ہیں جو نہ صرف قرآن شریف کی منشا کے برخلاف ہیں بلکہ عیسے پرستی کے شرک کو اس سے مدد ملتی ہے جس نے چالیس کوڑا نساہل کو خدا تعالیٰ کی توحید سے محروم کر دیا ہے جس میں نہیں سمجھ سکتا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم کو اودھنوں پر کیا زیادتی اور کیا خصوصیت ہے۔ پھر اس کو ایک خصوصیت دینا جو شرک کی جڑ ہے کس قدر کھلی کھلی ضلالت ہے جس سے ایک بڑی قوم تباہ ہو چکی ہے۔ ہائے افسوس کہ انہوں نے محض مصنوعی کفارہ پر بھروسہ کر کے اپنے تئیں ہلک کیا اور یہ خیال نہ کیا کہ نفس کے اتنی بدیا سے وہی پلہ ہوگا جو اپنی کشتی اپنے ہاتھ سے بنایا گیا اور وہی مزدوری دینا جو اپنا کام کپ کو سے گا اور وہی نقصان سے بھینگا جو اپنا بوجھ آپ اٹھایا گیا یہ کیسی جہالت ہے جو ایک انسان بیدست و پا ہو کر دوسرے انسان پر اپنی کامیابی کیلئے بھروسہ کرے اور کسی کی جہانی قوت کو اپنی روحانی زندگی کے لئے مفید سمجھے۔ خدا کا قانون ہے کہ اس نے کسی انسان کو کسی امر میں خصوصیت نہیں دی اور کوئی انسان نہیں کہہ سکتا کہ مجھ میں ایک ایسی بات ہے جو دوسرے انسانوں میں نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو ایسے انسان کو واقعی طور پر معبود ٹھہرنے کے لئے بنیاد پڑ جاتی۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں بعض عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ خصوصیت پیش کی تھی کہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہیں تو فی الفور اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف کی اس آیت میں جواب دیا۔ اِنَّ مَثَلَ عِيسٰی عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهُ مِنْ تَرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ۔ یعنی عیسے کی مثال آدم کی مثال ہے خدا نے اس کو مٹی سے پیدا کیا پھر اس کو کہا کہ ہو جا سو وہ ہو گیا۔ "ایسا ہی عیسیٰ بن مریم کے خون سے اور مریم کی منی سے پیدا ہوا اور پھر خدا نے کہا کہ ہو جا سو ہو گیا۔ پس اتنی بات میں کوئی خدائی اور کوئی خصوصیت اس میں پیدا ہو گئی۔ موسم برسات میں ہزار ہا کیڑے کوڑے بخیر ماں اور باپ کے خود بخود زمین سے

پیدا ہو جاتے ہیں کوئی انکو خدا نہیں ٹھہراتا۔ کوئی انکی پرستش نہیں کرتا۔ کوئی ان کے آگے سر نہیں جھکاتا۔ پھر خود بخود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت اتنا شور کرنا اگر جہالت نہیں تو اور کیا ہے۔ اور یہ کہنا کہ وہ اب تک زندہ ہے اور دوسرے نبی سب فوت ہو چکے یہ قرآن شریف کی مخالفت ہے۔ اللہ تعالیٰ تو قرآن شریف میں تصریح ان کی موت بیان فرماتا ہے۔ پھر وہ زندہ کیونکر ہوئے اور قرآن شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ دوبارہ ہرگز نہیں آئیں گے جیسا کہ آیت **فَلَمَّا تَوَفَّيْتُمُوهُمْ** سے یہ دونوں مطلب ثابت ہوتے ہیں۔ کیونکہ اس تمام آیت کے اول آخر کی آیتوں کے ساتھ یہ معنی ہیں کہ خدا قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کہیں گے کہ کیا تو نے ہی لوگوں کو کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اپنا معبود ٹھہرانا تو وہ جواب دیں گے کہ جب تک میں اپنی قوم میں تھا تو میں ان کے حالات سے مطلع تھا اور گواہ تھا۔ پھر جب انہوں نے مجھے وفات دے دی تو پھر تو ہی ان کے حالات سے واقف تھا۔ یعنی بعد وفات مجھے ان کے حالات کی کچھ بھی خبر نہیں۔

اب اس آیت سے صریح طور پر رد باتیں ثابت ہوتی ہیں۔ اول یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس آیت میں اقرار کرتے ہیں کہ جب تک میں ان میں تھا میں ان کا محافظ تھا۔ اور وہ میرے دوبارہ بگڑے نہیں بلکہ میری وفات کے بعد بگڑے ہیں۔ پس اب اگر فرض کیا جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اب تک اسماں پر زندہ ہیں تو ساتھ ہی اقرار کرنا پڑیگا کہ اب تک عیسیٰ علیہ السلام بھی بگڑے نہیں کیونکہ اس آیت میں عیسائیوں کا بگڑنا آیت **فَلَمَّا تَوَفَّيْتُمُوهُمْ** کا ایک نتیجہ ٹھہرایا گیا ہے۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر موقوف رکھا گیا ہے۔ لیکن جبکہ ظاہر ہے کہ عیسائی بگڑ چکے ہیں اور ساتھ ہی ماننا پڑتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی فوت ہو چکے ہیں ورنہ تکذیب آیت قرآنی لازم آتی ہے۔ دوسرے یہ کہ آیت میں صریح طور پر بیان فرمایا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام عیسائیوں کے بگڑنے کی نسبت اپنی لاعلمی ظاہر کر چکے اور کہیں گے کہ مجھے تو اس وقت تک ان کے حالات کی نسبت علم تھا جبکہ میں ان میں تھا۔

اور پھر جب مجھے وفات دی گئی تب سے میں فن کے حالات سے محض بے خبر ہوں مجھے معلوم نہیں کہ میرے بچے کیا ہوا۔ اب ظاہر ہے کہ یہ عندئیں کا اس حالت میں کہ وہ قیامت سے پہلے دوبارہ دنیا میں کسی وقت اُسے ہوتے اور عیسائیوں کی فضالت پر اظہار پاتے محض دروغ گوئی ٹھہرتا ہے۔ اور اس کا جواب تو خود تعالیٰ کی طرف سے یہ ہونا چاہیے کہ اُسے مستحق شخص میرے دربار اور میری عدالت میں کیوں جھوٹ بولتا ہے اور کیوں محض دروغ کے طوطا کہتا ہے کہ مجھے اُن کے بچنے کی کچھ بھی خبر نہیں حالانکہ تجھے معلوم ہے کہ میں نے قیامت سے پہلے دوبارہ تجھے دنیا میں بھیجا تھا اور تُو نے عیسائیوں سے لڑائیاں کی تھیں اور اُن کی مصلحت توڑی تھی اور اُن کے خنزیر قتل کئے تھے اور پھر میرے دربار آنا جھوٹ کہ گویا تجھے کچھ بھی خبر نہیں۔ اب ظاہر ہے کہ ایسے عقیدے میں کہ گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا میں آئیں گے کس قدر ان کی ہتک ہے اور نعوذ باللہ اس سے وہ دروغ گو ٹھہرتے ہیں۔

اور اگر کہو کہ پھر ان حدیثوں کے کیا معنی کہیں جن میں لکھا ہے کہ عیسیٰ بن مریم نازل ہوگا اس کا یہ جواب ہے کہ اُسی طرح معنی کر لو جس طرح حضرت عیسیٰ نے الیاس کے دوبارہ آنے کی نسبت معنی کئے تھے۔ اور نیز حدیثوں میں صاف لکھا ہے کہ وہ عیسیٰ اسی امت میں سے ہوگا کوئی اور شخص نہیں ہوگا۔ اور یہ نہیں لکھا کہ دوبارہ آئیگا۔ بلکہ یہ لکھا ہے کہ نازل ہوگا اگر دوبارہ آنا مقصود ہوتا تو اُس جگہ رجوع کا لفظ چاہیے تھا نہ نزول کا۔ اور اگر فرض محال کے طور پر کوئی حدیث قرآن شریف مخالف ہوتی تو وہ رد کرنے کے لائق تھی نہ یہ کہ کسی حدیث سے قرآن شریف کو رد کیا جائے۔ اور اس جگہ یاد رہے کہ قرآن شریف یہود اور نصاریٰ کی غلطیوں اور اختلافات کو رد کرنے کے لئے آیا ہے اور قرآن شریف کی کسی آیت کے معنی کرنے کے وقت جو یہود اور نصاریٰ کے متعلق ہو یہ ضرور دیکھ لینا چاہئے کہ اُن میں کیا جھگڑا تھا جس کو قرآن شریف فیصلہ کرنا چاہتا ہے اب اس اصول کو مد نظر رکھ کر اس آیت کے معنی کہ مَا قُتِلُوا وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ..... بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ

بڑی آسانی سے ایک منصف مزاج سمجھ سکتا ہے کیونکہ یہود کے عقیدہ کے رُوءے جو شخص صلیب کے ذریعہ سے قتل کیا جائے وہ ملعون ہوتا ہے اور اُس کا دفع رُوحانی خدا تعالیٰ کی طرف نہیں ہوتا اور وہ شیطان کی طرف جاتا ہے۔ اب خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں یہ فیصلہ کرنا تھا کہ حضرت عیسیٰ کا دفع رُوحانی خدا تعالیٰ کی طرف ہوا یا نہ ہوا۔ سو خدا نے قول یہود کے اس دہم کو ٹھیک کیا کہ حضرت عیسیٰ بذریعہ صلیب قتل ہو چکے ہیں اور فرمایا کہ یہود کا صرف یہ ایک مشبہ تھا جو خدا نے اُن کے دلوں میں ڈال دیا۔ جیسے بذریعہ صلیب قتل نہیں ہوا تا کہ اُسکو ملعون قرار دیا جائے۔ بلکہ اس کا دفع رُوحانی ہوا جیسا کہ اور ملعونوں کا ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ کو اس فضول بحث اور فیصلہ کی ضرورت نہ تھی کہ حضرت عیسیٰ جسم غصری آسمان پر گیا یا نہ گیا کیونکہ یہود کا یہ عقیدہ تھا کہ یہود کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ جو شخص مصلوب ہو جائے وہ مع جسم غصری آسمان پر نہیں جاتا کیونکہ اس سے تو لازم آتا ہے کہ جو شخص مصلوب نہ ہو وہ مع جسم غصری آسمان پر چلا جاتا ہے۔ اور نہ یہود کا یہ عقیدہ ہے کہ بے ایمان اور کفری آدمی مع جسم آسمان پر نہیں جاتا مگر وہ مع جسم غصری آسمان پر چلا جاتا ہے کیونکہ موسیٰ جو یہود کے نزدیک سب سے بڑا نبی تھا اُس کی نسبت بھی یہود کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ وہ مع جسم آسمان پر چلا گیا۔ پس تمام جھگڑا تو یہی خدا تعالیٰ کا تھا۔ یہود کی طرف سے اپنے عقیدہ کے موافق یہ بحث تھی کہ نفوذ باللہ حضرت عیسیٰ ملعون ہیں کیونکہ اُن کا دفع رُوحانی نہیں ہوا دجہ یہ کہ وہ صلیب کے ذریعہ سے سلائے گئے ہیں اسی غلطی کو خدا تعالیٰ نے فُور کرنا تھا۔ سو خدا تعالیٰ نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ عیسے ملعون نہیں ہے بلکہ اُس کا دفع رُوحانی اُنہ ملعونوں کی طرح ہو گیا۔

یاد رہے کہ ملعون کا لفظ مرفوع کے مقابل پر آتا ہے جبکہ مرفوع کے معنی رُوحانی طور پر مرفوع ہو پس یہ جو لوگ حضرت عیسیٰ کو وجہ مصلوب ہونے کے ملعون ٹھہراتے ہیں اُن کے نزدیک ملعون کے معنی صرف اس قدر ہیں کہ ایسے شخص کا دفع رُوحانی نہیں ہوتا۔ جیسا یوں نے بھی اپنی غلطی سے تین دن کے لئے حضرت عیسیٰ کو ملعون مان لیا یعنی تین دن تک اُس کا دفع رُوحانی

خس ہوا۔ اور بموجب ان کے عقیدہ کے حضرت عیسیٰ طعون ہونے کی حالت میں تحت الشریٰ میں گئے اور ساتھ کوئی جسم نہ تھا۔ پھر مرفوع ہونے کی حالت میں کیوں جسم کی ضرورت ہوئی۔ دونوں حالتیں ایک ہی رنگ کی ہونی چاہئیں۔ یہ ہرادی طرف سے عیسائیوں پر الزام ہے کہ وہ بھی رفع کے بارے میں غلطی میں پھنس گئے۔ وہ اب تک اس بات کے اقرار ہی میں کہ صلیب کا نتیجہ تورات کی رو سے ایک روحانی امر تھا یعنی ارضی ہونا جس کو دوسرے نظموں میں عدم رفع کہتے ہیں پس بموجب ان کے عقیدہ کے عدم رفع روحانی طور پر ہی ہوا۔ اس حالت میں رفع بھی روحانی ہونا چاہیے تھا تا تعالیٰ قائم رہے۔ عیسائی صاحبان مانتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ طعون ہوئی حالت میں صرف روحانی طور پر تحت الشریٰ اور دوزخ کی طرف گئے اُس وقت ان کے ساتھ کوئی جسم نہ تھا۔ پھر جبکہ یہ حالت ہے تو پھر مرفوع ہونے کی حالت میں کیوں جسم کی ضرورت پڑی اور کیوں جسم کو ساتھ لایا گیا۔ حالانکہ قدیم سے تورات کے ماننے والے تمام نبی اور تمام یہود کے فقہ صلیبی نعت کے یہی معنی کرتے آئے ہیں کہ روحانی طور پر رفع نہ ہو اور اب بھی یہی کرتے ہیں کہ جو شخص صلیب کے ذریعہ سے مارا جائے اُس کا خدا تعالیٰ کی طرف رفع نہیں ہوتا۔ نعت کے معنی عدم رفع ہے۔ بہر حال جبکہ خدا تعالیٰ نے یہود کا اعتراف دُور کرنا تھا اور یہود اب تک عدم رفع سے مراد روحانی معنی لیتے ہیں۔ یعنی یہ کہتے ہیں کہ روحانی طور پر عیسیٰ کا خدا تعالیٰ کی طرف رفع نہیں ہوا۔ اور وہ کاذب تھا۔ تو پھر خدا تعالیٰ اصل بات کو چھوڑ کر اور طرف کیوں چلا گیا۔ گویا نعوذ باللہ خدا تعالیٰ نے یہود کا اصل جھگڑا سمجھا ہی نہیں۔ اور ایسے سچ کی طرح فیصلہ کیا جو سرسبز رو بہ رشدِ اسلام کے برخلاف فیصلہ نکھ مارنا ہے۔ ایسا لگتا ہے

۵۳

اگر خدا تعالیٰ کی نسبت کیا جائے تو پھر کفر میں کیا شک ہے۔ پھر ماموا اس کے ہم کہتے ہیں کہ اگر مان بھی لیا جائے کہ خدا تعالیٰ نے یہود کا اصل جھگڑا کی اس جگہ پر دیا نہ رکھ کر ایک نئی بات بیان کر دی ہے جس کا بیان کرنا محض ایک فضول اور غیر ضروری امر تھا یعنی یہ کہ حضرت عیسیٰ کو مع جسم صغریٰ دوسرے آسمان پر بٹھایا گیا تو پھر

اس خیال کا بطلان اس طرح ہوتا ہے کہ اقل تو قرآن شریف میں کہیں نہیں لکھا کہ حضرت عیسیٰ کو مع جسم محضری دوسرے آسمان پر بٹھایا گیا۔ بلکہ قرآن شریف کے لفظ تو یہ ہیں کہ **بَلِّدْنَاهُ لِنُكَفِّرَ بِهِ** یعنی خدا نے عیسیٰ کو اپنی طرف اٹھالیا۔ پس سوچو کہ کیا خدا دوسرے آسمان پر جسم عیسیٰ کی طرح بیٹھا ہوا ہے؟ اور ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف دفع ہمیشہ ردِ حالی ہی ہوتا ہے۔ اور ایسا ہی تمام غیبی کی تعلیم ہے۔ خدا جسم نہیں ہے کہ تا جسمانی دفع اس کی طرف ہو۔ تمام قرآن میں یہی محاورہ ہے کہ جب کسی کی نسبت فرمایا جاتا ہے کہ خدا کی طرف وہ گیا یا خدا کی طرف اس کا دفع ہوا تو اس کے یہی معنی ہوتے ہیں کہ ردِ حالی طور پر اس کا دفع ہوا۔ جیسا کہ اس آیت میں بھی یہی معنی ہیں جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ الْخَالِدِ** کہ بے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف واپس آجا۔ پس کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ مع جسم محضری آجا؟

مساو اس کے اسجگہ یہ مومل ہوگا کہ اگر اسجگہ دفع ردِ حالی کا بیان نہیں ہے اور اسجگہ وہ جگہ انیسملہ نہیں کیا گیا جو یہود نے حضرت مسیح کے دفع ردِ حالی کی نسبت نکلا کیا تھا اور نعوذ باللہ ملعون قرار دیا تھا تو پھر قرآن شریف کے کس مقام میں یہود کے اس اعتراض کا جواب دیا گیا ہے جس کا جواب دینا بموجب وعدہ الہی کے ضروری تھا؟ پس اس تمام بیان سے ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ کے دفع کو دفع جسمانی ٹھہرانا سراسر ہٹا دھری اور حماقت ہے بلکہ یہ ذہنی دفع ہے جو ہر ایک مومن کے لئے وعدہ الہی کے موافق موت کے بعد ہونا ضروری ہے۔ اور کافر کے لئے حکم ہے کہ **لَا تَقْتُلُوا لَهُمُ الْأَبْوَابَ الْمَطْمُوعِينَ** یعنی ان کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے۔ یعنی ان کا دفع نہیں ہوگا۔ جیسا کہ دوسری جگہ فرماتا ہے **مُفْتَقِدَةً لَهُمُ الْأَبْوَابَ**۔ پس سیدھی بات کو الٹ دینا تقویٰ اور ہدایت کے برخلاف اور ایک طور سے تحریف کلام الہی ہے۔ سب کو معلوم ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے وقت میں تمام صحابہ کا اجماع ہو چکا ہے کہ تمام بنی فوت ہو چکے ہیں۔

وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے عہد میں یہی سننے آیت مَا مُحَمَّدًا إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ
 قَبْلِهِ الرُّسُلُ کے کئے گئے۔ یعنی سب رسول فوت ہو چکے ہیں۔ پس کیا حضرت عیسیٰ
 رسول نہیں تھے جو فوت سے باہر رہ گئے۔ پھر باوجود اس اجماع کے فیج اعوج کے زمانہ
 کی تقلید کرنا دیانت سے بعید ہے۔ امام مالکؒ کا بھی یہی مذہب تھا کہ حضرت عیسیٰ فوت ہو گئے
 ہیں پس جبکہ سلطنت الانمہ کا یہ مذہب ہے تو دوسروں کا بھی یہی مذہب ہو گا۔ اور جن
 بزرگوں نے اس حقیقت کے سمجھنے میں خطا کی وہ خطا خدا تعالیٰ کے نزدیک مد گزر کے واپس ہے
 اس دین میں بہت سے امراء ایسے تھے کہ درمیانی زمانہ میں پوشیدہ ہو گئے تھے۔ مگر
 مسیح موعود کے وقت میں ان غلطیوں کا کھل جانا ضروری تھا کیونکہ وہ حکم ہو کر آیا۔
 اگر درمیانی زمانہ میں یہ غلطیاں نہ پڑتی تو پھر مسیح موعود کا آنا فضول اور انتظار کرنا
 بھی فضول تھا۔ کیونکہ مسیح موعود مجدد ہے اور مجدد غلطیوں کی اصلاح کیلئے ہی آیا کرتے
 ہیں۔ وہ جس کا نام جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم رکھا ہے وہ کس بات کا
 حکم ہے اگر کوئی اصلاح اس کے ہاتھ سے نہ ہو۔ یہی سچ ہے۔ مبارک وہ جو قبول
 کریں اور خدا سے ڈریں۔

اب پھر ہم اپنے پہلے مضمون کی طرف رجوع کر کے کہتے ہیں کہ معجزات اور کرامات جو
 عوام الناس نے حضرت عیسیٰ کی طرف منسوب کئے ہیں وہ سنت اللہ سے سراسر برخلاف
 ہیں۔ اور جیسے ایک فریق نے سرے سے انکار معجزات کا کر کے اپنے میں تفریط کی حد
 تک پہنچا دیا ہے۔ ایسا ہی اُن کے مقابل پر دوسرے فریق نے معجزات کے بارے میں سخت غلو
 کر کے اپنی بات کو افراط کی حد تک پہنچا دیا ہے اور درمیانی راہ کو دو ٹول فریق نے ترک کر دیا ہے
 ظاہر ہے کہ اگر معجزات نہ ہوں تو پھر خدا تعالیٰ کے وجود پر کوئی قطعی اور یقینی علامت باقی
 نہیں رہتی۔ اور اگر معجزات اس رنگ کے ہوں جس کا ابھی بیان کیا گیا ہے تو پھر ایمان کے
 ثمرات معقود ہو جاتے ہیں اور ایمان ایمان نہیں رہتا اور شرک تک نوبت پہنچتی ہے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو عجیب طور پر جاہلوں کا نشانہ ہوئے ہیں۔ اُن کی زندگی کے زمانہ میں تو یہود بے دین نے اُن کا نام کافر اور کذاب اور مکار اور مفتری رکھا اور اُن کے رُفخ روحانی سے انکار کیا۔ اور پھر جب وہ فوت ہو گئے تو اُن لوگوں نے جن پر انسان پرستی کی سیرت غالب تھی اُن کو خدا بنا دیا اور یہودی تو رُفخ روحانی سے ہی انکار کرتے تھے اب بمقابلہ اُن کے رُفخ جسمانی کا اعتقاد ہوا اور یہ بات مشہور کی گئی کہ وہ مع جسم آسمان پر چڑھ گئے ہیں۔ گویا پہلے نبی تو روحانی طور پر بعد موت آسمان پر چڑھتے تھے۔ مگر حضرت عیسیٰ زندہ ہونے کی حالت میں ہی مع جسم مع لباس مع تمام لوازم جسمانی کے آسمان پر جا بیٹھے۔ گویا یہ یہودیوں کی ضد اور انکار کا جو رُفخ روحانی سے منکر تھے نہایت مبالغہ کے ساتھ ایک جواب تراشا گیا۔ اور یہ جواب سراسر نامعقول تھا۔ کیونکہ یہودیوں کو رُفخ جسمانی سے کچھ غرض نہ تھی۔ اُن کی شریعت کا یہ مسئلہ تھا کہ جو لوگ صلیب پر مرتے ہیں وہ نصی اور کافر اور بے ایمان ہوتے ہیں۔ اُن کا رُفخ روحانی خدا تعالیٰ کی طرف نہیں ہوتا اور یہودیوں کا عقیدہ تھا کہ ہر ایک مومن جب مرتا ہے تو اُس کی روح کو فرشتے آسمان کی طرف لے جاتے ہیں اور اُس کے لئے آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں لیکن کافر کی روح آسمان کی طرف اٹھائی نہیں جاتی۔ اور کافر ملعون ہوتا ہے اُس کی روح نیچے کو جاتی ہے اور وہ لوگ بیاہٹ صلیب پانے حضرت عیسیٰ اور نیز بجز بعض اختلافات کے اپنے فتوؤں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کافر ٹھہرا چکے تھے۔ کیونکہ بزعم اُن کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بذریعہ صلیب قتل ہو گئے تھے۔ اور قرابت میں یہ صاف حکم تھا کہ جو شخص بذریعہ صلیب مارا جائے وہ نصی ہوتا ہے۔ پس بن دجور سے انہوں نے حضرت عیسیٰ کو کافر ٹھہرایا تھا اور اُن کے رُفخ روحانی سے منکر ہو گئے تھے۔ پس یہودیوں کے نزدیک یہ منصوبہ ہنسی کے قابل تھا کہ گویا حضرت مسیح مع جسم آسمان پر چلے گئے۔ اور حقیقت یہ آخر تو اُن لوگوں نے کیا تھا جو قدیم کے علم سے ناواقف تھے اور خود فی نفسہ یہ خیال نہایت بدہر و نفو تھا جس سے

خدا کی تعالیٰ پر امتراض ہوتا تھا کیونکہ جس حالت میں حضرت مسیح علیہ السلام یہودیوں کے تمام فرقوں تک جو مختلف فرقوں میں متفرق ہو چکے تھے اپنی دعوت کو منور پہنچا نہیں سکے تھے اور ان کے ہاتھ سے ایک فرقہ کو بھی ایسی ہدایت نہیں ہوئی تھی۔ ایسی صورت میں تبلیغ کے کام کو تا تمام چھوڑ کر حضرت عیسیٰ کا آسمان پر چڑھ جانا سراسر خلافت مصلحت اور اپنے فرض منصبی سے پہلو تھپی کرنا تھا۔ اور خود ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ کا محض موجودہ طور پر ان کو آسمان پر بجا دینا ایک بے سود اور بے کام ہے جو ہرگز خدا تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں ہو سکتا۔

غرض حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر یہ ایک تہمت ہے کہ گویا وہ مع جسم عنصری آسمان پر چلے گئے ہو جیسا کہ حضرت عیسیٰ کی زندگی کے زمانہ میں بھی ان کے دشمنوں نے محض تہمت کے طور پر ان کو کافر اور کذاب قرار دیا ویسا ہی ان کی تعریف میں خود کرنے والوں نے جو مذہبی دعوت تھے بقول شخصے کہ پیریں پیرندہ سربالہ پر اندھ بن کو مع جسم آسمان پر چڑھا دیا اور نہ صرف اسی قدر بلکہ ان کو خدا ہی بنا دیا۔ اور پھر جب اور بھی فائدہ نہ گذر گیا تو یہ عقیدہ بھی تراشا گیا کہ وہ اسی جسم عنصری کے ساتھ پھر آسمان سے اُتریں گے اور آخری دور انہی کا ہو گا اور یہی خاتم الانبیاء ہونگے۔ غرض جس قدر جھوٹی کرامتیں اور جھوٹے معجزات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کئے گئے ہیں کسی اور نبی میں ان کی نظیر نہیں پائی جاتی اور عجیب تر یہ کہ باوجود ان تمام فرضی معجزات کے ناکامی اور نامرادی جو مذہب کے پیسلے میں کسی کو ہو سکتی ہے وہ سب سے اول نمبر پر ہیں۔ کسی اور نبی میں اس قدر نامرادی کی نظیر تلاش کرنا محال ہے۔ گویا وہ ہے کہ اب ان کے نام پر جو مذہب بنایا گیا ہے یہ ان کا مذہب نہیں ہے۔ ان کی تعلیم میں خنجرِ خودی اور تین خدا بنانے کا حکم اب تک انجیلوں میں نہیں پایا جاتا۔ بلکہ یہ وہی مشرکانہ تعلیم ہے جس کی نبیوں نے مخالفت کی تھی۔ تورات کے وہی بڑے بھگت اور ابدی حکم تھے۔ اقل یہ کہ انسان کو خدا نہ بنانا۔ دوسرے یہ کہ سوز کو موت کھانا۔ سو دونوں حکم پہلوی مقدس کی تعلیم سے توڑ دیئے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مباحث بیان کرنا چاہتے ہیں کہ معجزہ کیا چیز ہے اور معجزہ کی کیوں ضرورت ہے۔ سو ہم اس کتاب کے پہلے باب میں معجزہ کی اصل حقیقت اور ضرورت بیان کریں گے۔ اور دوسرے باب میں اپنے دعویٰ کے مطابق اُن معجزات کے چند نمونے بیان کر دیں گے اور تیسرے باب خاتمہ کا ہوگا۔ جس پر رسالہ ختم ہوگا۔

پہلا باب معجزہ کی اصل حقیقت اور ضرورت کے بیان میں

معجزہ کی اصل حقیقت یہ ہے کہ معجزہ ایسے امر خارقِ عادت کو کہتے ہیں کہ فریقِ مخالفت اُس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز آجائے خواہ وہ امر بظاہر نظرِ انسانی طاقتوں کے مذہبی معلوم ہو۔ جیسا کہ قرآنِ شریف کا معجزہ جو ملکِ عرب کے تمام باشندوں کے سامنے پیش کیا گیا تھا۔ پس وہ اگرچہ بظہرِ سرری انسانی طاقتوں کے اندر معلوم ہوتا تھا لیکن اُس کی نظیر پیش کرنے سے عرب کے تمام باشندے عاجز آ گئے۔ پس معجزہ کی حقیقت سمجھنے کے لئے قرآنِ شریف کا کلام نہایت روشن مثال ہے کہ بظاہر وہ بھی ایک کلام ہے جیسا کہ انسان کا کلام ہوتا ہے لیکن وہ اپنی صریح تقریر کے لحاظ سے اور نہایت لفظی اور معنی اور رنگین عبارت کے لحاظ سے جو ہر جگہ حق اور حکمت کی پابندی کا التزام رکھتی ہے اور نیز روشن دلائل کے لحاظ سے جو تمام دنیا کے مخالفانہ دلائل پر غالب آ گئیں اور نیز زبردست چٹگوٹیوں کے لحاظ سے ایک ایسا لاجواب معجزہ ہے جو بلوچوں نے تیرہ سو برس کے اب تک کوئی مخالفت اس کا مقابلہ نہیں کر سکا اور نہ کسی کو طاقت ہے جو کہ قرآنِ شریف کو تمام دنیا کی کتابوں سے یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ معجزانہ پیش گوئیوں کو بھی معجزانہ مباحثات میں جو آئی اور

کی بلاغت اور فصاحت سے پُر اور حق و حکمت سے بھری ہوئی ہیں بیان فرماتا ہے۔ غرض اصلی اور بھاری مقصد معجزہ سے حق اور باطل یا صادق اور کاذب میں ایک امتیاز دکھانا ہے اور ایسے امتیازی امر کا نام معجزہ یا دوسرے نقطوں میں نشان ہے۔ نشان ایک ایسا ضروری امر ہے کہ اس کے بغیر خدا تعالیٰ کے وجود پر کسی پورا یقین کرنا ممکن نہیں اور نہ وہ ثمرہ حاصل ہونا ممکن ہے کہ جو پورے یقین سے حاصل ہو سکتا ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ مذہب کی اصلی سچائی خدا تعالیٰ کی ہستی کی شناخت سے وابستہ ہے سچے مذہب کے ضروری اور اہم لوازم میں سے یہ امر ہے کہ اس میں ایسے نشان پائے جائیں جو خدائے تعالیٰ کی ہستی پر قطعی اور یقینی دلالت کریں۔ اور وہ مذہب اپنے اندر ایسی زبردست طاقت رکھتا ہو جو اپنے پیرو کا خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے ہاتھ ملادے اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ صرف مصنوعات پر نظر کر کے صانع کی فقط ضرورت ہی محسوس کرنا اور اس کی واقعی ہستی پر اطلاق نہ پانا یہ کمال خدا شناسی کیلئے کافی نہیں ہے اور ایسی حد تک ٹھہرنے والے کوئی سچا تعلق خدائے تعالیٰ سے حاصل نہیں کر سکتے اور نہ اپنے نفس کو جذبات نفسانیہ سے پاک کر سکتے ہیں۔ اس سے اگر کچھ سمجھا جاتا ہے تو صرف اسقدر کہ اس ترکیب محکم اور ابلغ کا کوئی صانع ہونا چاہیے نہ یہ کہ درحقیقت وہ صانع ہے بھی۔ اور ظاہر ہے کہ صرف ضرورت لکھسوس کرنا ایک قیاس ہے جو رویت کا قائم مقام نہیں ہو سکتا اور نہ رویت کے پاک نتائج اس سے پیدا ہو سکتے ہیں۔ پس جو مذہب انسان کی خدا شناسی کو صرف ہونا چاہیے کے ناقص مرحلہ تک چھوڑتا ہے وہ اس کی عملی حالت کا چارہ گر نہیں ہے۔ پس درحقیقت ایسا مذہب ایک مُردہ مذہب ہے جس سے کسی پاک تبدیلی کی توقع رکھنا ایک طبع خام ہے۔

ظاہر ہے کہ محض عقلی دلائل مذہب کی سچائی کے لئے کمال شہادت نہیں ہو سکتے اور یہ ایسی قہر نہیں ہے کہ کوئی جھلسا اس کے بنانے پر قادر نہ ہو بلکہ یہ تو عقل کے چشمہ عام کی ایک گداگری متعہود ہو سکتی ہے۔ پھر اس بات کا کوئی فیصلہ کرے کہ عقلی باقی جو ایک

کتاب نے مکس درحقیقت وہ الہامی ہیں یا کسی فرد کتاب سے چڑا کر رکھی گئی ہیں اور اگر فرض بھی
 کریں کہ چرائی ہوئی نہیں ہیں تو پھر بھی ہستی باری تعالیٰ پر وہ کب دلیل قاطع ہو سکتی ہیں۔ اور
 کب کسی طالب حق کا نفس اس بات پر پوری تسلی پا سکتا ہے کہ فقط وہی عقلی باتیں یقینی طور پر
 اہمیت خدا تبار ہیں اور کب یہ اطمینان بھی ہو سکتا ہے کہ وہ باتیں بالکل غلطی سے متبرہ ہیں۔ پس اگر
 ایک مذہب صرف چند باتوں کو عقل یا فلسفہ کی طرف منسوب کر کے اپنی بچائی کی وجہ بیان کرتا
 ہے اور آسانی نشاۃں اور خالق عادت اور کئے دکھلانے سے قاصر ہے تو ایسے مذہب کا پیر و فریب
 یا فریب و ہندہ ہے اور وہ تاریکی میں مرے گا۔

۴۵ فرض محض عقلی دلائل سے تو خدا اپنے لئے کا وجود بھی یقینی طور پر ثابت نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ
 کسی مذہب کی بچائی اس سے ثابت ہو جائے۔ اور جب تک ایک مذہب اس بات کا ذمہ دار
 نہ ہو کہ وہ خدا کی ہستی کو یقینی طور پر ثابت کر کے دکھلائے تب تک وہ مذہب کچھ چیز نہیں ہے
 اور بدقسمت ہے وہ انسان جو ایسے مذہب پر فریفتہ ہو۔ ہر ایک وہ مذہب لعنت کا داغ
 اپنی مشائی پر رکھتا ہے جو انسان کی معرفت کو اس مرحلہ تک نہیں پہنچا سکتا جس سے گویا
 وہ خدا کو دیکھ لے اور نفسانی تاریکی روحانی حالت سے بدل جائے اور خدا کے قانہ نشاۃں سے
 نازہ ایمان حاصل ہو جائے۔ اور نہ صرف لاف کے طور پر بلکہ واقعی طور پر ایک پاک زندگی مل
 جائے۔ انسان کو بھی پاکیزگی حاصل کرنے کیلئے اس بات کی بڑی ضرورت ہے کہ اس زندہ خدا کا
 اس کو پتہ لگ جائے جو نافذین کو ایک دم میں پاک کر سکتا ہے اور جس کی رضا کے نیچے چلنا
 ایک نقد بہشت ہے۔ اور جس طرح ایک مذہب کے لئے صرف عقلی طور پر اپنی حمد کی دکھانا
 کافی نہیں ہے ایسا ہی ایک ظاہری راستہ کے لئے صرف یہ دعویٰ کافی نہیں ہے کہ وہ
 خدائے تعالیٰ کے احکام پر چلتا ہے بلکہ اس کے لئے ایک امتیازی نشان چاہیئے جو اس کی
 راستبازی پر گواہ ہو۔ کیونکہ ایسا دعویٰ تو قریناً ہر ایک کر سکتا ہے کہ وہ خدائے تعالیٰ
 سے محبت رکھتا ہے اور اس کا دامن تمام اقسام فسق و فجور سے پاک ہے مگر ایسے دعوے پر

تسل کیونکر ہو کہ فی الحقیقت ایسا ہی امر واقع ہے۔ اگر کسی میں مادہ مخلوق ہے۔ تو ناموری کی غرض سے بھی ہو سکتا ہے۔ اگر کوئی عابد زاہد ہے تو یادگاری بھی اسکا موجب ہو سکتی ہے اور اگر فسق و فجور سے کوئی بچ گیا ہے تو تہیہ دستی بھی اس کا باعث ہو سکتی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ محض لوگوں کے من پس کے خوف سے کوئی پارسلطین بن بیٹھے۔ اور عظمت الہی کا کچھ بھی اس کے دل پر اثر نہ ہو۔ پس ظاہر ہے کہ عمدہ چال چلن اگر ہو بھی تاہم حقیقی پاکیزگی پر کامل ثبوت نہیں ہو سکتا شاید چہرہ کوئی اور اعلیٰ ہوں۔ لہذا حقیقی راستبازی کے لئے خدا تعالیٰ کی شہادت ضروری ہے جو عالم الغیب ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو دنیا میں پاک ناپاک کے حالات مشتبہ ہو جاتے ہیں اور ایمان اٹھ جاتا ہے۔ اس لئے مابراہقہ کی نہایت درجہ ضرورت ہے۔ جو جس مذہب نے راستباز کے لئے کوئی مابراہقہ کا خلعت عطا نہیں فرمایا یقیناً سمجھو کہ وہ مذہب ٹھیک نہیں ہے اور نور سے بالکل خالی ہے۔ خدا کی طرف سے جو کتاب ہو وہ آپ بھی اپنے اندر مابراہقہ کی رکھتی ہے اور اپنے نیرو کو بھی امتیازی نشان بخشی ہے۔

غرض بغیر امتیازی نشان کے مذہب حق اور مذہب باطل میں کوئی گھلا کھلا تفرقہ پیدا ہو سکتا ہے اور نہ ایک راستباز اور مکار کے درمیان کوئی فرق دین ظاہر ہو سکتا ہے کیونکہ ممکن ہے کہ ایک شخص اصل بد چلن اور فاسق اور فاجر ہو لیکن اس کا بد چلنیاں ظاہر نہ ہوں پس اگر ایسی صہرت میں وہ بھی راستبازی کا دعویٰ کرے جیسا کہ ایسے دعوے ہمیشہ دنیا میں پائے جاتے ہیں تو پھر خدا تعالیٰ کی طرف سے حقیقی راستباز کے لئے کونسا ایک چمکتا ہوا نشان ہے جس سے وہ ایسے مکائد میں الگ الگ دکھائی دے اور روز روشن کی طرح شناخت کر لیا جائے۔ حالانکہ قدیم سے اور جب سے کہ دنیا کی بنیاد ڈالی گئی ہے سنت الہی اسی طرح پر جاوی ہے اور یہی قانون قدرت ہے کہ تمام عمدہ اور خراب چیزوں میں ایک امتیازی نشان رکھا گیا ہے جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ بظاہر سونا چاندی میں پہلے تک کہ

محض جاہل اس سے دھوکا بھی کھاتے ہیں۔ لیکن حکیم مطلق نے سونے میں ایک امتیازی نشاں رکھا ہے جس کو صرف فی الغور شناخت کر لیتے ہیں۔ اور بہتیرے سفید اور چمکتے ہوئے پتھر ایسے ہیں کہ جو ہیرے سے بہت ہی مشابہ ہیں اور بعض نادان اُن کو ہیرا سمجھ کر ہزار ہا روپیہ کا نقصان اٹھاتے ہیں۔ لیکن حائف عالم نے ہیرے کے لئے ایک امتیازی نشان رکھا ہوا ہے جس کو ایک دانشمند جوہری شناخت کر سکتا ہے۔ ایسا ہی دنیا کے کل جوہرات اور عمدہ چیزوں کو دیکھ لو کہ اگرچہ بظاہر نظر کئی دیکھی اور کئی درجہ کی چیزیں اُن سے مل جاتی ہیں مگر ہر ایک پاک اور قابل قدر جوہر اپنے امتیازی نشان سے اپنی خصوصیت کو ظاہر کر دیتا ہے۔ اور اگر ایسا نہ ہوتا تو دنیا میں اندھیر پڑ جاتا۔ اور خود انسان کو دیکھو کہ اگرچہ وہ صورت میں بہت سے حیوانات سے مشابہت رکھتا ہے جیسا کہ بندے کے تمام اُس میں ایک امتیازی نشان ہے جس کی وجہ سے ہم کسی بندہ کو انسان نہیں کہہ سکتے۔ پھر جبکہ اسی مادی دنیا میں جو ناپائیدار اور بے ثبات ہے اور جس کا نقصان بھی بمقابل آخرت کے کچھ چیز نہیں ہے ہر ایک عمدہ اور نفیس جوہر کیلئے حکیم مطلق نے امتیازی نشان قائم کر دیا ہے جس کی وجہ سے وہ جوہر سہولت شناخت کیا جاتا ہے۔ تو پھر مذہب جس کی غلطی جہنم تک پہنچاتی ہے اور ایسا ہی ایک راستہ اللہ اعلیٰ اللہ کا جو جس کا انکار مخلوقات ابدی کے گڑھے میں ڈالتا ہے کیونکر یقین کیا جائے کہ اُن کی شناخت کے لئے کوئی بھی یقینی اور قطعی نشان نہیں ہے ایسے شخص سے زیادہ کون احق اللہ نادان ہے کہ جو خیال کرتا ہے کہ کچھ مذہب اور کچھ ماستباز کے لئے کوئی امتیازی نشان خدا نے قائم نہیں کیا۔ حالانکہ خدا تعالیٰ قرآن شریف میں آپ فرماتا ہے کہ کتاب اللہ جو مذہب کی بنیاد ہے امتیازی نشان اپنے اندر رکھتی ہے جس کی نظیر کوئی چیز نہیں کر سکتا۔ اور نیز فرماتا ہے کہ ہر ایک مومن کو فرقان عطا ہوتا ہے یعنی امتیازی نشاں جس سے وہ شناخت کیا جاتا ہے یہ یقیناً سمجھو کہ سچا مذہب اور حقیقی راستہ ہر فرد اپنے ساتھ امتیازی نشان رکھتا ہے اور اسی کا نام دوسرے نفلوں میں معجزہ اور کرامت اور مخلوق عبادت امر ہے۔

ہم اگر اس تقدیر بیان سے ثابت ہو گیا کہ سچا مذہب ضرور اس بات کا حاجت مند کہ اُس میں کوئی ایسی عجزانہ خاصیت ہو کہ جو دوسرے مذاہب میں وہ نہ پائی جاسے۔ اور سچا راستباز ضرور اس بات کا حاجت مند ہے کہ کچھ ایسی عجزانہ تأییدات الہیہ اُس کے شامل حلی ہوں کہ جنکی نظیر غیروں میں ہرگز نہ مل سکے تا انسان ضعیف البنیان جو ادنیٰ ادنیٰ تشبہ سے ٹھوکر کھاتا ہے دولت قبول سے محروم نہ رہے۔ سو چکر دیکھو کہ جس حالت میں انسانوں کی غفلت اور دہم پرستی کی یہ حالت ہے کہ باوجودیکہ خدا کے سچے مامورین سے صد ہا نشان ظاہر ہوتے ہیں اور ہر ایک پہلو سے خدا اُن کی مدد فرماتا ہے۔ پھر بھی وہ اپنی بدبختی سے شہادت میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور ہزار ہا نشانوں سے کچھ بھی فائدہ نہ اٹھا کر طرح طرح کی بدگمانیوں میں پڑ جاتے ہیں تو پھر اس صورت میں ان کا کیا حال ہوتا کہ ایک مامورین اللہ کے لئے آسمان سے کوئی امتیازی نشان نہ ملتا اور صرف خشک ذہن اور ظاہری عبادت کے دکھانے پر مدار ہوتا اور اس طرح بدگمانیوں کا دوا ذہن بھی کھلا ہوتا۔ پس خدا جو کریم درجیم ہے اُس نے نہ چاہا کہ اس کے ایک مقبول مذہب یا ایک مقبول بندہ سے انگڑا کر کے دنیا ہلاک ہو جائے پس اُن سے پہلے مذہب پر دہائی نشانوں کی ہر نگاہی اور سچے راستباز کو اپنے خلیق عبادت کا حوالے کے ساتھ قبولیت کا نشان عطا فرمایا۔ سچ تو یہ ہے کہ خدا نے مقبول مذہب اور مقبول بندہ کو امتیازی نشان عطا کرنے میں کوئی بھی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ اور سورج سے زیادہ لُٹ کو چمکا کر دکھلا دیا۔ اور وہ کام اُن کی تائید میں دکھائے کہ جن کی نظیر دنیا میں دیکھنے سننے میں نہیں آتی۔ خدا برحق ہے لیکن اُس کا چہرہ دیکھنے کا آئینہ وہ منہ ہیں جن پر اُس کے عشق کی بارشیں ہوئیں جن کے ساتھ خدا ایسا ہمکار ہوا کہ جیسے ایک دوست دوست سے۔ وہ غلبہ محبت سے دلی کے نقش کو مٹا کر توحید کی کمال حقیقت تک پہنچے۔ کیونکہ توحید صرف یہی نہیں ہے کہ الگ رہ کر خدا کو ایک جاننا۔ اس توحید کا توشیطان بھی قائل ہے بلکہ ساتھ اس کے یہ بھی ضروری ہے کہ عملی رنگ میں یعنی محبت کے کمال خوش سے اپنی ہستی کو غور کر کے خدا کی وحدت کو اپنے پروردگار کے دینا یہی

کمال توحید ہے جو مدارِ نجات ہے جس کو اہلِ اشدِ پاستے ہیں۔ پس یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ خدا
 اُن میں اُترتا ہے۔ کیونکہ خلا اپنے تئیں بالطبع پُر کرنا چاہتا ہے۔ لیکن وہ اُترنا جسمانی طور
 پر نہیں ہے بلکہ اس طور سے ہے جو کیفیتِ لورکھ سے بلند تر ہے۔ غرض خدا کی خاص تجلی سے
 حقیقی راستبازوں میں وہ برکتیں پیدا ہو جاتی ہیں جو خدا میں ہیں اور اُن کی زندگی معجزانہ
 زندگی ہو جاتی ہے۔ وہ بدلے جاتے ہیں۔ اور ان کا وجود ایک نیا وجود ہو جاتا ہے جس کو
 دنیا دیکھ نہیں سکتی۔ پر سید و گم اُن کے آثار کو دیکھتے ہیں۔ چونکہ اب وہ تجلی موجود ہے اور
 ایسے آثارِ تائیداتِ الہیہ کے نمایاں ہیں جو ہم میں اور ہمارے غیروں میں مابہ الامتیاز ہیں
 اس لئے ہم چند ایسے نشان تحریر کر کے حق کے طالبوں کو خدا نے تعالیٰ کی طرف بلاتے
 ہیں جو مامورین کی نسبت مُلتِ اشد ہے اور شریعتِ مقصوبوں پر خدائے تعالیٰ کی محبت پوری
 کرتے ہیں۔ وَ مَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰهِ اَنْکَرِیْمُ الْقَدِیْر۔

باب دوم

اُن نشانوں کے بیان میں جو بذریعہ اُن پیشگوئیوں کے ظاہر ہو جو آج
 پچیس برس پہلے برائینِ احمدیہ میں لکھ کر شائع کی گئی تھیں

دفعہ ہو کہ براہین احمدیہ میری تالیفات میں سے وہ کتاب ہے جو ۱۸۸۵ء عیسوی میں یعنی
 ۱۲۹۵ھ ہجری میں چھپ کر شائع ہوئی تھی۔ اس کتاب کی تالیف کے زمانہ میں جیسا کہ خود کتاب کے
 ظاہر ہوتا ہے میں ایک ایسی گمنامی کی حالت میں تھا کہ بہت کم لوگ ہونگے کہ جو میرے وجود سے
 بھی واقف ہونگے غرض اس زمانہ میں میں ایک لا انسان تھا جس کے ساتھ کسی دوسرے کو
 کچھ تعلق نہ تھا اور میری زندگی ایک گوشہ تنہائی میں گذرتی تھی اور اسی پر میں راضی اور

خوش تھا کہ نگاہیں عنایت ازلٰی سے مجھے یہ واقعہ پیش آیا کہ یکہ دفعہ شام کے قریب اسی مکان میں اور شیک شیک اسی جگہ کہ جہاں اب ان چند سطروں کے لکھنے کے وقت میرا قدم ہے مجھے خدائے تعالیٰ کی طرف سے کچھ خفیت میں غنودگی ہو کر یہ وحی ہوئی:-

يَا اَمْعَدًا بَارَكَ اللهُ فِيْكَ . مَا سَمِعْتَ اِذْ سَمِعْتَ وَلَكِنَّ اِلَهَ رَحٰى
الْوَعْدُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ لِقَدْ خِذَ قَرَمًا مَا اُنْذِرُ اَبَاءَهُمْ وَلَقَسْتَيْنِ
مَبْنِيْلُ الْمُخْبِرِيْنَ - قُلْ اِنِّىْ اُبْرَزْتُ وَاَنَا اَقْلُ الْمُؤْمِنِيْنَ *

یعنی اے احمد! خدائے تجھے میں برکت رکھ دی۔ جو کچھ تو نے چلایا تو نے نہیں چلایا بلکہ خدائے چلایا ہے تو نے جسے تجھے قرآن سکھلایا یعنی اُس کے حقیقی معنوں پر تجھے اطلاع دی تاکہ تو اُن لوگوں کو ڈرائے جن کے باپ دادے نہیں ڈر آ گئے۔ اور تاکہ مجربوں کی راہ کھل جائے اور تیرے انکار کی وجہ سے اُن پر حقیقت چندی ہو جائے۔ ان لوگوں کو کہہ دے کہ میں خدائے تعالیٰ کی طرف سے مامور ہو کر آیا ہوں اور میں وہ ہوں جو سب سے پہلے ایمان لایا۔

اس وحی کے نازل ہونے پر مجھے ایک طرف تو خدائے تعالیٰ کی بے نہایت عنایات کا

* دیکھو برائین احمد یہ صفحہ ۲۳۹

قرآن شریف کے لئے عین تعلیقات ہیں۔ وہ سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک نازل ہوا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذریعے سے اُس نے زمین پر اشاعت پائی اور سچ موعود کے ذریعہ سے بہت سے چوبندہ امر اُس کے کئے۔ وَبِکُلِّ اَمْرٍ وَّ قَدْ تَشْهَدُوْنَ۔ اور جیسا کہ آسمان سے نازل ہوا تھا ویسا ہی آسمان تک اُس کا نور پہنچا اور حضرت علی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں اُس کے تمام احکام کی تکمیل ہوئی اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے وقت میں اُس کے ہر ایک پہلو کی اشاعت کی گئی ہوئی اور سچ موعود کے وقت میں اُس کے روحانی فضائل اور امر اور نہی کی تکمیل ہوئی۔ منگلا

شکر ادا کرنا پڑا کہ ایک میرے جیسے انسان کو جو کوئی بھی لیاقت اپنے اندر نہیں رکھتا اس پر
 عظیم الشان خدمت سرفراز فرمایا اور دوسری طرف بحجرت اس وحی الہی کے مجھے یہ فکرو انگیز
 ہوا کہ ہر ایک مامور کیلئے سنت الہیہ کے موافق جماعت کا ہونا ضروری ہے تاہم اس کا
 ہاتھ پائیں اور اس کے مددگار ہوں۔ اور مال کا ہونا ضروری ہے تاہم ضرورت قبل میں جو پیش
 آتی ہیں خرچ ہو۔ اور سنت اللہ کے موافق اعداد کا ہونا بھی ضروری ہے اور پھر ان پر غلبہ
 بھی ضروری ہے تاہم ان کے شر سے محفوظ رہیں۔ اور امر دعوت میں تاثیر بھی ضروری ہے تا
 سچائی پر میل ہو لہذا اس خدمت مغموضہ میں ناکامی نہ ہو۔

ابن اور میں جیسا کہ تصور کیا گیا بڑی شکوت کا سامنا نظر آیا اور بہت خوفناک
 حالت دکھائی دی۔ کیونکہ جبکہ میں نے اپنے تئیں دیکھا تو نہایت درجہ گھٹا اور احمق بن گیا
 پایا۔ وجہ یہ کہ نہ تو میں کوئی خاندانی پیرزادہ اور کسی گدی سے تعلق رکھتا تھا تا میرے پر ان لوگوں
 کا اعتقاد ہو جاتا اور وہ میرے گرد جمع ہو جاتے جو میرے باپ دادا کے مرید تھے اور کام
 سہل ہو جاتا۔ اور نہ میں کسی مشہور عالم فاضل کی نسل میں سے تھا تا صدی آبائی شاگردوں
 کا میرے ساتھ تعلق ہوتا۔ اور نہ میں کسی عالم فاضل سے باقاعدہ تعلیم یافتہ اور سند یافتہ
 تھا تا مجھے اپنے سربراہ علمی پر ہی بھروسہ ہوتا۔ اور نہ میں کسی جگہ کا بادشاہ یا نواب یا حاکم
 تھا تا میرے رعب حکومت سے ہزاروں لوگ میرے تابع ہو جاتے بلکہ میں ایک غریب
 ایک دیوانہ گاؤں کا رہنے والا بالکل ان ممتاز لوگوں سے الگ تھا جو مرجع علم ہوتے
 ہیں یا ہو سکتے ہیں۔

غرض کسی قسم کی باسی عزت اور شہرت اور ناموری مجھے حاصل نہ تھی جس پر میں نظر رکھ کر
 اس بات کو اپنے لئے سہل سمجھتا کہ یہ کام تبلیغ و دعوت کا مجھے ہو سکیگا پس طبعاً یہ کام
 مجھے نہایت مشکل اور بظاہر صورت غیر ممکن اور محلات سے معلوم ہوا۔ اور علاوہ اس کے اور
 مشکلات یہ معلوم ہوئے کہ بعض امور اس دعوت میں ایسے تھے کہ ہرگز امید نہ تھی کہ قوم

انکو قبول کر سکے اور قوم پر تو اس قدر بھی امید نہ تھی کہ وہ اس امر کو بھی تسلیم کر سکیں کہ بعد زمانہ نبوت وحی غیر شرعی کا سلسلہ منقطع نہیں ہوا اور قیامت تک باقی ہے۔ بلکہ مزید معلوم ہوتا تھا کہ انکی طرف وحی کے دعوے پر کفر کا انعام طے کیا اور سب علماء متفق ہو کر درپٹے ایدلود جنگنی ہو جائیں گے۔ کیونکہ ان کے نزدیک بعد سیدنا جناب ختمی پناہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحی الہی پر قیامت تک مہر لگ گئی ہے اور بالکل غیر ممکن ہے کہ اب کسی سے مکالمہ و مخاطبہ الہیہ ہو اور اب قیامت تک امت مرحومہ اس قسم کے رحم سے بے نصیب کی گئی ہے کہ خدائے تعالیٰ انکو اپنا حکام کر کے ان کی معرفت میں ترقی بخشے اور براہ راست اپنی ہستی پر انکو مطلع فرمائے بلکہ وہ صرف تقلیدی طور پر لگے پڑا اصول بجا رہے ہیں اور شہودی طور پر ایک ذمہ معرفت انکو حاصل نہیں۔ ہاں اس قدر محض غلط طریق پر بعض کا ان میں سے اعتقاد ہے کہ الہام تو نیک بندوں کو ہوتا ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ وہ الہام روحانی ہے یا شیطانی ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ ایسا الہام جو شیطان کی نظر میں منسوب ہو سکتا ہے خدا کے ان انعامات میں شمار نہیں ہو سکتا جو انسان کے ایمان کو مفید ہو سکتے ہیں بلکہ مشتبہ ہونا اور شیطانی کلام سے مشابہ ہونا اس کے مانتھلیک ایسا لعنت کا داغ ہے جو جہنم تک پہنچا سکتا ہے اور اگر خدا نے کسی بندہ کے لئے صراط اللذین انعامت علیہم کی دعا قبول کی ہے اور اس کو سمیعین میں داخل فرمایا ہے تو ضرور اپنے وعدہ کے مطابق اس روحانی انعام سے محروم دیا ہے جو یقینی طور پر مکالمہ و مخاطبہ الہیہ ہے۔

غرض یہی وہ امر تھا کہ اس اندھی دنیا میں قوم کے لئے ایک جوش اور غضب دکھانے کا محل تھا۔ پس میرے جیسے بیکس تنہا کے لئے ان تمام امور کا جمع ہونا بظاہر ناکامی کی ایک صورت تھی بلکہ ایک سخت ناکامی کا سامنا تھا کیونکہ کوئی پہلو بھی درمست نہ تھا۔ اول

۴ میری دعوت کی شکلات میں سے ایک رسالت اور وحی الہی اور مسیح موعود ہونے کا دعویٰ تھا
 یہی کی نسبت میری گھبراہٹ ظاہر کرنے کے لئے یہ الہام ہوا تھا۔ فاجارۃ المصفا

۵۴ مل کی ضرورت ہوتی ہے۔ سو اس وحی الہی کے وقت تمام ملکیت ہماری تباہ ہو چکی تھی۔ اور ایک بھی ایسا آدمی ساتھ نہ تھا جو مالی مدد کر سکتا۔ دوسرے میں کسی ایسے ممتاز خاندان میں نہیں تھا جو کسی پر میراث توڑ دے سکتا۔ ہر ایک طرف سے بال و پر ٹوٹے ہوئے تھے جس قدر مجھے اس وحی الہی کے بعد سرگردانی ہوئی وہ میرے لئے ایک طبعی امر تھا اور میں اس بات کا محتاج تھا کہ میری زندگی کو قائم رکھنے کیلئے خدا نے تعالیٰ عظیم الشان وعدوں سے مجھے تسلی دیتا تھا جس غموں کے هجوم سے ہلاک نہ ہو جاتا۔ پس میں کس منہ سے خداوند کریم و قدیر کا شکر کروں کہ اُس نے ایسا ہی کیا اور میری بے کسی اور نہایت بے قدری کے وقت میں مجھے بشریہ پیشگوئیوں کے ساتھ تھام لیا اور پھر بعد اس کے اپنے تمام وعدوں کو پورا کیا۔ اگر وہ خدا نے تعالیٰ کی تائیدیں اور نصرتیں بغیر سبقت پیشگوئیوں کے یہ نہیں ظہور میں آتی تو بخت اور اتفاق پر حمل کی جاتیں۔ لیکن اب وہ ایسے خارق عادت نشان میں کہ میں سے دی انکار کرے گا جو شیطان فحشلت اپنے اندر رکھتا ہو گا۔

اور پھر اس کے بعد خدا نے اپنے من تمام وعدوں کو پورا کیا جو ایک زمانہ واز پھلے پیشگوئی کے طور پر کئے تھے۔ اور طرح طرح کی تائیدیں اور طرح طرح کی نصرتیں میں اور جن مشکلات کے تصور سے قریب تھا کہ میری کمر ٹوٹ جائے اور جن غموں کی وجہ سے مجھے خوف تھا کہ میں ہاک ہو جاؤں ان تمام مشکلات اور تمام غموں کو دور فرمایا اور جیسا کہ وعدہ کیا تھا

إِنِّي جُنَجُ النُّصْلَةَ - قَالَ يَا لَيْتَنِي مَتَّ قَبْلَ هَذَا وَكُنْتُ نَسِيًا مَنَسِيًا. خاص سے مراد اس جگہ وہ امور ہیں جو خدا کا نتائج پیدا ہوتے ہیں اور جنج النصلۃ سے مراد وہ لوگ ہیں جو مسلمانوں کی اولاد و گرفت نام کے مسلمان ہیں۔ بخدا وہ ترجمہ ہے کہ خدا انگریز دعوت میں کا نتیجہ تو تم کا جانی دشمن ہو جانا تھا اس امور کو قوم کے لوگوں کی طرف سے دینی جو کچھ دینی خشک شاذ یا بڑی مانند ہیں۔ تب میں نے خوف کھا کر کہا کہ کاش میں اس سے پہلے رجائے اور بعد بصر ہو جاتا۔ منکلا

دیسایں ظہور میں لایا۔ اگرچہ وہ بغیر سبقت پیشگوئیوں کے بھی میری نصرت اور تائید کر سکتا تھا مگر اُس نے ایسا نہ کیا بلکہ ایسے زمانہ اور ایسی نو میدی کے وقت میں میری تائید اور نصرت کیلئے پیشگوئیاں فرمائیں کہ وہ زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُس زمانہ سے مشابہ تھا جبکہ آپ مکہ معظمہ کی گلیوں میں اکیلے پھرتے تھے اور کوئی آپ کے ساتھ نہ تھا اور کوئی صورت کامیابی کی ظاہر نہیں تھی۔ اسی طرح وہ پیشگوئیاں جو میرے گناہی کے زمانہ میں کی گئیں اُس زمانہ کی نگاہ میں منسی کے لائق اور دور از قیاس تھیں اور ایک دیوانہ کی بڑے مشابہ تھیں کس کو معلوم تھا کہ جیسا کہ ان پیشگوئیوں میں وعدہ فرمایا گیا ہے کچھ عرصے میں کسی زمانہ میں ہزار ہا انسان میرے پاس قادیان میں آئیں گے اور کئی لاکھ انسان میری صحبت میں داخل ہو جائیں گے اور میں اکیلا نہیں رہوں گا جیسا کہ اُس زمانہ میں اکیلا تھا۔ اور خدا نے گناہی اور تنہائی کے زمانہ میں یہ خبریں دیں تاہم ایک دانشمند اور طالب حق کی نظر میں عظیم الشان نشان ہوں اور تاسپائی کے ڈھونڈنے والے یقین دل سے سمجھ لیں کہ یہ کاروبار انسان کی طرف سے نہیں ہے اور نہ ممکن ہے کہ انسان کی طرف سے ہو۔ اُس زمانہ میں کہ میں ایک گناہ اور اکیلا اور ہنایت کم درجہ کی حیثیت کا انسان تھا اور اس قدر کم حیثیت تھا کہ قابل ذکر نہ تھا اور کسی ایسے ممتاز خاندان سے نہ تھا جس کی نسبت توقع ہو سکتی تھی کہ باسانی لوگ اُس پر جمع ہو جائیں گے۔ ایسے وقت میں اور ایسی حالت میں کون انسان ایسی پیشگوئیاں کر سکتا تھا جو براہین احمدیہ میں آج سے پچیس برس پہلے شائع ہو چکی ہیں جن میں سے بطور نمونہ ہم ذیل میں لکھتے ہیں۔

إِذَا جَاءَ نَعْوُ اللَّهِ وَالْخَلْقُ وَانْتَفَعُوا آمَرَ الزَّمَانِ لَيْنَا أَلَيْسَ هَذَا بِالْحَقِّ

➤ اصل میں بہت سی پیشگوئیاں براہین احمدیہ کی ایسی ہیں جو پانچ عرصوں سال کی بات لگنے لگی ہے لیکن پچیس سال براہین احمدیہ میں لکھے جانے کی تاریخ ہے نہ اس زمانہ پیشگوئی کا۔ منہ

شہرت دی جائیگی۔ اور تو اس سے کیوں تعجب کرتا ہے کہ خدا ایسا کرے گا۔ کیا تیرے پر وہ وقت نہیں آیا کہ تو بعض معدوم تھا اور تیرے وجود کا دنیا میں نام و نشان نہ تھا۔ پھر کیا خدا کی قدرت سے یہ بعید ہے کہ تیری ایسی تائیدیں کرے۔ اور یہ وعدے پورے کر کے دکھا دے۔ اور تو ان لوگوں کو جو ایمان لائے یہ خوشخبری سنا کہ ان کا قدم خدا کے نزدیک صدق کا قدم ہے۔ سو ان کو وہ وحی سنا دے جو تیری طرف تیرے رب سے ہوئی۔ اور یاد رکھ کہ وہ زمانہ آتا ہے کہ لوگ کثرت سے تیری طرف رجوع کریں گے۔ سو تیرے پر واجب ہے کہ تو ان سے بدخلقی نہ کرے اور تجھے لازم ہے کہ تو ان کی کثرت کو دیکھ کر حاکم نہ جائے۔ اور ایسے لوگ بھی ہونگے جو اپنے دطنوں سے ہجرت کر کے تیرے جموں میں آکر کبلا ہونگے۔ وہی ہیں جو خدا کے نزدیک اصحاب الصفہ کہلاتے ہیں۔ اور تو جانتا ہے کہ وہ کس شان اور کس ایمان کے لوگ ہونگے جو اصحاب الصفہ کے نام سے موسوم ہیں وہ بہت قوی ایمان ہونگے۔ تو دیکھے گا کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہونگے۔ وہ تیرے پروردگار سے بھیں گے اور کہیں گے کہ اے ہمارے خدا! ہم نے ایک آواز دینے والے کی آواز سنی جو ایمان کی طرف بلاتا ہے۔ سو ہم ایمان لائے ان تمام پیشگوئیوں کو تم کھلو کہ وقت پر واقع ہوئی۔ ان چند سطروں میں جو پیشگوئیاں ہیں وہ اس قدر نشانیں پر مشتمل ہیں جو دس لاکھ سے زیادہ ہونگے اور نشان بھی ایسے کھلے ہیں جو اول درجہ پر خارق عادت میں سو ہم اول صفائی بیان کے لئے ان پیشگوئیوں کے اقسام بیان کرتے ہیں بعد اس کے یہ ثبوت دیں گے کہ یہ پیشگوئیاں پوری ہو گئی ہیں۔ اور درحقیقت یہ خارق عادت نشان ہیں اور اگر بہت ہی سخت گیری اور زیادہ سے زیادہ احتیاط سے بھی ان کا شمار کیا جائے تب بھی یہ نشان جو ظاہر ہوئے دل لاکھ سے زیادہ ہونگے۔

پیشگوئیوں کے اقسام میں سے اول وہ پیشگوئی ہے جس کی طرف وحی الہی و انتہی امور الزمان الیہنا میں اشارہ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مخلص ہو گئے ہمارے بندگان۔

خالق چاہیں گے کہ اس سلسلہ میں ناکامی رہے اور لوگ اس طرف رجوع نہ کریں اور نہ قبول کریں پر ہم چاہیں گے کہ لوگ رجوع کریں۔ آخر عمار ہی ارادہ پورا ہوگا۔ اور لوگوں کا اس طرف رجوع ہو جائیگا اور وہ قبول کرتے جائیں گے (۲) دوسری پیشگوئیوں میں یہ خبر دی گئی ہے کہ خدا فرماتا ہے کہ قدرِ دُور سے مالی امداد بھیجی جائیگی اور دُور دُور سے خطوط آئیں گے اور اس قدر تو اترا کہ کثرت سے آتی مدد پہنچے گی کہ جن راہوں سے وہ مالی مدد آئیگی وہ ٹکریں گہری ہو جائیں گی۔ (۳) تیسری پیشگوئی یہ ہے کہ خدا فرماتا ہے کہ اس قدر لوگ ارادت اور اعتقاد سے قلیان میں آئیں گے کہ جن راہوں سے وہ آئیں گے وہ ٹکریں ٹوٹ جائیں گی (۴) چوتھی پیشگوئی یہ ہے کہ خدا فرماتا ہے کہ لوگ تیرے ہلاک اور تباہ کرنے کے لئے کوشش کریں گے مگر تیرے محافظ میں گئے (۵) پانچویں پیشگوئی یہ ہے کہ خدا فرماتا ہے کہ میں دنیا میں تجھے شہرت دوں گا۔ اور تو دُور دُور تک مشہور ہو جائیگا اور تیری مدد کی جائے گی۔ چھٹی پیشگوئی یہ ہے کہ خدا فرماتا ہے کہ اس قدر لوگ کثرت سے آئیں گے کہ قریب ہے کہ تو تھک جائے یا یا باعث کثرت اثر حامیان تو بد غلطی کرے (۷) ساتویں پیشگوئی یہ ہے کہ خدا فرماتا ہے کہ بہت سے لوگ اپنے اپنے وطن سے تیرے پاس قلیان میں ہجرت کر کے آئیں گے اور تمہارے گھروں کے کسی حصہ میں نہیں گئے وہ اصحابِ الصفا کہلائیں گے۔

یہ سات پیشگوئیاں ہیں جن کی خبر ان کلماتِ وحی الہی میں دی گئی ہے۔ اور ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ اس زمانہ میں یہ ساتویں پیشگوئیاں پوری ہو چکی ہیں۔ کیونکہ علماء اور پیر زنادوں نے کفر کے فتوے تیار کر کے اور طرح طرح کے منصوبے تراش کر کے تاحضن تک فروغ کیا کہ تہذیبی طرف کوئی رجوع نہ کرے اور حیا کو بلائے طاق رکھ کر خدا تعالیٰ سے جنگ کیا اور کوئی دقیقہ نہ فرمایا اور دھوکہ دینے کا اٹھا نہ رکھا۔ اور بعض نے میری نسبت جھوٹی خبریں کہیں تاکسی طرح کو زخمت کو ہی افزائش کریں اور بعض نے جاہل مسلمانوں کو افزائش کیا تاکہ وہ کہتے ہیں مگر آخر کار وہ سب نامراد رہے اور یہ پورا زمین میں پھیلی نہ رہ سکا اور ایک جگہ کی

صورت پیدا ہو گئی جس کے ثابت کرنے کی کچھ ضرورت نہیں کہ یہی امر ہے۔ پھر دوسری پیشگوئی یہ تھی کہ ہر طرف سے ملی امداد آئے گی۔ یہ ملی امداد اب تک پچاس ہزار روپیہ سے زیادہ آچکی ہے۔ بلکہ یقین کرتا ہوں کہ ایک لاکھ کے قریب پہنچ گئی ہے۔ اس کے ثبوت کیلئے ڈاکٹریٹ کے رجسٹر کافی ہیں پھر تیسری پیشگوئی یہ تھی کہ لوگ کثرت سے آئیں گے۔ سو اس قدر کثرت سے آئے کہ اگر ہر روزہ آمدن اور خاص و قلیل کے مجموعوں کا اندازہ لگایا جائے تو کوئی لاکھ تک ملے گا تعداد پہنچتی ہے۔ چنانچہ اس واقعہ کو محکمہ پولیس کے وہ ملازم خوب جانتے ہیں جن کو اس طرف خیال رکھنے کا حکم ہے اور نیز قادیان کے تمام لوگ جانتے ہیں۔ اور پھر چوتھی پیشگوئی یہ تھی کہ خدا فرماتا ہے کہ لوگوں کے حلال سے ہم پچائیں گے اور تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے سو اس کا ظہور بھی ہو چکا۔ چنانچہ ڈاکٹر مارٹن کلاارک کے مقدمہ میں یہ ارادہ کیا گیا تھا کہ میں پچانسی دیا جاؤں اور کم دین میں نے ناقص بے موجب مجھ پر فوجداری مقدمہ سے کئے اُس کا بھی یہی ارادہ تھا کہ میں کسی طرح سخت قید کی سزا پاؤں اور وہ اس مقدمہ بازی میں اکیلا نہ تھا بلکہ کئی مولوی اور حامد دنیا دار اس کے ساتھ شریک تھے اور اس کے لئے چندے ہوتے تھے۔ موصوف نے مجھے پچا لیا اور اپنی پیشگوئیوں کو پچا کر کے دکھلا دیا۔ پھر پانچویں پیشگوئی یہ تھی کہ خدا دنیا میں عزت کے ساتھ تجھے شہرت دیگا۔ سو اس کا پورا ہونا محتاج بیان نہیں۔ چھٹی پیشگوئی یہ تھی کہ اس قدر لوگ آئیں گے کہ غریب ہے کہ تو ان کی ملاقات سے تھک جائے یا کثرت ہمانداری کی وجہ بد خلقی کرے سو اس پیشگوئی کا وقوع نہایت ظاہر ہے اور جن لوگوں کو قادیان میں آئینا اتفاق ہوتا رہا ہے وہ کثرت آمد ہمانوں کو دیکھ کر گواہی دے سکتے ہیں کہ واقعی بعض اوقات اس کثرت سے ہمان جمع ہوتے ہیں اور اس کثرت سے ملاقاتوں کی کشمکش ہوتی ہے کہ اگر یہ وصیت ہر وقت ملحوظ نہ ہو تو ممکن ہے کہ صنعت بشریت بد خلقی کی طرف مائل کر دیوے یا ہمانداری میں فتور پیدا ہو جائے۔ سب کے ساتھ خوش خلقی سے مصافحہ کرنا اور باوجود عدل لوگوں کے اجتماع کے ہر ایک کے ساتھ پورے اخلاق سے پیش آنا بجز خدا کی مدد کے ہر ایک کا کام نہیں۔ ساتویں پیشگوئی اُن اصحابِ صفہ کی

نسبت ہے جو ہجرت کر کے قادیان میں آگئے۔ سو جس کا جی چاہے اگر دیکھ لے۔

یہ سات قسم کے نشان ہیں جن میں سے ہر ایک نشان ہزارہا نشانوں کا جامع ہے۔ مثلاً یہ پیشگوئی کہ **يَا أَيُّهَا الْمَدِينَةُ** من مَحَلِّ فِتْنَةٍ عَمِيْقٍ جس کے یہ معنی ہیں کہ ہر ایک جگہ سے اور متعدد اذ ملکوں سے نقد اور جلس کی امداد آئیگی اور خطوط بھی آئیں گے۔ اب اس صورت میں ہر ایک جگہ سے جواب تک کوئی مدد یہ آتا ہے یا پارچا اور دوسرے ہدیئے آتے ہیں یہ سب بجائے خود ایک ایک نشان میں کیونکہ ایسے وقت میں ان تمام باتوں کی خبر دی گئی تھی جبکہ انسانی عقل اس کثرتِ مدد کو دور از قیاس و محال سمجھتی تھی۔ ایسا ہی یہ دوسری پیشگوئی یعنی **يَا قَوْمُ مَنْ مَحَلِّ فِتْنَةٍ عَمِيْقٍ** جس کے یہ معنی ہیں کہ دور دور سے لوگ تیرے پاس آئیں گے یہاں تک کہ وہ سڑکیں ٹوٹ جائیں گی جن پر چالیں گے۔ اس زمانہ میں یہ پیشگوئی بھی پوری ہو گئی چنانچہ اب تک کئی لاکھ انسان قادیان میں آچکے ہیں اور اگر خطوط بھی اس کے ساتھ شامل کئے جائیں جن کی کثرت کی خبر بھی قبل از وقت گمنامی کی حالت میں دی گئی تھی تو شاید یہ اندازہ کہ دہ تک پہنچ جائیگا مگر ہم صرف مالی مدد اور بیعت کنندوں کی آمد پر کفایت کر کے ان نشانوں کو تخمیناً دس لاکھ نشان قرار دیتے ہیں۔ بے حیا انسان کی زبان کو قابو میں لانا تو کسی نبی کے لئے ممکن نہیں ہوا لیکن وہ لوگ جو حق کے طالب ہیں وہ سمجھ سکتے ہیں کہ ایسے گمنامی کے زمانہ میں جس کو قرینہ پائیں برس گذر گئے جبکہ میں کچھ بھی چیز نہ تھا اور کسی قسم کی شہرت نہ رکھتا تھا اور کسی بزرگ خاندان پر زادی سے نہ تھا تاہم جمع خلافت سہل ہوتا۔ اس قدر کھلے طور پر آئندہ زمانہ کے عروج اور ترقیات کی خبر دینا اور پھر ان چیزوں کا اسی طرح بعد زمانہ دراز وقوع میں آجانا کیا کسی انسان سے ہو سکتا ہے اور کیا ممکن ہے کہ کوئی کذاب اور مفتری ایسا کر سکے۔ میں یاد نہیں کر سکتا کہ جو شخص پہلے انصاف کی نظر سے اُس زمانہ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھے جبکہ برہین احمدیہ تابعیت کی گئی تھی اور ابھی شائع بھی نہیں ہوئی تھی اور ایک جوڈیشل تحقیقات کے طور پر خود موقع پر اگر دریافت کرے کہ اُس زمانہ میں میں کیا چیز تھا اور کس قدر غموں اور گمنامی کے زادیہ میں پڑا ہوا تھا

دور کیسے مجبور اور محذور کی طرح لوگوں کے تعلقات سے الگ تھا۔ اور پھر ان پیشگوئیوں کو جو
حال کے زمانہ میں پوری ہو گئیں خود سے دیکھے اور تہہ پر سے اُن پر نظر ڈالے تو اس کو ان پیشگوئیوں
کی سچائی پر ایسا یقین آجائیگا کہ گویا دن پڑھ جائیگا مگر نخل اور نعشب اور نفسانی کبر اور
رعوت کی حالت میں کسی کو کیا غرض جو اس قدر محنت اٹھائے بلکہ وہ تو تکذیب کی راہ کو
اختیار کرے گا جو بہت سہل کام ہے اور کوشش کرے گا جو کسی طرح ان نشانوں کے
قبول کرنے سے محروم رہے۔

نہ بخشد سود اعجاز سے تہیدستان قسمت را
نہ بیند روز روشن آنکہ گم کہ بصارت را
بہ دنیا دل چسے بندی چہ دانی وقت رحلت را
مخراز بہر روزے چند کے سکیں تو شقوت را
خدا را باش و از دل پیشہ نمود گیر طاعت را
نبا شد بیم از غیرے پرستاران حضرت را
محبت سے کشد با جذب دہانی محبت را
ہمیں افتاد آئین از ازل در گاہ عزت را
کہ تا مینے تو دہر مشکلم انوار نصرت را
کہ غفلت را نزلے مست و اجرست خدا را
کہ من بے خدمتے دیدم چہنیں نعمت حشمت را
گجا باشد خبر از ما گرفتارانِ نخوت را

بجز فضل خداوندی چہ در مانے منالوت را
اگر بر آصل عدا ہاتاب صد خورے تا بد
تو آے دانا ترس از آنکہ سنے او نخواہی رفت
مشواذ بہر دنیا سرکش فرمان احدیت را
اگر خواہی کہ یابی در مد عالم جاہ و دولت را
غلام در گمش باش و بعالم بادشاہی کن
تو از دل سوئے یار خود سیا تا نیز یار آید
خدا در نصرت آنکس بود کو ناصر دلین است
اگر باور نہ آید بخوال این واقعاتم را
ہر آن کو یا بد از در گاہ از خدمت ہے یا بد
من ماند کار خود حیرانم در از نش نمے دامن
نہال اند نہال اند نہال اند نہال اند نہال مستم

نڈائے حمت از دنگاہ باری بشنوم ہر دم
اگر در حلقہ اہل خدا داخل شوی یانے

اگر کرے کند لعنت چہ دنن آں ہرزہ لعنت را
نوشتم از رہ شفقت کہ ماموریم دعوت را

یہ پیشگوئیاں جو ابھی ہم لکھ چکے ہیں صرف برائین احمدیہ کے اُسی مقام میں مسطور نہیں ہیں بلکہ خدائے تعالیٰ نے تاکید کے طور پر اور اس اظہار کی غرض سے کہ یہ ارادہ آسمان پر قریب پانچکا ہے حاجا دوبارہ سہ بارہ برائین احمدیہ کے مختلف مقامات میں اُن کا ذکر کیا ہے۔ اور بعض اور پیشگوئیاں بھی بیان فرمائی ہیں جو ان سے الگ ہیں۔ چنانچہ ہم حق کے طالبوں کو پورے طور پر سیراب کرنے کے لئے وہ پیشگوئیاں بھی اس جگہ لکھ دیتے ہیں۔ اور یاد رہے کہ اس جگہ صرف اسی قدر معجزہ نہیں کہ وہ پیشگوئیاں باوجود اہل عناد کی سخت مخالفت کے ایک مدت کے بعد پوری ہو گئیں بلکہ ساتھ اس کے یہ بھی معجزہ ہے کہ جیسا کہ ابتداء میں یہ وحی الہی مجھے ہوئی تھی کہ جو اس رسالہ میں صبح ہو چکی ہے یعنی یہ کہ یا احمد! بارگاہ اظہ فیض جس کے معنی ہیں کہ اے احمد! خدا تیری عمر اور کام میں برکت دینگا۔ ایسا ہی خدائے مجھے موت سے محفوظ رکھا یہاں تک کہ وہ تمام پیشگوئیاں پوری کر کے دکھلا دیں اور باوجود ان تمام عوارض اور امراض کے جو مجھے لگے ہوئے ہیں جو دوزخ و جہنم کی طرح ایک پورے حصہ میں اور ایک نیچے کے بدن کے حصہ میں شامل ہیں جیسا کہ سچ موعود کیلئے اخبار صحیحہ میں یہ علامت قرار دی گئی ہے مگر پھر بھی خدائے تعالیٰ نے اپنے فضل سے جیسا کہ وعدہ کیا تھا میری عمر میں برکت دی۔ بڑی بڑی بیماریوں سے میں جان بڑھو گیا۔ اور کئی دشمن بھی منصوبے کرتے رہے کہ کسی طرح میں کسی بیچ میں پڑ کر اس دایر دنیا سے رخصت ہو جاؤں مگر وہ اپنے مکر میں ناکام رہے اور میرے خدا کا ہاتھ میرے ساتھ رہا اور اُس کی پاک وحی جس پر میں جیسا ہی ایمان لاتا ہوں جیسا کہ خدائے تعالیٰ کی تمام کتابوں پر مجھے ہر روز نسی دیتی رہی۔ سو یہ خدا کے نشان ہیں جن کے دیکھنے سے اُس کا چہرہ نظر آتا ہے۔ مہلک

جو ان پر غور کریں اور خدا کے ساتھ اڑنے سے ڈریں۔ اگر یہ کاروبار انسان کا ہوتا تو خود تباہ ہو جاتا اور اسکا یوں خاتمہ ہو جاتا جیسا کہ ایک کاغذ لپیٹ دیا جائے۔ پر یہ سب کچھ اس خدا کی طرف سے ہی جس نے آسمان بنائے اور زمین کو پیدا کیا۔ کیا انسان کو حق پہنچتا ہے کہ اس پر اعتراض کرے کہ تو نے ایسا کیوں کیا۔ اور ایسا کیوں نہ کیا۔ اور کیا وہ ایسا ہے کہ اپنے کاموں سے پوچھا جائے؟ کیا انسان کا علم اس کے علم سے بڑھ کر ہے؟ کیا وہ نہیں جانتا کہ نزلی سیرج کی مشکوئی کے کیا فئے تھے؟ اب ذیل میں وہ مشکوئیاں لکھی جاتی ہیں جو پہلی مشکوئیوں کی تاکید اور تائید کے لئے فرمائی گئی ہیں اور وہ یہ ہیں:-

بورکت یا احمد وکان ما بارک اللہ فیک حقاً فیک -
 شانک عجیب و اجمل قربیب - الارض و السماء معک کما هو معی - سبحان اللہ
 تبارک و تعالیٰ زاد مجدک ینقطع اباؤک و میدء منک - و ما کان اللہ
 لیترکک حتیٰ بمیز الخیث من الطیب - واللہ غالب علیٰ امرہ و لکن اکثر
 الناس لا یعلمون - اذا جاء نصر اللہ و الفتح و تممت کلمۃ ربک - هذا الذی
 کنتم بہ تستعجلون - اردت ان استخلف لک خلف ادم - دنی فتدنی
 فکان قاب قوسین اودائی - محیی الدین و یقیم الشریعة - دیکھو براہین احمدیہ
 صفحہ ۲۸۶ سے صفحہ ۲۹۶ تک - ترجمہ :- اے احمد! تجھے برکت دی گئی۔ اور یہ برکت
 تیرا ہی حق تھا۔ تیری شان عجیب ہے اور تیرا اجر قریب ہے یعنی وہ تمام وعدے جو کئے گئے
 وہ جلد پورے ہونگے۔ چنانچہ پورے ہو گئے۔ اور پھر فرماتا ہے کہ زمین اور آسمان تیرے ساتھ
 ہیں جیسا کہ وہ میرے ساتھ ہیں۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آئندہ بہت ہی قبولیت
 ظاہر ہوگی اور زمین کے لوگ رجوع کریں گے اور آسمانی فرشتے ساتھ ہونگے۔ جیسا کہ آجکل
 ظہور میں آیا۔ پھر فرماتا ہے۔ پاک ہے وہ خدا جو بہت برکتوں والا اور بہت بلند ہے اس
 نے تیری بندگی کو زیادہ کیا۔ تیرے باپ و اوسے کا ذکر منقطع ہو جائیگا اور اب سلسلہ تجھ سے
 شروع ہوگا اور دنیا میں تیری نسل پیلیے گی اور قوموں میں تیری شہرت ہو جائیگی۔ اور

خاندان کی عمارت کا پہلا پتھر تو ہوگا۔ خدا ایسا نہیں چاہے کہ تجھے چھوڑ دے جب تک پاک اولاد
 پلید میں فرق کر کے نہ دکھائے اور خدا اپنی ہر ایک بات پر غالب ہے مگر اکثر لوگ غلطی کا
 سے بے خبر ہیں۔ ان پیشگوئیوں میں بہت سی نسل کا وعدہ دیا جیسا کہ حضرت ابراہیم کو دیا تھا
 چنانچہ اس وعدہ کی بنا پر مجھے یہ چار بیٹے دیئے جو اب موجود ہیں۔ اور ان پیشگوئیوں کو کمرش
 تجھے نہیں چھوڑے گا جب تک کہ پاک اولاد پلید میں فرق نہ کر لوں۔ اس زمانہ میں ظاہر کر دیا۔
 چنانچہ تم دیکھتے ہو کہ باوجود تمہاری سخت مخالفت اور مخالفانہ دعاؤں کے اُس نے مجھے نہیں
 چھوڑا۔ اور ہر میدان میں وہ میرا حامی رہا۔ ہر ایک پتھر جو میرے پر چلایا گیا اُس نے اپنے ہاتھوں
 پر لیا۔ ہر ایک تیر جو مجھے مارا گیا اُس نے وہی تیر دشمنوں کی طرف لوٹا دیا۔ میں بے کس تھا
 اُس نے مجھے پناہ دی۔ میں اکیلا تھا اُس نے مجھے اپنے دامن میں لے لیا۔ میں کچھ بھی چیز نہ تھا
 مجھے اُس نے عزت کے ساتھ شہرت دی اور لاکھوں انسانوں کو میرا ارادت مند کر دیا پھر وہ
 اس مقدس حق میں فرماتا ہے کہ جب میری مدد تمہیں پہنچے گی اور میرے منہ کی باتیں پوری ہو جائیں گی
 یعنی خلق اللہ کا رجوع ہو جائیگا اور مالی نصرتیں ظہور میں آئیں گی تب منکروں کو کہا جائیگا کہ دیکھو
 کیا وہ باتیں پوری نہیں ہو گئیں جن کے بارے میں تم جلدی کرتے تھے۔ چنانچہ آج وہ سب
 باتیں پوری ہو گئیں۔ اس بات کے بیان کرنے کی حاجت نہیں کہ خدا نے اپنے عہد کو یاد کر کے
 وکھوں انسانوں کو میری طرف رجوع دے دیا اور وہ مالی نصرتیں کیں جو کسی خواب و خیال
 میں نہ تھیں۔ پس اے مخالفو! خدا تم پر رحم کرے اور تمہاری آنکھیں کھولے۔ ذرا سوچو کہ
 کیا یہ انسانی کمر ہو سکتے ہیں۔ یہ وعدے تو براہین احمدیہ کی تصدیق کے زمانہ میں کئے گئے تھے
 جبکہ قوم کے سامنے ان کا ذکر کرنا بھی ہنسی کے لائق تھا اور میری حیثیت کا اس قدر بھی ذوق
 نہ تھا جیسا کہ رائی کے دانے کا وزن ہوتا ہے۔ تم میں سے کون ہے کہ جو مجھے اس بیان میں
 ملزم کر سکتا ہے۔ تم میں سے کون ہے کہ یہ ثابت کر سکتا ہے کہ اُس وقت بھی ان ہزار ہا لوگوں
 میں سے کوئی میری طرف رجوع رکھتا تھا۔ میں تو براہین احمدیہ کے چھپنے کے وقت ایسا گناہ

شخص تھا کہ امیر میں ایک پادری کے مطبع میں جس کا نام رجب علی تھا میری کتاب براہین احمدیہ چھپتی تھی اور میں اُس کے پردہ دیکھنے کیلئے اور کتاب کے چھپوانے کیلئے اکیلا امیر سر جاتا اور اکیلا واپس آتا تھا اور کوئی مجھے آتے جاتے نہ پوچھتا کہ تو کون ہے اور نہ مجھ سے کسی کو تعارف تھا اور نہ میں کوئی حیثیت قابلِ تعظیم رکھتا تھا۔ میری اس حالت کے قادیان کے آئیہ بھی گواہ ہیں جن میں ایک شخص شریعت نام اب تک قادیان میں موجود ہے جو بعض دفعہ میرے ساتھ امیر سر میں پادری رجب علی کے پاس مطبع میں گیا تھا جس کے مطبع میں میری کتاب براہین احمدیہ چھپتی تھی اور تمام یہ پیشگوئیاں اُس کا کتاب لکھتا تھا۔ اور وہ پادری خود حیرانی سے پیشگوئوں کو پڑھ کر باتیں کرتا تھا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک ایسے معمولی انسان کی طرف ایک دنیا کا رجوع ہو جائیگا پر چونکہ وہ باتیں خدا کی طرف سے تھیں میری نہیں تھیں اس لئے وہ اپنے وقت میں پوری ہونکیں اور پوری ہو رہی ہیں۔ ایک وقت میں انسانی آنکھ نے اُن سے تعجب کیا۔ اور دوسرے وقت میں دیکھ بھی لیا۔ پھر بقیہ ترجمہ یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے ارادہ کیا کہ دنیا میں اپنا ایک خلیفہ قائم کر دوں۔ سو میں اُس آدم کو پیدا کیا۔ جس وحی الہی میں میرا نام آدم رکھا گیا۔ کیونکہ انسانی نسل کے خواب ہو جانے کے زمانہ میں میں پیدا کیا گیا گویا ایسے زمانہ میں جبکہ زمین انسانوں سے خالی تھی۔ اور جیسا کہ آدم توام پیدا کیا گیا میں بھی توام ہی پیدا ہوا تھا۔ اور میرے ساتھ ایک لڑکی تھی جو مجھ سے پہلے پیدا ہوئی اور میں بعد میں یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ اب میرے پر کامل انسانیت کے سلسلہ کا خاتمہ ہے اور نیز میرا نام آدم رکھنے میں نور بھی ایک اشارہ تھا جو اس دوسرے الہام میں یعنی اُس وحی میں جو قرآنی عبارت میں مجھ کو ہوئی۔ اُس کی تفصیل یہ ہے اور وہ وحی یہ ہے۔ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَہٗ۔ قَالَا اَتَجْعَلْ فِیْہَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْہَا۔ قَالَ اِنِّیْ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔ یعنی میری نسبت خدائے میرے ہی ذلیل سے براہین احمدیہ میں غیر دی کہ میں آدم کے ننگ پر ایک خلیفہ پیدا کرتا ہوں۔ تب اس خبر کو سن کر بعض مخالفوں نے

میرے حالات کو کچھ اپنے عقائد کے برخلاف پا کر اپنے دلوں میں کہا کہ یا الہی کیا تو ایسے انسان کو اپنا خلیفہ بنائے گا کہ جو ایک مفسد آدمی ہے جو ناحق قوم میں بھوٹ ڈالتا ہے اور علماء کے سلمات سے باہر جاتا ہے۔ تب خدا نے جواب دیا کہ جو مجھے معلوم ہے وہ تمہیں معلوم نہیں۔ یہ خدا کا کلام ہے کہ جو مجھ پر نازل ہوا اور درحقیقت میرے اور میرے خدا کے درمیان ایسے باریک راز ہیں جن کو دنیا نہیں جانتی اور مجھے خدا سے ایک نہائی تعلق ہے جو قابل بیان نہیں۔ اور اس زمانہ کے لوگ اس سے بے خبر ہیں پس یہی معنی ہیں اس وحی الہی کے کہ قال لی اعلم ما لا تعلمون۔ پھر تفسیر ترجمہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ شخص مجھ سے نزدیک ہوا۔ اور میرا قرب کامل اس نے پایا۔ اور پھر بعد اس کے مصلحتی خلقت کے لئے انکی طرف توجہ ہوا اور مجھ میں اور مخلوق میں ایک واسطہ ہو گیا جیسا کہ دو قوسوں میں درج ہو۔ اور اس لئے کہ وہ اس درمیانی مقام پر ہے وہ دین کو از سر نو زندہ کرے گا اور شریعت کو قائم کرے گا۔ یعنی بعض غلطیاں جو مسلمانوں میں رائج ہو گئی ہیں اور ناحق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ان غلطیوں کو منسوب کیا جاتا ہے۔ ان سب غلطیوں کو ایک منظم کے منصب پر ہو کر دُور کر دے گا۔ اور شریعت کو جیسا کہ ابتدا میں سیدھی تھی سیدھی کر کے دکھا دے گا۔

پھر انہی پیشگوئیوں کے بارے میں برائے احمدیہ میں اور بھی ایسا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ نصرت و قالوا لات حین مناص۔ امر یقولون نحن جمیع منتصرون۔ سیہزم الجمع ویولون الدبر۔ وان یروا آیتہ یعرضوا ویقولوا سحر مستحی۔ قل ان کنتم تمحبون اللہ فاتبعونی یحبکم اللہ۔ واعلموا ان اللہ یحب الابرار بعد موتہا۔ ومن کان للہ کان اللہ لہ۔ قل ان افویتہ فعلی اجر ام شدید۔ یا احمدی انت مرادی ومعنی غرمت کرامتک بیدی۔ اکان للناس عجباً۔ قل هو اللہ عجیب لا یُسئل

عَمَّا يَفْعَل وَهُمْ يَسْكُلُونَ - وقالوا انى لك هذا ان هذا الا اختلاق - قل
الله ثم ذرهم في خوضهم يلحبون - ولا تخابني في الذين ظلموا انهم
مغرقون - يظن ربك عليك وينيثاك ويرحمك - وان لم يعصمك الناس
يعصمك الله من عذاب - يعصمك الله من عذاب - وان لم يعصمك الناس
واذ يعصمك الذي كفر - اوقد لي يا هامان - تبت يداه الى لهب وثبت
ما كان له ان يدخل فيها الا خائفًا وما اصابك نعم الله - الفتنة
لهنا فاصبر كما صبر اولوا العزم - الا انها فتنة من الله ليحبب حبنا
جنتًا عطاء غير مجد وذ - شاتان تذبحان - وكل من عليها فان - عسى
ان تكرهوا شيئا وهو خير لكم والله يعلم وانتم لا تعلمون - دیکھو معجزہ ۴۹
سے ۵۵ تک برائین احمدیہ جلد چہارم - ترجمہ: تجھے مدد دی جائے گی اور نصرت الہی تیرے
شامل ہوگی - اور ایسی نصرت ہوگی کہ حقیقت راستی کھل جائیگی تب مخالف لوگ کہیں گے
کہ اب گریز کی جگہ نہیں - وہ کہیں گے کہ ہم ایک بھاری جماعت ہیں جو انتقام لے سکتے ہیں
پر عنقریب بھاگ جائیں گے اور منہ پھیر لیں گے - خدا کے نشان کو دیکھ کر کہیں گے کہ یہ کہہ رہے جو
بہت پختہ ہے - قرآن کو کہہ دے کہ اگر خدائے تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو آؤ میری پیروی

یہ لفظ کفر اور کفروں کی طرف سے ہے کیونکہ کافر کہنے والا بہر حال منکر بھی ہوگا - اور جو شخص
اس دعوے سے منکر ہے وہ بہر حال کافر نہیں رہے گا - اور ہامان کا لفظ ہیمان کے لفظ کی طرف
اشارہ کرتا ہے اور ہیمان اس کو کہتے ہیں جو کسی مددی میں ایسا لالچ کران بھرے - منہ
یہ آیت یعنی وان یروا آیتہ یحزنوا ویقولوا سمعنا مستحکم قرآن شریف کے اس مقام کی ہے
جہاں معجزہ شوق القمر کا ذکر ہے - پس یہی آیت کو اس موقع پر ذکر کرنا اس بات کی طرف اشارہ
تھا کہ اس جگہ بھی کوئی قمری نشان ظاہر ہوگا - پس وہ نشان عجیب طور کا ضوت قمر
تھا جو رمضان کے مہینہ میں ظہور میں آیا - بعض علماء کہتے ہیں کہ معجزہ شوق القمر بھی
ایک قسم کا ضوت ہی تھا - منہ

کہو تا خدا بھی تم سے محبت رکھے اور یقیناً سمجھو کہ خدا اس زمین کو یعنی اس زمین کے رہنے والوں کو جو مر چکے ہیں پھر زندہ کرے گا۔ یعنی بہت سے لوگ ہدایت پائیں گے اور ایک روحانی انقلاب پیدا ہوگا اور بہت سے لوگ اس سلسلہ میں داخل ہونگے۔ اور جو خدا کا ہو خدا اس کے لئے ہو جاتا ہے۔ میں کو کہہ دے کہ اگر میں نے خدا پر انفر لکھ دیا ہے تو میں نے ایک سخت گناہ کا ارتکاب کیا ہے جس کی سزا مجھے ملے گی۔ یعنی مغتری اسی دنیا میں سزا پاتا ہے اور سرسبز نہیں ہوتا اور اس کا تمام ساختہ پر واختہ آخر مگر جاتا ہے مگر صادق کا میاب ہو جاتا، اور صدق کی جڑ پامالی میں ہے۔ پھر فرمایا کہ اے میرے احمد! تو میری مراد ہے اور میرے ساتھ ہے۔ میں نے تیری بزرگی کا درخت اپنے ہاتھ سے لگایا۔ یعنی تو صادق ہے اور میری طرف سے اس لئے میں تجھے لوگوں میں بہت وجاہت اور بزرگی بخشوں گا اور یہ کام خاص میرے ہاتھ سے ہوگا۔ نہ کسی اور کے ہاتھ سے۔ لہذا اس کام کو کوئی بھی زائل نہیں کر سکیگا۔ یہ ائمہ زمانہ کے لئے ایک پیشگوئی تھی جو اب پوری ہو گئی۔ اور پھر فرماتا ہے کہ کیا لوگوں کو اس بات سے تعجب ہے اور خیال کرتے ہیں کہ ایسا کیونکر ہوگا تو تو ان کو جواب دے کہ عجائب دکھانا خدا کا کام ہے وہ اپنے کاموں سے پوچھا نہیں جاتا اور لوگ پوچھے جاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ مرتبہ مجھے کیونکر ملے گا۔ یہ تو تیری اپنی بناوٹ معلوم ہوتی ہے۔ کہہ نہیں یہ وعدے خدا کی طرف سے ہیں۔ اور پھر میں کو اُنکے لہو و لہب میں چھوڑ دے۔ یعنی جو بدگلی کر رہے ہیں کرتے رہیں۔ آخر دیکھ لیں گے کہ یہ خدا کی باتیں ہیں یا انسان کی۔ اور جو لوگ ظالم ہیں اور اپنے ظلم کو نہیں چھوڑتے۔ ان کے بارے میں مجھ سے ہمکلام مت ہو کہ میں ان کو غرق کر دوں گا۔ یہ ایک نہایت خوفناک پیشگوئی ہے جو غرق کرنے کا وعدہ دیا گیا ہے۔ نہ معلوم کس طور سے غرق کیا جائیگا۔ آیا نوح کی قوم کی طرح یا لوط کی قوم کی طرح جو شدید زلزلہ سے زمین میں غرق کئے گئے تھے۔ پھر خداتعالیٰ فرماتا ہے کہ تیرے پر تیرا رب اپنا سایہ ڈالے گا اور تیری فریاد سنیں گا اور تیرے پر رحم کرے گا اور اگرچہ لوگ تجھے بچانا نہ چاہیں مگر خدا تجھے بچائے گا۔ خدا تجھے ضرور بچائیگا اگرچہ لوگ پسندانے

کا ارادہ کریں۔ یہ پیشگوئی تین مقدمات کی نسبت ہے جو ڈاکٹر مارٹن کلارک اور کرم دین وغیرہ کی طرف سے بصیغہ فوجداری میرے پر ہوئے تھے اور لیکچر ام کے قتل ہونے کے وقت بھی میرے پھنسانے کے لئے کوشش کی گئی تھی اور ان مقدمات میں ارادہ کیا گیا تھا کہ مجھے پھانسی دی جائے یا قید میں ڈالا جائے۔ سو خدا نے قتلی اس پیشگوئی میں فرما دیا ہے کہ میں انکو ان کے ارادوں میں نامراد رکھوں گا اور ان کے حملوں سے میں تجھے ضرور بچاؤں گا۔ چنانچہ چوبیس برس کے بعد وہ سب پیشگوئیاں پوری ہو گئیں۔ اور پھر فرماتا ہے کہ اس مکر کرنے والے کے مکر کو یاد کر جو تجھے کافر ٹھہرائے گا اور تیرے دعوے سے منکر ہو گا وہ ایک اپنے رفیق سے استفادہ پر فتویٰ لیگا تا عوام کو اس سے افروختہ کرے۔ ہلاک ہو گئے دونوں ہاتھ ابی اہلب کے ہیں وہ فتویٰ لکھا تھا۔ لیکن میں اگرچہ ایک ہاتھ کا کام ہے مگر دوسرا بھی اُس کی مدد دیتا ہے اور ہلاک ہونے سے یہ مراد ہے کہ وہ اپنے استفادہ کی غرض سے نامراد رہیگا۔ اور پھر فرماتا ہے کہ وہ بھی ہلاک ہو گیا یعنی اُس نے گناہ شدید کا ارتکاب کیا جو دراصل ہلاکت ہے اس لئے دنیا کی طرف اُس کا رخ کر دیا گیا اور حلاوت ایمان اُس سے جاتی رہی۔ اُس کو خدا صائب نہ تھا کہ اس معاملہ میں دخل دیتا مگر ڈرتے ڈرتے یعنی اگر کچھ شک تھا تو پوشیدہ طور پر رفع کرتا اور ادب سے رفع کرتا نہ یہ کہ دشمن بن کر میدان میں نکلتا۔ اور پھر فرمایا کہ جو تجھے تکلیف پہنچے گی وہ خدا کی طرف سے ہے۔ یعنی اگر خدا نہ چاہتا تو یہ قندہ بربا کرنا اسکی مجال نہ تھا اور پھر فرمایا کہ اُس وقت دنیا میں بڑا شور اُٹھے گا اور بڑا فتنہ ہو گا۔ پس تجھ کو چاہیے کہ صبر کرے جیسا کہ اولوالعزم پیغمبر صبر کرتے رہے۔ مگر یاد رکھ کہ یہ قندہ اُس شخص کی طرف سے نہیں ہو گا بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہو گا تاکہ وہ تجھ سے زیادہ پیاد کرے۔ اور یہ پیاد

۶۶

چہ اس جگہ ابی اہلب کے معنی ہیں۔ آگ بھڑکنے کا باب یعنی اس ملک میں جو تکفیر کی آگ بھڑکے گی

در اصل باب اس کا وہ ہو گا جس نے یہ استفادہ لکھا۔ منہج -

خدا کی طرف سے وہ نعمت ہے کہ جو پھر تجھ سے چھینی نہیں جائیگی۔ اور پھر ایک اور پیشگوئی کر کے فرمایا کہ دو بکریاں ذبح کی جائیں گی۔ یعنی میاں عبد الرحمن اور مولوی عبد اللطیف جو کابل میں سنگسار کئے گئے۔ اور ہر ایک جو زمین پر ہے آخر مرینگا پر ان دونوں کا ذبح کیا جانا آخر تمہارے لئے بہتری کا پھل لائے گا۔ اور ان واقعات شہادت کے مصالح جو خدا کو معلوم ہیں وہ تمہیں معلوم نہیں۔ یعنی خدا جانتا ہے کہ بن موقوف اس ملک کابل میں کیا کیا بہتری پیدا ہوگی۔ اس سے پہلی پیشگوئی اُس استغناء کے بارے میں ہے جو مولوی محمد حسین کے ہاتھ سے اور مولوی نذیر حسین کے فتویٰ دیکھنے سے ظہور میں آیا جس سے ایک دنیا میں شور اٹھا اور سب نے ہمارا تعلق چھوڑ دیا۔ اور کافر اور بے ایمان اور دجال کہنا موجب ثواب سمجھا۔ اُس کے ساتھ جو یہ وعدہ ہے کہ خدا اس کے بعد بہت پیار کرے گا یہ وجہ خلق کی طرف اشارہ ہے کیونکہ خدا کا پیار مخلوق کے پیار کو چاہتا ہے اور خدا کی رضا مندی تقاضا کرتی ہے کہ دنیا کے سعید لوگ بھی راضی ہو جائیں۔ اور مؤخر الذکر پیشگوئی میں جو دو بکریوں کے ذبح کئے جانے کا ذکر ہے یہ اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو سرزمین کابل میں ظہور میں آیا۔ یعنی ہماری جماعت میں سے ایک شخص عبد الرحمن نام جو جوان صالح تھا۔ اور دوسرے مولوی عبد اللطیف صاحب جو نہایت بزرگوار آدمی تھے امیر کابل کے حکم سے سنگسار کئے گئے محض اس الزام سے کہ کیوں وہ دونوں ہماری جماعت میں داخل ہو گئے اور اس واقعہ کو قریباً دو برس گزر چکے ہیں۔ اب یہ مقام انصاف کی آنکھ سے دیکھنے کا ہے کہ کیونکر

یہ واقعہ شہادتِ انور مولوی عبد اللطیف صاحب مرحوم اور شیخ عبد الرحمن صاحب مرحوم ایک ایسا دُعا رازی اس واقعہ تھا کہ جب تک واقعہ میں نہ آگیا ہمارے ذہن کا اس طرف التفات نہ ہوا کہ مد اہل دینی الہی کے یہ معنی ہیں کہ وہ ہمارے صادق مرید سچ سچ ذبح کئے جائیں گے بلکہ اس حالت کو مستبعد سمجھ کر معصیتِ اجتہاد کے طور پر تاویل کی طرف میلان ہوتا رہا۔ اور تاویل مصداق

ممکن ہے کہ ایسے غیب کی باتیں جو نہاں در نہاں تھیں اُس شخص کی طرف منسوب ہو سکیں جو مفتری ہو۔ حالانکہ خدائے تعالیٰ اپنے کلام عزیز میں فرماتا ہے کہ ہر ایک مومن پر غیب کا مل کے امور ظاہر نہیں کئے جاتے بلکہ محض اُن بندوں پر جو اصطفا اور اعتبار کا مرتبہ رکھتے ہیں ظاہر ہوتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ ایک جگہ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ لایظہر علیٰ غیبہ احدًا الا من ارتضیٰ من رسلنا۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے غیب پر کسی کو غالب ہونے نہیں دیتا مگر اُن لوگوں کو جو اُس کے رسولِ لد اس کی درگاہ کے پسندیدہ ہوں۔

افسوس کا مقام ہے کہ بعض نادان مولوی اور عالم کہلا کر بعض وعید کی پیشگوئیوں کی نسبت جن میں سے بعض پوری ہو گئیں اور بعض پوری ہونے کو یں اعتراض پیش کرتے ہیں اور نہیں جانتے کہ خدائے تعالیٰ اپنے وعید کی نسبت اختیار رکھتا ہے چاہے اُس کو پورا کرے یا ملتوی کر دے۔ یہی تمام نبیوں کا مذہب ہے اور اسی پر ردِّ بلا کا سلسلہ قائم کیا گیا ہے۔ کیونکہ ایک بلا جو خدا تعالیٰ نے کسی کی نسبت ارادہ کیا ہے خواہ وہ اُس بلا کو کسی نبی پر ظاہر کر کے پیشگوئی کے رنگ میں ظاہر فرما دے اور خواہ پوشیدہ رکھے وہ بہر حال بلا ہی ہے پس اگر وہ کسی طرح رد نہیں ہو سکتی تو پھر حدقہ اور خیرات اور دعا کی کیوں ترغیب دی ہے۔

خیال میں آگئے رہے کیونکہ انسان کا اپنا علم اور اپنا اجتہاد غلطی سے خالی نہیں۔ لیکن جب یہ دونوں واقعات بعینہ نمود میں آ گئے۔ اور دو بزرگ اس جماعت کے بڑی بے رحمی سے کال میں شہید کئے گئے تو حق الیقین کی طرح وحی الہی کے معنی معلوم ہو گئے اور جب اس وحی کی تمام عبادت کو نظر اٹھا کر دیکھا تو آنکھ کھل گئی اور عجیب ذوق پیدا ہوا اور معلوم ہوا کہ جہاں تک تصریح ممکن ہے خدا نے تصریح سے اس پیشگوئی کو بیان کر دیا ہے اور ایسے الفاظ اختیار کئے ہیں اور ایسے فقرات بیان فرمائے ہیں کہ وہ دوسرے پر صادق آ ہی نہیں سکتے۔ سبحان اللہ! اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کیسے اُس نے ابن پوشیدہ باتوں کو ایک زمانہ دراز پہلے براہین احمدیہ میں تصریح بیان کر دیا۔ منہاج

پھر بعد اس کے اور پیشگوئیاں ہیں جو ان پیشگوئیوں کی مؤید ہیں جن کو ہم ذیل میں لکھتے ہیں
 اور وہ یہ ہیں :- **وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا** ایس اللہ بکاف عبدہ - **الْم تَعْلَمُونَ** اللہ
 علیٰ کل شیءٍ قَدِیر - **وَأَنْ تَقْعَدُوا** **وَلَا تَهْزُوا** - **أَهَذَا الَّذِي بَعَثَ اللَّهُ** - **قُلْ إِنَّمَا**
أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یوحٰی اِلٰی اِنَّمَا اِلٰهُکُمُ اللّٰهُ وَاحِدٌ وَالْحَیْرُ کُلُّهُ فِی الْقُرْآن - **قُلْ**
إِنْ هَدَى اللَّهُ فَمَا لَهْدَى - **سَرَّیْتُ** اِنِّیْ مَغْلُوبٌ فَانْتَصِر - **اِیْلٰی اِیْلٰی** لَمَّا سَبَقْتَنِیْ -
یَا عِبَادَ الْقَادِرِ اِلٰی مَعْلَمِ غَرَسَتْ اِلٰی بَیْدَیْ رَحْمَتِیْ وَقَدَّرْتِیْ - **وَنَجَّیْتَکَ مِنْ**
الْغَمِّ وَغَتَّنَاکَ فِتْنَتَنَا - **اَنَا بَدَّلْتُکَ الْاِلَازِمَ** - **اَنَا مُجِیْبُکَ** نَفِخْتُ فِیْکَ مِنْ
لِّدْنِیْ رُوحَ الصَّدَقِ - **وَالْحَقِیْتُ** عَلَیْکَ مَحَبَّةً مَّتَّی وَلَتَصْنَعْ عَلَیَّ عِیْنِیْ -
 کَذِبِ اَعْرَیْ شَطَاکَ فَاسْتَغْلَظْ فَاسْتَوِیْ عَلَیَّ سَوْدِیْ - **اَنَا فَخْتَمْنَاکَ فِتْمَانِیْنَا**
 لَیْنُفْرِیْکَ اللّٰهُ مَا تَقْدَامُ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَأْتُر - **وَلِیْکُمْ بَرَاءِیْنِ** **اَحْمَدِیَّ** صفحہ ۵۱۱ سے
 ۵۱۵ تک - **تَرْجَمَہ** مع شروح - اور تم سُست مت ہو لو غم مت کرو - کیا خدا اپنے بندے
 کیلئے کافی نہیں - یعنی اگر تمام لوگ دشمن ہو جائیں تو خدا اپنی طرف سے نصرت کرے گا - اور پھر
 فرمایا کہ کیا تو جانتا نہیں کہ خدا ہر ایک چیز پر قادر ہے اس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں -
 پس وہ قادر ہے کہ ایک تنہا گنہگار کو اس قدر ترقی دے کہ لاکھوں انسان اس کے محب اور
 اوراتمند ہو جائیں - یہ وہ پیشگوئی ہے جو پچیس برس کے بعد اس زمانہ میں پوری ہوئی - اور پھر
 فرمایا کہ بن لوگوں نے تجھے ایک ہنسی کی جگہ سمجھ رکھا ہے - وہ طنز لکھتے ہیں کہ کیا یہی وہ شخص
 ہے جس کو خدا نے ہم میں دعوت کیلئے کھڑا کیا انکو کہہ دے کہ میں تو تہلادی طرح صرف ایک بشر
 ہوں مجھے یہ وحی ہوتی ہے کہ تمہارا خدا ایک خطبے اور ہر ایک نیکی اور بھلائی قرآن میں ہے
 انکو کہہ دے کہ تمہارے خیالات کیا چیز ہیں - ہدایت دہی ہے جو خدا نے تعالیٰ پروردگار سے آپ
 دیتا ہے ورنہ انسان اپنے غلط اجتہادات سے کتاب اللہ کے معنی بگاڑ دیتا ہے اور کچھ کچھ سمجھ
 لیتا ہے - وہ خدا ہی ہے جو غلطی نہیں کھاتا - لہذا ہدایت اسی کی ہدایت ہے - انسانوں کے

اپنے خیالی سنے بھروسے کے لائق نہیں ہیں اور پھر فرمایا کہ یہ دعا کر کہ اے خدا میں مغلوب ہوں وہ بہت پس اور قس ایک ہوں وہ ایک گروہ ہے تو میری طرف سے مقابلہ کے لئے آپ کھڑا ہو جا۔ اے میرے خدا! اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ یہ آئندہ زمانہ کی ابتلاؤں کی نسبت ایک پیشگوئی ہے کہ ایک ایسا زمانہ آئے گا جو مخالفت کا بہت شور اٹھے گا۔ اور وہ گمنامی اور تنہائی کا زمانہ ہو گا اور مخالفت پر ایک مخلوق تل جاسیگی اور ظاہری تر زلزلہ دیکھ کر بشر کے مستقبل سے خیال آئے گا کہ خدا نے اپنی نصرت کو چھوڑ دیا۔ پس خدائے تعالیٰ اس آئندہ زمانہ کو یاد دلاتا ہے کہ اوقات خدا دعاؤں کو قبول کرے گا اور وہ حالت نہیں رہے گی۔ اور دلوں کو اس طرف رجوع پیدا ہو جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور بہت فتنہ کے بعد جو کافر ٹھہرانے کے فتویٰ سے اٹھا تھا انہوں نے اس طرف متوجہ ہو گئے۔ پھر فرماتا ہے کہ اے عبدالقادر! میں تیرے ساتھ ہوں۔ میں نے تیرے لئے اپنی رحمت اور قدرت کا درخت لگایا اور میں تجھ کو ہر ایک غم سے نجات دے گا۔ مگر اس سے پہلے کئی فتنے تیری راہ میں برپا کر دینگا تا تجھے خوب جانچا جائے اور تافتنوں کے وقتوں میں تیری استقامت ظاہر ہو۔ میں تیرا لازمی چاہہ ہوں۔ اور میں تیرے دردوں کا علاج ہوں اور میں ہی ہوں جس نے تجھے زندہ کیا۔ میں نے اپنی طرف سے تجھ میں صدق کی روح پھونک دی۔ اور اپنی طرف سے میں نے تجھ پر رحمت ڈال دی یعنی تجھ میں ایک ایسی خاصیت رکھ دی کہ ہر ایک جو مجید ہو گا وہ تجھ سے محبت کرے گا اور تیری طرف کھینچا جائے گا۔ میں نے ایسا کیا تاکہ تو میری آنکھوں کے سامنے پرورش پاوے اور میرے روبرو تیرا نشوونما ہو۔ تو اس بیج کی طرح ہے جو زمین میں بویا گیا۔ اور وہ ایک چھوٹا سا دانہ تھا جو خاک میں پوشیدہ تھا۔ پھر اس کا سبزہ نکلا اور بعد بروز وہ بڑھتا گیا یہاں تک کہ وہ بہت موٹا ہو گیا اور اس کی ٹہنیوں میں گٹھیاں لگیں اور وہ ایک پورا درخت ہو کر تنہا اس کا اپنے پاؤں پر کھڑا ہو گیا۔ یہ آئندہ زمانہ کی ترقی کے لئے ایک پیشگوئی ہے اور اس میں بتلایا ہے کہ اس وقت تو تو

ایک دانہ کی طرح ہے جو زمین میں بویا گیا اور خاک میں چھپ گیا۔ لیکن آئندہ یہ مقدّر ہے کہ اس دانہ کا سبزہ نکلے اور وہ بڑھتا جائے گا یہاں تک کہ ایک بڑا درخت بن جائیگا اور موٹا ہو جائیگا۔ اور اپنے پاؤں پر قائم ہو جائیگا جس کو کوئی آندھی نقصان پہنچا نہیں سکے گی یہ پیشگوئی اس زمانہ سے پیش میں پہلے دنیا میں شائع ہو چکی ہے۔ اور پھر فرمایا کہ خدا تجھے ایک بڑی اور کھلی کھلی فتح دے گا تاکہ وہ تیرے پہلے گناہ بخشے اور پچھلے گناہ بھی۔ جبکہ اس جہاں کی مطلق ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ فتح کو گناہ کے بخشنے سے کیا تعلق ہے۔ بظاہر ان دونوں فقروں کو آپس میں کچھ جوڑ نہیں۔ لیکن درحقیقت ان دونوں فقروں کا باہم نہایت درجہ کا تعلق ہے پس تشبیح اس دجی الہی کی یہ ہے کہ اس آندھی دنیا میں جس قدر خدا کے ماموروں اور نبیوں اور رسولوں کی نسبت نکتہ چینیایا ہوتی ہیں اور جس قدر ان کی شان اور اعمال کی نسبت اعتراض ہوتے ہیں اور بدگمانیاں ہوتی ہیں اور طرح طرح کی باتیں کی جاتی ہیں وہ دنیا میں کسی کی نسبت نہیں ہوتیں اور خدا نے ایسا ہی ارادہ کیا ہے تا ان کو بد بخت لوگوں کی نظر سے مخفی رکھے اور وہ ان کی نظر میں جائے اعتراض ٹھہر جائیں کیونکہ وہ ایک دولت عظمیٰ ہیں اور دولت عظمیٰ کو نا اہلوں سے پوشیدہ رکھنا بہتر ہے۔ اسی وجہ سے خدا نے تعالیٰ ان کو جو شقی ازلی ہیں اس برگزیدہ گروہ کی نسبت طرح طرح کے شبہات میں ڈال دیتا ہے تا وہ دولت قبول سے محروم رہ جائیں۔ یہ سنت اللہ ان لوگوں کی نسبت ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے امام اور رسول اور نبی ہو کر آتے ہیں یہی وجہ ہے کہ جس قدر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت دشمنان حق نے طرح طرح کے اعتراض تراشے ہیں اور طرح طرح کی عیب جوئی کی ہے وہ باتیں کسی معمولی صلح کی نسبت ہرگز تراشی نہیں گئیں۔ کوئی تہمت ہے جو ان پر نہیں لگائی گئی اور کوئی نکتہ چینی ہے جو ان پر نہیں کی گئی۔ پس چونکہ تمام تہمتوں کا معقولی طور پر جواب دینا ایک نظری امر تھا۔ اور نظری امور کا فیصلہ شکل ہوتا ہے اور تا ایک طبع لوگ اس سے تسلی نہیں پکڑتے اس لئے خدا نے تعالیٰ نے نظری راہ کو اختیار نہیں کیا اور نشانوں کی راہ اختیار کی

اور اپنے غیروں کی برصت کے لئے اپنے تائیدی نشانوں اور عظیم الشان نصرات کو کافی سمجھا۔
 کیونکہ ہر ایک غیبی اور ہلید بھی آسانی سمجھ سکتا ہے کہ اگر وہ نفوذ باللہ ایسے ہی نفسانی آدمی
 اور مغتری اور ناپاک طبع ہوتے تو ممکن نہ تھا کہ ان کی نصرت کے لئے ایسے بڑے بڑے نشان
 دکھلائے جاتے۔ موصدا تعالیٰ نے اپنی سنت قدیمہ کے موافق حصص سابقہ برائین احمدیہ میں
 میری نسبت بھی یہی وحی کی جو اوپر ذکر ہو چکی ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ خدا الہی بڑی فتوحات
 اور عظیم الشان نشان تیری تائید میں دکھلائے گا تا وہ اعتراض جو دنیا کے اندھے لوگوں نے
 پہلے حصہ زندگی کی نسبت یا غیر حصہ زندگی کی نسبت کئے ہیں من سب کا جواب پیدا
 ہو جائے۔ کیونکہ عالم سراسر کی شہادت سے بڑھ کر اور کوئی شہادت نہیں۔ اور ذنب
 کا لفظ اس اعتبار سے بولا گیا ہے کہ معترض اور نکتہ چین جو حملہ کرتے ہیں وہ اپنے دلوں میں
 مرسلین کی نسبت ان نکتہ چینوں کو ایک ذنب قرار دیکر حملہ کرتے ہیں۔ پس اس کے یہ معنی پچھتے
 کہ جو ذنب تیری طرف منسوب کیا گیا ہے نہ یہ کہ حقیقت میں کوئی ذنب ہے اور خود یہ
 لب سے دود ہے کہ انسان اس وحی الہی کے یہ معنی کرے کہ حقیقت کوئی ذنب جس کو
 خدا تعالیٰ نے بخش دیا۔ بلکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ جو کچھ ذنب کے نام پر ان کی طرف

۴۱

خدا نے مجھ پر ظاہر فرمایا ہے کہ اتنی حصہ زندگی کا یہی ہے جواب گذر رہا ہے جیسا کہ عربی میں وحی الہی
 یہ ہے: قَوَّبَ آيَاتِ الْمَقْلَدِ وَلَا يُنْقِضُ لَكَ مِنَ الْغُيُوتِ ذِكْرًا۔ یعنی تیری اہل حق
 اب قریب ہے اور ہم تیری نسبت ایک بات بھی ایسی بات نہیں چھوڑیں گے جو موجب
 رسوائی اور ظن لشیع ہو۔ اسی ظہر اس نے مجھے توفیق دی کہ پنجم حصہ برائین احمدیہ
 شائع کیا جائے۔

اور یہی خدا تعالیٰ عزوجل نے اپنی اس وحی میں میرے قرب اہل کی طرف اشارہ فرمایا۔
 تمام حوالت اور عجائبات قدرت دکھلانے کے بعد تیرا حادہ ہوگا۔ منہا

منسوب کیا گیا اور اس کو شہرت دی گئی ہے اس غلط شہرت کو ایک عظیم الشان نشان سے ڈھانک دیا جائیگا۔ لندن لوگ نہیں جانتے کہ کن معنوں سے خدا اپنے مقبول بندوں کی طرف ذنب کو یعنی گناہ کو منسوب کرتا ہے۔ کیونکہ حقیقی گناہ جو نافرمانی خدا تعالیٰ کی ہے وہ تو قبل از تو بہ قابل مزا ہے نہ یہ کہ خدا تعالیٰ کو خود ہی اس بات کا فکر پڑ جائے کہ میں کوئی ایسا نشان دکھلاؤں کہ تادہ نکتہ جینی کے خیالات اور عیب جوئی کے توہمات خود بخود بخفی اور مستور ہو جائیں اور اُن کا ذکر کرنے والا ذلیل ہو جائے اور اسی وجہ سے ائمہ اہل بیتؑ کہتے ہیں کہ جن نضر ثوبی کا انبیاء علیہم السلام کی نسبت خدا تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے جیسا کہ آدم علیہ السلام کا دانہ کھانا اگر حقیر کی راہ سے من کا ذکر کیا جائے تو یہ موجب کفر اور سلب ایمان ہے کیونکہ وہ مقبول ہیں اور دنیا جس بات کو ذنب سمجھتی ہے وہ اُس سے محفوظ ہیں اور اُن سے عداوت کرنا خدا تعالیٰ کے حملہ کا نشانہ بننا ہے۔ جیسا کہ حدیث صحیح میں ہے وَ مَنْ عَلاَ حَا وَ لَبِثَ اِلٰی فَقَدْ اَذْنَعَتْ لِلْحَرْبِ یعنی جو شخص میرے ولی کا دشمن ہو تو میں اُس کو متنبہ کرتا ہوں کہ اب میری لڑائی کے لئے تیار ہو جا۔ غرض اہل مصطفیٰ خدا تعالیٰ کے بہت پیارے ہوتے ہیں اور اُس سے نہایت شدید تعلق رکھتے ہیں۔ اُن کی عیب جوئی اور نکتہ جینی میں خیر نہیں ہے اور ہلاکت کے لئے اس سے کوئی بھی دروازہ نزدیک نہ نہیں کہ انسان اندھا بن کر محبان اور محبوبان الہی کا دشمن ہو جائے۔

اور یاد رہے کہ مغفرت کے صرف یہی معنی نہیں کہ جو گناہ صادر ہو جائے اُس کو بخش دینا بلکہ یہ بھی محض نہیں کہ گناہ کو حیثیت قوت سے حیثیت فضل کی طرف نہ آنے دینا اور ایسا خیال اہل میں پیدا ہی نہ کرنا۔ بن پیشگوئیوں میں بھی بار بار خدا تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ ایک گناہی کی حالت کو خدا تعالیٰ شہرت کی حالت سے بدل دیگا اور گو کتنے فتنے پیدا ہونگے اُن سب سے خدا تعالیٰ نجات دیگا۔ اور جیسے قول عیب جو اور نکتہ جینی تھے آخری حصہ عمر میں بھی ایسے ہی ہونگے لیکن خدا تعالیٰ ایک ایسی فتح نمایاں ظاہر کرے گا کہ ان نکتہ جینوں

اور عیب گیاروں کا منہ بند ہو جائے گا یا یہ کہ اُن کے اثر سے لوگ محفوظ رہیں گے۔ یہ انسان کا خاصہ ہے کہ ہزار نشان سے بھی اس قدر ہدایت پانے کے لئے تیار نہیں ہوتا جس قدر کہ ایک عیب گیر کی شرارت سے متاثر ہو کر منکر ہونے کو تیار ہو جاتا ہے۔ اس لئے اس وحی الہی میں اسی پیرایہ میں ظاہر نہیں فرمایا کہ میں نشان دکھلاؤں گا بلکہ فرمایا کہ میں ایک فتح عظیم تجھ کو دونگا۔ یعنی کوئی ایسا نشان دکھلاؤں گا کہ جو دلوں کو فتح کرے گا اور تمہاری عظمت ظاہر کر دے گا۔ اور فرمایا کہ یہ عمر کے آخری زمانہ میں ہوگا۔ پس میں زور سے کہتا ہوں کہ اسی زمانہ کے لئے یہ پیشگوئی ہے۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ نکتہ چینیاں اور عیب گیریاں حد سے بڑھ گئی ہیں پس میں امیدوار ہوں کہ عنقریب ایک بڑا نشان ظاہر ہوگا جو دلوں کو فتح کرے گا اور مردہ دلوں کو دوبارہ مرتے میں پھر زندہ کر دے گا۔ فالحمد لله على ذلك

۴۴

پھر ان پیشگوئیوں کی تائید میں وہ پیشگوئیاں حصص سابقہ براہین احمدیہ میں ہیں جو پیش برس کے بعد اس زمانہ میں پوری ہوئی ہیں۔ اور وہ یہ ہیں :-

ایس اللہ بکاپ عبدہ فیہ آہ اللہ متا قالوا وکان عند اللہ وجیہا۔
ایس اللہ بکاپ عبدہا فلما تجلی ربہ لللیل جعلہ دکا۔ واللہ موہن
کید الکافرین۔ ایس اللہ بکاپ عبدہا ولنجدہ آیۃ للناس ورحمۃ منا
وکان امرامقضیا قول الحق الذی فیہ تمتون۔ لایعتقد السفیہ
الا سیفۃ الہلاک مدولی وعداؤک قل انی امر اللہ فلا تستعجلوہ
اذا جلع نصر اللہ الست بربکم قالوا بلی۔ مجرم کہ وقت تو نزدیک رسید و
پائے محمدیان بر سر بلند تر حکم افتاد۔ پاک محمد مصطفیٰ نبیوں کا سردار۔ خدا تیرے سب
کام درست کر دیگا اور تیری ساری مرادیں تجھے دیگا۔ هو الذی ینزل الغیث بعد
ما قتلوا وینشر رحمۃ۔ یحبیبی الیہ من یشاء من عبادہ۔ وکذا اللہ
منا علی یومئذ لنصرف عنہ الشوع والفحشاء ولتنذر قومنا منا

اَنْذِرْ اَبَاءَهُمْ فهُمْ غَافِلُونَ - قُلْ عِنْدِي شَهَادَةٌ مِنْ اِلٰهِ فَاَهْلُ اَنْتُمْ مُؤْمِنُونَ
اِنَّ مَعِيَ سِرًّا مِمَّا يَتَذَكَّرُ اَحِبُّ اِلَيَّْ مِمَّا يَدْعُوْنَكَ اِلَيْهِ
سِرًّا نَجِيًّا مِنْ غَمَمٍ - دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۵۱۶ سے ۵۵۲ تک -

ترجمہ :- کیا خدا اپنے بندہ کے لئے کافی نہیں ہے - پس وہ اُن تمام الزاموں
سے اس کو بری کرے گا جو اُس پر لگائے جائیں گے اور وہ خدا کے نزدیک مرتبہ رکھتا ہے
کیا خدا اپنے بندہ کے لئے کافی نہیں ہے - پس وہ پہاڑ کو اُس کی بریت کے لئے گواہ لایگا
اور پہاڑ پر جب اُس کی تجلّی ہوگی تو وہ اُسے پارہ پارہ کر دے گا اور اس نشان سے
منکروں کے منصوبوں کو شست کر دیگا - کیا وہ اپنے بندہ کے لئے کافی نہیں ہے یعنی
خدا کے نشان کافی ہیں کسی آدمی کو اہی کی مزدورت نہیں اور یہ پہاڑ کا پارہ پارہ کرنا
لوگوں کے لئے ہم ایک نشان بنائیں گے اور یہ نشان ہمارا موجب رحمت ہوگا کہ اس
بہت لوگ فائدہ اٹھائیں گے اور یہ امر پہلے سے مقدر تھا - یہ وہ سچی بات ہے جس کے
ظہور سے پہلے تم شک میں مبتلا تھے - سفارہ آدمی تو کسی نشان کو نہیں مانتا بجز موت کے
نشان کے - وہ میرا اور تیرا دشمن ہے - ان سفول کو کہہ دے کہ موت کا نشان بھی آئیگا اور
دنیا میں ایک مری چڑھے گی - پس تم مجھ سے جلدی مت کرو کہ یہ سب کچھ اپنے وقت پر
ظاہر ہوگا - یہ طاعون اور زلزلہ شدید کی نسبت پیشگوئی ہے کہ جو اس زمانہ سے پیشیں برس

+ یاد رہے کہ براہین احمدیہ میں جو کلمات ایسے کارہمہ ہیں وہ یا عشتاقل وقت ہوئے کسی جگہ جس سے اور کچھ
مستحق ذمہ کے لحاظ سے کوئی غلط حقیقت سے پھیرا گیا ہے یعنی حرفت میں غلط کر گیا - اور چونکہ
محل کلام الہی موجود ہے اس کے پڑنے والوں کو چاہیے کہ کسی ایسی تاویل کی ہدایت کریں جو خشکی کے
ظہور سے پہلے کی گئی ہو - اور اس کو جہلادی غلط سمجھیں - کیونکہ پیشگوئی کی حقیقی تفسیر کا وہ وقت
ہوتا ہے جس وقت وہ پیشگوئی ظاہر ہو - منسلک

پہلے براہین احمدیہ میں شائع ہو چکی ہے۔ پھر خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب تیں ہولناک اور ہلک
 نشان ملک میں بھیج کر اپنے مامور اور مرسل کی مدد کروں گا تو منکرین کو کہا جائے گا کہ
 اب بتلاؤ کیا میں تمہارا رب ہوں یا نہیں۔ یعنی وہ دن بڑی مشکل اور مصیبت کے ہونے
 اور ان دلوں میں بڑے بڑے ہولناک نشان ظاہر ہونگے اور نشانوں کو دیکھ کر بہت سے
 سید دل اور کچھ طبع حق کی طرف رجوع کریں گے۔ احمدیہ فرستادہ جو ان کے درمیان ظہور فرما
 ہے اس پر ایمان لے آئیں گے۔ پھر نبی کو خدائے عزوجل مذکورہ بالا وحی میں مخاطب کر کے
 فرماتا ہے کہ تو خوشی اور نشاط کی چال سے زمین پر چل کر اب تیرا وقت نزدیک آگیا اور تھوڑا
 کا پاؤں ایک بہت بلند اور محکم خاد پر پڑ گیا۔ محمدیوں کے لفظ سے مراد اس سلسلہ کے مسلمان
 ہیں۔ دہ مذکورہ نبی کی مشکوئی کے جو براہین احمدیہ میں شائع ہو چکی ہے دوسرے فرقے
 جو مسلمان کہلاتے ہیں روز بروز تنزل پذیر ہونگے اور ایسا ہی وہ فرقے جو اسلام سے باہر ہیں
 جیسے کہ اس وحی الہی میں جو براہین احمدیہ میں مندرج ہے صریح طور پر فرمایا ہے۔ یا عیسیٰ لئی
 متوفیک ورافضک الحق و مطہرک من الذین کفروا و جاعل الذین اتبعوک

بجائے کوئی ان لوگوں کی نسبت ہے جو اس مامور و مرسل کی وحی کو انسان کا افتراء و شیطان کے و ماوس
 خیال کرتے ہیں اور یہ نہیں مانتے کہ وہی ہمارا خدا ہے جو براہین احمدیہ کے زمانہ سے آج تک اس واقعہ پر
 اپنی وحی نازل کر رہا ہے۔ اس کیت میں خدا تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ میں انکو سوا کر چھوڑوں گا۔ اور ان کو
 اقرار کرنا پڑے گا۔ وہ جو براہین احمدیہ کے زمانہ سے اخیر تک اس واقعہ پر وحی کرتا رہا ہے وہی اس دنیا
 کا خدا ہے جس کے سوائے کوئی خدا نہیں۔ اس میں یہ اشارہ بھی پایا جاتا ہے کہ کوئی بڑا نشان ظاہر ہوگا
 جس سے بڑے بڑے منکرین کا گردن جھک جائیں گی۔ منہ

یہ فقرہ ہوگا تب سے براہین میں رہ گیا ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ منکروں کے ہر ایک الزام اور
 تہمت سے تیرا دامن پاک کر دوں گا۔ یہ کئی مرتبہ الہام ہو چکا ہے۔ منہ

فوق الذین کفرو، والی یوم القیامۃ۔ یعنی اے عیسیٰ جس تجھے وفات دہنگا اور اپنی طرف اٹھانگا
 اور تیری برت ظاہر کر دنگا۔ اور وہ جو تیرے پیرو ہیں جس قیامت تک انکو تیرے منکدری پر غالب نہ ہوگا
 ابجگہ اس وحی الہی میں عیسیٰ سے مراد میں ہوں۔ لہذا یحییٰ یعنی پیر قدس سے مراد میری جماعت ہے۔
 قرآن شریف میں یہ پیشگوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت ہے اور منسوب قوم سے مراد یہودی
 ہیں جو دین بدن کم ہوتے گئے۔ پس اس آیت کو دوبارہ میرے لئے اور میری جماعت کیلئے نافذ کرنا
 اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مقتدر یوں ہے کہ وہ لوگ جو اس جماعت سے باہر ہیں وہ
 دن بدن کم ہوتے جائیں گے اور تمام فرقے مسلمانوں کے جو اس سلسلہ سے باہر ہیں وہ دن بدن
 کم ہو کر اس سلسلہ میں داخل ہوتے جائیں گے یا نابود ہوتے جائیں گے جیسا کہ یہودی ٹھٹھتے گھٹتے
 یہاں تک کم ہو گئے کہ بہت ہی تھوڑے رہ گئے۔ ایسا ہی اس جماعت کے مخالفوں کا انجام
 ہوگا۔ اور اس جماعت کے لوگ اپنی تعداد اور قوت مذہب کے رُوسے سب پر غالب ہو جائیں گے
 یہ پیشگوئی فوق العادات کے طور پر یہودی ہوم ہی ہے کیونکہ جب براہین احمدیہ میں یہ پیشگوئی شائع
 ہوئی تھی اس وقت تو میری یہ حالت گمنامی کی تھی کہ ایک شخص بھی نہیں کہہ سکتا کہ وہ میرا
 پیرو تھا۔ اب خدا تعالیٰ کے فضل سے تعداد اس جماعت کی کئی لاکھ تک پہنچ گئی ہے اور
 اس ترقی کی تیز رفتار ہے جس کا باعث وہ آفات آسمانی بھی ہیں جو اس ملک کو نعمتِ اجل بنا
 رہے ہیں۔ پھر بعد اس کے بقیہ وحی الہی یہ ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سب
 نبیوں کا سردار ہے اور پھر بعد اس کے فرمایا کہ خدا تیرے سب کام درست کر دیگا اور تیری
 ساری مرادیں تجھے دیگا۔ واضح رہے کہ یہ پیشگوئیاں نہایت اعلیٰ درجہ کی ہیں کیونکہ ایسے وقت
 میں کی گئیں جبکہ کوئی کام بھی درست نہ تھا اور کوئی مراد حاصل نہ تھی اور اب اس زمانہ میں
 پچیس برس کے بعد اس قدر مرادیں حاصل ہو گئیں کہ جن کا شمار کرنا مشکل ہے۔ خدا نے اس
 دیرانہ کو یعنی قادیان کو جمع الدیاد بنا دیا کہ ہر ایک ملک کے لوگ یہاں آکر جمع ہوتے ہیں۔
 اور وہ کام دکھائے کہ کوئی عقل نہیں کہہ سکتی تھی کہ ایسا ظہور میں آجائے گا۔ لاکھوں انسانوں

۴۷

مجھے قبول کر لیا اور یہ ملک ہماری جماعت سے بھر گیا۔ اور نہ صرف اس قدر بلکہ ملک عرب اور شام اور مصر اور روم اور فارس اور ہند اور یورپ وغیرہ ممالک میں یہ تخم بڑا گیا اور کئی لوگ ان ممالک اس سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو گئے اور امید کی جاتی ہے کہ وہ وقت آتا جاتا ہے بلکہ نزدیک ہے کہ ان مذکورہ بالا ممالک کے لوگ بھی اس نور آسمانی سے پورا حصہ لیں گے۔ لہذا ان دشمن جو مولوی کہلاتے تھے ان کی کمریں ٹوٹ گئیں اور وہ آسمانی ارادہ کو اپنے فریبوں اور کربوں اور مضبوطیوں سے روک نہ سکے۔ اور وہ اس بات سے نوامید ہو گئے کہ وہ اس سلسلہ کو محدود کر سکیں اور جن کاموں کو وہ بگاڑنا چاہتے تھے وہ سب کام درست ہو گئے۔ فالحمد للہ علی ذلک۔

پھر بعد اس کے خدا تعالیٰ آئندہ زمانہ کے لوگوں کی بے جا ہمتوں کی نسبت ایک خاص پیشگوئی کر کے مجھے یوسف قرار دیتا ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے: **هُوَ الَّذِي يَنْزِلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهُ يَحْتَبِي إِلَيْهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ - وَكَذَلِكَ مَنَّا عَالِيُ يَوْسُفَ لَنُصَوِّفَ عَنْهُ السُّوءَ وَالْفَحْشَاءَ وَلَنَقْذِرَ قَوْمًا مَّا أُنْذِرَ آبَاؤَهُمْ فَهُمْ غَافِلُونَ - قُلْ عِنْدِي شَهَادَةٌ مِنْ اللَّهِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُؤْمِنُونَ - اِنَّمَا مَعِيَ رِجْقُ سَیِّدِیْنِ - رَبِّ السَّمْعِیْنِ احْبَبِ اِلٰی مَقْیَدِیْ عَوْنِیْ اِلَیْهِ - رَبِّ نَجِّنِیْ مِنْ ضَلٰوٍ**

ان آیات کو جو براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۱۶ سے ۵۵۴ تک درج ہیں میں ابھی پہلے بھی لکھ چکا ہوں مگر صفائی بیان کے لئے دوبارہ موقع پر لکھی گئیں تا پیشگوئی کے سمجھنے میں کچھ دقت نہ ہو۔ ترجمہ اس وحی الہی کا یہ ہے۔ خدا وہ خدا ہے جو بارش کو اس وقت اتارتا ہے جبکہ لوگ سینہ سے نوامید ہو جاتے ہیں۔ تب نوامیدی کے بعد اپنی رحمت پھیلاتا ہے۔ اور جس بندہ کو اپنے بندوں میں سے چاہتا ہے رسالت اور نبوت کے لئے چن لیتا ہے۔ اور ہم نے اسی طرح اسی یوسف پر احسان کیا تا ہم دفع کریں اور پھر دیں اس سے ان بڑائی اور بے حیائی کی باتوں کو جو اس کی نسبت بطور تہمت تراشی جائیں گی۔ یعنی خدا تعالیٰ کسی تہمت اور التزام کے وقت جو اس کے نبیوں اور رسولوں کی نسبت کی جاتی ہیں۔ یہ قانون قدرت کے

قول وہ عیب گیر اور نکتہ چین اور بدگمان لوگوں کو پورے طور پر موقعہ دیتا ہے کہ تادمہ جو چاہیں جو اس
 کریں اور جس طرح چاہیں کوئی تہمت لگا دیں یا بہتان باندھیں۔ پس وہ لوگ بہت خوش ہو کر حملے
 کرتے ہیں اور اپنے عملوں پر بہت بھروسہ کرتے ہیں یہاں تک کہ عداوتوں کی جماعت ایسے عملوں
 ڈرتی ہے اور انسانی کمزوری کی وجہ سے اس بات سے نوید ہو جاتے ہیں کہ بارانِ رحمت الہی اس
 مفتریانہ دافع کو دھو دے۔ اور خدا تعالیٰ کی بھی یہی عادت ہے کہ بارانِ رحمت نازل تو کرتا
 ہے اور اپنی رحمت کو پھیلاتا ہے لیکن اول کسی مدت تک لوگوں کو نوید کر دیتا ہے تادمہ
 لوگوں کے ایمان کی آزمائش کرے۔ پس اسی طرح خدا تعالیٰ کے نبی اور مرسل پر
 جو لوگ ایمان لاتے ہیں وہ آزمائے جاتے ہیں۔ شریر لوگوں کی طرف سے بہت بجا
 حملے خدا تعالیٰ کے فیوض پر ہوتے ہیں یہاں تک کہ وہ فاسق اور فاجر ٹھہرائے جاتے
 ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کی عادت اسی طرح پر واقع ہے کہ معترض کرنے والوں کو اعتراض کرنے
 کے لئے بہت سی گنجائش دیتا ہے یہاں تک کہ وہ اپنی نکتہ چینی اور عیب گیری کی باتوں
 کو بہت قوی سمجھنے لگتے ہیں اور اُن پر خوش ہوتے اور اتراتے ہیں اور مومنوں کے دلوں
 کو ان باتوں سے بہت صدمہ پہنچتا ہے یہاں تک کہ اُن کی کمر ٹوٹتی ہے اور وہ سخت
 طور پر آزمائے جاتے ہیں پھر خدا تعالیٰ کی نصرت کا مینہہ برستا ہے اور تمام افسروں کے
 دوق کو دھو ڈالتا ہے اور اپنے فیوض کے اعتبار اور اصطفاء کے مرتبہ کو ثابت کر دیتا ہے۔
 خلاصہ اس پیشگوئی کا یہ ہے کہ اسی طرح اس یوسف کی ہم بریت ظاہر کریں گے کہ اول
 شریر لوگ بے جا تہمتیں اُس پر لگائیں گے جیسا کہ یوسف بن یعقوب پر تہمت لگائی گئی
 تھی لیکن آخر خدا نے ایک شخص کو اُس کی بریت کے لئے ایک گواہ ٹھہرایا اور اُس کو اہی
 نے یوسف کو اُس تہمت سے بری کر دیا۔ پس خدا فرماتا ہے کہ ابجگہ بھی میں ایسا ہی
 کرونگا۔ جیسا کہ اس نے فرمایا۔ قل عندی شہادۃ من اللہ فہل انتہم مؤمنون
 ان معی رقی سیدہدین۔ یعنی اے یوسف جو لوگ تیرے پر الزام لگاتے ہیں انکو کہو

کہ میں اپنی بریت کے لئے خدا تعالیٰ کی گواہی اپنے پاس رکھتا ہوں پس کیا تم اس گواہی کو قبول کرو گے یا نہیں؟ اور یہ بھی ان کو کہہ دے کہ میں تمہاری کسی تہمت سے عزم نہیں چھو سکتا کیونکہ میرے ساتھ میرا خدا ہے وہ میری بریت کے لئے کوئی راہ پیدا کر دیگا۔ یاد رہے کہ یوسف بن یعقوب پر زلیخا نے بے جا الزام لگایا تھا تو اُس موقع پر خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ وَشَهِدْنَا شَاهِدًا مِنْ اَهْلِهَا یعنی زلیخا کے قریبیوں میں ایک شخص نے یوسف کی بریت کی گواہی دی مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اس یوسف کے لئے خود گواہی دے گا پس اس سے زیادہ اور کیا گواہی ہوگی کہ آج سے پچیس برس پہلے خدا تعالیٰ نے بن ہمتوں کی خبر دی ہے جو ظالم اور شریر لوگ مجھ پر لگاتے ہیں۔ اور یوسف بن یعقوب کے لئے صرف ایک انسان نے گواہی دی مگر میرے لئے خدا نے پسند کیا کہ خود گواہی دے اور یوسف بن یعقوب پر تہمت لگانے کے لئے ایک عورت نے پیش دستی کی مگر میرے پر وہ لوگ ہمتیں لگاتے ہیں جو عورتوں سے بھی کمتر ہیں۔ اور اتنا کہ کثرت عظیم کے مصداق ہیں۔ پھر اس مشکوئی کے آخری حصہ کی یہ عبارت ہے۔ رَبِّ السَّجُنِ احْبَبِ الْحَقَّ مَتَّيْدَعُونِي اللہ تعالیٰ یعنی اے میرے رب مجھے تو قید بہتر ہے اُن باتوں سے کہ یہ عورتیں مجھ سے خواہش

بیانیت یعنی اتنا حق مانتی مسجد میں گایا یہ ترجمہ ہے کہ میرے ساتھ میرا خدا ہے۔ وہ غصہ کی کوئی راہ دکھا دیگا۔ یہ قرآن شریف میں حضرت موسیٰ کے قصہ میں ہے جبکہ فرعون نے اُن کا تعاقب کیا تھا اور بنی اسرائیل نے سمجھا تھا کہ اب ہم پر کڑے گئے ہیں پس خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ایسے کمزور اس جماعت میں بھی ہونگے جن کی تسلی کے لئے کہا جائے گا کہ گھبراؤ مت۔ خدا انہیں بن ہمتوں سے بریت حاصل کرنے کے لئے کوئی راہ دکھا دے گا جیسا کہ اُس نے یوسف بن یعقوب کو دکھا دی جبکہ ایک مکدرہ عورت نے پیش دستی کر کے خلافت واقعہ میں یوسف کی نسبت اپنے خاوند کو سنائی۔ منہ

کرتی ہیں۔ خلاصہ مطلب یہ کہ اگر کوئی عورت ایسی خواہش کرے تو میں اپنے نفس کے لئے اس امر سے قید ہونا زیادہ پسند کرتا ہوں۔ یہ یوسف بن یعقوب علیہما السلام کی دعا تھی جس دعا کی وجہ سے وہ قید ہو گئے اور میرا بھی یہی کلمہ ہے جس کو خدا تعالیٰ نے آج سے پچیس برس پہلے برائین احمدیہ میں لکھ دیا۔ صرف یہ فرق ہے کہ یوسف بن یعقوب اپنی اس دعا کی وجہ سے قید ہو گیا۔ مگر خدا نے برائین احمدیہ کے صفحہ ۵۱۰ میں میری نسبت یہ فرمایا۔ یحییٰ بن علی بن عبد اللہ من عندہ وان لم یصحح الناس یعنی خدا تعالیٰ تجھے خود بخائے گا اگرچہ لوگ تیرے پھنسانے پر آمادہ ہوں۔ سو ایسا ہی ہوا کہ سنی کرم دین کے فوجداری مقدمہ میں ایک ہندو مجسٹریٹ کا ادادہ تھا کہ مجھے قید کی سزا دے مگر خدا تعالیٰ نے کسی غیبی سامان سے اس کے دل کو اس ادادہ سے روک دیا۔ اور یہ بھی ظاہر کیا کہ وہ آخر کار سزا دینے کے ادادہ سے قطعاً ناکام رہے گا۔ پس اس اُمت کا یوسف یعنی یہ عاجز اسرائیلی یوسف سے بڑھ کر ہے کیونکہ یہ عاجز قید کی دعا کر کے بھی قید سے بچایا گیا مگر یوسف بن یعقوب قید میں ڈالا گیا اور اس اُمت کے یوسف کی برت کیلئے پچیس برس پہلے ہی خدا نے آپ کو اہی دے دی اور اور بھی نشان دکھائے مگر یوسف بن یعقوب اپنی برت کے لئے انسانی گوہی کا محتاج ہوا۔ اور ان پیشگوئیوں کی گوہی کے بعد زلزلہ شدیدہ نے بھی گوہی دی جسکی گیارہ مہینے پہلے میں نے خبر دی تھی۔ کیونکہ زلزلہ کی پیشگوئی کے ساتھ یہ وحی الہی بھی ہوئی تھی۔

قل عندی شہادۃ من اللہ فہل انتہم مؤمنون؟۔ پس یہ دو گواہ ہو گئے اور نہ معلوم کہ بعد میں ان کے کتنے گواہ ہیں۔

ۛ جبکہ پر خدا تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ قل عندی شہادۃ من اللہ فہل انتہم مؤمنون یعنی میں کو کہہ دے کہ میرے پاس خدا کی گوہی ہے جو انسانوں کی گوہی پر مقدم ہے۔ وہ یہی گوہی ہے کہ خدا نے ایک مدت دہائی پہلے میں بے جا ہستانوں کی خبر دی۔ منجلا

غرض وہ خدا جو بدگمانوں کے گندے خیالات کا بھی علم رکھتا ہے اُس نے مجھے یوسف قرار دے کر اور میری نسبت میری زبان سے یوسف علیہ السلام کا وہ قول نقل کر کے جو سورہ یوسف میں آچکا ہے یعنی یہ کہ رَبِّ السَّجِّينِ احْبِبْ اِلَيَّ مَتَّكِيدَ عَوْنِي اِلَيْهِ اَنْتَهُ زَمَانَهُ كِي نَسْبِتَ اِيكَ بِشَيْغُوْنِي كِي هُوَ تَاوَهُ مِيْرَے اندر دنی حالات کو لوگوں پر ظاہر کرے۔ اگرچہ میں یہ عادت نہیں رکھتا اور طبعاً اس سے کراہت کرتا ہوں کہ لوگوں کے سامنے اپنی دلی پاکیزگی ظاہر کروں بلکہ یوسفؑ کی طرح میرا بھی یہی قول ہے کہ دَمَا اَبْتَوِيْ نَفْسِيْ اِنَّ النَّفْسَ لَا تَارِدُ بِالْسُّوْءِ اَلَا مَا رَحِمَ رَبِّيْ مَرَّ خُذَا كَيْ نَطْفُؤْ دَكْرَمِ كُوْنِيْ كِهَايْ جَهِيْاؤُلْ اُوْ كِيُوْنُوْنِيْ اِس كُو پُوشیدہ کر دوں۔ اُس کے تو اسقدر لطف و کرم ہیں کہ میں گن بھی نہیں سکتا۔ کیا عجب کہ مفراتی ہے کہ ایسے زمانہ میں جبکہ بدگمانیاں نہایت درجہ تک پہنچ گئی ہیں خدا نے میرے لئے ہدایت ناک نشان دکھائے۔ مثلاً خود کر دو کہ وہ شدید زلزلہ جس کی ۱۹۰۶ء کو مجھے خبر دی گئی جس نے ہزار ہا انسانوں کو ایک دم میں تباہ کر دیا۔ اور پہاڑوں کو غادوں کی طرح بنا دیا اس کے آنے کی کس کو خبر تھی۔ کس بخوی نے مجھے پہلے یہ پیشگوئی کی تھی وہ خدا ہی تھا جس نے قریباً ایک برس پہلے مجھے یہ خبر دی۔ اُسی وقت لاکھوں انسانوں میں بذریعہ اخبارات شائع کی گئی۔ اُس نے فرمایا کہ میں نشان کے طور پر یہ زلزلہ ظاہر کرونگا تا معید لوگوں کی آنکھ کھلے۔ مگر میرے نزدیک براہین احمدیہ کی پیشگوئیاں اس کم نہیں ہیں جن میں اس زلزلہ شدیدہ کی بھی خبر ہے اور یہ پیشگوئی یوسفؑ قرار دینے کی بھی ایک ایسی پیشگوئی ہے جس نے اس زمانہ کے نہایت گندہ حملوں کی آج سے پچیس سال پہلے خبر دی ہے۔ یہ وہ ناپاک حملے ہیں جو نادان مخالفوں کے آخری ہتھیار ہیں اور بعد ازیں کے فیصلہ کا دن ہے۔ اور جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے اس موقع پر خدا تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ قُلْ عِنْدِيْ شَہَادَةٌ مِّنْ اللّٰهِ فَمَنْ اَسْتَمِعْ مُؤْمِنُوْنَ يٰہِ اس شہادت سے زیادہ زبردست ہے جو سورہ یوسف میں یہ آیت ہے وَشَہِدْ شَہَادَةً مِّنْ اٰہِلِہَا ظَہِرَہِ

کہ خدا کی شہادت اور انسان کی شہادت برابر نہیں ہو سکتی۔ پس وہ شہادت ہی شہادت ہے کہ وہ جو عالم الغیب ہے وہ پچیس سال پہلے اس زمانہ سے مجھے یوسف قرار دیکر اسکے واقعات میرے پر مغلق کرتا ہے اور اسی خصوصیت کے الفاظ بیان فرماتا ہے جس سے حقیقت کھلتی ہے۔ جیسا کہ اس کا میری طرف سے یہ فرمانا کہ رَبِّ السَّجْنِ احْبَبْ لِي مَعَايِدَ عُونِي الدِّينِ ظَاهِر کر رہا ہے کہ کسی آئندہ واقعہ کی طرف یہ اشارہ ہے۔ لیکن چونکہ یوسف بھی شریر لوگوں کی بدگمانیوں سے نہیں بچ سکا تو پھر ایسے لوگوں پر مجھے بھی افسوس کرنا حاصل ہے جو میرے پر بدگمانی کریں۔ ہر ایک جو مجھ پر حملہ کرتا ہے وہ جلتی ہوئی آگ میں اپنا ہاتھ ڈالتا ہے کیونکہ وہ میرے پر حملہ نہیں بلکہ اُس پر حملہ ہے جس نے مجھے بھیجا ہے وہی فرمانا ہے کہ اِنِّیْ مَہِیْنٌ مِّنْ اَرَادَ اِهْلًا نَّسْلًا یعنی میں اُس کو ذلیل کر دوں گا جو تیری ذلت چاہتا ہے ایسا شخص خدا تعالیٰ کی آنکھ سے پوشیدہ نہیں۔ یہ مت گمان کر کہ وہ میرے لئے نشان کا دکھلانا پس کر دیگا۔ نہیں بلکہ وہ نشان پر نشان دکھلایگا اور میرے لئے اپنی وہ گواہیاں دے گا جن سے زمین بھر جائیگی۔ وہ ہونا ک نشان دکھلائے گا اور رعب ناک کام کرے گا اُس نے مدت تک ان حالات کو دیکھا اور صبر کرتا رہا مگر اب وہ اس مینہ کی طرح جو موسم پر ضرور گر جاتا ہے گرے گا اور شریر رُوحوں کو اپنے صاعقہ کا مزا چکھائیگا۔ وہ شریر جو اس سے نہیں ٹھٹھتے اور شونیوں میں حد سے جھمک جاتے ہیں وہ اپنے ناپاک خیالات اور بُرے کاموں کو لوگوں سے چھپاتے ہیں مگر خدا انہیں دیکھتا ہے۔ کیا شریر انسان خدا کے ارادوں پر غالب آسکتا ہے؟ کیا وہ اس سے لڑا کر فتح پاسکتا ہے؟ اور یہ جو اللہ تعالیٰ نے

جد یہ آیت کہ اِنَّ مَعِیَ سَبْحِہِیْنَ بَاوَاِزَ مُلْبَدٍ تَلَاہِیْ ہے کہ فرعونی صفات لوگ اپنی بے جا ہمتوں پر فخر کریں گے مگر خدا اپنے بندہ کو نجات دے گا پھر حملہ کرنے والوں کے آگے ایک دریا ہے جس میں اُن کا خاتمہ ہو جائے گا۔ منظر

مجھے یوسف قرار دیکر فرمایا: خَلِّعْنَاكَ شَهَادَةً مِنَ اللَّهِ ذَهَبَ أَنْتُمْ مُؤْمِنُونَ جس کے یہ
 سننے ہیں کہ ان کو کہہ دے کہ میرے پاس خدا کی گواہی ہے جو انسانوں کی گواہیوں پر غالب ہے
 پس کیا تم اس گواہی کو مانتے ہو یا نہیں؟ اس فقرہ سے یہ مطلب ہے کہ اے شرارتیں
 کرنے والو اور تمہیں لگانے والو! اگر تم خدا کی اس گواہی کو قبول نہیں کرتے جو اُس نے
 آج سے پچیس سال پہلے دی تو پھر خدا کسی اور نشان سے گواہی دے گا جس سے تم ایک
 سخت شکنجہ میں پڑو گے تب رونا اور دانت پیسنے ہو گا۔ پس میں دیکھتا ہوں کہ خدا کی
 دوسری گواہی میں بھی شروع ہو گئیں اور مجھے خدا نے اپنے اہام سے یہ بھی خبر دی ہے کہ جو
 شخص تیری طرف تیرا پیغام لے گا میں تیرے اس کام تمام کر دوں گا اور اُس دھی الٹی میں جو
 مجھے یوسف قرار دیا گیا ہے یہ بھی ایک فقو ہے کہ وَلَتَنْذَرُ قَوْمًا مَّا أَنْذَرْنَا لَهُمْ
 ذَهَبَ غَاظُونَ۔ اس آیت کے معنی پہلی آیت کو ساتھ ملانے سے یہ ہیں کہ ہم نے اس
 یوسف پر احسان کیا کہ خود اس کی بریت کی شہادت دی تا وہ برائی اور بے حیائی جو اس کی
 طرف منسوب کی جائے گی اس کو ہم اُس سے پھیر دیں اور دفع کر دیں اور ہم یہ اس لئے
 کر چکے کہ تا انذار اور دعوت میں حرج نہ آوے۔ کیونکہ خدا کے رسولوں اور نبیوں اور ماموروں
 پر جو یہ اندھی دنیا طرح طرح کے الزام لگاتی ہے اگر ان کو دفع نہ کیا جائے تو اس
 دعوت اور انذار کا کام سُست ہو جاتا ہے بلکہ رُک جاتا ہے اور ان کی باقی دلوں پر
 اثر نہیں کرتی اور معقولی رنگ کے جواب اچھی طرح دلوں کے رنگ کو دُور نہیں کر
 سکتے۔ پس اس سے اندیشہ ہوتا ہے کہ لوگ اپنی بدگمانیوں سے ہلاک نہ ہو جائیں اور
 میزمرہ دوزخ نہ بن جائیں۔ لہذا وہ خدا جو کریم اور رحیم ہے جو اپنی مخلوق کو ضائع کرنا
 نہیں چاہتا اپنے زبردست نشانوں کے ساتھ اپنے نبیوں کی صفائی اور مصطفیٰ اور
 اعتبار کی شہادت دیتا ہے اور جو شخص ان گواہیوں کو پا کر بھی اپنی بدظنیوں سے باز
 نہیں آتا اُس کے ہلاک ہونے کی خدا کو کچھ بھی پروا نہیں۔ خدا اس کا دشمن ہو جاتا ہے

اور اس کے مقابل پر خود کھڑا ہو جاتا ہے بشریہ انسان خیال کرتا ہے کہ میرے مکر دنیا کے
دلیل پر بڑا اثر ڈالیں گے مگر خدا کہتا ہے کہ اے احمق! کیا تیرے مکر میرے کرے بڑھ کر
ہیں؟ میں تیرے ہی ہاتھوں کو تیری ذات کا موجب کرونگا اور تجھے تیرے دوستوں ہی آگے
رہنما کر کے دکھاؤں گا۔ اور اس جگہ مجھے یوسف قرار دینے سے ایک اور مقصد بھی مد نظر ہے
کہ یوسف نے مصر میں پہنچ کر کئی قسم کی ذلتیں اٹھائی تھیں جو دراصل اس کی ترقی مدارج
کی ایک بنیاد تھی مگر ادا کی میں یوسف نادانوں کی نظر میں حقیر اور ذلیل ہو گیا تھا اور آخر
خدا نے اس کو ایسی عزت دی کہ اس کو اسی ملک کا بادشاہ بنا کر قحط کے دنوں میں مہمی
لوگ غلام کی طرح اس کے بنادیئے جو غلامی کا داغ بھی اس کی طرف منسوب کرتے تھے
پس خدا تعالیٰ مجھے یوسف قرار دے کر یہ اشارہ فرماتا ہے کہ اس جگہ بھی میں ایسا ہی کرونگا۔
اسلام اور غیر اسلام میں روحانی غذا کا قحط ڈال دوں گا اور روحانی زندگی کے ڈھونڈ بیوا
بجز اس سلسلہ کے کسی جگہ آرام نہ پائیں گے اور ہر ایک فرقہ سے آسمانی برکتیں حسین لی
جائیں گی اور اسی بندہ دگاہ پر جو بول رہا ہے ہر ایک نشان کا انعام ہوگا۔ پس وہ لوگ
جو اس روحانی موت سے بچنا چاہیں گے وہ اسی بندہ حضرت عالی کی طرف رجوع کر سکیں
اور یوسف کی طرح یہ عزت مجھے اسی توہین کے عوض دی جائیگی بلکہ دی گئی جس توہین
کو ان دنوں میں ناقص العقل لوگوں نے کمال تک پہنچایا ہے۔ اور گوئیں زمین کی سلطنت
کے لئے نہیں آیا مگر میرے لئے آسمان پر سلطنت ہے جس کو دنیا نہیں دیکھتی۔ اور مجھے
خدا نے اطلاع دی ہے کہ آخر بڑے بڑے مفسد اور سرکش مجھے شناخت کریں گے جیسا
کہ فرماتا ہے یخترون علی الاذقان سجدوا۔ ربنا اغفر لنا اذکنا ناعلمین۔ لا
تثوب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وھو ارحم الراحمین۔ اور میں نے کشفی طور پر

توجہ: یہ طور پر کھڑے ہوئے گریں گے کہتے ہوئے کہ خدا یا ہم خطا کرتے ہیں نے گناہ کیا۔ ہمارے
گناہ بخش ہیں خدا فرمائیگا کہ تم پر کوئی سزا نہیں کیونکہ تم ایمان لے آئے خدا تمہارے گناہ بخش دیگا کہ وہ
ارحم الراحمین ہے۔ اس جگہ بھی خدا نے تثنیہ کے لفظ کے ساتھ مجھے یوسف ہی قرار دیا۔ منہ

دیکھا کہ زمین نے مجھ سے کلام کیا اور کہا یا دلی اللہ کنت لا أعرفک یعنی اے دلی اللہ
تس اس سے پہلے تجھ کو نہیں پہچانتی تھی۔ زمین سے مراد اسجود اہل زمین ہیں۔ مبارک وہ
جو ہشتناک دن سے پہلے مجھ کو قبول کرے کیونکہ وہ امن میں آئیگا۔ لیکن جو شخص زیرِ مروت
نشانوں کے بعد مجھے قبول کرے اس کا ایمان رتی بھی قیمت نہیں رکھتا۔

انکل ہزار عذر میا دی گناہ را دُر مر شوی کردہ را بود زب و ختری

پھر نورِ شکیو میاں ہیں جو مذکورہ بالا پیشگوئیوں کی تائید میں برائین احمدیہ میں مندرج ہیں
جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ہو شعنا نعبس۔ آئی تو یو۔ آئی شیل گو یو بر لارج
پارٹی آف اسلام ثلاثہ من الاولین وثلاثہ من الآخرین۔ میں اپنی چمکار دکھاؤنگا
اپنی قدرت نمائی سے تجھ کو اٹھاؤں گا۔ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیائے اس کو قبول
نہ کیا۔ لیکن خدا اُسے قبول کرے گا اور بڑے زور اور حملوں سے اُس کی سبائی ظاہر کرے گا
الفتنة ههنا فاصبر كما صبر اولو العزم۔ یاد او د عامل بالناس رفقا
واحسانا و اما بنحة ربك فحدث۔ اشکر نعمتی رشت خدیجتی۔

انک الیوم لذو حظ عظیم۔ ما ودع ربک وما قلی۔ الم نشرح لک
صدراک۔ الم نجعل لک سهولة فی کل امر۔ بیت الفکر و بیت الذکر
ومن دخله کان امنا۔ مبارک و مبارک و کل امر مبارک یجعل فیہ
یریدون ان یطفوا نور اللہ قل اللہ حافظہ عنایة اللہ حافظک
نحن نزلناه و اناله لحافظون۔ اللہ خیر حافظا و هو ارحم الراحمین۔
و یخوفونک من دونہ ائمة الکفر لا تخف انک انت الاعلیٰ بنصرک
اللہ فی مواطن۔ کتب اللہ لا غلبین انا و رسلی۔ اعمل ما شئت فانی قد
غفرت لک۔ انت منی بمنزلة لا یعلمها الخلق۔ وقالوا ان هو الا انک
افتوی و ما سمعنا بهذا فی ابائنا الاولین۔ ولقد کرمنا بنی آدم و

فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ - اجتنبنا ہم واصطفینا ہم کذا لک لیکن ایتہ
 للمؤمنین - امر حسبتم ان اصحاب الکہف والرقیم کانوا من آیاتنا عجبا
 قل هو اللہ عجیب - کل یوم ہونی شأن ففہمناہا سلیمان - ووجدوا
 بہا واستیقنتھا انفسہم ظلما وعلوا - قل جاءکم نور من اللہ فلا
 تکفروا ان کنتم مؤمنین - سلام علی ابراہیم - صافیناہ ونجیناہ من
 الخمر تفر دنا بذالک - فاتخذوا من مقلہ ابراہیم مصلی (دیکھو
 برہین احمدیہ صفحہ ۵۵۶ سے صفحہ ۵۶۱ تک) ترجمہ :- اے خدا میں دعا کرتا ہوں کہ مجھے
 نجات بخش اور مشکلات سے رہائی فرما - ہم نے نجات دے دی - یہ دونوں فقرے عبرانی
 زبان میں ہیں اور یہ ایک پیشگوئی ہے جو دعا کی صورت میں کی گئی اور پھر دعا کا قبول ہونا
 ظاہر کیا گیا اور اس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ جو موجودہ مشکلات ہیں یعنی تنہائی، بیکسی
 ناداری کسی آئندہ زمانہ میں وہ دور کر دی جائیگی - چنانچہ پچیس برس کے بعد یہ پیشگوئی
 پوری ہوئی - اور اس زمانہ میں ان مشکلات کا نام و نشان نہ رہا - اور پھر دوسری پیشگوئی
 انگریزی زبان میں ہے اور میں اس زبان سے واقف نہیں - یہ بھی ایک فقرہ ہے جو
 اس زبان میں وحی الہی نازل ہوئی - ترجمہ یہ ہے کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں - میں
 تمہیں ایک بڑا گروہ اسلام کا دوں گا - ایک گروہ تو ان میں سے پہلے مسلمانوں میں سے ہوگا
 اور دوسرا گروہ ان لوگوں میں سے ہوگا جو دوسری قوموں میں سے ہونگے یعنی ہندوؤں میں
 سے یا یوڈیپ کے عیسائیوں میں سے یا امریکہ کے عیسائیوں میں سے یا کسی اور قوم
 میں سے - چنانچہ ہندو مذہب کے گروہ میں سے بہت سے لوگ مشرف باسلام ہو کر

چ ترجمہ - یعنی سچی اور مافی اور کمال محبت جو ہم کو اس بندہ سے ہے دوسروں کو نہیں -

ہم اس امر میں مغرور ہیں - اصل بات یہ ہے کہ محبت بقدر معرفت ہوتی ہے - منہ

ہمارے سلسلہ میں داخل ہو گئے ہیں جن میں سے ایک شیخ عبدالرحیم ہیں جو اسی جگہ قادیان میں مقیم ہیں جنہوں نے عربی کی کتابیں بھی پڑھ لی ہیں اور قرآن شریف اور کتب درسیہ حدیث وغیرہ کو پڑھ لیا ہے اور عربی میں خوب مہارت پیدا کر لی ہے۔ دوسرے شیخ فضل حق جو اس ضلع کے رئیس ہیں اور ان کا باپ جاگیر دار ہے۔ تیسرے شیخ عبداللہ دیو (پنچند) جو ساہیا سال سے ڈاکٹری میں تجربہ رکھتے ہیں اور اس جگہ قادیان میں دہی کام کرتے ہیں۔ لود اس سلسلہ کے لئے اسی کام پر قادیان میں مامور ہیں۔ اسی طرح اود کی ہیں جو اپنے اپنے وطنوں میں جاگزی ہیں۔ ایسا ہی یورپ یا امریکہ کے قدیم عیسائیوں میں بھی تھوڑے عرصہ سے ہمارے سلسلہ کا رواج ہوتا جاتا ہے۔ چنانچہ حال میں ہی ایک معزز انگریز شہر نیویارک کا رہنے والا جو ملک یونائیٹڈ اسٹیٹ امریکہ میں ہے جس کا پہلا نام ہے ایٹ ایل ایڈرسن نمبر ۲۰۲ - ۲۰۰ اود تھوڑی دیر بعد اسلام اس کا نام حسن رکھا گیا ہے وہ ہماری جماعت یعنی سلسلہ احمدیہ میں داخل ہے اور اس نے اپنے ہاتھ سے چھٹی لکھ کر اپنا نام اس جماعت میں درج کرایا ہے اور ہماری کتابیں جو انگریزی میں ترجمہ شدہ ہیں پڑھتا ہے۔ قرآن شریف کو عربی میں پڑھ لیتا ہے اور لکھ بھی سکتا ہے۔ ایسا ہی اور کئی انگریزوں ملکوں میں اس سلسلہ کے شاخوئل ہیں اور اپنی موافقت اس سے ظاہر کرتے ہیں چنانچہ ڈاکٹر بیگم جن کا نام ہے اے جارج بیگم نمبر ۲۰۴ سیس کوئی چینا دیو نو فلاڈلفیا امریکہ۔ میگزین ریویو آف ریلیجنس میں میرا نام اود تذکرہ پڑھ کر اپنی چٹھی میں یہ الفاظ لکھتے ہیں۔ "مجھے آپ کے امام کے خیالات کے ساتھ بالکل اتفاق ہے انہوں نے اسلام کو ٹھیک اس شکل میں دنیا کے سامنے پیش کیا ہے جس شکل میں حضرت نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کیا تھا۔" اور ایک عورت امریکہ سے میری نسبت اپنے خط میں لکھتی ہے کہ میں ہر وقت ان کی تصویر کو دیکھتی رہنا پسند کرتی ہوں۔ یہ تصویر بالکل سچ کی تصویر معلوم ہوتی ہے۔" اور اسی طرح ہمارے ایک دوست کی بیوی جس کا پہلا نام ایلزبری تھ

تھا جو انگلینڈ کی باشندہ ہے اس جماعت میں داخل ہو چکی ہے۔ اسی طرح اور کئی خط
امریکی۔ انگلینڈ۔ روس وغیرہ ممالک سے متواتر آ رہے ہیں اور وہ تمام خطوط متعصب
منکرین کے منہ بند کرنے کے لئے محفوظ رکھے جاتے ہیں۔ ایک بھی ضائع نہیں کیا گیا
اور دن بدن ان ممالک میں ہمارے ساتھ تعلق پیدا کرنے کے لئے قدرتی طور پر ایک
جوش پیدا ہو رہا ہے اور تعجب ہے کہ وہ خود بخود ہمارے سلسلہ سے مطلع ہوتے
جاتے ہیں اور خدائے کریم و رحیم و حکیم ان کے دلوں میں ایک انس اور محبت اور حسن ظن
پیدا کرتا جاتا ہے اور صاف طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ یورپ اور امریکہ کے لوگ ہمارے
سلسلہ میں داخل ہونے کے لئے تیاری کر رہے ہیں اور وہ اس سلسلہ کو بڑی عظمت کی
نگاہ سے دیکھتے ہیں جیسا کہ ایک سخت پیاسا یا سخت بھوکا جو شدت بھوک اور پیاس
سے مرنے پر ہو اور یک دفعہ اُس کو پانی اور کھانا مل جائے۔ اسی طرح وہ اس سلسلہ کے ظہور
سے خوشی ظاہر کرتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ اس زمانہ میں اسلام کی شکل کو تفریط اور
افراط کے سیلاب نے بگاڑ دیا تھا ایک فرقہ جو محض زبان سے اسلام کا دعویٰ کرتا
ہے وہ قطعاً اسلامی برکات سے منکر ہو چکا تھا اور معجزات اور پیشگوئیوں سے نہ صرف
انکار بلکہ دن رات ٹٹٹھا اور ہنسی کرتا تھا اور معاد کے واقعات کی اصل حقیقت نہ سمجھ
کر اس سے بھی تمسخر اور انکار سے پیش آتا تھا اور عبادات اسلامیہ سے جن سے روحانیت
کے دواوے نکلتے ہیں سبکدوش ہونا چاہتا تھا۔ غرض دہریت سے بہت قریب جا
رہا تھا اور صرف نام کا سلمان تھا۔ اور وہ امر جو اسلام اور دوسرے مذاہب میں ایسا
ماہ الا تمیاز ہے جو کوئی شخص اپنی طاقت سے اپنے مذہب میں وہ حصہ امتیازی نشان
کا داخل کر ہی نہیں سکتا اُس سے وہ بالکل بے خبر تھا۔ یہ تو تفریط والوں کا عمل تھا
اور دوسرے فرقے نے افراط کی راہ اختیار کر لی تھی۔ یعنی ایسے بے اصل قصے اور بیہودہ
کہانیاں جو کتاب اللہ کے برخلاف ہیں جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ دنیا

میں آنا اپنے مذہب کا جزو بنا دیا تھا حالانکہ خدا تعالیٰ صریح الفاظ سے قرآن شریف میں
 ان کی وفات ظاہر کرتا ہے اور احادیث نبویہ میں صراحت سے لکھا گیا ہے کہ آنے والا مسیح
 اسی امت میں سے ہوگا جیسا کہ موسیٰ کے سلسلہ کا مسیح اُسی قوم میں سے تھا نہ کہ آسمان
 آیا تھا۔ پس اس تفریط اور افراط کو دُور کرنے کے لئے خدا نے یہ سلسلہ زمین پر قائم کیا جو
 باعزت اپنی سچائی اور خوبصورتی اور اعتدال کے ہر ایک اہل دل کو پسند آتا ہے۔ غرض
 یہ پیشگوئی کہ ایک گروہ پُرانے مسلمانوں میں اس سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوگا اور ایک گروہ
 نئے مسلمانوں میں سے یعنی یورپ اور امریکہ اور دیگر کفار کی قوموں میں سے اس سلسلہ کے اندر
 اپنے تئیں لائیگا پھیش برس بعد اس زمانہ سے کہ جب خبر دی گئی پوری ہوئی۔ یاد رکھو کہ
 جیسا کہ ہم ابھی لکھ چکے ہیں عربی زبان میں اس پیشگوئی کے یہ لفظ ہیں جو وحی الہی نے
 میرے پر ظاہر کئے جو براہین احمدیہ حصص سابقہ میں آج سے پچیس برس پہلے شائع ہو
 چکے ہیں ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْآذِلَّةِ وَ ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْغَابِیَاتِ یعنی اس سلسلہ میں داخل ہونے
 والے دو فرق ہونگے ایک پُرانے مسلمان جن کا نام تولین رکھا گیا جواب تک تین لاکھ
 کے قریب اس سلسلہ میں داخل ہو چکے ہیں۔ اور دوسرے نئے مسلمان جو دوسری قوموں
 میں سے اسلام میں داخل ہونگے یعنی ہندوؤں اور سکھوں اور یورپ اور امریکہ کے عیسائیوں
 میں سے اور وہ بھی ایک گروہ اس سلسلہ میں داخل ہو چکا ہے اور ہوتے جاتے ہیں۔ اسی
 زمانہ کے بارہ میں جو میرا زمانہ ہے خدا تعالیٰ قرآن شریف میں خبر دیتا ہے جس کا خلاصہ ترجمہ
 یہ ہے کہ آخری دنوں میں طرح طرح کے مذاہب پیدا ہو جائیں گے اور ایک مذہب دوسرے مذہب
 پر حملہ کرے گا جیسا کہ ایک موج دوسری موج پر پڑتی ہے یعنی تعصب بہت بڑھ جائیگا اور
 لوگ طلب حق کو چھوڑ کر خواہ نہ خواہ اپنے مذاہب کی حمایت کریں گے اور کہیں اور تعصب ایسے
 حد اعتدال سے گزر جائیں گے کہ ایک قوم دوسری قوم کو نکل لینا چاہے گی۔ تب انہیں دلوں
 میں آسمان سے ایک فرقہ کی فریاد ڈلی جائیگی اور خدا اپنے مومنہد سے اس فرقہ کی حمایت کیلئے

ایک تھرا بجا بیگا۔ اس قرآن کی آواز سے ہر ایک معید اس فرقہ کی طرف کھپا آئے گا۔ بجز ان لوگوں کے جو شقی ازلی ہیں جو دوزخ کے بھرنے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ قرآن شریف اس میں الفاظ یہ ہیں و نَفَخَ فِي الصُّورِ فَمَعَّاهُمْ جَمْعًا۔ اور یہ بات کہ وہ نفع کیا ہوگا۔ اور اس کی کیفیت کیا ہوگی اس کی تفصیل وقتاً فوقتاً خود ظاہر ہوتی جائیگی۔ مجملہ صرف اس قدر کہہ سکتے ہیں کہ استعدادوں کو جنس دینے کیلئے کچھ آسمانی کارروائی نمود میں آئیگی اور ہر ایک نشان ظاہر ہونگے۔ تب سعید لوگ جاگ اٹھیں گے کہ یہ کیا ہوا چاہتا ہے۔ کیا یہ دہی مانہ نہیں جو تریب قیامت ہے جسکی بنیوں نے خبر دی ہے۔ اور کیا یہ دہی انسان نہیں جس کی نسبت اطلاع دی گئی تھی کہ اس امت میں سے وہ مسیح ہوگا آئیگا جو عیسیٰ بن مریم کہلائیگا۔ تب جس کے دل میں ایک اللہ ایسی سعادت اور رشد کا مادہ ہے خدا تعالیٰ کے غضبناک نشانوں کو دیکھ کر ڈرے گا اور طاقت بالا اس کو کھینچ کر حق کی طرف لے آئیگی اور اس کے تمام تقصبات اور کئے یوں حل جائیں گے جیسا کہ ایک خشک تنکا بھڑکتی ہوئی آگ میں پڑ کر بحسم ہو جاتا ہے۔ غرض اس وقت ہر ایک رشید خدا کی آواز سن لیگا۔ اور اس کی طرف کھینچا جائیگا اور دیکھ لیگا کہ اب زمین اور آسمان دوسرے رنگ میں ہیں۔ نہ وہ زمین ہے اور نہ وہ آسمان۔ جیسا کہ مجھے پہلے اس سے ایک کشفی رنگ میں دکھلایا گیا تھا کہ میں نے ایک نئی زمین اور نیا آسمان بنایا ایسا ہی متعجب ہونے والا ہے۔ اور کشفی رنگ میں یہ بنا ما میری طرف منسوب کیا گیا۔ کیونکہ خدا نے اس زمانہ کے لئے مجھے بھیجا ہے۔ لہذا اس نئے آسمان اور نئی زمین کا میں ہی موجب ہوا اور ایسے انعکارات خدا کی کلام میں بہت ہیں لیکن اسجگہ شاید بعض نادانوں کو یہ اشکال پیش آوے کہ اگرچہ یہ توضیح مسلم اور بخاری میں آچکا ہے کہ آنے والا مسیح اسی امت میں سے ہوگا اور قرآن شریف میں بھی سورہ نور میں منکم کا لفظ اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ ہر ایک خلیفہ اسی امت میں سے ہوگا اور آیت کما استخلف الذین من قبلہم بھی اسی کی طرف اشارہ کر رہی ہے جس سے ظاہر ہے کہ کوئی امر غیر معمولی نہیں ہوگا بلکہ جس طرح صد زمانہ اسلام میں ہوا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

فیل موسیٰ ہیں جیسا کہ آیت کما ارسلنا الیٰ فرعون و سلوٰۃ ظاہر ہے ایسا ہی آفرمانہ اسلام میں دونوں سلسلوں موسیٰ اور محمدی کا اول اور آخر میں تطابق پورا کرنے کے لئے فیل عیسیٰ کی ضرورت تھی جس کی نسبت حدیث بخاری امام مکہ منکر اور حدیث مسلم امام مکہ منکر و ضاحک خبر دے رہی ہیں۔ گرامی امت میں سے عیسیٰ بننے والا ابن مریم کو نکر کہلا سکے وہ تو مریم کا بیٹا نہیں بلکہ حالانکہ حدیثوں میں ابن مریم کا لفظ آیا ہے پس یاد رہے کہ یہ دوسرے جو نادانوں کے دہل کو پکڑتا ہے قرآن شریف میں سورۃ تحریم میں اس شبہ کا ازالہ کر دیا گیا ہے جیسا کہ سورۃ تحریم میں اس امت کے بعض افراد کو مریم سے مشابہت دی گئی ہے اور پھر اس میں عیسیٰ کی نوح کے نفع کا ذکر کیا گیا ہے جس میں صریح اشارہ کیا گیا ہے کہ اس امت میں سے کوئی فرد اول مریم کے درجہ پر ہوگا اور پھر اس مریم میں نفع روح کیا جائیگا تب وہ اس درجہ سے منتقل ہو کر ابن مریم کہلائے گا اور اگر کوئی مجھ سے سوال کرے کہ اگر یہی سچ ہے تو پھر تہمدے ہلکتے ہیں بھی اس کی طرف کوئی اشارہ ہونا چاہیئے تھا۔ اس کے جواب میں میں کہتا ہوں کہ آج سے عیسٰی برس پہلے ہی تصریح میری کتاب برائین احمدیہ حصہ سابقہ میں موجود ہے اور نہ صرف اشارہ بلکہ پوری وضاحت کتاب برائین احمدیہ حصہ سابقہ میں ایک لطیف استفادہ کے رنگ میں مجھے ابن مریم ٹھہرایا گیا ہے چاہئے کہ اول وہ کتاب ہاتھ میں لے لو اور پھر دیکھو کہ اس کی اوائل میں اول میرا نام خدا تعالیٰ نے مریم رکھا ہے بعد فرمایا ہے یا مریم اسکن امت و زوجک الجنة یعنی اے مریم تو اور تیرے بعد امت جنت میں داخل ہو۔ پھر آگے چل کر کئی صفحوں کے بعد جو ایک مدت پیچھے لکھے گئے تھے خدا تعالیٰ نے فرمایا یا مریم لنخنت ذیك من لدنی روح الصّدق یعنی اے مریم میں نے تجھ میں صدق کی نعت پھونک دی۔ میں یہ روح پھونکنا گویا روحانی عمل تھا کیونکہ اس جگہ دہی الفاظ استعمال کئے گئے ہیں جو مریم صدیقہ کی نسبت استعمال کئے گئے تھے جب مریم صدیقہ میں روح پھونکی گئی تھی تو اس کے یہی معنی تھے کہ اس کو عمل ہو گیا تھا جس عمل سے عیسیٰ پیدا ہوا۔ پس اس جگہ بھی اسی طرح فرمایا کہ تجھ میں روح پھونکی گئی گویا یہ ایک روحانی عمل تھا۔ پھر آگے چل کر آخر کتاب میں

۸۴

مجھے عیسیٰ کر کے پکارا گیا۔ کیونکہ بعد نفع ربانی مریحی حالت عیسیٰ بننے کیلئے مستعد ہوئی جس کو اعتقاد کے رنگ میں عمل قرار دیا گیا پھر آخر اسی مریحی حالت سے عیسیٰ پیدا ہو گیا۔ اسی دھڑکے لئے کتاب کے آخر میں میرا نام عیسیٰ رکھا گیا۔ اور کتاب کے اول میں مریم نام رکھا گیا۔ اب شرم اور حیا اور انصاف اور تقویٰ کی آنکھ سے اول سورۃ تحریم میں اس آیت پر غور کرو جس میں بعض افراد اس امت کو مریم سے نسبت دی گئی ہے اور پھر مریم میں نفع روح کا ذکر کیا گیا ہے جو اس عمل کی طرف اشارہ کرتا ہے جس سے عیسیٰ پیدا ہونے والا ہے۔ پھر بعد اس کے برائین احمدیہ حصہ سہم سابقہ کے یہ تمام مقامات پڑھو اور خدا تعالیٰ سے ڈر کر خوف کرو کہ کس طرح اُس نے پہلے میرا نام مریم رکھا اور پھر مریم میں نفع روح کا ذکر کیا اور آخر کتاب میں اسی مریم کے روحانی عمل سے مجھے عیسیٰ بنا دیا۔ اگر یہ کا دوبار انسان کا ہوتا تو ہرگز انسان کی قدرت نہ تھی کہ دھوسے سے ایک زمانہ دماز پہلے یہ طبیعت معارف پیش بندی کے طور پر اپنی کتاب میں داخل کر دیتا۔ تم خود گواہ ہو کہ اُس وقت اور اس زمانہ میں مجھے اسی آیت پر اطلاع بھی نہ تھی کہ میں اس طرح پر عیسیٰ راجع بنایا جاؤنگا۔ بلکہ میں بھی تہادی طرح بشریت کے محدود علم کی وجہ سے یہی اعتقاد رکھتا تھا کہ عیسیٰ بن مریم آسمان سے نازل ہوگا۔ اور باوجود اس بات کے کہ خدا تعالیٰ نے برائین احمدیہ حصہ سابقہ میں میرا نام عیسیٰ رکھا اور جو قرآن شریف کی آیتیں پیش گوئی کے طور پر حضرت عیسیٰ کی طرف منسوب تھیں وہ سب آیتیں میری طرف منسوب کر دیں اور یہ بھی فرما دیا کہ تمہارا آنے کی خبر قرآن اور حدیث میں موجود ہے مگر پھر بھی میں متنبہ نہ ہوا اور برائین احمدیہ حصہ سابقہ میں میں نے وہی غلط عقیدہ اپنی رائے کے طور پر رکھ دیا اور شائع کر دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہونگے اور میری آنکھیں اس وقت تک بالکل بند رہیں جب تک کہ خدا نے بار بار کھول کر مجھ کو سمجھایا کہ عیسیٰ بن مریم اسرائیلی قوت ہو چکا ہے اسلئے وہ نہیں آئیگا اس زمانہ اور اس امت کیلئے تو ہی عیسیٰ بن مریم ہے۔ یہ میری غلط رائے جو برائین احمدیہ حصہ سابقہ میں صریح ہو گئی یہ بھی خدا تعالیٰ کا ایک نشان تھا اور میری سادگی اور عدم بناوٹ پر گواہ تھا

گر اب میں اس سخت دل قوم کا کیا علاج کر دوں کہ نہ قسم کو مانتے ہیں نہ نشانوں پر ایمان لاتے ہیں اور نہ خدا تعالیٰ کی ہدایتوں پر غور کرتے ہیں۔ آسمان نے بھی نشان دکھائے اور زمین نے بھی مگر ان کی آنکھیں بند ہیں۔ اب نہ معلوم خدا انہیں کیا دکھائے گا۔

بس جبکہ یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ خدا تعالیٰ نے میرا نام حبیبی ہی نہیں رکھا بلکہ ابتداء سے انہماک سے مسند انبیا علیہم السلام کے نام تھے وہ سب میرے نام رکھ دیئے ہیں۔ چنانچہ براہین احمدیہ حصہ سابقہ میں میرا نام آدم رکھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: - اودت ان

استخلف فلخلق آدم۔ دیکھو براہین احمدیہ حصہ سابقہ صفحہ ۲۹۲۔ پھر دوسری جگہ فرماتا ہے

سبحان الذی اموی بعبدہ لیس لہ علق آدم خاکرہ۔ دیکھو براہین احمدیہ حصہ سابقہ

صفحہ ۵۰۲۔ دونوں فقروں کے معنی یہ ہیں کہ میں نے ارادہ کیا کہ اپنا خلیفہ بائبل میں موسیٰ نے آدم کو

پیدا کیا یعنی اس عاجز کو۔ پھر فرمایا۔ پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندہ کو ایک ہی ذات میں تمام

میر کر دیا۔ پیدا کیا اس آدم کو۔ پھر اس کو بزرگی دی۔ ایک ہی ذات میں میر کرانے سے مقصد یہ ہے

کہ اس کی تمام تکمیل ایک ہی ذات میں کر دی اور صرف چار پہر میں اس کے سلوک کو کمال تک پہنچایا

اور خدا نے جو میرا نام آدم رکھا اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں عام طور پر آدم کی توحید

پر اتنی آگاہی تھی جس خدا نے نئی زندگی کے سلسلہ کا مجھے آدم ٹھہرایا اور اس مختصر فقرہ میں یہ پیش گوئی

پوشیدہ ہے کہ جیسا کہ آدم کی نسل تمام دنیا میں پھیل گئی ایسا ہی میری یہ روحانی نسل اور نیز

ظاہری نسل میں تمام دنیا میں پھیلے گی۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جیسا کہ فرشتوں نے آدم کے خلیفہ بنا کے

پر اتر جن کیا اور خدا تعالیٰ نے اس اتر جن کو رد کر کے کہا کہ آدم کے حالات جو مجھے معلوم ہیں وہ

تین معلوم نہیں۔ یہی واقعہ میرے پر صادق آتا ہے کیونکہ براہین احمدیہ کے حصہ سابقہ میں یہ

وحی الہی صبح ہے کہ لوگ میری نسبت لیسے ہی اتر جن کر گئے جیسے کہ آدم علیہ السلام پر کئے گئے

جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وان یقتذونک الاھمزوا اھذ الذی بعث اللہ۔ جاہل

لو معجنون یعنی تم مجھے لوگ انہی کی جگہ بنا لیگے اور کہیں گے کہ کیا یہی شخص خدا نے نبوت فرمایا ہے

یہ تو جاہل یا دیوانہ ہے۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ انہیں حصص برائین احمدیہ میں فرماتا ہے۔ ننت مثنیٰ بمسنو لہ ولا یعلمھا المخلوق یعنی تیرا میرے نزدیک وہ مقام ہے جس کو دنیا نہیں جانتی۔ یہ جواب اسی قسم کا ہے جیسا کہ آدم کی نسبت قرآن شریف میں ہے۔ قال انی اعلم ما لا تعلمون بلکہ یہی آیتیں یحییٰ مگر چہ برائین احمدیہ کے حصص سابقہ میں نہیں مگر دوسری کتابوں میں میری نسبت بھی وحی الہی ہو کر شائع ہو چکی ہیں۔ تیسری آدم سے مجھے یہ بھی منابہت ہے کہ آدم قلم کے طوطی پیدا ہوا اور میں بھی تو آدم پیدا ہوا۔ پہلے لڑکی پیدا ہوئی بعد ازاں میں۔ اور باہنہم میں اپنے والد کے لئے خاتم الولد تھا۔ میرے بعد کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا۔ اور میں جمعہ کے روز پیدا ہوا تھا۔ اور آدم کا تو اسے پہلے پیدا ہونا اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ وہ سلسلہ دنیا کا مجدد ہے۔ اور میرا اپنی توام پیشرو سے بعد میں پیدا ہونا اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ میں دنیا کے سلسلہ کے خاتمہ پر آیا ہوں۔ چنانچہ چھٹے ہزار کے آخر میں میری پیدائش ہے اور قسری حساب کی دسے اب ساتواں ہزار جاتا ہے۔

اسی طرح برائین احمدیہ کے حصص سابقہ میں خدا تعالیٰ نے میرا نام نوح بھی رکھا ہے اور میری نسبت فرمایا ہے۔ ولا تمنا حبس فی الذین ظلموا انہم مغرمون یعنی میری آنکھوں کے سامنے کشتی بنا اور ظالموں کی شفاعت کے بارے میں مجھ سے کوئی بات نہ کر کریں ان کو غرق کرونگا۔ خدا نے نوح کے زمانہ میں ظالموں کو قریباً ایک ہزار سال تک ہمت دی تھی۔ اور اب بھی غیر تقویٰ کی قین حدیوں کو عقیدہ رکھ کر ہزار برس ہی ہو جاتا ہے۔ اس حساب سے اب یہ زمانہ اُس وقت پر آچھا پہتا ہے جبکہ نوح کی قوم عذاب سے ہلاک کی گئی تھی۔ اور خدا تعالیٰ نے مجھ فرمایا۔ امنع لظالم بائسنا ووحینا۔ ان الذین یبایعوننا انما یبایعون اظہ ید اللہ فوق ایڈیہم یعنی میری آنکھوں کے دوبرو اور میرے حکم سے کشتی بنا۔ وہ لوگ جو تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ نہ تجھ سے بلکہ خدا سے بیعت کرتے ہیں۔ یہ خدا کا ہاتھ ہے جو ان کے ہاتھوں پر ہے۔ یہی بیعت کی کشتی ہے جو انسانوں کی جان اور ایمان بچانے

کے لئے ہے۔ یکن بیعت سے مراد وہ بیعت نہیں جو صرف زبان سے ہوتی ہے اور دل اس سے غافل بلکہ روگردان ہے بیعت کے معنی بیچ وینے کے ہیں پس جو شخص وہ حقیقت اپنی جان اور مال اور آبرو کو اس راہ میں بیچتا نہیں جس سے کھتا ہوں کہ وہ خدا کے نزدیک بیعت میں داخل نہیں بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ ابھی تک ظاہری بیعت کرنے والے بہت ایسے ہیں کہ نیک ظنی کا مادہ بھی ہنوز ان میں کامل نہیں اور ایک کمزور بچہ کی طرح ہر ایک ابتلا کے وقت ٹھوکر کھاتے ہیں۔ اور بعض بد قسمت ایسے ہیں کہ شریر لوگوں کی باتوں سے جلد متاثر ہو جاتے ہیں اور بدگمانی کی فتنے دھڑتے میں جیسے کٹا مُردہ کی طرف۔ پس میں کیونکر کہوں کہ وہ حقیقی طور پر بیعت میں داخل ہیں مجھے دقتاً فوقتاً ایسے کو میوں کا علم بھی دیا جاتا ہے مگر نزن نہیں دیا جاتا کہ ان کو مطلع کروں۔ کئی چھوٹے ہیں جو بڑے کئے جائیں گے اور کئی بڑے ہیں جو چھوٹے کئے جائیں گے۔ پس مقام خوف ہے۔

اسی طرح برائین احمدیہ کے حصص سابقہ میں میرا نام ابراہیم بھی رکھا گیا ہے جیسا کہ فرمایا۔ سلامہ علیک یا ابراہیم (دیکھو برائین احمدیہ صفحہ ۵۵۸) یعنی اسے ابراہیم مجھ پر سلام۔ ابراہیم علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے بہت برکتیں دی تھیں اور وہ ہمیشہ دشمنوں کے حملوں سے سلامت رہا۔ پس میرا نام ابراہیم رکھ کر خدا تعالیٰ یہ اشارہ کرتا ہے کہ ایسا ہی اس ابراہیم کو برکتیں دی جائیں گی۔ اور مخالف اس کو کچھ ضرر نہیں پہنچا سکیں گے۔ جیسا کہ اسی برائین احمدیہ کے حصص سابقہ میں اللہ تعالیٰ مجھے مخاطب کر کے فرماتا ہے جو رکنت یا احمد و کان ما بلواک اللہ فلیک حقانیک یعنی اے احمد! تجھے مبارک کیا گیا اور یہ تیرا ہی حق تھا۔ اور انہیں حصص سابقہ برائین احمدیہ میں اللہ تعالیٰ ایک جگہ مجھے مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ میں تجھے اس قدر برکت دوں گا کہ بلوٹا تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ اور جس طرح ابراہیم سے خدا نے خاندان شروع کیا اسی طرح اللہ تعالیٰ برائین احمدیہ کے حصص سابقہ میں میری نسبت فرماتا ہے۔ سبحان اللہ زاد مجدک۔ یقطع اباؤک و یبدع منک۔ یعنی خدا پاک ہے جس نے تیری بزرگی کو

زیادہ کیا۔ وہ تیرے باپ دادا کے کاڑھ کا قطع کر دے گا اور ابتدا خاندان کا تجھ سے کرے گا۔ اور
 ابراہیم سے خدا کی محبت ایسی صاف تھی جو اُس نے اُسکی حفاظت کے لئے بڑے بڑے کام
 دکھائے۔ اور غم کے وقت اُس نے ابراہیم کو خود قتل دی۔ ایسا ہی اللہ تعالیٰ براہین احمدیہ
 کے حصص سابقہ میں میرا نام ابراہیم رکھ کر فرماتا ہے۔ سلام علیٰ ابراہیم صا فینا ونبینا
 من الذم تغردنا بذا الذم صفحہ ۵۶۱۔ یعنی اس ابراہیم پر سلام۔ ہماری اس سے محبت
 صافی ہے جس میں کوئی کدورت نہیں اور ہم اس کو غم سے نجات دیں گے۔ یہ محبت ہم سے
 ہی مخصوص ہے کوئی دوسرا اس کا ایسا محبت نہیں۔ اور پھر ایک اور جگہ براہین احمدیہ کے
 حصص سابقہ میں میرا نام ابراہیم رکھا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ یا ابراہیم اعرف
 عن هذا ان الله عمل غیو صالح۔ انما انت مذکور ما انت ملیہم بہ صیطر
 صفحہ ۵۶۱ یعنی ابراہیم اس شخص کے ملک ہو جا۔ یہ اچھا آدمی نہیں ہے اور تیرا کام یاد دلانا ہے تو ان پر وارفتہ
 تو نہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بعض اپنی قوم کے لوگوں سے اور قریب رشتوں سے قطع تعلق کرنا پڑا تھا پس
 میری نسبت یہ پیشگوئی کی تھی کہ ہمیں بھی بعض قوم کے قریب لوگوں سے قطع تعلق کرنا پڑے گا۔ چنانچہ ایسا
 ہی ہمارے میں آیا۔ پھر ایک اور جگہ براہین احمدیہ کے حصص سابقہ میں میرا نام ابراہیم رکھا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔
 ونظرا نالیك وقلنا یا نار کوئی بردا و سلاما علیٰ ابراہیم۔ یکھو صفحہ ۲۲۰۔ یعنی
 ہم نے اسی ابراہیم کی طرف نظر کی اور کہا کہ اے آگ ابراہیم کیلئے ٹھنڈی اور مسلاتی ہو جا۔
 یہ آئندہ زمانہ کیلئے ایک پیشگوئی ہے۔ اور جہاں تک اس وقت میرا خیال ہے یہ ان خوفناک
 مقدمات کیلئے بشادت ہے جن میں جان اور عزت کے تلف ہونے کا اندیشہ تھا جیسا کہ
 ڈاکٹر مارٹن کلاک کا میرے پر استفتاء اقدام قتل اور کرم دین کا مقدمہ۔ اور آگ سے مراد
 اسماء وہ آگ ہے جو حکام کے غضب اور اشتعال سے پیدا ہوتی ہے اور حاصل مطلب یہ
 ہے کہ ہم غضب اور اشتعال کی آگ کو ٹھنڈی کر دیں گے اور مسلاتی سے غلطی ہوگی۔ اور
 اسی طرح براہین احمدیہ کے حصص سابقہ میں میرا نام یوسف بھی رکھا گیا ہے۔ اور

مشابہت کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔ ایسا ہی براہین احمدیہ کے حصص سابقہ میں میرا نام
 موسیٰ رکھا گیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ تَلَطَّفَ بِالنَّاسِ وَتَوَحَّدَ عَلَيْهِمُ لَنْتَ
 ذِيهِمْ بِمَنْزِلَةِ مُوسَىٰ وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ (دیکھو صفحہ ۵۰۸ براہین احمدیہ حصص سابقہ)
 یعنی لوگوں سے لطیف اور مدارات سے پیش آؤ۔ تو اُن میں موسیٰ کی طرح ہے اور اُن کی نگاہ اور
 باتوں پر صبر کرنا رہے۔ یعنی موسیٰ بڑا حلیم تھا اور ہمیشہ بنی اسرائیل کے لئے دن مرتد ہوتے تھے اور
 موسیٰ پر حملے کرتے اور بعض اوقات کئی یہودہ الزام اس پر لگاتے تھے۔ مگر موسیٰ ہمیشہ صبر کرتا
 تھا اور ان کا شفیع تھا۔ موسیٰ ان کو ایک جلتے ہوئے تھوڑے نکال لایا اور فرعون کے ہاتھ
 سے نجات دی اور موسیٰ نے فرعون کے سامنے بڑے بڑے ہولناک معجزے دکھائے۔
 پس اس نام کے دکنے میں پیشگوئی بھی ہے کہ ایسا ہی اس جگہ بھی ہوگا۔ اسی طرح خدا نے
 براہین احمدیہ حصص سابقہ میں میرا نام داؤد بھی رکھا جس کی تفصیل عنقریب اپنے موقع پر
 آئیگی۔ ایسا ہی براہین احمدیہ حصص سابقہ میں خدا تعالیٰ نے میرا نام سلیمان بھی رکھا جس کی
 تفصیل بھی عنقریب آئیگی۔ ایسا ہی براہین احمدیہ حصص سابقہ میں خدا تعالیٰ نے میرا نام
 احمد اور محمد بھی رکھا اور یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم خاتم نبوة ہیں ویسا ہی یہ عاجز خاتم ولایت ہے۔ اور بعد اس کے میری نسبت
 براہین احمدیہ کے حصص سابقہ میں یہ بھی فرمایا جبرئیل علیہ السلام فی حلی الانبیاء۔ یعنی
 رسول خدا تمام گذشتہ انبیاء علیہم السلام کے پیرائوں میں۔ اس وحی الہی کا مطلب یہ ہے
 کہ گو میں سے لیکر اخیر تک جس قدر انبیاء علیہم السلام خدا تعالیٰ کی طرف سے دنیا میں گئے ہیں۔
 خواہ وہ اسرائیلی ہیں یا غیر اسرائیلی ان سب کے خاص واقعات یا خاص صفات میں سے اس
 عاجز کو کچھ عرصہ دیا گیا ہے اور ایک بھی نبی ایسا نہیں گذرا جس کے خواص یا واقعات میں سے
 اس عاجز کو حصہ نہیں دیا گیا۔ ہر ایک نبی کی فطرت کا نقش میری فطرت میں ہے یہی پر خدا
 مجھے اظہار دی اور اس میں یہ بھی اشارہ پایا جاتا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام جانی و نشانی

اور سخت مخالفت جو خدا کی طرف سے بڑھ گئے تھے جنگوں و طغیان کے عذابوں کی ہلاکت کیا گیا اس زمانہ کے اکثر لوگ بھی اُن سے مشابہ ہیں اگر وہ توبہ نہ کریں۔ غرض اس وحی الہی میں یہ جتنا نا منظور ہے کہ یہ زمانہ جامع کمالات و کمالات اشرار ہے۔ اور اگر خدا تعالیٰ رحم نہ کرے تو اس زمانہ کے شریر تمام گزشتہ عذابوں کی مستحق ہیں یعنی اس زمانہ میں تمام گزشتہ عذاب جمع ہو سکتے ہیں اور جیسا کہ پہلی امتوں میں کوئی قوم طاعون سے مری۔ کوئی قوم صاعقہ سے اور کوئی قوم زلزلہ سے اور کوئی قوم پانی طوفان سے اور کوئی قوم آندھی کے طوفان سے اور کوئی قوم سخت اسی طرح اس زمانہ کے لوگوں کو ایسے عذابوں سے ڈرنا چاہیے، اگر وہ اپنی اصلاح نہ کریں۔ کیونکہ اکثر لوگوں میں یہ تمام مولود موجود ہیں محض حکم الہی نے ہمدست دے رکھی ہے۔ اور یہ فقرہ کہ جبرئیل اللہ فی حمل الانبیاء بہت تفصیل کے لائق ہے جسکا یہ پنجم حصہ برائے تحمل نہیں ہو سکتا صرف استعدا جہلاً کافی ہے کہ ہر ایک گزشتہ نبی کی عداوت اور خاصیت اور واقعات میں سے کچھ مجھ میں ہے اور جو کچھ خدا تعالیٰ نے گزشتہ نبیوں کے ساتھ رنگا رنگ طریقوں میں نصرت اور تائید کے معاملات کئے ہیں اُن معاملات کی نظیر بھی میرے ساتھ ظاہر کی گئی ہے اور کی جائیگی۔ اور یہ امر صرف اسرائیلی نبیوں کے ساتھ خاص نہیں بلکہ کل دنیا میں جو نبی گذرے ہیں اُن کی شاخیں اور ان کے واقعات میرے ساتھ اور میرے اندر موجود ہیں۔ اور ہندوؤں میں جو ایک نبی گذرا ہے جس کا نام کرشن تھا وہ بھی اس میں داخل ہے۔ افسوس کہ جیسے داؤد نبی پر شریعہ لوگوں نے فسق و فجور کی تہمتیں لگائیں ایسی ہی تہمتیں کرشن پر بھی لگائی گئی ہیں اور جیسا کہ داؤد خدا تعالیٰ کا پہلا ان اور بڑا بہادر تھا اور خدا اس سے پیارا کرتا تھا ویسا ہی گدیہ ورت میں کرشن تھا۔ پس یہ کہنا درست ہے کہ گدیہ ورت کا داؤد کرشن ہی تھا اور اسرائیلی نبیوں کا کرشن داؤد ہی تھا۔ اور یہ بالکل صحیح ہے کہ ہم کہیں کہ داؤد کرشن تھا یا کرشن داؤد تھا۔ کیونکہ زمانہ اپنے اندر ایک گردش دہری رکھتا ہے اور نیک ہوں یا بد بھول بار بار دنیا میں ان کے امثال پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ اور اس زمانہ میں خدا نے چاہا کہ مسعود نیک اور راستباز مقدس نبی گذرے جس میں ایک ہی شخص

وجود میں ان کے نوئے ظاہر کئے جائیں سو وہ یسے ہوں۔ اسی طرح اس زمانہ میں تمام بدوں کے نوئے بھی ظاہر ہوئے فرعون ہو یا وہ یہود ہوں جنہوں نے حضرت مسیح کو صلیب پر چڑھایا۔ یا البجیل ہو سب کی مثالیں اس وقت موجود ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں یا جوج ماجوج کے ذکر کے وقت اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

اسی طرح خدا تعالیٰ نے میرا نام ذوالقرنین بھی رکھا کیونکہ خدا تعالیٰ کی میری نسبت یہ دجی مقدس کہ جبری اللہ فی حلال الانبیاء جس کے یہ معنی ہیں کہ خدا کا رسول تمام نبیوں کے پیرائوں میں یہ چاہتی ہے کہ مجھ میں ذوالقرنین کے بھی صفات ہوں۔ کیونکہ سورہ کہف سے ثابت ہے کہ ذوالقرنین بھی صاحب دجی تھا۔ خدا تعالیٰ نے اس کی نسبت فرمایا ہے قلنا یا اذالقرنین۔ پس اس دجی الہی کی رُو سے کہ جبری اللہ فی حلال الانبیاء اس اُمت کے لئے ذوالقرنین میں ہوں۔ اور قرآن شریف میں شالی طور پر میری نسبت پیشگوئی موجود ہے مگر اُن کے لئے جو فراموش رکھتے ہیں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ ذوالقرنین وہ ہوتا ہے جو دو صدیوں کو پانے والا ہو۔ اور میری نسبت یہ عجیب بات ہے کہ اس زمانہ کے لوگوں نے جس قدر اپنے اپنے طوط پر صدیوں کی تقسیم کر رکھی ہے ان تمام تقسیموں کے لحاظ سے جب دیکھا جائے تو ظاہر ہو گا کہ میں نے ہر ایک قوم کی دو صدیوں کو پالیا ہے۔ میری عمر اس وقت تھی ۷۰ سال ہے پس ظاہر ہے کہ اس حساب سے جیسا کہ میں نے دو ہجری صدیوں کو پالیا ہے۔ ایسا ہی دو عیسائی صدیوں کو بھی پالیا ہے۔ اور ایسا ہی دو ہندی صدیوں کو بھی جن کا سن بکرمجیت سے شروع ہوتا ہے اور میں نے جہاں تک ممکن تھا قدیم زمانہ کے تمام ممالک مشرقی اور غربی کی مقرر شدہ صدیوں کا ملاحظہ کیا ہے کوئی قوم ایسی نہیں جس کی مقرر کردہ صدیوں میں سے دو صدیوں میں نے نہ پائی ہوں۔ اور بعض احادیث میں بھی اُچکا ہے کہ آنے والے مسیح کی ایک یہ بھی علامت ہے کہ وہ ذوالقرنین ہو گا۔ غرض بموجب نص دجی الہی کے میں

ذوالقرنین ہوں اور جو کچھ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف کی ان آیتوں کی نسبت جو سورۃ کہف میں ذوالقرنین کے قصہ کے بارے میں میرے پیشگوئی کے رنگ میں معنے کھولے ہیں۔ میں ذیل میں ان کو بیان کرتا ہوں۔ مگر یاد رہے کہ پہلے معنوں سے انکا وہ نہیں ہے وہ گذشتہ سے متعلق ہیں اور یہ ائمہ کے متعلق۔ اور قرآن شریف صرف قصہ گو کی طرح نہیں ہے بلکہ اس کے ہر ایک قصہ کے نیچے ایک پیشگوئی ہے۔ اور ذوالقرنین کا قصہ مسیح موعود کے زمانہ کے لئے ایک پیشگوئی اپنے اندر رکھتا ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف کی عبارت یہ ہے۔ ویسئلونک عن ذی القرنین قل سأتدا علیہم منہ ذکراً یعنی یہ لوگ تجھ سے ذوالقرنین کا حال دریافت کرتے ہیں۔ انکو کہو کہ میں ابھی تھوڑا سا تذکرہ ذوالقرنین کا تم کو سنائوں گا اور پھر بعد اس کے فرمایا۔ انا مکنا لہ فی الارض وایتناہ من کل شیء سبباً یعنی ہم اس کو یعنی مسیح موعود کو جو ذوالقرنین بھی کہلائیگا روئے زمین پر ایسا مستحکم کریں گے کہ کوئی اس کو نقصان نہ پہنچا سکیگا۔ اور ہم ہر طرح سے ساز و سامان اس کو دے دیں گے۔ اور اس کی کامدائیوں کو ہل اور آسان کر دیں گے۔ یاد رہے کہ یہ وحی برائین احمدیہ حصص سابقہ میں بھی میری نسبت ہوئی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ العنجل للک سہولۃ فی کل امر۔ یعنی کیا ہم نے ہر ایک امر میں تیرے لئے آسانی نہیں کر دی۔ یعنی کیا ہم نے تمام وہ سامان تیرے لئے میسر نہیں کر دیئے جو تبلیغ اور اشاعت حق کے لئے ضروری تھے۔ جیسا کہ ظاہر ہے کہ اس نے میرے لئے وہ سامان تبلیغ اور اشاعت حق کے میسر کر دیئے جو کسی نبی کے وقت میں موجود نہ تھے۔ تمام قوموں کی آمد و رفت کی راہیں کھولی گئیں۔ طے مسافرت کیلئے وہ آسانیاں کر دی گئیں کہ برسوں کی راہیں دنوں میں طے ہونے لگیں اور خبر رسانی کے وہ ذریعے

یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ذوالقرنین کا ذکر صرف گذشتہ زمانہ وابستہ نہیں بلکہ ائمہ زمانہ میں بھی ایک ذوالقرنین آنے والا ہے اور گذشتہ کا ٹکڑا تو ایک تھوڑی سی بات ہے۔ منہ

پیدا ہوئے کہ ہزاروں کو اس کی خبریں چند منٹوں میں آئے گئیں۔ ہر ایک قوم کی وہ کتابیں شائع ہوئیں جو مخفی اور مستور تھیں۔ اور ہر ایک چیز کے بہم پہنچانے کے لئے ایک سبب پیدا کیا گیا۔ کتابوں کے کچھ نہیں جو قوتیں تھیں وہ چھاپہ خانوں سے دفع اور دُور ہو گئیں یہاں تک کہ ایسی یہی شےیں نکلیں کہ ان کے ذخیرے دس دن میں کسی مضمون کو اس کثرت سے چھاپ سکتے ہیں کہ پہلے زمانوں میں دس سال میں بھی وہ مضمون قید تحریر میں نہیں آ سکتا تھا۔ اور پھر ان کے شائع کرنے کے اس قدر حیرت انگیز مسائل نکل آئے ہیں کہ ایک تحریر موت چاہیں تو ان میں تمام دنیا کی آبادی میں شائع ہو سکتی ہے اور اس زمانہ سے پہلے ایک شخص بشرطیکہ اس کی عمر بھی لمبی ہو سو برس تک بھی اس وسیع اشاعت پر قادر نہیں ہو سکتا تھا۔ پھر بعد اس کے اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے فاتبع سبباً عتاً اذا بلغ مغرب الشمس وجدھا تقرئ فی علین حمتھ ووجد عندھا قوماً قلنا یا اھل القرین امان تعذب واما ان تتخذ فیہم حسنا۔ حال امان ظلم فسوف نعد بہ ثم یرد الی ربہ فیدعہ عذاباً نکرہ واما من امن وعمل صالحاً فلا جزاؤہ العسفی وسنقول لہ من اموننا سوا۔ یعنی جب ذوالقرنین کو جو سیح موعود ہے ہر ایک طرح کے مسائل میں جانچے پس وہ ایک سالان کے چھپے پڑ گیا۔ یعنی وہ مغربی ممالک کی اصلاح کے لئے کمر باندھے گا اور وہ دیکھے گا کہ آفتاب صداقت اور حقانیت ایک کچھڑ کے چشمر میں غروب ہو گیا اور اس غلط چشمر اور تاریکی کے پاس ایک قوم کو باریگا جو مغربی قوم کہلائیگی یعنی مغربی ممالک میں عیسائیت کے مذہب و دین کو نہایت تاریکی میں مشاہدہ کرے گا۔ نہ تو ان کے مقابل پر آفتاب ہو گا جس سے وہ روشنی پا سکیں اور نہ تو ان کے پاس پانی صاف ہو گا جس کو وہ پیوں یعنی ان کی طبیعتی طبیعت نہایت خراب ہوگی اور وہ روحانی روشنی اور روحانی پانی سے بے نصیب ہو جائے گا۔ تب ہم ذوالقرنین یعنی سیح موعود کو کہیں گے کہ تیرے اختیار میں کچھ ہے تو ان کو عذاب دے یعنی عذاب نازل ہونے کے لئے بدھا کرے (جیسا کہ احادیث صحیحہ میں مروی ہے) یا ان کے ساتھ جس لوگ

کا شیوہ اختیار کرے۔ تب ذوالقرنین یعنی مسیح موعود جواب دیگا کہ ہم اسی کو مراد لانا چاہتے ہیں جو ظالم ہو۔ وہ دنیا میں بھی جیسا کہ خدا سے سزا پایا ہو گا اور ہر آنکھ میں سخت عذاب دیکھے گا لیکن جو شخص سچائی سے منہ نہیں پھیرے گا اور نیک عمل کریگا اس کو نیک بدلہ دیا جائیگا اور اس کو انہیں کاموں کی بجا آوری کا حکم ہوگا جو پہل میں اور آسانی سے ہو سکتے ہیں۔ غرض یہ مسیح موعود کے حق میں پیشگوئی ہے کہ وہ ایسے وقت میں آئیگا جبکہ مغربی ممالک کے لوگ نہایت تاریکی میں پڑے ہونگے اور آفتاب صداقت ان کے سامنے سے باطل و ظلم جائیگا اور ایک گندے اور بدلو دار چشمہ میں ڈوبے گا یعنی بجائے سچائی کے بدلو دار عقائد اور اعمال ان میں پھیلے ہوئے ہونگے اور وہی ان کا پانی ہوگا جسکو وہ پیتے ہونگے۔ اور روشنی کا نام و نشان نہ ہوگا تاریکی میں پڑے ہونگے۔ اور ظاہر ہے کہ یہی حالت عیسائی مذہب کی بالکل برعکس ہے قرآن شریف کے ظاہر و باطن سے اور عیسائیت کا بجا ہی مرکز ممالک مغربی میں۔ پھر شدتِ قحطی فرماتا ہے۔ ثم اتبع سببا۔ حتی اذا بلغ مطلع الشمس وجدها تطلع على قوم لم نجعل لهم من دونها ستورا۔ کذا لا وقد احطنا بما لایبہ خبورا۔ یعنی پھر ذوالقرنین جو مسیح موعود ہے جس کو ہر ایک سامان عطا کیا جائیگا اور ہر سامان کی پیچھے پڑیگا۔ یعنی ممالک مشرقیہ کے لوگوں کی حالت پر نظر ڈالیگا اور وہ جگہ جس سچائی کا آفتاب نکلتا ہو اس کو لیا جائیگا کہ ایک ایسی نادان قوم پر آفتاب نکلتا ہے جسکے پاس دھوپ کے بجائے کونی بھی سامان نہیں یعنی وہ لوگ ظہر کی سستی اور افراط کی دھوپ جلتے ہوئے اور حقیقت سے بے خبر ہونگے اور ذوالقرنین یعنی مسیح موعود کے پاس حقیقی ہدایت کا سامان ہے کچھ ہوگا جس کو ہم خوب جانتے ہیں مگر وہ لوگ قبول نہیں کرے گا اور وہ لوگ فراط کی دھوپ کے بجائے کونی بھی سامان نہیں رکھتے ہونگے۔ نہ گھر نہ سایہ دار نہ سخت نہ کپڑے جو گرمی سے بچا سکیں اسلئے آفتاب صداقت جو طلوع کریگا ان کی ہلاکت کا موجب ہو جائیگا۔ یہ ان لوگوں کیلئے ایک شل ہے جو آفتاب ہدایت کی روشنی تو ان کے سامنے موجود ہے اور اس گروہ کی طرح نہیں ہیں جن کا آفتاب غروب ہو چکا ہے۔ لیکن ان لوگوں کو اس آفتاب ہدایت سے بجز اس کے کوئی فائدہ نہیں کہ دھوپ سے چٹرا ان کا جل جائے اور رنگ سیاہ ہو جائے اور آنکھوں کی

بہشتی بھی جاتی رہے۔ اس تقسیم سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مسیح موعود کا اپنے فرض منصبی کے ادا کرنے کیلئے تین قسم کا قدم ہوگا۔ اول اس قوم پر نظر ڈالے گا جو آفتاب ہدایت کو کھو بیٹھے ہیں اور ایک تہذیبی اور کھوپڑے جیسے بیٹھے ہیں۔ دوسرا دورہ اس کا ان لوگوں پر ہوگا جو تنگ نظر ملک آفتاب کے سامنے بیٹھے ہیں۔ تیسرا دورہ اس کے لئے تو واضح ہے اور نیک ظن سے کام نہیں لیتے نئے ظاہر ہوتے ہیں گویا آفتاب کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں مودہ میں فیض آفتاب کے بے نصیب ہیں اور ان کو آفتاب سے بجز جلتے کے اور کئی حصہ نہیں۔ یہ ان مسلمانوں کی طرف اشارہ ہے جن میں مسیح موعود ظاہر تو ہو چکا مگر وہ ہٹکار اور مقابلہ سے پیش آئے اور عیا اور ادب اور حسن ظن سے کام نہ لیا اسلئے سعادت کے محروم رہ گئے۔

بعد اس کے اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ ثُمَّ اتَّبَعَ سَبَبًا حَقًّا اِذَا بَلَغَ ابْنُ الْمُؤْمِنِينَ الْاِسْمَ الَّذِي اسْمًا تَدْعُوهُمْ لَا يَكَادُ يُفْتَكِرُ تَوَلَّىٰ تَوَالِيًا مِّنْهُم مِّنْ اَنْ يَّاجُوجَ وَمَاجُوجَ مُفْسِدِيْنَ فِى الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا قَالَ مَا مَكْتُوْبٌ فِىْهِ رَبِّىْ خَيْرٌ فَاَعِدْنِىْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَهُمْ وَرَيْنًا اَنْتَوْنِىْ زُبُرَ الْمَحْدِيْدِ حَقًّا اِذَا سَأَلَكَ عِبَادُكَ عَنِ الصَّٰدِقِىْنَ قَالِ اَنْفَعُوْا حَقًّا اِذَا جَعَلْتُمْ مَّارًا قَالِ اَنْتَوْنِىْ اَنْفَرُ عَلَيْهِ قَطْرًا فَمَا اسْتَطَاعُوْا اِنْ يَّظْهَرُوْا وَمَا اسْتَطَاعُوْا لِهَذَا قَالِ هَذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَبِّىْ فَاِذَا جَاءَ وَعْدُ رَبِّىْ جَعَلْتُمْ دُكَّانًا وَعْدُ رَبِّىْ حَقًّا وَتَرْكُنَا بِعَبْثِهِمْ يَوْمَ ذِي الْقِيَامَةِ فِىْ بَعْضٍ وَنَفْخُ فِى الْمَصُوْرِ فَمِنْهُمْ جَمْعًا وَعَمَّا نَجْهَمُ يَوْمَ ذِي الْقَارِعَةِ مِنْهُمْ اَلَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِى غُلَاظٍ مِّنْ ظُلْمٍ وَكَانُوا لَا يَسْتَلِيْقُوْنَ سَمْعًا اَلْحَسْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِىْ مِنْ حَقِّىْ اَوْلِيَا وَاَنَا اَعْتَدُ نَاجِيَهُمْ لِّلْكَافِرِيْنَ نَزْلًا

۹۴

۱۔ ہٹکار خاندان کے یہ ظہور، موعود کے مسیح موعود کے وقت میں گروہ ہوئے۔ ایک گروہ تفریق کی راہ نکال کر بدھ کو داخل کھو بیٹھے گروہ دوسرا گروہ انفرادی راہ اختیار کر کے گروہ تفریق اور نکاح اور زوجہ سے بدھ سے فائدہ نہیں لے سکتا تیسرا گروہ بیچ ہو کر مقابلہ کرنے والے کی طرح روحانی دھوکے سے ملنے والے تھے جو انکی حالت میں کھڑا ہو کر تفریق راہ میانہ حالت میں ہوگا۔ مسیح موعود سے جاہلی کے کہیں طرح یا جوج ماجوج کے مٹنے کی جاہلی اور یا جوج ماجوج کے مٹنے کے نقطہ سے نکلا ہے۔ یعنی وہ قوم جو ان کے کہیں پہنچنے میں ناہم رہے۔ نہ

پھر ذوالقرنین یعنی مسیح موعود ایک اور مسلمان کے پیچھے پڑے گا۔ اور جب وہ ایک ایسے موقع پر پہنچے گا یعنی جب وہ ایک ایسا نازک زمانہ پائے گا جس کو بن السدین کہنا چاہیے یعنی دو پہاڑوں کے بیچ۔ مطلب یہ کہ ایسا وقت پائے گا جبکہ دو طرفہ خوف میں لوگ پڑے ہوں گے۔ اور خلافت کی طاقت حکومت کی طاقت کے ساتھ مل کر خوفناک نظارہ دکھائی گئی تو ان دونوں طاقتوں کے ماتحت ایک قوم کو پائے گا جو اس کی بات کو مشکل سے سمجھیں گے۔ یعنی غلط خیالات میں مبتلا ہوں گے اور باعث غلط عقائد مشکل سے اس ہدایت کو سمجھیں گے جو وہ پیش کرے گا۔ لیکن آخر کار سمجھ لیں گے اور ہدایت پالیں گے۔ اللہ یہ قیصری قوم ہے جو مسیح موعود کی ہدایات سے فیضیاب ہوں گے تب وہ اس کو کہیں گے کہ اے ذوالقرنین ! یا جوج اللہ یا جوج نے زمین پر فساد مچا رکھا ہے۔ پس اگر آپ کی مرضی ہو تو ہم آپ کے لئے چندہ جمع کر دیں تا آپ ہم میں اور ان میں کوئی مددک بنادیں۔ وہ جواب میں کہیں گے کہ جس بات پر خدا نے مجھے قدرت بخشی ہے وہ تمہارے چندوں سے بہتر ہے ہاں اگر تم نے کچھ مدد کرنی ہو تو اپنی طاقت کے موافق کرو تا میں تم میں اور ان میں ایک دیوار کشمچ دوں۔ یعنی ایسے طور پر ان پر حجت پوری کر دوں کہ وہ کوئی وطن تشریح اللہ اعتراض کا تم پر حملہ نہ کر سکیں اور یہ کیسلیں مجھے لا دو تا آمد و رفت کی راہوں کو بند کیا جائے یعنی اپنے تئیں میری تعلیم اور دلائل پر مضبوطی سے قائم کرو اور اپنی انتقامت اختیار کرو اور اس طرح پر خود لوہے کی سل بن کر مخالفانہ حملوں کو مدد کو اور پھر سٹوں میں آگ بھونکو جب تک کہ وہ خود آگ بن جائیں۔ یعنی محبت الہی اس قدر اپنے اندر بھڑکاؤ کہ خود الہی رنگ اختیار کرو۔ یاد رکھنا چاہیے کہ خدا تعالیٰ سے کمال محبت کی یہی علامت ہے کہ محبت میں غلطی اور الہی صفات پیدا ہو جائیں۔ اور جب تک ایسا ظہور میں نہ آدے تب تک دعویٰ محبت جھوٹ ہے۔ محبت کا ملہ کی مثال بعینہ لوہے کی وہ حالت ہے جبکہ وہ آگ میں ڈالا جائے اور اس قدر آگ اس میں اثر کرے کہ وہ خود آگ بن جائے۔ پس اگرچہ وہ اپنی اصلیت میں لوہا ہے۔

آگ نہیں ہے۔ مگر چونکہ آگ نہایت درجہ اس پر غلبہ کر گئی ہے اس لئے آگ کے صفات اس سے ظاہر ہوتے ہیں۔ وہ آگ کی طرح جلا سکتا ہے۔ آگ کی طرح اس میں دھنسنی ہے۔ پس محبت الہیہ کی حقیقت یہی ہے کہ انسان اس رنگ سے رنگین ہو جائے۔ اور اگر اسلام اس حقیقت تک پہنچا نہ سکتا تو وہ کچھ چیز نہ تھا۔ لیکن اسلام اس حقیقت تک پہنچاتا ہے۔ اول انسان کو چاہیے کہ وہ اس کی طرح اپنی استقامت اور ایمانی مضبوطی میں بن جائے۔ کیونکہ اگر ایمانی صحت خس و خاشاک کی طرح ہے تو آگ اس کو جھوٹے ہی بحسم کر دے گی۔ پھر کیونکہ وہ آگ کا مظہر بن سکتا ہے۔ افسوس بعض نادانوں نے عبودیت کے اس متن کو جو ربوبیت کے ساتھ ہے جس سے نقلی طور پر صفات الہیہ بندہ میں پیدا ہوتے ہیں نہ سمجھ کر میری اس روحی من اللہ پر اعتراض کیا ہے کہ انما امرک اذا اردت شیئاً ان تقول لا کنت فی کون یعنی تیرے ہاتھ کے جب تو ایک بات کو کہے ہو یا تو وہ ہو جاتی ہے وہ واقعہ کا کلام جو جو کچھ نازل ہوا ہے میری طرف سے نہیں ہے اور اس کی تصدیق اکابر صوفیاء اسلام کے کہے ہیں جیسا کہ سید عبد القادر جیلانی نے منہ عنہ نے بھی فتوح غیبیہ میں بھی لکھا ہے اور عجیب تر ہے کہ سید عبد القادر جیلانی نے بھی یہی آیت پیش کی ہے۔ افسوس لوگوں نے صرف رسمی ایمان پر کفایت کر لی ہے اور پوری معرفت کی طلب ان کے نزدیک کفر ہے اور خیال کرتے ہیں کہ یہی ہمارے لئے کافی ہے حالانکہ وہ کچھ بھی چیز نہیں اور اس سے منکر ہیں کہ کسی سے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کا مکالمہ مخاطبہ یقینی اور واقعی طور پر ہو سکتا ہے۔ ہاں اس قدر ان کا خیال ہے کہ دلوں میں القاء ہو رہا ہے مگر نہیں معلوم کہ وہ القاء شیطانی ہے یا رحمانی ہے اور نہیں سمجھتے کہ ایسے القاء سے ایمانی حالت کو فائدہ کیا ہوا۔ اور کوئی ترقی ہوئی بلکہ ایسا القاء تو ایک سخت ابتلا ہے جس میں مصیبت کا اندیشہ یا ایمان جانے کا خطرہ ہے کیونکہ اگر ایسی مشتبہ روحی میں جو نہیں معلوم شیطان سے ہے یا رحمان سے ہے کسی کو تاکید حکم ہو کہ یہ کام کر تو اگر اس نے وہ کام نہ کیا۔ اس خیال سے کہ شاید یہ شیطان نے حکم دیا ہے

اور دراصل وہ خدا کا حکم تھا تو یہ انحراف موجب معصیت ہوا۔ اور اگر اس حکم کو بجا لایا اور اصل میں شیطان کی طرف سے وہ حکم تھا تو اس سے ایمان گیا۔ پس ایسے ہلہام پانے والوں سے وہ لوگ اچھے رہے جو ایسے خطرناک الہامات سے جن میں شیطان بھی حصہ دار ہو سکتا ہے محروم ہیں۔ ایسے عقیدہ کی حالت میں عقل بھی کوئی فیصلہ نہیں کر سکتی ممکن ہے کہ کوئی الہام الہی ایسا ہو جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کی ماں کا تھا جس کی تفصیل میں اس کے بچہ کی جان خطرہ میں پڑتی تھی۔ یا جیسا کہ حضرت علیہ السلام کا الہام تھا جس نے بظاہر حال ایک نفس زکیہ کا ناحق خون کیا۔ اور چونکہ ایسے امور بظاہر شریعت کے برخلاف ہیں اس لئے شیطانی دخل کے احتمال سے کون ان پر عمل کرے گا۔ اور جو عدم تفصیل معصیت میں گرے گا۔ اور ممکن ہے کہ شیطان یقین کوئی ایسا حکم دے کہ بظاہر شریعت کے مخالف معلوم نہ ہو اور دراصل ہیبت فتنہ اور تباہی کا موجب ہو یا پوشیدہ طور پر ایسے امور ہوں جو موجب سلب ایمان ہوں۔ پس ایسے مکالمہ مخاطبہ سے فائدہ کیا ہوا۔

پھر آیات متذکرہ بالا کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ذوالقرنین یعنی مسیح موعود اس قوم کو جو باجوج ماجوج سے ڈرتے تھے کہ گاہ کہ مجھے تانبا لاؤ کہ میں ان کو پھنکا کر اس دیوار پر پڑاؤں گا۔ پھر بعد اس کے باجوج ماجوج طاقت نہیں رکھیں گے کہ ایسی دیوار پر پڑھ سکیں یا اس میں سوراخ کر سکیں۔ یاد رہے کہ لوہا اگرچہ ہیبت دیر تک آگ میں رہ کر آگ کی صورت اختیار کر لیتا ہے مگر مشکل سے پگھلتا ہے مگر تانبا جلد پگھل جاتا ہے اور سالک کے لئے خدا تعالیٰ کی راہ میں پگھلنا بھی ضروری ہے۔ پس یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ایسے مستعد دل اور نرم طبیعتیں لاؤ کہ جو خدا تعالیٰ کے نشانوں کو دیکھ کر پگھل جائیں۔ کیونکہ سخت دلوں پر خدا تعالیٰ کے نشان کچھ اثر نہیں کرتے۔ لیکن انسان شیطانی حملے سے تب محفوظ ہوتا ہے کہ اول استقامت میں رہے کہ پہلے

اور پھر وہ لوہا خدا تعالیٰ کی محبت کی آگ سے آگ کی صورت پکڑنے اور پھر دل بچل کر اس لوہے پر پڑے اور اس کو منتشر اور پراگندہ ہونے سے تمام نے سلوک تمام ہونے کے لئے یہ تین ہی شرطیں ہیں جو شیطان حملوں سے محفوظ رہنے کے لئے سہہ سکندھی ہیں اور شیطان روح اس دیوار پر چڑھ نہیں سکتی اور نہ اس میں سوراخ کر سکتی ہے۔ اور پھر فرمایا کہ یہ خدا کی رحمت سے ہو گا اور اس کا ماتہ یہ سب کچھ کرے گا۔ انسانی مصلوبوں کا اس میں دخل نہیں ہو گا۔ اور جب قیامت کے دن نزدیک آجائیں گے تو پھر دوبارہ نقشہ برپا ہو جائے گا۔ یہ خدا کا وعدہ ہے۔ اور پھر فرمایا کہ خدا قرین کے زمانہ میں جو مسیح موعود ہے ہر ایک قوم اپنے مذہب کی حمایت میں اٹھے گی۔ اور جس طرح ایک موعود دوسری موعود پر پڑتی ہے ایک دوسرے پر حملہ کریں گے اتنے میں آسمان پر قرآن مجید کی جائے گی یعنی آسمان کا خدا مسیح موعود کو مبعوث فرما کہ ایک تیسری قوم پیدا کر دیگا اور ان کی مدد کے لئے بڑے بڑے نشان دکھلائیگا یہاں تک کہ تمام معید لوگوں کو ایک مذہب پر یعنی اسلام پر جمع کر دے گا۔ اور وہ مسیح کی آواز سنیں گے اور اس کی طرف دوڑیں گے۔ تب ایک ہی چوہان اور ایک ہی گھر ہو گا۔ اور وہ دن بڑے ہی سخت ہونگے۔ اور خدا ہمیت ناک نشافوں کے ساتھ اپنا چہرہ ظاہر کر دے گا اور جو لوگ کفر پر اصرار کرتے ہیں وہ اسی دنیا میں باعث طرح طرح کی بلاؤں کے دوزخ کا منہ دیکھ لیں گے۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ مہی لوگ ہیں جن کی آنکھیں میری کلام سے پردہ میں تھیں اور جن کے کان میرے حکم کو سن نہیں سکتے تھے۔ کیا میں شکوں نے یہ گمان کیا تھا کہ یہ امر سہل ہے کہ عاجز بندوں کو خدا بنا دیا جائے اور انہیں معطل ہو جاؤں اس لئے ہم ان کی ضیافت کے لئے اسی دنیا میں جہنم کو نمودار کر دیں گے۔ یعنی بڑے بڑے ہوناک نشان ظاہر ہوں گے اور یہ سب نشان اس کے مسیح موعود کی سچائی پر گواہی دیں گے۔ اُس کریم کے فضل کو دیکھو کہ یہ انعامات اسی شست خاک پہ ہیں جس کو مخالفت کا فر اور دجال کہتے ہیں۔

۹۷

اے مرے پیار مرے محسن مرے پروردگار
 وہ زباں لاؤں کہاں جس سے ہو یہ کاویا
 کر دیا دشمن کو اک حملہ سے مغلوب اور خوار
 مجھ سے کیا دیکھا کہ یہ لطف و کرم ہے بار بار
 کس عمل پر مجھ کو دی ہے نصرت قرب و جوار
 ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار
 درد درگاہ میں تیری کچھ کم نہ تھے خد مستور
 پر نہ چھوڑا ساتھ تو نے اے میرے محبت پرور
 بس ہے تو میرے لئے جھکے نہیں تجھ بن بیکار
 پھر خدا جانے کہاں یہ حسین کے ی جانی خبار
 میں نہیں پانا کہ تجھ سا کوئی کرتا ہو پیار
 گو میں تیری راہ میں مشل طفل شیر خوار
 تیرے بن دیکھا نہیں کوئی بھی یا رخسار
 میں تو نالائق بھی ہو کر پا گیا دم میں باد
 جی کا شکل ہے کہ تادہ بز قیامت ہو شمار
 چاند لود موج مجھے میرے لئے تادیک و تاد
 تادہ پورے ہوں نشان جو میں سچائی کا مدار
 ساری تدبیروں کا خاکہ اڑ گیا مثل خبار
 جیسے ہندے برق کا اک دم میں ہر جا اقتدار

اے خدا اے کار ساز عجیب پوش و کردگار
 کس طرح تیرا گردن اے خدا ملن شکر و سپاس
 بدگمانوں سے بچایا مجھ کو خود بن کر گواہ
 کام جو کرتے ہیں تیری راہ میں پاتے ہیں جزا
 تیرے کاموں مجھے حیرت لگائے میرے کریم
 بزم خاکی ہوں مرے پیارے نہ آدم زاد ہوں
 یہ سر اسر فضل و احسان کہ میں آیا پسند
 دوستی کا دم جو بھرتے تھے وہ سب ٹھن ہوئے
 اے مرے یار یگانہ اے مری جاں کی پند
 میں تو مر کر خاک ہوتا گر نہ ہوتا تیرا لطف
 اے خدا تو تیری راہ میں میرا جسم جان و دل
 ابتدا سے تیرے ہی سایہ میں سیر دن کھلے
 نسل انسان میں نہیں دیکھی وفاق تجھ میں ہے
 لوگ کہتے ہیں کہ نالائق نہیں ہوتا قبول
 اس قدر مجھ پر ہو میں تیری عنایات و کرم
 آسمان میرے لئے تو نے بنایا اک گواہ
 تو نے طاعون کو بھی بھیجا میری نصرت کیلئے
 ہو گئے بیکار سب جیلے جب آئی وہ بلا
 سرزمین ہند میں ایسی ہے شہرت مجھ کو دی

پھر دوبارہ ہے اُتار اُٹھنے آدم کو یہاں
لوگ حوکیک بک کر پیڑ تیرے مقصد اد میں
ہاتھ میں تیرے ہے ہر فرماں و نفع و عس و غیر
جس کو چاہے تخت شاہی پر شاد دیتا ہے تو
میں بھی ہوں تیرے نشانوں کے جہاں میں کشتا
فانیوں کی جادہ و حشمت پر نکلا آدمے ہزار
عزت و ذلت یہ تیرے حکم پر موقوف ہیں
میرے جیسے کو جہاں میں ٹوٹنے روشن کر دیا
تیرے سے میرے مرئی کیا عجبائب کام ہیں
بتداء سے گوشہ خلوت رہا مجھ کو پسند
پر مجھے ٹوٹنے ہی اپنے ہاتھ سے ظاہر کیا
ہیں میں میرا تہم کیا جب مجھ کو یہ فرماں ملا
اب تو جو فرماں ملا اُس کا ادا کرنا ہے کام
دعوت ہر ہرزہ گو کچھ خدمت آساں نہیں
چرخ تک پہنچے ہیں میرے نعرہ ہائے مدد و شب
قبضہ تقدیر میں دل میں اگر چاہے خدا
گر کرے معجز نمائی ایک دم میں نرم ہو
ہے میری قوم نے تکذیب کر کے کیا لیا
شرط تقویٰ تھی کہ وہ کرتے نظر اس وقت پر

تا وہ نخل راستی اس ملک میں لاوے شمار
تیری باتوں کے فرشتے بھی نہیں ہیں راز و بار
تو ہی کرتا ہے کسی کو مینوا یا بختیار
جس کو چاہے تخت نیچے گراوے کر کے خواہ
جس کو ٹوٹنے کو دیا ہے قوم و دیں کا افتخار
سلطنت تیری ہے جو رہتی ہے دائم برقرار
تیرے فرماں سے خزاں آتی ہے ابد باد بہار
کون جانے اے مرے مالک ترے بھیل کی ماسا
گرچہ بجائیں میرے دیتا ہے قسمت کے شمار
شہر توں سے مجھ کو نفرت تھی ہر اک غفلت عار
میں نے کب مانگا تھا یہ تیرا ہی ہے سب برگ و بار
کون ہوں تارہ کر دل حکم شہ ذی القدر
گرچہ میں ہوں بس ضیف ناتوان و دل نگار
ہر قدم میں کوہ ماراں ہر گند میں دشت خار
پر نہیں پہنچی دہلی تک جاہلوں کے یہ پیکار
پھیروے میری طرٹ آجائیں پھر بے اختیار
وہ دل سنگیں جو ہووے مثل سنگ کو ہمار
زلزلوں سے ہو گئے صدا مسکن مثل غار
شرط یہ بھی تھی کہ کرتے صبر کچھ دن ابد قرار

گیا وہ مارے مارے ملے کر چکے تھے علم کے
 دل میں ہماراں تھے وہ دل میں ہمارے رہ گئے
 ایسے کچھ بگڑے کہ اب بتانا نظر آتا نہیں
 کس کے آگے ہم کہیں اس دمو دل کا اجرا
 کیا کروں کیونکر کروں تیں اپنی جاں زیر و زبر
 اس قدر ظاہر ہوئے ہیں فضل حق سے معجزات
 ہم نہیں اکثر مخالفت لوگوں کو شرم و حیا
 صاف دل کو کثرت اعجاز کی حاجت نہیں
 درویش چاہے دشمنان ہیں کا ہم پر رات ہے
 اے مرے پیارے خدا ہو تجھ پہ ہر ذرہ مرا
 کچھ غبر لے تیرے کوچہ میں یہ کس کا شور ہے
 فضل کے ہاتھوں اب اس وقت کہ میری مدد
 میرے سقم و عیب سے اب کیجیے قطع نظر
 میرے دشمنوں پر لگا مریم کہ میں رنجور ہوں
 دیکھ سکتا ہی نہیں میں ضعیف و مصلطفے
 کیا مسئلے کا مجھے تو خاک میں قبل از مراد
 یا الہی فضل کر اسلام پر اور خود بجا
 قوم میں فسق و فجور و محیثیت کا زور ہے
 ایک عالم مر گیا ہے تیرے پانی کے بغیر

کیا نہ تھی آنکھوں کے نگے کوئی تار یک و تار
 دشمن جاں بن گئے جن پر نظر تھی بار بار
 کہ کیا سمجھے تھے ہم لوگ کیا ہوا ہے آشکار
 ان کہے ملنے سے نفرت بات مستحکم کنار
 کس طرح میری طرف تیکھیں جو رکھتے ہیں نقار
 دیکھنے سے جن کے شیطان بھی ہوا ہے دنگا
 دیکھ کر مومن نشان پھر بھی ہے توہیں کا دربار
 ایک نشان کافی ہے کہ دل میں ہے خوف کردگار
 اے برے سوچ نکل باہر کہ میں ہوں بقیرار
 پھیرے میری طرف لے ساراں جنگ کی ہمار
 خاک میں ہو گا یہ سر گر تو نہ آیا بن کے یار
 کشتی اسلام تا ہو جائے اس طوفان سے پار
 تا نہ خوش ہو دشمن دیں جس پہ ہے لعنت کی مار
 میری فریادوں کو سن میں ہو گیا زار و زلزلہ
 مجھ کو کراہے میر سلطان کا مایاب و کامگار
 یہ تو تیرے پر نہیں امید اے میرے حصار
 دشمن کستہ ناؤں کے بندوں کی اب سن لے پکار
 چھایا ہے ابریاں اور راستے تار یک و تار
 پھیر دے اب میر مولیٰ اس طرف دیا کی دھار

اب نہیں میں ہوش اپنے بن مصائب میں بجا
کس طرح نہیں کوئی تدبیر کچھ بنتی نہیں
ڈوبنے کو ہے یہ کشتی آھرے اے ناخدا
نور دل جاتا رہا اور عقل موٹی ہو گئی
جس کو ہم نے نظرہ صافی تھا سمجھا اور تقی
مہد بن معرفت سے گند نکلا ہر طرف
اے خدا بن تیرے ہو یہ آپ شی کسی طرح
تیرے ہاتھ سے میرے پیارے اگر کچھ ہو تو ہو
ایک نشان دکھلا کہ اب دیں ہو گیا ہے بے نشان
کیا کہوں دنیا کے لوگوں کی کہ کیسے سو گئے
عقل پر پرے پڑے سو سونش کو دیکھ کر
گر نہ ہوتی بدگمانی کفر بھی ہوتا ف
بدگمانی سے تو رائی کے بھی بنتے ہیں پہاڑ
حد سے کیوں بڑھتے ہو لوگو کچھ کرو خوف خدا
کیا خدا نے اتقیا کی عین و نصرت چھوڑ دی
ایک بدکردار کی تائید میں اتنے نشان
کیا بدلتا ہے وہ اب اس سنت و قانون کو
آنکھ گر بھوٹی تو کیا کانوں میں بھی کچھ پڑ گیا
جس کے دعویٰ کی سر اسرافترو پر ہے بنا

رحم کر بندوں پر اپنے تادہ ہو دیں دستگار
بے طرح پھیلے ہیں یہ آفات ہر مو ہر کند
اگیا اس قوم پر وقت خزاں لند پہلا
اپنی کج گرائی پہ ہر دل کر رہا ہے اعتبار
غور سے دیکھا تو کیسے اُس میں بھی پائے ہزار
اس دبانے کھائے ہر شلخ ایمان کے شاد
جل گیا ہے بارغ تقویٰ دین کی ہے اب یک مزار
ورنہ فتنہ کا قدم بڑھتا ہے ہر دم سیل وار
ایک نظر کر اس طرف تا کچھ نظر آوے بہار
کس قدر ہے حق سے نفرت اور ناحق سے پیار
نور سے ہو کر لگ چاہا کہ ہو دیں اہل نادر
اُس کا چھتے تنیاں اس کے بگڑے ہو شیار
پڑ کے ایک ریشم سے ہو جاتی ہے کوؤں کی قطار
کیا نہیں تم دیکھتے نصرت خدا کی بار بار
ایک فاسق اور کافر سے وہ کیوں کرتا ہے پیار
کیوں دکھاتا ہے وہ کیا ہے بد کنیں کا رشتہ دار
جس کا تھا پابند وہ از ابتداء روزگار
کیا خدا دھوکے میں ہے تو تم ہو میرے راز دار
اُس کی یہ تائید ہو پھر جھوٹ سچ میں کیا نکھار

۱۴۱

کیا خدا بخولا رہا تم کو حقیقت بل گئی
 بدگمانی نے تمہیں مجنون داندھا کر دیا
 جہل کی تاریکیاں اور سودن کی تند بلا
 زہر کے پینے سے کیا انجام جز موت و فنا
 کانٹے اپنی راہ میں بوتے ہیں ایسے بدگمان
 یہ غلط کاری بشر کی بد نصیبی کی ہے جڑ
 سنت جان میں ہم کسی کے بغض کی پروا نہیں
 جو خدا کا ہے اُسے لٹکارنا اچھا نہیں
 ہے صبر و ہر مے وہ خود کھڑا مولیٰ کریم
 سنت اللہ ہے کہ وہ خود فرق کو دکھاتا ہے
 مجھ کو پردے میں نظر آتا ہے اک میرا معین
 دشمن غافل اگر دیکھے وہ بازو وہ سلاح
 اس جہاں کا کیا کوئی دلوں نہیں اور داد گر
 کیوں عجب کرتے ہو اگر میں آگیا ہو کر سیاح
 آسمان پر دعوت حق کے لئے اک جوش ہے
 آ رہا ہے اس طرف احرار یورپ کا مزاج
 کہتے ہیں تثلیث کو اب اہل دانش الوداع
 بارغ میں ملت کے ہے کوئی گل رعنا کھلا
 لہی ہے لب تو خوشبو میرے یوسف کی مجھے

کیا رہا وہ بے خبر اور تم نے دیکھا اعلیٰ زار
 مد نہ تھے میری صداقت پر براہیں بیشمار
 جب اکٹھے ہیں تو پھر امیں اڑے جیسے غبار
 بدگمانی زہر ہے اس سے بچو اے دیں شعار
 جن کی علت میں نہیں شرم و شکبہ و اطمینار
 پر مقتد کو بدل دینا ہے کس کے اختیار
 دل قوی رکھتے ہیں ہم صدوں کی ہے ہم کو بہار
 ہاتھ شیلوں پر نہ ڈال لے رو بہ زلزلہ زلزلہ زلزلہ
 پس نہ بیٹھو میری رہ میں اسے شریانِ دیار
 تا حیاں ہو کون پاک لہ کون ہے مرد اور خواں
 تیغ کو کھینچے ہوئے اُنپر کہ جو کرتا ہے وار
 ہوش ہو جائیں خطا اور بھول جائے سب نقار
 پھر شریر بغض ظالم کو کہاں جائے نزار
 خود سحلی کا دم بھرتی ہے یہ باد بہار
 ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا آثار
 بغض پھر چلے گی مردوں کی ناگہ زندہ وار
 پھر ہوئے ہیں چشمہ توحید پر از جاں نثار
 آئی ہے باد صبا گلزار سے مستانہ دار
 گو کہ دیوانہ تیں کرتا ہوں اُس کا انتظار

ہر طرف ہر ملک میں ہے بت پرستی کا زوال
آسمان سے ہے چلی توحید خالق کی ہوا
اسمعو اٰتوا لسمعاء جاء المسیح جاء المسیح
آسمان بار و نشان الوقت سے گوید زمین
اب اسی گلشن میں لوگو راحت و آرام ہے
یک زمان کے بعد اب آئی ہے یہ ٹھنڈی ہوا
اے کذب کوئی اس تکذیب چھا انتہا
طقت احمد کی ملک نے جو ڈالی تھی پنا
گلشن احمد بنا ہے مسکن باد صبا
درد وہ طقت وہ رہ وہ رسم وہ دیں چیز کیا
یکھ کر لوگوں کے کینے دل مراخوں ہو گیا
ہم تو ہر دم چڑھ رہے ہیں اک بندی کی طر
نور دل جاتا رہا اک رسم دیں کی رہ گئی
راگ وہ گاتے ہیں جس کو آسمان گاتا نہیں
ہائے ابرائیں وہ بن گئے دیں کے لئے
ان غموں سے دستو خم ہو گئی میری کمر
اس تپش کو میری وہ جانے کر رکھتا تپش
کون دتا ہے کہ جس سے آسمان بھی دوڑا
منقری کہتے ہوئے اُن کو حیا آتی نہیں

کچھ نہیں انسان پرستی کو کوئی عزت و قدر
دل ہمارے ساتھ ہیں گوشتہ کیوں بک بک ہزار
نیز بشنو از زمین آمد امام کامگار
ابن ند شاہ اپنے من خورن چوں بقرار
دقت، جلد آؤ اے آوارگان و شربت خار
پھر خدا جانے کہ کب آئیں یہ دن اور یہ بہار
کب تک تو خوشے شیطان کو کریگا اختیار
آج پوری ہو رہی ہے اے عزیزان دیار
جسکی تحریکوں سے منتا ہے بشر گفتار
سایہ افکن جس پہ نور حق نہیں نور شید وار
قصد کرتے ہیں کہ ہو پامال در شاہوار
وہ بلاتے ہیں کہ ہو جائیں نہاں ہم زیر غار
پھر بھی کہتے ہیں کہ کوئی مصلح دیں کیا بکار
وہ ارادے ہیں کہ جو ہیں بر خلاف شہر یار
وہ تو فریہ ہو گئے پردیں ہوا زار و زلزل
میں تو مرجانا اگر ہوتا نہ فضل کردگار
اس الم کو میرے سمجھے کہ ہے وہ دلفگار
جہر دہا کی آنکھ غم سے ہو گئی تاریک و تار
کیسے عالم ہیں کہ اُس عالم سے ہیں یہ برکنار

۱۰۳

غیر گیا جانے کہ دلبر سے میں کیا جوڑ ہے
 میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں
 اک شجر ہوں جسکو ہندوی صنعت کے پھل لگے
 پر سیا جان کے میں بھی دیکھتا روئے صلیب
 دشمنو! ہم اسکی رہ میں مرد ہے میں ہر گھڑی
 سر سے میر پاؤں تک وہ یار مجھ میں ہے نہاں
 کیا کر دل تعریف حسن یا رکی اور کیا نکھوں
 اس قدر غماں بڑھا میرا کہ کافر ہو گیا
 اُس رُخ روشن سے میری آنکھ بھی روشن ہوئی
 قوم کے لوگو! ادھر آؤ کہ نکلا آفتاب
 کیا تماشا ہے کہ میں کافر ہوں تم مومن ہو
 کیا یہ جہنی بات ہے کافر کی کرتا ہے مدد
 اہل تقویٰ تھا کرم دیں بھی تمہاری آنکھ میں
 بے معاون میں نہ تھا تھی نصرت حق میرے ساتھ
 پر مجھے اُس نے نہ دیکھا آنکھ اس کی بند تھی
 نام بھی کذاب اس کا دفتر میں رہ گیا
 اب کہو کس کی ہوئی نصرت جناب پاک سے
 پھر ادھر بھی کچھ نظر کرنا خدا کے خوف سے
 قتل کی ٹھانی شریعوں نے چلائے تیر مکر

وہ ہمارا ہو گیا اُسکے ہوئے ہم جاں نثار
 نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری پیشاں
 میں ہوا داؤد اور جالوت ہے میرا شکار
 گر نہ ہوتا نام اسکا جس پر میرا سب مدار
 کیا کرو گے تم ہماری نیستی کا انتظار
 اسے مرنہ خواہ کرنا ہوش کر کے مجھ پر وار
 اک ادا سے ہو گیا میں سیلِ نفسِ مغل کے پار
 آنکھ میں اُسکی کہ ہے وہ دُور تر از سخن یا
 ہو گئے ہمارا اس دلبر کے مجھ پر آشکار
 دادی نصرت میں کیا بیٹھے ہو تم میل و نہاں
 پھڑکی میں کافر کا حامی ہے وہ مقبول کا یار
 وہ خدا جو چاہیے تھا مومنوں کا دستدار
 جس نے ناحق ظلم کی رہ سے کیا تھا مجھ پر وار
 فتح کی دیتی تھی وحی حق بشارت بار بار
 پھر سزا پا کر نگایا سرِ مر دُنبالہ دار
 اب مٹا سکتا نہیں یہ نام تا روزِ شمار
 کیوں تمہارا متقی پکڑا گیا ہو کر کے خوار
 کیسے میرے یار نے مجھ کو بچایا بار بار
 بن گئے شیطان کے چیلے اور نسل ہو نہار

میر نکایا ناخون تک زور۔ بنکر اک گروہ
ہم نگہ میں اُن کی دو جال اور بے ایمان ہوئے
اب ذرا سوچو دیانت کہ یہ کیا بات ہے
کیوں نہیں تم سوچتے کیسے میں یہ پرکھ پڑے
یہ اگر انسان کا ہوتا کا دوبار اُسے ناقصاں
کچھ نہ تھی حاجت تہادی تہہا کر کی
پاک و برتر ہے وہ جھوٹوں کا نہیں ہوتا نصیر
ہے قد نصرت کہاں ہوتی ہے اک کذاب کی
ہے کوئی کاذب جہاں میں لاؤ لوگو کچھ نظیر
آفتاب صبح نکلا اب بھی سوتے ہیں یہ لوگ
دوشی سے بغض اور ظلمت پہ وہ قربان ہیں
سریہ اک سورج چمکتا ہے گر آنکھیں میں بند
طرفہ کیفیت ہے اُن لوگوں کی جو منکر ہوئے
پر اگر پوچھیں کہ ایسے کاذبوں کے نام لو
مردہ ہو جاتے ہیں اسکا کچھ نہیں جیتے جو اب
انکی قیمت میں نہیں دیں کیلئے کوئی گھڑی
جی چرانا راستی سے کیا یہ دیں کا کام ہے
کیا قسم کھائی ہے یا کچھ بیچ قیمت میں پڑا
انبیاء کے طور پر حجت ہوئی اُن پر تمام

پر نہ کیا کوئی بھی منصوبہ اُن کو ساز و ار
آتش تکفیر کے اڑتے رہے پیہم شرار
ہاتھ کس کا ہے کہ رو کر تپے وہ دشمن کا دار
دل میں اٹھتا ہے سرکہ کعبہ کو تو بخار
ایسے کاذب کے لئے کافی تھا وہ پروردگار
خود مجھے نابود کرتا وہ جہاں کا شہر یار
دنہ اٹھ جائے اہل پھر سچے ہو دیں شر مسار
کیا نہیں کچھ دہنیں اگرتے ہو بڑھ بڑھ کے وار
میرے عجیب کی تائیدیں ہوئی ہوں بار بار
دن میں میز اور راتوں کو وہ کو تم میں پیار
ایسے بھی شہر نہ ہو گئے گرجہ تم طحونڈ و ہزار
مرتے ہیں بن آب وہ اور فد یہ نہر خوشگوار
یوں تو ہر دم مشغلہ ہے گالیاں پل دہنار
جن کی نصرت سالاہ سے کر رہا ہو کر دگوار
زرد ہو جاتا ہے منہ جیسے کوئی ہو موگوار
ہو گئے مفتون دنیا دیکھ کر اُس کا سنگار
کیا یہی ہے زہد و تقویٰ کیا یہی راہ خیار
روز روشن چھوڑ کر میں عاشق شب ہمار
اُنکے جو علم میں اُن میں سب نبی ہی حصہ دار

۱۰۵

میری نسبت جو کہیں کہیں سے وہ سب پر آتا ہے
مجھ کو کافر کہہ کے اپنے کفر پر کرتے ہیں ہر
ساتھ سے ہیں کچھ برس میرے زیادہ اس گھڑی
تھا برس چالیس کا میں اس مسافر خانہ میں
اس قدر یہ زندگی کیا افتراؤں میں کٹ گئی
ہر قدم میں میری موتی نے دیئے مجھ کو نشان
نعمتیں وہ دیں مگر موتی نے اپنے فضل سے
سایہ بھی بوجھائے ہے اوقات ظلمت میں جدا
اس قدر نصرت تو کاذب کی نہیں ہوتی کبھی
پھر اگر ناچار ہو اس سے کہ دو کوئی نظیر
یہ کہاں سے سن لیا تم نے کہ تم آزاد ہو
نعرۂ اِنَّا ظَلَمْنَا سَنَتِ اِبرار ہے
جسم کو کل کی کے دھونا یہ تو کچھ مشکل نہیں
اپنے ایمان کو ذرا پردہ اٹھا کر دیکھنا
گر حیا ہو سوچ کر دیکھیں کہ یہ کیا راز ہے
کیا بگاڑا اپنے کمرے سے ہمارا آج تک
اے فقیہو عالمو مجھ کو سمجھ آتا نہیں
مدق کو جب پایا اصحاب رسول اللہ نے
پھر عجیب یہ علم یہ تنقید آثار و حدیث

چھوڑ دینگے کیا وہ سب کو کفر کر کے اختیار
یہ تو ہے سب شکل اُن کی ہم تو ہیں اُٹھنے وار
سال ہے اب میوں دھوپ اڑیئے شمار
جبکہ میں نے دجی ربانی سے پایا افتخار
پھر عجیب تو یہ کہ نصرت کے ہوئے جلدی بھار
ہر عدد پر محبت حق کی پڑی ہے ذوالفقار
جن سے میں معنی اَنَّمَتْ عَلَیْکُمْ اَشْکَار
پر دامہ ہر اندھیرے میں رفیق و غمگسار
گر نہیں باد و نظیر میں اس کی تم لاؤ دو چار
اُس مہین سے ڈو جو بادشاہ ہرود وار
کچھ نہیں تم پر عقوبت گو کر دھصیاں ہزار
زہر مند کی مت دکھاؤ تم نہیں ہو نیل مار
دل کو جو دھوکہ دہی ہے پاک نزد کردگار
مجھ کو کافر کہتے کہتے خود نہ ہوں از اہل ناد
وہ مری ذلت کو جاہیں پار ہا ہوں میں وقار
از دہان بن کے اُٹے ہو گئے پھر مومسار
یہ نشان صدق پاکر پھر یہ کس اور یہ نقار
اُس پہ مال و جان و حق بڑھ بڑھ کئے تھو نثار
دیکھ کر سوتلو نشان پھر کر رہے ہو تم فراو

بحث کرنا تم سے کیا حاصل اگر تم میں نہیں
 کیا مجھے تم چھوڑتے ہو جاہ دنیا کے لئے
 کون درپردہ مجھے دیتا ہے ہر میل میں فتح
 تم تو کہتے تھے کہ یہ نابود ہو جائے گا جلد
 بات پھر یہ کیا ہوئی کس نے مری تاہم کی
 ایک زمانہ تھا کہ میرا نام بھی مستور تھا
 کوئی بھی واقف نہ تھا مجھ سے نہ میرا معتد
 اُس زمانہ میں خدا نے دی تھی شہرت کی خبر
 کھول کر دیکھو براہین جو کہ ہے میری کتاب
 اب خدا سوچو کہ کیا یہ آدمی کا کام ہے
 قدرت رحمان دکر آدمی میں فرق ہے
 سوچ لو اے سوچنے والو کہ اب بھی وقت ہے
 سوچ لو یہ ہاتھ کس کا تھا کہ میرا ساتھ تھا
 یہ بھی کچھ ایماں ہے یا وہ ہم کو کھجائے کوئی
 غل مچاتے ہیں کہ یہ کافر ہے اور جال ہے
 گڑھی دیں ہے جو ہے اُن کی خصائل ہیں
 جان و دل سے ہم مشاہدِ ہمت اسلام ہیں
 دلہ رسے جوشِ جہالت خوب کھلا ہیں رنگ
 نازمت کر اپنے ایماں پر کہ یہ ایماں نہیں

روح انصاف و خدا ترسی کہ ہے دیں کا مدار
 جاہ دنیا کب تک دنیا ہے خود ناپائیدار
 کون ہے جو تم کو ہر دم کہہ رہا ہے شرمسار
 یہ جھگڑے ہاتھ کے نیچے ہے ایک لعلی شکار
 خائبہ خاطر کے تم۔ ہو گیا یمن کا مگار
 قادیان بھی تھی نہاں ایسی کہ گویا زیرِ غار
 لیکن اب کچھ کو چرچا کس قدر ہے ہر کنار
 جو کہ اب پلدی ہوئی بعد از مردہ روزگار
 اُس میں ہے یہ پیش گوئی پڑھ لو اُس کو ایک بار
 اُس قدر ابر نہاں پر کس بشر کو اقتدار
 جو نہ سمجھے وہ غبی از فرق تا پا ہے حملا
 راہِ حرماں چھوڑ دو رحمت کے ہو امیدوار
 کس کے فرسے میں مقصد پا گیا اور تم ہو خوار
 جس کا ہر میل میں پھلِ حرماں، اور زلت کی مار
 میں تو خود دکھتا ہوں اُن کے دیکھ لہ ایماں عار
 میں تو اک کوٹھی کو بھی لیتا نہیں ہوں زینہار
 لیکے ہیں وہ رہ نہیں جس پر طینِ اہلِ نقار
 جھوٹ کی تاہم میں حملے کریں دیوانہ دار
 اِس کو میرا امت گناں کر ہے یہ رنگ کو ہمدار

۱۷۰

جیکہ ایماں کے تمہارے گندہ چونگے آشکار
 تانہ دب جائیں ترے اہل و عیال درشتہ دار
 پر اترتا ہی نہیں ہے جام غفلت کا خمار
 ایسے کچھ سوئے کہ پھر جوتے نہیں ہیں ہوشیار
 اب تلک تو پر نہیں اب دیکھئے انجلم کالہ
 لب قیامت تک اس اہانت کا قصوں پر مدار
 پر اتارے کوئی بروں کا گلے سے اپنے ہار
 اب بھی اُس کو تارے جس وہ کرتا ہے پیار
 اک یہی دیں گے نے ہے جائے عز و افتخار
 یہ وہ خوشبو ہے کہ قرباں اسپہ ہوشک تار
 یہ وہ آئینہ ہے جس سے دیکھ لیں بے نگار
 بس یہی اک قصر ہے جو عافیت کا ہے حصار
 محض قصوں گنہ ہو کوئی بشر طوفان سے پار
 جس کو یہ کال لے اُس کو طے وہ دوستانہ دار
 دھیل یاد اس کا ثمر پروردگار اُس کے میں خدار
 جو نہیں اس کی طلب میں پیچہ و دیوانہ دار
 دیں اُسے قتل ہے جو دیں گے جو بھول
 جس کی فطرت نیک ہے آئینگانہ انجام کار
 ہمدی موعود حق اب جسد ہوگا آشکار

پینا ہوگا دو ہاتھوں سے کہ ہے مر گئے
 ہے یہ گھر گرنے پہ اسے مضروبے جلدی خبر
 یہ عجب بد قسمتی ہے کس قدر دعوت ہوئی
 ہوش میں آتے نہیں سو سو طرح کوشش ہوئی
 دن بڑے آئے اکٹھے ہو گئے قحط و دباؤ
 ہے غضب کہتے ہیں اب وحی خدا مفقود
 یہ عقیدہ برخلاف گفتہ دادار ہے
 وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم
 گوہر وحی خدا کیوں توڑتا ہے ہوش کر
 یہ وہ گل ہے جس کا ثانی باغ میں کوئی نہیں
 یہ وہ ہے مفتاح جس سے آملی گد گھیلیں
 بس یہی ہے متیار ہے جس سے ہمدی فتح ہے
 ہے خدا دانی کا آلہ بھی یہی اسرار میں
 ہے یہی وحی خدا عرفان مولیٰ کا نشان
 وہ سے بارغ محبت موت جس کی رہ گذر
 ایسے دل پر داغ لعنت سے ازل سے تا ابد
 پر جو دنیا کے بنے کیڑے وہ کیا ڈھونڈیں اُسے
 ہر طرف آواز دینا ہے ہمارا کام آج
 یاد وہ دن جبکہ کہتے تھے یہ سب ارکان دیں

۱۵۱

کون تھا جس کی تمنا یہ نہ تھی اک جو جس کے
 پھر وہ دن جب آگئے اور چودھویں آئی مدی
 پھر دوبارہ آگئی احبار میں رسم یہود
 تھا نوشتون میں ہی از ابتداء تا انتہا
 میں تو آیا کس جہاں میں ابن مریم کی طرح
 پر اگر آتا کوئی جیسی نہیں امید تھی
 ایسے ہمدی کیلئے میدان کھلا تھا قوم میں
 پر یہ تھا رحم خداوندی کہ میں ظاہر ہوا
 آگ بھی پھر آگئی جب دیکھ کر اتنے نشان
 ہے یقین یہ آگ کچھ مدت تک جاتی نہیں
 یہ نہیں اک اتفاقی امر تا ہوتا عمل صالح
 وہ خدا جس نے بیت یا آدمی لا دیں دیا
 بے خدا بے زہد و تقویٰ بے دیانت بے مفا
 صید طاعون مت بنو پور سے نو تم منتقی
 موت سے گر خدہ جو بے ڈکچہ کرو بچوں پر رحم
 بن کے رہنے والو! تم ہرگز نہیں ہو آدمی
 ان دلوں کو خود بدل دے اے سر قادر خدا
 تیرے آگے محو یا اثبات ناممکن نہیں
 ٹوٹے کاموں کو بناوے جب نگاہ فضل ہو

کون تھا جس کو نہ تھا اُس آنے والے سے پیار
 سب ازل ہو گئے منکر یہی دیں کے منار
 پھر سچ وقت کے دشمن ہوئے یہ جتہ دار
 پھر بٹے یوں کہ کہ ہے تقدیر نے نقش جدار
 میں نہیں مامور از بہر جہاد و کار زار
 اور کرتا جنگ اور دیتا غنیمت بے شمار
 پھر تو اسی پر جمع ہوتے یکدم میں صد ہزار
 آگ آتی گزرتی آتا تو پھر جاتا قسار
 قوم نے مجھ کو کہا کذاب ہے بعد بد شعار
 ہاں اگر تو یہ کریں با صد نیاز و انکسار
 ہے خدا کے حکم سے یہ سب تباہی اور تباہ
 وہ نہیں راضی کہ بے دینی ہو ان کا کاروبار
 بنی ہے یہ نینائے دھل طاعون کرے اس میں شکار
 یہ جو ایماں ہے زباں کا کچھ نہیں آتا بکار
 امن کی وہ چسپو بن کو کرو مست اختیار
 کوئی ہے وہ بے کوئی خنزیر اور کوئی ہے مار
 تو قورب العالمیں ہے اور سب کا شہریار
 جوڑنا یا توڑنا یہ کام تیرے اختیار
 پھر بنا کر توڑ دے اک دم میں کرے تار تار

قوی بگڑی کو بناوے توڑے جب بن چکا
جب کوئی دل غلٹت عصیاں میں ہو دے بتلا
اس جہاں میں خواہش آزاد گی بے سود ہے
دل جو خالی ہو گدا از عشق سے وہ دل ہے کیا
فقر کی منزل کا ہے اول قدم نفی وجود
تلخ ہوتا ہے شمر جب تک کہ ہو وہ ناتمام
تیرے منہ کی بھوک نے دل کو کیا زیروزبر
اے خدا اے چارہ ساز درد ہم کو خود بچا
باغ میں تیری محبت کے عجب دیئے ہیں پھل
تیرے بن لے میری جاں یہ زندگی کیا خاک ہے
گر نہ ہو تیری عنایت سب عبادت بیچ ہے
جن پہ ہے تیری عنایت وہ بدی سے دور ہیں
چھٹ گئے شیطان سے جو تھے تیری الفت کے امیر
سب پیاسوں کو تیرے منہ کی ہے پیاس
جس کو تیری دھن لگی آخروہ تجھ کو جا بلا
عاشقی کی ہے طاقت گرید و دامان دشت
تیری دہک میں نہیں رہتا کوئی بھی بے نصیب
میں تو تیرے حکم سے آیا مگر افسوس ہے
جیغہ دنیا پہ مکیہ گر گئے دنیا کے لوگ

تیرے بھیدوں کو نہ پلے منکرے کوئی بچار
تیرے بن روشن نہ ہووے گو چڑھے سورج ہزار
اک تری قید محبت ہے جو کر دے رستگار
دل وہ ہے جس کو نہیں بے دلبر کیت قرار
پس کرو اس نفس کو زیروزبر از بہر یاد
اس طرح یہاں بھی ہے جتنا کہ ہو کال پیار
لے کر فردوس اعلیٰ اب گر اچھ پر شاد
لے کر زخموں کے مرہم دیکھ میرا دل لگا
طے ہیں مشکل سے ایسے سبب اور ایسے انداز
ایسے جینے سے تو بہتر مر کے ہو جانا غبار
فضل پر تیرے ہے سب جہد و عمل کا انحصار
وہ میں حق کی قوتیں لٹن کی چلیں بن کر قطار
جو چھئے تیرے لئے بے برگ دیر۔ پانی بہار
جس کا دل اس ہے بریل پا گیا وہ آبشار
جس کو بے چینی ہے یہ وہ پا گیا آخر قرار
کیا مبارک آنکھ جو تیرے لئے ہوا مشکبار
شرطہ پر صبر ہے اور ترک نام افطار
چل رہی ہے وہ ہوا جو رخنہ انداز بہار
زندگی کیا خاک ٹھن کی جو کہ ہیں مردار خوار

دیں کو دے کر ہاتھ سے دنیا بھی آخر مالتی ہے
 رنگِ تقویٰ سے کوئی رنگت نہیں ہے خوب تر
 سوچے سورج نہیں بن رُسے دلبر روشنی
 اے مرے پیارے جہاں میں تو ہی ہے اک بے نظیر
 اس جہاں کو چھوڑنا ہے تیرے دیوانوں کا کام
 کون ہے جس کے عمل ہوں پاک بے انوارِ عشق
 غیر ہو کر غیر پر مرنا کسی کو کیا غرض
 کون چھوٹے خواب شیریں کون چھوٹے اکل دُشرب
 عشق ہے جس سے ہوں طے یہ سارے جنگلِ پُرخطر
 پر ہزار افسوس دنیا کی طرف ہیں جھک گئے
 جس کو دیکھو آجکل وہ شوخیوں میں طاق ہے
 منبروں پر اُنکے سارا گامیوں کا دغ ہے
 جس طرف دیکھو یہی دنیا ہی مقصد ہو گئی
 ایک کاٹا بھی اگر دیں کے لئے اُن کو لگے
 ہر نعل شکوہ نبال پر ہے اگر ناکام ہیں
 لوگ کچھ باتیں کریں میری تو باتیں اُدھ میں
 اے میرے پیارے بتا تو کس طرح خوشنود ہو
 جس طرح تو دُدد ہے لوگوں کے میں بھی دُدد ہوں
 نیک ظن کرنا طسریٰ صالحان قوم ہے

کوئی آسودہ نہیں بن عاشق و شیدائے یار
 ہے ہی ایساں کا زیور ہے یہی دیں کا سنگار
 یہ جہاں بے وصل دلبر ہے شبِ تاریک و تار
 جو ترے مجنوںِ حقیقت میں دہی ہیں، ہوشیار
 نقد پالیتے ہیں وہ اور دوسرے اُمیدوار
 کون کرتا ہے وفا میں اس کے جس کا دل فگار
 کون دیوانہ بنے اس راہ میں یل و نہال
 کون لے غارِ غیلاں چھوڑ کر پھولوں کے ہار
 عشق ہے جو سر جھکا کر زیر تیغ آبِ دار
 وہ جو کہتے تھے کہ ہے یہ خانہ ناپائیدار
 آہ رحلت کر گئے وہ سب جو تھے تقویٰ شعار
 مجلسوں میں اُن کی ہر دم سب و غیبت کا ردِ بار
 ہر طرف اس کیلئے رُفتِ دِل و یں بار بار
 پہنچ کر اس سے وہ بھاگیں شیرے جیسے حمار
 دیں کی کچھ پروا نہیں دنیا کے غم میں سو گوار
 میں خدا کے یار ہوں گو تیغ کھینچے مد ہزار
 نیک دن ہو گا وہی جب تجھ پر ہو میں ہم شمار
 ہے نہیں کوئی بھی جو ہو میرے دل کا راز دار
 ایک سو پرے میں ہوں اُنکے نہیں ہوں آشکار

بے خبر وہ دل ہیں جو کہتے ہیں بدیا نیک مرد
 این مریم ہوں گر اُترا نہیں میں چرخ سے
 ملک سے مجھ کو نہیں مطلب نہ جگہوں کے کام
 تاج و تخت ہند قیصر کو مبارک ہو دام
 مجھ کو کیا ملکوں سے میرا ملک سبک جدا
 ہم تو بستے ہیں ملک پر اس زین کو کیا کریں
 ملک و ممالک کی شاہی کی نہیں کوئی نظیر
 درخ لعنت ہے طلب کرنا زین کا عز و جاہ
 کام کیا عزت سے ہم کو شہر قوں سے کیا فرض
 ہم اسی کے ہو گئے ہیں جو ہر اہل ہو گیا
 دیکھتا ہوں اپنے دل کو عرش رب العالمین
 مدتی بھی کبھی جس سے ہوں آخر دو سستی
 دیکھ لو میں و محبت میں عجب تاثیر ہے
 کوئی نہ نزدیک تر راہ محبت سے نہیں
 اس کے پانے کا یہی اسے دو تو تک راز ہے
 تیر تاثیر محبت کا خطا جاتا نہیں
 ہے یہی اک آگ تا تم کو بچا دے آگ سے
 اس سے خود آگ لے گا تم سے وہ یار ازل
 وہ کتاب پاک و برتر جس کا فرقان نام ہے

۳۳

میرے باطن کی نہیں ان کو خبر اک ذرہ وار
 نیز ہمدی ہوں گوبے تیغ اور بے کار زار
 کام میرا ہے دلوں کو فتح کرنا نے دیار
 انکی شاہی میں میں پاتا ہوں رفہ و روزگار
 مجھ کو کیا تاجوں میرا تاج ہے رضوان یار
 اہل کے رہنے والوں کو زین سے کیا نقار
 گو بہشت دنیا میں گزرے ہیں امیر و تاجدار
 جس کا جی چاہے کرے اس داغ وہ تن نگار
 گردہ و زنت ہے ہوا ضعی امید و عزت شمار
 چھوڑ کر دنیا کے دلوں کو ہم نے پایا وہ نگار
 قرب اتنا بڑھ گیا جس سے ہے اُترا مجھیں یار
 آملی اُلفت کے اُلفت ہو کے دو دل پر سوار
 ایک دل کرتا ہے مجھ کو دوسرے دل کو شکار
 لے کریں اس راہ سالک ہزار و دشتِ خلل
 کیسا ہے جس سے ہاتھ بٹھا گیا زبے شمار
 تیر اندازو! نہ ہونا سست اس میں زینہار
 ہے یہی پانی کہ نکلیں جس سے صد ہا آبشار
 اچھی تم عرفان حق سے پہنچو گے پتھروں کے بار
 وہ یہی دیتی ہے طالب کو بشارت بار بار

جن کو ہے انکار اس سخت مدلل میں وہ لوگ
کیا یہی اسلام کا ہے دوسرے دینوں پر فخر
مغز فرقان مطہر کیا یہی ہے تہذیب خشک
گیرہی اسلام ہے جس ہو گئی اُمتِ ہلاک
نمٹہ کو اپنے کیوں بگاڑا نا امیدوں کی طرح
کس طرح کے تم بشر جو دیکھتے ہو صد نشان
بات سب پوری ہوئی پر تم ہی ناقص رہے
دیکھو وہ ساری باتیں کسی پوری ہو گئیں
اُس زمانہ میں زرا سوچو کہ میں کیا چیز تھا
پھر زرا سوچو کہ اب چرچا مرا کیسا ہوا
جانتا تھا کون کیا عزت تھی پبلک میں مجھے
تھے وجہ خلق کے اسباب مال و علم و حکم
لیک ان چاروں میں محروم تھا اور بے نصیب
پھر رکھایا نام کا فر ہو گیا مطعون خلق
اپہ بھی میرے خدانے یاد کر کے اپنا قول
سلیقے منھو بے جوتھے میری تباہی کے لئے
سوچ کر دیکھو کہ کیا یہ آدمی کا کام ہے
نکر انسان کو مٹا دیتا ہے انسان دیگر
مفتی ہوتا ہے آخر اس جہل میں نہ سیر

آدی کیونکہ کہیں جب ان میں ہے حق حصار
کر دیا قصوں پہ سارا خستم دین کا کاروبار
کیا یہی چودا ہے نکلا کھوڑ کر یہ کوہ سار
کس طرح رہ مل سکے جب دیں ہی ہوتا ایک داماد
فیض کے در کھل رہے ہیں اپنے دامن کو پسار
پھر وہی خند و قصب اور وہی کین و نقار
بلغ میں ہو کر بھی قسمت میں نہیں دیں کے شمار
جن کا ہوتا تھا بید از عقل و فہم و افتکاد
جس زمانہ میں براہیں کا دیا تھا اشتہار
کس طرح سرعتِ شہرت ہو گئی دہر دیار
کس عبت کی تھی مجھے کچھ ارادت یا پیار
خاندان فقر بھی تھا باعثِ عز و وقار
ایک انسان تھا کہ خارج از حساب و از شمار
گھر کے فتوے تھے مجھ کو کر دیا بے اعتبار
مرحہ عالم بنایا محمد کو اور دین کا مدار
کر دیئے تھے جس نے تہ جیسے کہ ہو گرد و غبار
کوئی تبتلئے نظیر اس کی اگر کرنا ہے وار
پر خدا کا کام کب بگڑے کسی سے زینہار
جلد تر ہوتا ہے برہم افتراء کا کاروبار

افخراؤ کی ایسی دُم لمبی نہیں ہوتی کبھی
سرقول سے میرا دل پر ہے کہ کیوں منکر ہو تم
یہ عجیب آنکھیں ہیں سوچ بھی نظر آتا نہیں
قوم کی بد قسمتی اس سرکشی سے کھل گئی
قوم میں ایسے بھی پاتا ہوں جو ہیں دنیا کے کرم
نکر کے بل چل رہی ہے اُن کی گاڑی نقد و
دیں کے کاموں میں تو اُن کے لڑکھڑاتے ہیں قدم
صلّت و حرمت کی کچھ پروا نہیں باقی رہی
لاف نہر دوستی ادھاپا دل میں ہے بھرا
لے عزیز و کباب مل سکتی ہے کاغذ کی ناد
جلودانی زندگی ہے موت کے اندر نہاں
اے خدا اگر قدم میں ہم اپنے ہاتھوں سے اٹھا
تیری غفلت کے کرشمے دیکھتا ہوں ہر گھڑی
کام دکھلائے جو تو نے میری نصرت کے لئے
کس طرح تو نے سچائی کو مری ثابت کیا
ہے عجیب اک خاصیت تیرے جلال و جتن میں
اے مرے پیارے مصلحت میں پڑی ہے میری قوم
مجھ کو کافر کہتے ہیں میں بھی انہیں خون کہوں
مجھ پر اے واعظ نظر کی یاد نے تجھ پر نہ کی

جو ہو مثل مدت فخر الرسل فخر الخیار
یہ گھٹا اب مجھوم مجھوم آتی ہے دلپر بار بار
کچھ نہیں چھوڑا افسانے عقل اہل سوچ اور بچاؤ
پر مہی ہوتا ہے جو تقدیر سے پایا قرار
مقصود اُنکی زلیست کا ہے شہوت و خمر و قمار
نفس و شیطان نے اٹھایا ہے انہیں جیسے کہاں
لیک دنیا کے لئے ہیں نوجوان و ہوشیار
ٹھونس کے مردار پٹیوں میں نہیں لیتے ڈکار
ہے زبان میں سب شرف اور نیچے دل جیسے چھار
ایک دن ہے غرق ہونا بادِ حشم و اشبار
گلشنِ دلبر کی رہ ہے وادیِ غربت کے خار
نا توں ہم ہیں ہمارا خود اٹھائے سارا بار
تیری قدرت دیکھ کر دیکھا جہاں کو مردہ وار
پھرتے ہیں آنکھوں کے آگے ہر نماں وہ کار و بار
میں ترے قربان میری بابتیرے کاموں پر شاہ
جس نے اک چمکادے مجھ کو کیا دیلا زوار
تیری قدرت میں نہیں کچھ دنگ پائی شہکار
گر نہ ہو پرہیز کرنا جھوٹ سے دیں کا شمار
سیت اُن میدان پر جس سے کفر بہتر لگا بار

۳۳

روحہ آدم کہ تھا وہ نامکمل اب تک
وہ خدا جس نے نبی کو تازہ خالص دیا
وہ دکھاتا ہے کہ دیں میں کچھ نہیں لکراہ و جبر
پس یہی ہے روضہ جس نے کیا رخ از جہاد
تا دکھائے سکون کو دیں کی ذاتی خوبیاں
کہتے ہیں یورپ کے ناداں یہ نبی کامل نہیں
پر بنانا آدمی وحشی کو ہے اک معجزہ
نور لئے آسمان سے خود بھی وہ اک نور تھے
لوشنیاں ہر تباہی کی بھلا کیا فرق ہو
اے مرے پیار و ٹکیٹ صبر کی عادت کرو
نفس کو مارو کہ اس جیسا کوئی دشمن نہیں
جس نے نفس دل کو ہمت کر کے زیر پا کیا
گالیاں سنکر دعا دو پا کے دکھ آرام دو
تم نہ گھبراؤ اگر وہ گالیاں دیں ہر گھڑی
چمپ ہو تم دیکھ کر ان کے رسالوں میں بستم
دیکھ کر لوگوں کا جوش و خروش کچھ غم کرو
انفرا ان کی نگاہوں میں ہمارا کام ہے
غیر خواہی رہاں کی غول کیا ہم نے جگر
پاک لے رہا گمانی ہے یہ شقوت کا نشان

میرے آنے سے ہوا کمال بجملہ برگ و بار
زیور دیں کو بناتا ہے وہ اب مثل سنار
دیں تو خود کھینچے ہے دل مثل بت میں عذار
تا اٹھائے دیں کی راہ جو اٹھا تھا اک غبار
جن سے ہوں شرمندہ جو اسلام پر کرتے ہیں وار
دشمنوں میں دیں کو پھیلا مایہ کیا مشکل تھا کار
معنی رازِ نبوت ہے اسی سے آشکار
قوم وحشی میں اگر پیدا ہوئے کیا جائے عار
گرچہ نکلے روم کی سرحد یا از زنگبار
وہ اگر پھیلا میں بدلو تم جو مشک تبار
چپکے چپکے کرتا ہے پیدا وہ سامان و مار
چیز کیا ہیں اُس کے آگے رستم و اسفندیار
یکر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار
چھوڑ دو ان کو کہ چھو ایں وہ ایسے اشتہار
دم نہ مارو گردہ مایل احد کر دیں حال زار
شدت گری کا ہے محتاج باران بہار
یہ خیال اٹھالو کس قدر ہے نابکار
جنگ بھی تھی صلح کی نیت کس سے فرار
اب تو آنکھیں بند میں دیکھینگے پھر انجا مکار

جیکہ کہتے ہیں کہ کاذب چھوٹے پھلتے نہیں
 گیا تمہاری آنکھ سب کچھ دیکھ کر اندھی ہوئی
 آنکھ رکھتے ہو خدا سوچو کہ یہ کیا راز ہے
 یہ کرم مجھ پر ہے کیوں کوئی تو اس میں بات ہے
 مجھ کو خود اس نے دیا ہے چشمہ توحید پاک
 دوش پر مسرورہ چادر ہے کہ دی اس یار نے
 خیرگی سے بدگمانی اس قدر اچھی نہیں
 ایک طوفانِ خدا کے قہر کا اب جوش پر
 صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے
 پشتی دیوار دیں اور مابین اسلام ہوں
 جاہلوں میں اس قدر کیوں بدگمانی بڑھ گئی
 کچھ تو سمجھیں بات کو یہ دل میں ارمل ہی ہا
 اسے کہ ہر دم بدگمانی تیرا کا دوبارہ ہے
 میں اگر کاذب ہوں کذابوں کی دیکھو نگامترا
 اس قصب پر نظر کرنا کہ میں اسلام پر
 میں وہ پانی ہوں کہ آیا آسمان سے وقت پر
 ہائے وہ تقویٰ جو کہتے تھے کہاں مخفی ہوئی
 کام جو دکھلائے اس خستاق نے میرے لئے
 میں نے روتے روتے دامن کر دیا تر دوسے

پھر مجھے کہتے ہیں کاذب دیکھ کر میرے شمار
 کچھ تو اس دن دیکھو یا رو کہ ہے دوز شمار
 کس طرح ممکن کہ وہ قدوس ہو کاذب کا یار
 بے صلب ہرگز نہیں یہ کاروبار کو دگار
 تانگلے از میر نو بارغ دیں میں لالہ زار
 پھر اگر قدرت کے لئے فکر تو یہ چادر اُتار
 ان دنوں میں جیکہ ہے شوق قیامت آشکار
 توح کی کشتی میں جو بیٹھے وہی ہو ستکار
 میں دندے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار
 ناوا ہے صمت دشمن تا بفرق این جوار
 کچھ بڑے کئے ہیں دن یا پڑ گئی لعنت کی مار
 واہ رے شیطان عجب اُن کو کیا اپنا شمار
 دوسری قوت کہاں گم ہو گئی اسے ہوشیار
 پر اگر صادق ہوں پھر کیا عذر ہے دوز شمار
 ہوں خدا صبر بھی مجھے کہتے ہیں کافر بار بار
 میں وہ ہوں نور خدا جس سے ہوا دن آشکار
 ساد بن نفس دھن نے کس طرف پھیری ہمار
 کیا وہ کر سکتا ہے جو ہو مغتری شیطان کا یار
 اب ملک تم میں مہی خشکی ہی باحالی زار

ہائے یہ کیا ہو گیا عقلوں پر کیا پتھر پڑے
یا کسی غنی گناہ سے شامیت اٹھال ہے
گردلوں پر اُنکی ہے سب عام لوگوں کا گناہ
یہ کچھ سوئے کچھ جاگئے نہیں میں اب تلک
نورِ انسل میں بدی کا تخم بو ناظم ہے
چھوڑ کر فرائ کو آثارِ مخالفت پر مجھے
جبکہ ہے امکانِ کذب و کجروی اخبار میں
جبکہ ہم نے نورِ حق دیکھا ہے اپنی آنکھ سے
پھر یقین کو چھوڑ کر ہم کیوں گانوں پر چلیں
تفرقہ اسلام میں نقول کی کثرت سے ہوا
نقل کی تہی اک خطا کاری سیحا کی حیات
مدہنراواں آفتیں نازل ہوئیں اسلام پر
موتِ حیات کی شہادت دی خدا نے صاف صاف
گر گماں محنت کا ہو پھر قابلِ تاویل ہیں
وہ خدا جس نے نشاںوں سے مجھے تمغہ دیا
سر کر چٹو! آسمان سے اب کوئی آتا نہیں

ہو گیا آنکھوں کے آگے اُنکے دن تاریک و تاریک
جس سے عقلیں ہو گئیں بیکار اور اک مردِ وہا
جن کے وعظوں سے جہاں کے آگیا دل میں غبار
ایسے کچھ بھولے کہ پھر نسیاں ہوا گردن کا ہار
وہ بدی آتی ہے اُس پر جو ہو اُس کا کاشتکار
سر پر سلم اور بخاری کے دیا ناحق کا بار
پھر حراقت ہے کہ کس سب انہیں پر انحصار
جیکہ خودِ خودِ خدا نے دی خبر یہ بار بار
خودِ کمودیت ہے بہتر یا نقول پر غبار
جس سے ظاہر ہے کہ راہِ نقل ہے بے اعتبار
جس سے میں نصرت کا ہو گیا خدمت گزار
ہو گئے شیطان کے چیلے گردن دیں پر صوار
پھر احادیثِ مخالفت رکھتی ہیں کیا اعتبار
کیا حدیثوں کے لئے فرقہاں پر کر سکتے ہو دار
اب بھی وہ تائیدِ فرقہاں کر رہے بار بار
عمرِ دنیا سے بھی اب ہے آگیا ہفتم ہزار

کتب مابعدہ ادا علیہ رحمۃً ہے کہ عمر دنیا کی حضرت آدم علیہ السلام سے سات ہزار برس تک
یہی کی طرف قرآن شریف اس آیت میں اشارہ فرماتا ہے کہ اِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَنَّهُ سَعَةِ
يَمِينًا تَعْدُوْنَ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَنَّهُ سَعَةِ يَمِينًا تَعْدُوْنَ یعنی خدا کا ایک دن تھا اسے ہزار برس کے برابر ہے۔ اور خلافتِ انبیاء نے میرے دل پر

اس کے آتے آتے دیں کا ہو گیا تقہ تمام
کشتی اسلام بے لطف خدا ب غرق ہے
مجھ کو دے پاک فوق علوت لے خدا جو دش
وہ لگا دے آگ میرے دل میں ملت کے لئے
اسے خدا ترے لئے ہر ذرہ ہو میرا فدا
خاک سادی کو ہمدادی دیکھ لے دانائے راز
اک کرم کر پھر دے لوگوں کو فرق کی طر
ایک فرق ہے جو شک اور یکے وہ پاک ہے
پھر یہ نقیض بھی اگر میری طرف پیش ہوں
بارغ مرجبایا ہوا تھا گئے تھے سب شر
فرہم عیسیٰ نے دی تھی محض عیسیٰ کو شفا
جھانکتے تھے فد کو وہ دوزخ دیوار سے
وہ خزان جو ہزاروں سال سے مدفون تھے
پر چوئے دیں کے لئے یہ لوگ مارا ستیل

کیا وہ تب آئیگا جب دیکھیگا اس میں کامرا
اے جنوں کچھ کام کر مکار میں عقلوں کے دار
جس سے ہو جاؤں میں غم میں دیں کے ایک دیوانہ
شعلے پہنچیں جس سے ہر دم آسمان تک شیار
مجھ کو دکھلائے بہار دیں کہیں ہوں اشکیار
کام تیرا کام ہے ہم ہو گئے اب بمقرر
نیز دے توفیق تا وہ کچھ کہیں سوچ لو بچار
بعد اس کے فن غالب کو میں کرتے اختیار
تنک ہو جائے مخالفت پر مجال کار زار
میں خدا کا فضل لایا پھر مجھے پیدا شمار
میری مرہم سے شفا پائیگا ہر ملک و دیار
ایک جب زد کھل گئے پھر ہو گئے شہر شعار
آب میں دیتا ہوں اگر کوئی لے امیدوار
دشمنوں کو خوش کیا اور ہو گیا آذرہ یار

۱۷۷

یہ اہام کیا ہے کہ اعلیٰ علی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک حضرت آدم سے اسی قد مدت بحساب قمری گندی تھی
جو اس سورت کے حروف کی تعداد سے بحساب ابجد معلوم ہوتی ہے۔ اور اس کے دسے حضرت آدم سے اب
ماتواں ہزار بحساب قمری ہے جو دنیا کے خاتمہ پر ملت لکھا ہے اور یہ بحساب جو سورہ والہ صحر کے حروف
کی تعداد کے ٹکائے سے معلوم ہوتا ہے۔ یہود و نصاریٰ کے حساب قمریہ تمام و کمال ملتا ہے صرت قمری اللہ
شمس بحساب کو ملحوظ رکھ لینا چاہیے۔ اور ان کی کتابوں سے پایا جاتا ہے جو مسیح موعود کا چٹے ہزار ہیں
آنا موعود ہے اور کئی برس ہو گئے کہ چھٹا ہزار گند گیا۔

۱۷۷

غل مچا تھیں کہ یہ کافر ہے اور دجال ہے
 گو وہ کافر کہہ کے ہم سے دُور تھیں جا پڑے
 ہم نے یہ مانا کہ اُن کے دل میں پتھر ہو گئے
 کیسے ہی وہ سخت دل ہوں ہم نہیں میں نا امید
 پیشہ ہے رونا ہمارا پیش ربّ ذوالمنن
 جن میں آیا ہے مسیح وقت وہ منکر ہوئے
 میں نہیں کہتا کہ میری جان، سب سے پاک تر
 میں نہیں رکھتا تھا اس دُکھ سے یک ذرہ خبر
 گر کہے کوئی کہ یہ منصب تھا شایان قریش
 مجھ کو بس ہے وہ خدا عہدوں کی کچھ پورا نہیں
 افترا العنت ہے اور ہر مغتری ملعون ہے
 تشنہ بیٹھے ہو کنبہ جوئے شیر میں حیف ہے
 بن نشانوں کو ذرہ سوچو کہ کس کے کام میں
 مفت میں ملزم خدا کے مت ہوئے منکرو

۱۱۸

پاک کو ناپاک سمجھے ہو گئے مُردارِ خوار
 اُن کے غم میں ہم تو پھر بھی ہیں حزین و دُلفگار
 پھر بھی پتھر سے نکل سکتی ہے دینداری کی نادر
 آیت لَا تَيْسُؤْا رُکُتٰی ہے دل کو استوار
 یہ شجر آخر کبھی اس نہر سے لائیں گے بلکہ
 مر گئے تھے اس تمنّا میں خواہیں ہر دیار
 میں نہیں کہتا کہ یہ میرے عمل کے ہیں شمار
 کھولی کر دیکھو براہیں کو کہ تا ہو اعتبار
 وہ خدا سے پوچھ لے میرا نہیں یہ کاروبار
 ہو سکے تو خود بنو ہمدی بحسبِ کرم کردگار
 پھر لعین وہ بھی جو صادق سے دکھتا ہے تقار
 سر زمین ہند میں چلتی ہے نہر خوشگوار
 کیا ضرورت کہ دکھلاؤ غضبِ دیوانہ دار
 یہ خطا کا ہے نہ ہے یہ مغتری کا کاروبار

بچہ۔ اب تک کئی ہزار خدا تعالیٰ کے نشان میرے ہاتھ پر ظاہر ہو چکے ہیں۔ زمین نے بھی میرے نشان
 دکھائے اور آسمان نے بھی۔ اور دوستوں میں بھی ظاہر ہوئے اور دشمنوں میں بھی جن کے کئی لاکھ
 انسان گواہ ہیں۔ اور ان نشانوں کو اگر تفصیلاً جدا جدا شمار کیا جائے تو قریباً وہ سارے
 نشان دس لاکھ تک پہنچتے ہیں۔ فالحمد للہ علی ذالک۔ منہج

یہ فتوحات نمایاں یہ تواتر سے نشان
ایسی سرسبز شہرت ناگہاں سلاطین بعد
کچھ تو موج ہوئی کر کے کیا یہ معمولی ہے بات
مٹا گئے حیلے تہارے ہو گئی جنت تمام
بندہ درگاہ ہوں اور بندگی سے کام ہے
مت کرو یک یک بہت اُسکی دیوں پر ہے نظر
کیسے پتھر پڑ گئے ہے ہے تہادی عقل پر
ہر طرف سے پڑ رہے ہیں دینِ احمد پر تیر
کوئی آنکھیں جو اس کو دیکھ کر روتی نہیں
کھا رہا ہے دیں طمانچے ہاتھ قوموں کے آج
یہ مصیبت کیا نہیں پہنچی خدا کے عرش تک
جنگِ دوحانی ہے اب اس خدامِ شیطان کا
ہر نبی وقت نے اس جنگ کی دی تھی خبر
اے خدا شیطان پہ مجھ کو فتح دے حرکتِ ستار
جنگ یہ بڑھ کر آجنگِ روض اور جاپان سے
دل نکل جاتا ہے قابو سے یہ مشکل سورج کر
بسترِ راحت کہاں لانِ فسک کے ایام میں
لشکرِ شیطان کے نوغے میں جہاں ہے گھر گیا
نیلِ انسان سے مدد اب مانگنا بیکار ہے

کیا یہ ممکن ہیں بشر سے کیا یہ تکاروں کا کار
کیا نہیں ثابت یہ کتنی صدقِ قولِ کردگار
جس کا پر جا کر رہا ہے ہر بشر اور ہر دیار
اب کہو کس پر ہوئی اے منکر و نعمت کی مار
کچھ نہیں ہے فتح سے طلبِ دل میں خوفِ ہمار
دیکھتا ہے پائی دل کو نہ باتوں کی سنوار
دیں ہے مُنہ میں لگ گئے۔ تم لگ کے خود پامدار
کیا نہیں تم دیکھتے قوموں کو اور ان کے وہ دلاور
کو نئے دل میں جو اس غم سے نہیں ہیں بیقرار
اک تزلزل میں پڑا اسلام کا علی مدار
کیا یہ شمسِ الدین نہاں ہو جائیگا اب زیرِ غار
دل گھٹا جاتا ہے یاربِ سخت ہے یہ کارزار
کر گئے وہ سب عائنِ باد و چشمِ شکیبار
وہ اکٹھی کر رہا ہے اپنی فوجیں بے شمار
میں غریب اور ہے مقابلِ پرجہاںِ نامدار
اے مری جہاں کی پنہ فوجِ لائک کو اتار
غم سے ہر دن ہو رہا ہے بدتر از شبِ اتار
باتِ مشکل ہو گئی قدرت دکھائے میر یار
اب ہماری ہے تری درگاہ میں یاربِ پکار

کہیں کریشکے وہ مردان کو مدد سے کیا غرض
 پر مجھے وہ رہ کے آتا ہے تعجب قوم سے
 شکر اللہ میری بھی آہیں نہیں خالی گئیں
 ایک طرف طاعون خونی کھا رہا ہے ملک کو
 دوسرے نعل کے دن آیا تھا ایسا زلزلہ
 ایک ہی دم میں ہزاروں اس جہل چل دیئے
 یا تو وہ عالی مکاں تھے زینت وزیر جلوس
 حشر جس کو کہتے ہیں ایک دم میں برپا ہو گیا
 دب گئے نیچے پہاڑوں کے کئی دیہات دھڑ
 اس نشان کو دیکھ کر بھڑ بھی نہیں میں نرم دل
 وہ جو کہلاتے تھے صوفی کیں میں سب بڑھ گئے
 کہتے ہیں لوگوں کو ہم بھی زیدۃ البرار میں
 پر ہی ناہم ہم اول الاعداء ہوئے
 سب نشان بیکار ان کے بغض کے آگے ہوئے
 دیکھتے ہرگز نہیں قدرت کو اس ستار کی
 صوفیا اب بیچ ہے تیری طرح تیری تراز
 قدرت حق ہے کہ تم بھی میرے دشمن ہو گئے
 دھوئے دل وہ سار صحبت دیر کی رنگ
 جس قدر نقد تعارف تھوڑا کھو بیٹھے تمام

۱۲۵

ہم تو کافر ہو چکے ان کی نظر میں بار بار
 کیوں نہیں وہ دیکھتے جو ہو رہا ہے آشکار
 کچھ نہیں طاعون کی صورت کچھ زلازل کے بخار
 ہوئے ہیں صد ہزار آدمی اس کا شکار
 جس سے ایک حشر کا عالم تعاقب شود و پکار
 جس قدر گھر گر گئے ان کا گردن کیونکر شمار
 یا ہوئے اک ڈھیر انٹوں کے پراز گرد و غبار
 ہر طرف میں مرگ کی آواز تھی اور اضطراب
 مر گئے لاکھوں بشر اور ہو گئے دنیا سے پار
 پس خدا جلنے کہ اب کس حشر کا ہے انتظار
 کیا یہی علت تھی شیخ غزوی کی یادگار
 پڑتی ہے ہم پر بھی کچھ کچھ دھجی رحمان کی پھوار
 آگیا چرخ بریں سے ان کو تکفیر دل کا تار
 ہو گیا تیر تعصب ان کے دل میں وار پار
 گو سناویں ان کو وہ اپنی بجائے میں ستار
 آسمان سے آگئی میری شہادت بار بار
 یا حجت کے وہ دن تھے یا ہوا ایسا نقار
 پھول بن کر ایک مدت تک ہوئے آخر کو خار
 کہ کیا یہ دل میں گذرا ہوں میں اس کے دلفگار

دن تو روشن تھا مگر ہے بڑھ گئی گرد و غبار
جس سے گردش کھائی گئے دیباہ و شہر اور مغلزار
ایک برہنہ سے نہ ہو گا یہ کہ تابا نہ سے ازار
کیا بشر اور کیا شجر اور کیا حجر اور کیا بحار
ٹالیاں خلی کی چلنی گی جیسے آب رود یار
صبح کر دے گی انہیں مثل رخسارِ چنار

آسمان پر شور ہے پر کچھ نہیں تم کو خبر
اک نشان ہے آنے والا آج سے کچھ دن بعد
ہو گا قہر خدا سے خلق پر ایک انقلاب
یک ایک زلزلہ سے سخت جھٹک جائی گے
اک جھپک میں یہ زمیں ہو جائے گی زیر و زبر
رات جو رکتے تھے پوشاکیں برنگ یا سمن

خدا تعالیٰ کی وحی میں زلزلہ کا بار بار لفظ ہے۔ اور فرمایا کہ ایسا زلزلہ ہوگا جو نمونہ قیامت ہوگا۔
بلکہ قیامت کا زلزلہ اُس کو کہنا چاہیے جس کی طرف سورۃ اذا زلزلت الارض زلزالہا
اشدہ کرتی ہے لیکن یہی ابھی تک اس زلزلہ کے لفظ کو قطعی یقین کے ساتھ ظاہر پر جا نہیں
سکتا۔ ممکن ہے یہ معمولی زلزلہ نہ ہو بلکہ کوئی اور شدید آفت ہو جو قیامت کا نظارہ دکھلا دے جس کی
نظیر کسی اس زمانہ نے نہ دیکھی ہو اور جانوں اور عمارتوں پر سخت تباہی آوے۔ ہاں اگر ایسا فوق العادہ
نشان ظہور نہ ہو اور لوگ کھلے طور پر اپنی اصلاح بھی نہ کریں تو اس صودت میں بھی کاذب ٹھہرنا۔ مگر یہی
بار بار کھچکا ہوں کہ یہ شدید آفت جس کو خدا تعالیٰ نے زلزلہ کے لفظ سے تعبیر کیا ہے صرف امتداد مذہب پر
کوئی اثر نہیں رکھتی اور نہ ہندو یا عیسائی ہونے کی وجہ کسی پر عذاب آسکتا ہے اور نہ اس وجہ سے آسکتا ہے
کہ کوئی میری معیت میں داخل نہیں یہ سب لوگ اس تشویش سے محفوظ ہیں۔ ہاں جو شخص خواہ کسی مذہب کا
پابند ہو یا نہ ہو مشیہ ہونا اپنی حالات رکھے اور فسق و فجور میں غرق ہو اور زانی۔ فونی جو در ظالم اور ناحق کے طور پر
بداندیش۔ بد زبان اور بد چلن ہو اُس کو اس سے ڈرنا چاہیے اور اگر توبہ کرے تو اُس کو بھی کچھ غم نہیں اور
مخفوق کے نیک کردار اور نیک چلن ہونے سے یہ عذاب ٹل سکتا ہے قطعی نہیں ہے۔ - منہ

ہوش ٹوٹ جائیں گے اسل کے پرندوں کے حواس
ہر سفر پر وہ ساعت سختی کے اور وہ گھڑی
خون سے مریوں کو ہستان کے آپ نہاں
مضمحل ہو جائیں گے اس خوف سے سب جتن دانی
اک نمونہ قہر کا ہوگا وہ ربانی نشان
ہاں نہ کہ جلدی سے انکلائے بغیر نہاں
و جی حق کی بات ہے ہو کر رہیگی بے خطا

بھولنے نغموں کو اپنے سب کبوتر اور ہزار
رہا کو بھولیں گے ہو کر مست و بخود راہوار
مُرخ ہو جائیں گے جیسے ہو شراب انجبار
زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باہل زار
آسمان حملے کریگا کھینچ کر اپنی کٹار
اس پہ ہے میری پہچانی کا سبھی دار و مدار
کچھ دنوں کو صبر ہو کر متقی اور بردبار

یہ گماں مت کر کہ یہ سب بدگمانی ہے معاف
قرض ہے واپس ملے گا تجھ کو یہ سارا ادھار

(ضمیمہ برائے اصحاب حقہ پنجم)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نعمہ وصلی علیٰ رسولہ الکریم

اے یارِ ازل میں امتِ مدّے تو مرا ۛ بہتر ذہن از خسلد کوئے تو مرا
از مصلحتے دگر طرف بنیم لیک ۛ ہر لحظہ نگاہ ہست سوئے تو مرا
بر عزّت من اگر کے حملہ کند ۛ صبر امت طریق ہنچو خوئے تو مرا
من چلیستم و چہ عزّتم ہست مگر ۛ جنگ امت ذہیر آموئے تو مرا

ایک صاحبِ محمد اکرام اللہ نام نے مذاہفِ طیبہ اخیارِ مودفہ ۲۲ مئی ۱۹۵۷ء میں میرے ان اشتہادات کی نسبت جن میں اول دفعہ اور دوم دفعہ کے نزولہ کی نسبت پیشگوئیاں ہیں کچھ اعتراضات شائع کئے ہیں اور میرے خیال میں وہ اعتراضات صرف تعصب کی وجہ سے نہیں ہیں بلکہ ناگہجی اور نہایت محدود واقفیت بھی ان کا موجب ہے۔ قوم کی حالت پر اسی وجہ سے مجھے دونا آتا ہے کہ اعتراض کرنے کے وقت کچھ تدبیر نہیں کرتے اور جنوں کی طرح نیک جوش پیدا ہو جاتا ہے یا خود نمائی کی وجہ سے یہ شوق دامن گیر ہوتا ہے کہ کسی طرح معترض بن کر میں بھی قولِ درجہ کے مخالفوں میں جگہ مل جائے اور یا کم سے کم لائق اور اہل علم متفوّذ ہوں مگر بجائے لائق کہلانے کے خود اپنے ہاتھ سے اپنی پردہ دہی کرتے ہیں۔ اب اہل انصاف اعتراضات کو نہیں اور ان کے جوابات پر غور کر کے دیکھیں کہ کیا ایسے اعتراضات کوئی منصف مزاج جس کو کچھ بھی عقل اور دین سے حصہ ملا ہے کر سکتا ہے۔ انہوں کہ یہ لوگ اول خود دھوکا کھاتے ہیں اور پھر لوگوں کو دھوکے میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ اور اس جاہلیت کا سارا باعث وہ جلا ہوا تعصب ہے کہ جو جہنم کی آگ اپنے اندر رکھتا ہے۔

خلاصہ اعتراضِ اول قول اللہ۔ اب ہم مرزا صاحب کے قول سے ثابت کرتے ہیں کہ نزولہ کی پیشگوئی کوئی قابلِ وقعت چیز نہیں ہے کیونکہ وہ اپنی کتاب نزولہ اوہام میں خود لکھتے ہیں کہ نزولہ کی پیشگوئی

قابل وقعت چیز نہیں بلکہ بھل اور ناقابل التفات ہے۔ الجواب۔ واضح ہو کہ حضرت نے اسبجگہ
 وہ میری عبارت پیش کی ہے کہ جو میں نے انجیل متی کی ایک پیشگوئی پر جو حضرت مسیح کی طرف
 منسوب کی جاتی ہے ازالہ ادہام میں لکھی ہے۔ اور اسبجگہ کافی ہو گا کہ وہی عبارت زلزلہ کی
 نسبت جو انجیل متی میں حضرت مسیح کے نام پر مندرج ہے جس کو میں نے ازالہ ادہام میں
 نقل کیا ہے پہلک کے سامنے پیش کر دی جائے اور پھر وہ عبارتیں جو میری پیشگوئیوں میں
 دونوں زلزلوں کی نسبت بذریعہ اشتہارات شائع ہو چکی ہیں بالمقابل اسبجگہ لکھ دی جائیں
 تا ناظرین خود سمجھیں کہ کیا ان دونوں پیشگوئیوں کی ایک ہی صورت ہے یا ان میں کچھ فرق بھی
 ہے اور کیا میری پیشگوئی میں بھی زلزلہ کی نسبت صرف معمولی الفاظ ہیں جو ہر ایک زلزلہ
 پر صادق آسکتے ہیں جیسا کہ انجیل متی کے الفاظ ہیں یا میری پیشگوئی فوق العادت زلزلہ
 کی خبر دیتی ہے۔ اور اسبجگہ اس بات کا ذکر کرنا بھی بے موقع نہ ہو گا کہ جس سرزمین میں
 حضرت مسیح تھے یعنی ملک شام میں اس ملک کی قدیم سے ایسی صورت ہے کہ ہمیشہ اس
 میں زلزلے آیا کرتے ہیں۔ جیسا کہ کشمیر میں۔ اور ہمیشہ طاعون بھی اس ملک میں آیا کرتی ہے
 پس اس ملک کے لئے یہ عجوبہ نہیں ہے کہ اس میں زلزلہ آوے یا طاعون پیدا ہو بلکہ کوئی بڑا
 زلزلہ آنا بھی عجیب بات نہیں ہے۔ حضرت مسیح کی پیدائش سے بھی پہلے اس میں زلزلے آ
 چکے ہیں۔ اور ان کی زندگی میں بھی ہمیشہ سخت اور نرم زلزلے آتے رہے ہیں۔ پھر معمولی بات
 کی نسبت پیشگوئی کیا ہوگی، مگر ہم آگے چل کر بیان کر چکے کہ یہ زلزلہ جس کی پیشگوئی میں نے کی
 تھی اس ملک کیلئے کوئی معمولی بات نہ تھی بلکہ ایک انہونی اور فوق العادت بات تھی جس کو
 تمام ملک کے رہنے والوں نے فوق العادت قرار دیا بلکہ غور نہ قیامت سمجھا اور تمام محقق
 انگریزوں نے بھی یہی گواہی دی اور تاریخ پنجاب بھی یہی شہادت دیتی ہے اور نیز برائی
 عملتیں جو قرآن مولا مؤبرس سے محفوظ چلی آئیں زبان حال یہی شہادت دے رہی ہیں مگر
 سب کو معلوم ہے کہ ملک شام میں تو اس کثرت سے زلزلے آتے ہیں کہ جب وہ پیشگوئی

حضرت مسیح کی نکھی گئی تو غالباً اس وقت بھی کوئی زلزلہ آ رہا ہوگا۔

اب ہم ذیل میں وہ پیشگوئی دیکھتے ہیں جو زلزلہ آنے کی نسبت انجیل متی میں نکھی گئی ہے جس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ اودہ یہ ہے۔ قوم قوم پر اودہ بادشاہت بادشاہت پر چڑھ آؤ گی اودہ کال اودہ مری پڑی گی اودہ جگہ جگہ بھونچال آویں گے۔ دیکھو انجیل متی باب ۲۴۔ یہی پیشگوئی ہے جس کی نسبت میں نے اذالہ اولیام میں وہ عبارت نکھی ہے جو معترض نے اعباد مذکور کے صفحہ پانچ کالم اول سطر چھپیس میں درج کی ہے اودہ یہ ہے۔ کیا یہ بھی کچھ پیشگوئیاں ہیں کہ زلزلے آئیں گے مری پڑی گی لڑائیاں ہونگی قوط پڑیں گے معترض صاحب میری اس عبارت کو نکھکر اس سے یہ بات نکالتے ہیں کہ گویا میں نے یہ اقرار کیا ہے کہ زلزلہ کی نسبت پیشگوئی کرنا کوئی قابل وقعت چیز نہیں اودہ ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ اس عبارت سے میرا یہ مدعا نہیں ہے جو معترض نے سمجھا ہے بلکہ یہ غرض ہے کہ معمولی طور پر ایک بات کو پیش کرنا جس میں کوئی عجوبہ نہیں اودہ جس میں کوئی فوق العادت امر نہیں پیشگوئی کے مفہوم میں داخل نہیں ہو سکتا۔ مثلاً اگر کوئی پیشگوئی کرے کہ برسات کے دنوں میں کچھ بڑکے بادشیں ہونگی تو یہ پیشگوئی نہیں کہلا سکتی کیونکہ عادت اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ برسات کے ہینوں میں کچھ نہ کچھ بادشیں ہو جایا کرتی ہیں۔ ہاں اگر کوئی یہ پیشگوئی کرے کہ اب کی دفعہ برسات کے دنوں میں استقد بادشیں ہونگی کہ زمین میں طے چٹے جاری ہو جائیں گے اور کوئیں پڑو کہ نہروں کی طرح بہنے لگیں گے اور گذشتہ سو برس میں ایسی بادش کی کوئی نظیر نہیں ہوگی تو اس کا نام ضرور ایک معر خالق عادت اودہ پیشگوئی رکھا جائے گا۔ ہوا اس اصول کے لحاظ سے میں نے انجیل متی باب ۲۴ کی پیشگوئی پر اعتراض کیا تھا کہ صرف اتنا کہہ دینا کہ زلزلے آئیں گے خاص کر اس ملک میں جس میں ہمیشہ زلزلے آیا کرتے ہیں بلکہ سخت زلزلے بھی آتے ہیں یہ کوئی ایسی خبر نہیں ہے جس کا نام پیشگوئی رکھا جائے یا اس کو ایک امر خالق عادت ٹھہرایا جائے اب دیکھنا چاہیے کہ کیا ان ہر سہ اشتہارات میں بھی جو میں نے زلزلہ کی نسبت پیشگوئی

کے طور پر ملک میں شائع کئے ایسی ہی معمولی خبر مائی جاتی ہے جس میں کوئی امر خارق عادت نہیں۔ اگر درحقیقت ایسا ہی ہے تو پھر زلزلہ کی نسبت میری پیشگوئی بھی ایک معمولی بات ہوگی۔ زلزلہ کی نسبت میرے اشتہارات کے الفاظ یہ ہیں۔ یکم مئی ۱۹۰۷ء میں مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ وحی ہوئی تھی جس کو میں نے اخبار المحکم اور آئندہ میں شائع کر دیا تھا۔ عفت الدیار محلہا دمقامہا۔ یعنی اس ملک کا ایک حصہ مٹ جائیگا۔ اس کی وہ عمارتیں جو عادی سکونت کی جگہ ہیں اور وہ عمارتیں جو مستقل سکونت کی جگہ ہیں دونوں نابود ہو جائیں گی ان کا نام و نشان نہیں رہیگا۔ اور الدیار پر جو الف لام ہے وہ دلالت کرتا ہے جو خدا تعالیٰ کے علم میں اس ملک میں سے وہ خاص خاص جگہ ہیں جن پر یہ تباہی آئیگی اور وہ خاص حصہ ملک کے مکانات ہیں جو زمین سے برابر ہو جائیں گے۔ یہ کس قدر فوق العادت پیشگوئی ہے اور کس شدت سے اس میں آئندہ واقعہ کا ذکر ہے جس کی سولہ سو برس تک بھی اس ملک میں نظیر نہیں پائی جاتی۔ چنانچہ انگریزی اخباروں کے پڑھنے سے معلوم ہو گا کہ بڑے بڑے طبقات اراض کے محقق اس ملک کی نسبت یہ فوق العادت واقعہ قرار دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ یورپ کے بڑے بڑے محققوں کی شہادت سے شائع ہو چکا ہے کہ سولہ سو برس تک بھی پنجاب میں اس زلزلہ کی نظیر نہیں پائی جاتی۔ اور تمام اخباریں اس مضمون سے بھری پڑی ہیں کہ یہ زلزلہ نمونہ قیامت تھا۔ پس جبکہ اُس وحی الہی میں جو میرے پر ہوئی یہ فوق العادت مضمون ہے کہ اس حادثہ سے عمارتیں نابود ہو جائیں گی اور ایک حصہ اس ملک کا تباہ ہو جائیگا تو پھر نہایت افسوس ہے کہ ایسی عظیم الشان پیشگوئی کو جو ایک ملک کے تباہ ہونے کی خبر دیتی ہے انجیل کی ایک معمولی خبر کے برابر ٹھہرایا جائے۔ جو زلزلے آئیں گے اور وہ بھی اس ملک میں جو زلزلوں کا گھر ہے کیا کسی پیشگوئی کے اس سے زیادہ الفاظ ڈرانے والے ہو سکتے ہیں۔ ہر ایک منفعہ مخرج خود سوچ لے کہ کیا اس ملک پنجاب کے لئے زلزلہ کی پیشگوئی کے الفاظ اس زیادہ فوق العادت ہو سکتے ہیں جو وحی ربانی عفت الدیار محلہا دمقامہا میں پائے جاتے ہیں جس کے یہ معنی

ہیں کہ ایک حصہ ملک کا ایسا تباہ ہو جائے گا کہ اس کی عمارتیں سب نابود ہو جائیں گی نہ سرائیں
 باقی رہیں گی نہ مستقل سکونت کی جگہ۔ اس جگہ ادنیٰ عربی دان بھی الدیوار کے الف لام کو ذہن
 میں رکھ کر سمجھ سکتا ہے کہ الدیوار سے ایک حصہ اس ملک کا مراد ہے اور عفت کے نقطہ
 سے یہی مطلب ہے کہ اس حصہ ملک کے سب مکانات گر جائیں گے نابود ہو جائیں گے ناپید
 ہو جائیں گے۔ پس کوئی سمجھ کو سمجھا دے کہ اس ملک کے لئے ایسا واقعہ پہلے اس کے کب پیش
 آیا تھا؟ ورنہ ایمان داری سے بعید ہے کہ انسان بے حیا ہو کر جھوٹ بولے اور اس خدا کا
 خوف نہ کرے جس کا ہاتھ ہر ایک وقت مزا دینے پر قادر ہے۔ اور پھر اشتہاد الوہیت
 میں جو ۲۷ فرمودی ۱۹۵۵ء میں زلزلہ سے پہلے شائع کیا گیا تھا یہ عبارت درج ہے:-
 اس وقت جو آدمی رات کے بعد چار بج چکے ہیں بطور کشف میں نے دیکھا کہ دنیا کے موتوں
 سے عجیب طور پر شور قیامت برپا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی اہام ہوا کہ موتا موتی لگ ہی
 اس چو کر کیا ایک آئندہ واقعہ کی ان الفاظ سے پیش گوئی کرنا کہ وہ نمونہ قیامت ہوگا۔ اور
 شور قیامت اس سے برپا ہوگا وہ پیش گوئی اس پیش گوئی سے سادی ہو سکتی ہے جو معمولی
 الفاظ میں کہا جائے کہ زلزلے آئیں گے۔ خاص کر شام جیسے ملک میں جو اکثر زلزلوں اور طاعون
 کی جگہ ہے اگر خدا تعالیٰ کا خوف ہو تو خدائے تعالیٰ کی پیش گوئی کے انکاد میں اس قدر دلیری
 کیونکر ہو۔ یہ میرے پر حملہ نہیں بلکہ خدا تعالیٰ پر حملہ ہے جس کا وہ کلام ہے اور یہ کہنا کہ
 عفت الدیوار محلہا و مقامہا یہ لبید بن ربیعہ کے ایک بیت کا پہلا مصرعہ ہے

۴ اگر کسی کو ان معنوں میں شک ہو تو دے اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ کسی مخالف عربی دان کو قسم دے کر
 پوچھے کہ کیا اس اہام عفت الدیوار میں مملکتوں کا گرنا۔ نابود ہونا اور ایسے مکانات کا گرنا جو
 عارضی آمد و رفت کے لئے مقرب ہوتے ہیں جیسا کہ دھرم سالہ اند کا ٹکڑا کے پہاڑ کی ٹانوں والی کا مندر
 یا دائمی بوداؤں کے مکانات کا گرنا ثابت نہیں ہوتا؟ ظاہر ہے کہ ایسے کھلے طور پر ثابت ہوتا
 ہے جس سے آگے تو منہج کی ضرورت نہیں۔ ص ۱۵۸

یہ بھی خدا تعالیٰ پر گستاخانہ حملہ ہے ہر ایک شخص کے قول کا وارث ہے۔ لبتہم یو یا کوئی اور ہو۔
 اسی کی توفیق سے شکر خدا ہے۔ پس اگر اس نے ایک شخص کے کلام کو بیکر بطور وحی القا کر دیا
 تو اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ اور اگر یہ اعتراض ہو سکتا ہے تو پھر اس بات کا کیا جواب
 ہے کہ قرآن شریف میں جو یہ آیت ہے فتبارک اللہ احسن الخالقین۔ یہ بھی دراصل
 ایک انسان کا کلام تھا۔ یعنی عبداللہ بن ابی سرح کا جو ابدال میں قرآن شریف کی بعض آیات
 کا کاتب بھی تھا پھر مرتب ہو گیا۔ وہی کلام اس کا بغیر کئی دیشی کے فرقان مجید میں نازل ہو گیا
 اور یہ وحی الہی کہ عفت الدیار محلہا و مقامہا اس کے حروف قرآن شریف کی آیت
 موصوفہ کے حروف سے بھی زیادہ نہیں ہیں۔ یعنی فتبارک اللہ احسن الخالقین سے
 بلکہ اس کے اکیس حروف ہیں مگر آیت قرآنی کے بائیس حروف۔ پھر اعتراض کا اس وحی الہی پر یہ
 کہادت سُنا کہ "ہمیں کی ایٹم کہیں کا روڑا۔ بھائی تھی نے کتبہ جوڑا" اس کو درمیان چاہیے
 کہ اس نے درحقیقت قرآن شریف پر حملہ کر کے اپنی عاقبت درست کر لی ہے اور قرآن شریف
 میں صرف یہی وحی نہیں جو اس بات کا نمونہ جو جوہ پہلے انسانی کلام تھا اور پھر اس سے
 خدا تعالیٰ کی وحی کا تواتر ہوا۔ بلکہ بہت سے ایسے نمونے پیش ہو سکتے ہیں جہاں انسانی
 کلام سے خدا تعالیٰ کے کلام کا تواتر ہوا جیسا کہ قرآن شریف کو بہت جگہ حضرت عمر رضی اللہ
 کے کلام سے تواتر ہوا ہے جس سے علماء بے خبر نہیں ہیں۔ اور جن کی ایک بڑی فرست
 پیش ہو سکتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اعتراض دراصل قرآن شریف سے منکر
 ہے ورنہ ایسا گستاخی اللہ بے ادبی کا کلمہ ہرگز اس کے منہ پر نہ آتا۔ کیا کوئی مومن ایسا اعتراض کسی
 پر کر سکتا ہے! کہ وہ اعتراض بعینہ قرآن شریف پر آتا ہو۔ نعوذ باللہ ہرگز نہیں۔

۱۰ اگرچہ نزدیک قہر کے جتنی گزشتہ دور کا صنفی شخص ہے جو خدا تعالیٰ کے پاک کلام پر اعتراض کرے۔ جاہل مدعی سے
 اللہ گستاخی سے اللہ خوش ہو کر خدا تعالیٰ کے کلام پر اعتراض کرتا ہے اور اس تعدوس سے لڑتا ہے مگر
 وہ مر جاتا تو اس سے بہتر تھا۔ منہ

پھر معترض کا پیشگوئی عفت الدیار پر ایک یہ بھی اعتراض ہے کہ عفت کا لفظ جو ماضی کا صیغہ ہے اس کا ترجمہ مضارع کے معنوں میں کیا گیا ہے حالانکہ اس کا ترجمہ ماضی کے معنوں میں کرنا چاہیئے تھا۔ اس اعتراض کے ساتھ معترض نے بہت شوخی دکھلائی ہے۔ گویا عفتانہ حملہ میں اس کو بھاری کامیابی ہوئی ہے۔ اب ہم اس کی کس کس دھوکا دہی کو ظاہر کریں جس شخص نے کاغذ پر یہ اہمیت انھو بھی پڑھی ہوگی وہ خوب جانتا ہے کہ ماضی مضارع کے معنوں پر بھی آجاتی ہے بلکہ ایسے مقامات میں جبکہ آنے والا واقعہ شکوک کی نگاہ میں یقینی الوقوع ہو مضارع کو ماضی کے صیغہ پر لیتے ہیں تاکہ اس امر کا یقینی الوقوع ہونا ظاہر ہو۔ اور قرآن شریف میں اس کی بہت نظیریں ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَنَفَخَ فِي الصُّورِ فَادَّاهِمُ مِنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰی سِرْبِهِمْ مِنْسَلُون۔ اور جیسا کہ فرماتا ہے۔ وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يَا عِيسٰی ابْنَ مَرْيَمَ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاٰمِیَ الْهٰٓئِلِیْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ قَالَ اللّٰهُ هٰذَا یَوْمُ یَنْفُخُ الصُّوْرُ فَاَنْتَ مِنْ اَدۡهَمِ۔ اور جیسا کہ فرماتا ہے۔ وَنَزَعْنَا مَا فِی صُدُوْرِهِمْ مِنْ غُلٍّ اَوْۤ اَخۡوَانًا عَلٰی سُرٍۭ مَّتَقَابِلِیۡنَ۔ ابی جیسا کہ فرماتا ہے۔ وَنَادٰۤی اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ وُجِدَ لَکُمَا مَعًا وُجۡدًا رَیۡنَا حَقًّا نَهَلْ وَجَدَ تَمَّ مَا وَعَدَ رَبُّکُمْ حَقًّا قَالُوۡا نَعۡم۔ اور جیسا کہ فرماتا ہے۔ تَبٰیۡتَ یٰۤاِبۡنَ اٰدَمَ اَلۡحُبَّ وَتَبٰۤتَ مَا اَغْنٰی عَنْہُ مَالُہٗ وَمَا کَسَبَ۔ اور جیسا کہ فرماتا ہے۔ وَلَوْ تَرٰۤی اِذْ وَقَفُوۡا عَلٰی النَّارِ۔ اور جیسا کہ فرماتا ہے۔ وَلَوْ تَرٰۤی اِذْ وَقَفُوۡا عَلٰی رُءُوسِهِمْ قَالِیۡسَ هٰذَا بَآلِغٌۢ بِالْحَقِّ قَالُوا بَلٰی وَرَبِّنَا۔ ابی معترض صاحب

۱۔ مثلاً جس شخص کو بیت کا زمرہ قاتل دی گئی ہو وہ کہتا ہے کہ میں تو سر گیا۔ اور ظاہر ہے کہ سر گیا ماضی کا صیغہ ہے مضارع کا صیغہ نہیں ہے۔ اس سے مطلب اس کا یہ ہوتا ہے کہ میں مر جاؤں گا۔ اور مثلاً ایک دیل جس کو ایک قوی روکھی کھلی نظیر فیصلہ جیت کورٹ کی اپنے مآول کے حق میں مل گئی ہے وہ غرض ہو کہ کہتا ہے کہ میں اب ہم نے فتح پائی۔ حالانکہ مقدمہ ابھی زیرِ تحریر ہے کوئی فیصلہ نہیں لکھا گیا۔ پس مطلب اس کا یہ ہوتا ہے کہ ہم یقیناً فتح پائیں گے اسی لئے وہ مضارع کی جگہ ماضی کا صیغہ استعمال کرتا ہے۔ منہ

فرمادیں کہ کیا یہ قرآنی آیات ماضی کے معنی میں یا مضارع کے۔ اور اگر ماضی کے معنی میں تو ان کے معنی اسبغہ مضارع کے ہیں یا ماضی کے۔ جھوٹ بولنے کی نثر تو اس قدر کافی ہے کہ آپ کا حملہ صرف میرے پر حملہ نہیں بلکہ یہ تو قرآن شریف پر بھی حملہ ہو گیا گو یا وہ صرف و نحو جو آپ کو معلوم ہے خدا کو معلوم نہیں۔ اسی وجہ سے خدا نے جابجا غلطیاں کھائیں۔ اور مضارع کی جگہ ماضی کو لکھ دیا۔

پھر اس کے ساتھ آپ کا ایک اور اعتراض بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ اس پیشگوئی یعنی عفت اللہ یار محلہا و مقامہا میں زلزلہ کا لفظ کہاں ہے۔ افسوس اس معترض کو یہ معلوم نہیں کہ مقصود بالذات تو پیشگوئی کا اسی قدر مفہوم ہے جو الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ غرض تو صرف اتنی ہے کہ ایک حصہ ملک پر بڑی تباہی آئیگی۔ اسبغہ دانا خود سمجھ سکتا ہے کہ مکانات کا تباہ ہونا بذریعہ زلزلہ ہی ہوا کرتا ہے۔ ہاں ممکن ہے کہ یہ عظیم الشان ملک کی تباہی اور شہروں اور مکانات کا نابود ہو جانا کسی اور ذریعہ سے نہ ہو دیں آدے مگر تب بھی بہر حال یہ پیشگوئی سچی ثابت ہوگی۔ اور چونکہ سنت اللہ کے معنی ہیں تباہی کو پہلے پروردگار تعالیٰ ہی ہے اس لئے اس کا ذکر کرنا ضروری نہ تھا۔ لیکن چونکہ خدا تعالیٰ جانتا تھا کہ بعض کم فہم جن کی فطرت نادانی اور تعصب کی مجھون ہے ایسا اعتراض بھی کر گئے اسلئے اس نے زلزلہ کا لفظ بھی تصریح کر دیا۔ دیکھو پھر جو حکم مؤرخہ ۲۴ دسمبر ۱۹۰۳ء اور اگرچہ یہ پیشگوئی زلزلہ کی پیشگوئی سے الگ کر کے جو اس سے پہلے شائع ہو چکی ہے صرف اس قدر بتاتی ہے کہ اس ملک کے بعض حصے تباہ ہو جائیں گے اور سخت تباہی آئے گی۔ اور عمارات نابود ہو جائیں گی۔ اور بستیاں کا اعدام ہو جائیں گی اور یہ نہیں بتلاتی کہ کس خاص ذریعہ سے یہ تباہیاں وقوع میں آئیں گی۔ لیکن جو شخص سوچے گا کہ شہر اور بستیاں کس ذریعہ سے زمین میں دھنسا کرتی ہیں اور یکدم نفع عمارتیں کیونکر گر جاتی ہیں اور اس پیشگوئی کے ساتھ اس پیشگوئی کو بھی پڑھے گا جو اسی پرچہ میں پانچ ماہ پہلے شائع ہو چکی ہے

جس کے یہ لفظ ہیں کہ زلزلہ کا دھکا وہ ایسا اعتراض کرنے سے حیا کرے گا۔ کہ پیشگوئی میں زلزلہ کا ذکر نہیں۔ ہاں ہم یہ اسباب بھی کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے کلام میں استعارات بھی ہوتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے من کانت فی ہذہ اعصی فہو فی الآخرۃ اعصی
 ہذا ممکن تھا کہ زلزلہ سے مراد اللہ کوئی عظیم الشان آفت ہوتی جو پورے طور پر زلزلہ کا رنگ اپنے اندر رکھتی مگر ظاہر عبادت بہ نسبت تاویل کے زیادہ حق رکھتی ہے۔ پس دراصل اس پیشگوئی کا حلقہ وسیع تھا۔ لیکن خدا تعالیٰ نے دشمنوں کا منہ کالا کرنے کے لئے ظاہر الفاظ کی رو سے بھی اس کو پورا کر دیا۔ اور ممکن ہے کہ بعد اس کے بعض حصے اس پیشگوئی کے کسی اور رنگ میں بھی ظاہر ہوں لیکن بہر حال وہ امر خارق عادت ہو گا جس کی نسبت یہ پیشگوئی ہے چنانچہ یہی زلزلہ جس نے اس قدر پنجاب میں نقصان پہنچایا اس کی نسبت تحقیقات کی رو سے بول کر لڑی گزرت و غیرہ اخبارات میں شائع ہو چکا ہے اور یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ سولہ تو برس تک اس ملک پنجاب میں ایسا کوئی زلزلہ نہیں آیا۔ پس یہ پیشگوئی بلاشبہ لائق درجہ کی خارق عادت امر کی خبر دیتی ہے۔ اور ممکن ہے کہ اس کے بعد بھی کچھ ایسے حوادث مختلف اسباب طبعیہ سے ظاہر ہوں جو ایسا تباہیوں کے موجب ہو جائیں جو خارق عادت ہوں پس اگر اس پیشگوئی کے کسی حصہ میں زلزلہ کا ذکر بھی نہ ہوتا تب بھی عظیم الشان نشان تھا کیونکہ مقصود تو اس پیشگوئی میں ایک خارق عادت تباہی مکانوں اور جگہوں کی ہے جو بے مثل ہے زلزلہ سے ہو یا کسی اور وجہ سے۔ پس جبکہ یہ شہادت مل چکی کہ سولہ تو برس تک اس تباہی کی ملک پنجاب میں نظیر نہیں پائی جاتی تو یہ پیشگوئی ایک معمولی امر نہ رہا جو صرف انسانی اٹکل سے ہو سکتا ہے۔ پھر جبکہ اس پیشگوئی کے

۹

اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ جو شخص اس جہان میں اندھا ہے وہ دوسرے جہان میں بھی اندھا ہی ہو گا جیسا کہ خدا کا دیوان اس جاہل نہیں سمجھتا بھی نہیں۔ اس آیت کے یہ معنی نہیں ہیں کہ جو بھلا کجانی طور پر اس جہان میں اندھے ہیں وہ دوسرے جہان میں بھی اندھے ہی ہونگے۔ پس یہ استعاذہ ہے کہ جاہل کا نام اندھا رکھا گیا۔ منہ

پہلے حصہ میں جو ۴۴ دسمبر ۱۹۰۳ء میں اُسی اخبار الحکم میں درج ہوئی ہے صاف اور صریح لفظوں میں زلزلہ کا ذکر بھی شائع ہو چکا ہے تو ایسے مترض کی عقل پر نہیں یا مددیں جو کہتا ہے جو زلزلہ کی کوئی پیش گوئی نہیں کی۔

اب یاد رہے کہ وحی الہی یعنی عفت الدیار محلہ کا مقام تھا یہ وہ کلام ہے جو کج سے تیرہ سو برس پہلے خدا تعالیٰ نے لبید بن ربیعۃ العامری کے دل میں ڈالا تھا جو اس کے اس قصیدہ کا اُقل مصرع ہے جو سب سے متعلقہ کا چوتھا قصیدہ ہے اور لبید نے زمانہ اسلام کا پایا تھا اور مشرف باسلام ہو گیا تھا اور صحابہ رضی اللہ عنہم میں داخل تھا اُسے خدا تعالیٰ نے اس کے کلام کو یہ عزت دی کہ جو آخری زمانہ کی نسبت ایک عظیم الشان پیش گوئی تھی کہ ایسی ایسی تباہیاں ہونگی جن سے ایک ملک تباہ ہو گا وہ اُسی کے مصرع کے الفاظ میں بطور وحی فرمائی گئی جو اس کے منہ سے نکلی تھی۔ پس یہ تعجب سخت نادانی ہے کہ ایک کلام جو مسلمان کے منہ سے نکلا ہے وہ کیوں وحی الہی میں داخل ہوا۔ کیونکہ جیسا کہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں وہ کلام جو عبداللہ بن ابی مرثد کے منہ سے نکلا تھا یعنی ذنباً بارکاً اظہاراً (حسن الخالقین وہی قرآن شریف میں نازل ہوا جس کی وجہ سے عبداللہ بن ابی مرثد ہو کر مکہ کی طرف بھاگ گیا)۔ پس جبکہ خدا تعالیٰ کے کلام کا ایک مرتد کے کلام سے توارد ہوا تو اس سے کیوں تعجب کرنا چاہیے کہ لبید جیسے صحابی بزرگوار کے کلام سے اس کے کلام کا توارد ہو جائے۔ خدا تعالیٰ جیسے ہر ایک چیز کا وارث ہے ہر ایک پاک کلام کا بھی وارث ہے اور ہر ایک پاک کلام اُسی کی توفیق سے منہ سے نکلتا ہے پس اگر ایسا کلام بطور وحی نازل ہو جائے تو اس بارے میں مدعی شخص شک کرے گی جس کو اسلام میں شک ہو۔ اور لبید کے فضائل میں سے ایک یہ بھی تھا جو اس نے نہ صرف

منہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا جگہ زمانہ ترقیات اسلام کا خوب دیکھا اور سنا ہے پھر
 میں ایک سو ستاون برس کی عمر پا کر فوت ہوا۔ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کلام سے
 بھی کئی مرتبہ قرآن شریف کا توارہ ہوا جیسا کہ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قال قال عمر
 واقعقت رجبی فی اربع یعنی چار باتیں جو میرے منہ سے نکلیں وہی خدا تعالیٰ نے فرمائیں۔ اور
 اگر ہم اس امت مرحومہ کے اولیاء کرام کا ذکر کریں کہ کس قدر دوسروں کے کلام بطور الہام اُن کے
 دلوں پر لقا ہوئے اور بعض کو شہنوی رومی کے اشعار بطور الہام منجانب اللہ دل پر ڈالے
 گئے تو یہ بیان ایک عجیبہ رسالہ کو چاہتا ہے۔ اور میں جانتا ہوں کہ جس شخص کو ایک ذرا
 واقفیت بھی اس کو چہرے سے ہوگی وہ کبھی اس بات کو منہ پر نہیں لائے گا کہ خدا کے کلام کو
 انسان کے کلام سے توارہ نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ہر ایک شخص جو کسی قدر علم شریعت حصہ رکھتا
 ہے وہ ایسے کلمہ کو موجب کفر سمجھ گا کیونکہ اس حقیقہ سے قرآن شریف سے انکار کرنا لازم
 آتا ہے۔ ابجگہ ایک اشکال بھی ہے اور ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اس اشکال کو بھی حل کریں
 وہ یہ ہے کہ اگر یہ جائز ہے کہ کسی انسان کے کلام سے خدا کے کلام کا توارہ ہو تو ایسا ہونا
 قرآن شریف کے معجزہ ہونے میں قدرح پیدا کرتا ہے۔ لیکن جیسا کہ صاحب تفسیر کبیر اور دوسرے
 مفسروں نے لکھا ہے کوئی جائزے اشکال نہیں کیونکہ اس قدر قلیل کلام پر اعجاز کی بنا نہیں
 وہ نہ قرآن شریف کے کلمات بھی وہی ہیں جو اور عربوں کے منہ سے نکلتے تھے۔ بلکہ ہی صورت
 کے پیدا ہونے کے لئے ضروری ہے کہ خدا کا کلام کم سے کم اس سورۃ کے برابر ہو جو صحیفہ
 جہنمی سورۃ قرآن شریف میں ہے یا کم سے کم دس آیتیں ہوں۔ کیونکہ اسی قدر کہ قرآن شریف
 نے معجزہ ٹھہرایا ہے۔ نگہ میں کہتا ہوں کہ اگر کسی شخص کا کلام خدا کے کلام میں بطور
 وحی کے داخل ہو جائے تو وہ بہر حال اعجاز کا رنگ پکڑا سکتا ہے۔ مثلاً یہی وحی الہی
 یعنی عفت الدیار محلہا و مقامہا جب لبید رضی اللہ عنہ کے منہ سے شعر کے طور پر
 نکلی تو یہ معجزہ نہ تھی۔ لیکن جب وحی کے طور پر ظاہر ہوئی تو اب معجزہ ہو گئی۔ کیونکہ

تیسرے ایک واقعہ گذشتہ کے حالات پیش کرتا ہے جن کا بیان کرنا انسانی قدرت کے اندر داخل ہے لیکن اب خدا تعالیٰ البید کے کلام سے اپنی وحی کا تواتر کر کے ایک واقعہ عظیمہ آئندہ کی خبر دیتا ہے جو انسانی طاقتوں سے باہر ہے پس وہی کلام جب البید کی طرف منسوب کیا جائے تو معجزہ نہیں ہے لیکن جب خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کیا جائے تو بلاشبہ معجزہ ہے آج سے ایک سال پہلے اس بات کو کون جانتا تھا کہ ایک حصہ اس ملک کا زلزلہ شدیدہ کے سبب تباہ اور ویران ہو جائیگا۔ یہ کس کو خبر تھی کہ اس قدر شہر اور دیہات یک دفعہ زمین میں دھنس کر تمام عمارتیں نابود ہو جائیں گی اور اُس زمین کی ایسی صورت ہو جائیگی کہ گویا اس میں کبھی کوئی عمارت نہ تھی پس اسی بات کا نام تو معجزہ ہے کہ کوئی ایسی بات نمود میں آوے جو پہلے اس سے کسی کے خیال دماغ میں نہ تھی اور امکانی طور پر بھی اس کی طرف کسی کا خیال نہ تھا کیا یہ سچ نہیں ہے کہ اس ملک کے رہنے والوں نے اس زلزلہ شدیدہ کو بڑے تعجب کی نظر سے دیکھا ہے اور اس کو ایک غیر معمولی اور انہونی بات اور نوہ قیامت قرار دیا ہے اور کیا یہ سچ نہیں ہے کہ محققان یورپ نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ اس ملک کی تاریخ پر مولہ تو برس تک نظر ڈال کر ثابت ہوتا ہے کہ پہلے اس سے ایسا خوفناک اور تباہی ڈالنے والا زلزلہ اس ملک میں کبھی نہیں آیا۔ پس جس وحی نے ایک زمانہ دراز پہلے ایسے غیر معمولی واقعہ کی خبر دی کیا وہ خبر معجزہ نہیں ہے؟ کیا وہ انسانی طاقتوں کے اندر داخل ہے جس ملک کے لوگوں نے بلکہ ان کے باپ دادا نے

۴۔ متعرض نہ ہوئے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ اس خبر اخبار میں یہ اعتراض شائع کیا ہے کہ پیشگوئی عفت الہیہ عجلتاً و مقامات میں زلزلہ کا بیان ذکر ہے حالانکہ زلزلہ کا ذکر اس پیشگوئی سے پہلے ہی اخبار میں شائع ہو چکا ہے۔ اور یہ پیشگوئی اسی زلزلہ کی عفت کا بیان ہے۔ ہمارے محققین کی دریافت اور امانت اور عقل اور یہ ہم ہے۔ کیا ان لوگوں میں کوئی بھی ایسا انسان نہیں کر خلوت میں اس شخص کو وصیت کرے اور اس کو گواہی کرے کہ ایسا دھوکا بیک نہ کروں دیا حالانکہ اس کو خوب معلوم تھا کہ پرچہ الحکم ۱۲۴۲ ہجری شمس میں زلزلہ کی پیشگوئی صاف غلطوں میں موجود ہے جس کے سبب ناک شائع تمام عفت الہیہ میں ذکر کئے گئے ہیں اور یہ دونوں پیشگوئیاں ان کے ظہور سے ایک سال پہلے شائع کی گئی ہیں بلکہ زلزلہ کی پیشگوئی صریح اور صاف غلطوں میں مباحب الہیہ صفحہ ۸۶ میں موجود ہے جس کو شائع کئے اور طاعتی برس ہو چکے ہیں۔ منہ

۱۷

بھی قریباً وہ ہزار برس تک ایک واقعہ کو نہ دیکھا ہو نہ سنا ہو اور نہ اس کے خیال و گمان میں
کہ ایسا واقعہ ہونے والا ہے یا امکان میں ہے۔ پھر اگر کوئی پیشگوئی ایسے واقعہ کی خبر دے اور وہ واقعہ
بعینہ ظہور میں آجائے تو وہ خبر نہ صرف معجزہ کہلائیگی بلکہ اعلیٰ درجہ کا معجزہ ہوگا۔

پھر ہم اصل مطلب کی طرف رجوع کر کے دیکھتے ہیں کہ معترض صاحب نے ایک عظیم الشان
پیشگوئی کی عظمت دُور کرنے کیلئے اور اس کو تمام لوگوں کی نظر میں خفیف ٹھہرانے کیلئے انجیل
کی اُس بے معنی پیشگوئی سے اس کو مشابہت دی ہے جس میں محض معمولی الفاظ میں لکھا ہے کہ
زلزلے آئیں گے۔ لیکن جو شخص خدا کو کھول کر میرے اشتہادات کی جبارت کو پڑھے گا اس کو
انصاف سے کہنا پڑے گا کہ نا حق معترض نے بعد روشن پر پردہ ڈالنا چاہا ہے اور ایک بھاری
خیانت سے کام لیا ہے۔ اُس نے میرے اشتہادات کو پڑھ لیا ہے اور اس کو خوب علم تھا کہ
میری پیشگوئی کے الفاظ جو زلزلہ کی نسبت بیان کئے گئے ہیں وہ انجیل کے الفاظ کی طرح سست
اور معمولی نہیں ہیں تاہم اس نے دانستہ ہٹ دھرمی کو اختیار کر لیا۔ کس کو معلوم نہیں کہ
عربی الہام یعنی عفت الہیہ کا محققاً و مقاماً ایک ایسی چونکا دینے والی خبر پیشگوئی کے
طور پر بیان کرتا ہے جس سے بدلتی پرلرہہ پڑ جائے کیا یہ ایک معمولی بات ہے کہ شہزادہ دیہات
زمین میں دھن جانیگے اور اردو میں تصریح کی گئی ہے کہ وہ زلزلہ کا دھکا ہوگا۔ دیکھو اخبار الحکم
صفحہ ۱۵ کالم ۲ مؤرخہ ۲۴ دسمبر ۱۹۰۳ء۔ اور پھر ۱۹۰۱ء میں جو رسالہ امین شائع کیا گیا تھا
اس میں لکھا گیا ہے کہ وہ ایسا حادثہ ہوگا کہ اس سے قیامت یاد آجائیگی اور احکم ۱۴۲۷ھ

۴۔ اخبار مول ٹری گزٹ میں یہ امر تحقیقات شدہ شائع کیا گیا ہے کہ ہندوؤں کا مندر جو کانگولہ میں زلزلہ
سے تباہ ہو گیا ہے وہ ہزار برس سے یہ مندر چلا آتا تھا۔ پس اگر ایسا زلزلہ پہلے اس سے آیا ہوتا تو
یہ عمارتیں پہلے سے ہی تباہ ہو جاتیں۔ منظر

۵۔ میرا یہی کتاب وہاں لکھی ہوئی ہے جس سے عمارتیں گر گئیں اور اس میں نہ صرف
عماروں کے گرنے کا ذکر ہے بلکہ عمارتوں میں زلزلہ کا ذکر ہے۔ دیکھو وہاں باب الرحمن صفحہ ۸۶۔ منہ

میں مشغول کیا گیا ہے کہ مکتوبوں کو ایک نشان دکھایا جائیگا۔ اور پھر اشتہار لائڈز میں لکھا ہے کہ آنے والا زلزلہ قیامت خیز زلزلہ ہوگا۔ پھر اللہ اکبر میں لکھا ہے کہ آنے والے زلزلہ سے زمین زیرِ زلزلہ ہو جائیگی۔ پھر اسی میں لکھا ہے کہ یہ عظیم الشان حادثہ عشر کے حادثہ کو یاد دلایا گیا اور پھر اسی میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں تیرے لئے زمین پر تیروں گنا اپنے نشان دکھاؤں گا۔ ہم تیرے لئے زلزلہ کا نشان دکھلائیں گے۔ اور وہ عمارتیں جسکو غافل انسان بناتے ہیں یا آئندہ بنائیں گے گرا دیں گے اور میں وہ نشان ظاہر کروں گا جس سے زمین کا نپ اٹھیں گی۔ تب وہ روز دنیا کیلئے ایک قائم کا دن ہوگا۔ پھر اس اشتہار میں جسکی مُرخسی ہے زلزلہ کی خبر براہِ موسم آنیوالے زلزلہ کی نسبت یہ عبارت لکھی ہے کہ درحقیقت یہ سچ ہے اور بالکل سچ ہے کہ وہ زلزلہ اس ملک پر آنیوالا ہے جو پہلے کسی آنکھ نے نہیں دیکھا۔ اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی دل میں گھڑا۔ اب ایماننا کہو کہ انجیل میں زلزلہ کے بارے میں اس قسم کی عبارتیں کہاں ہیں اور اگر ہیں تو وہ پیش کنی چاہئیں۔ درنہ خدا تعالیٰ سے خوف کر کے اس حق پوشی سے باز آنا چاہئے۔

قولہ۔ ترجمہ میں زلزلہ کا لفظ بھی داخل کر دیتا کہ جاہل لوگ یہ سمجھیں کہ الہام میں زلزلہ کا لفظ بھی موجود ہے۔

اقول۔ اے اندھے صاحب پیشگوئی کے مجموعی الفاظ یہ ہیں۔ "زلزلہ کا دھکا عفت الدیار محلها ومقامها" دیکھو اخبار الحکم ۱۹۰۳ء و ۱۹۰۴ء۔ ان دونوں کے معنی یہ ہوئے کہ ایک زلزلہ کا دھکا لگیگا اور اس دھکا سے ایک حصہ اس ملک کا تباہ ہو جائیگا اور عمارتیں گر جائیں گی اور نابود ہو جائیں گی۔ اب بتلاؤ کہ کیا ہم نے جاہلوں کو دھوکا دیا ہے؟

جیسا کہ ہم ابھی لکھ چکے ہیں میری کتاب موہب الرحمن میں بھی جو ۱۹۰۲ء میں چھپ کر شائع ہو گئی تھی مزید غفلتوں میں یہ پیشگوئی ہے۔ اور زلزلہ کا نام لے کر ذکر موجود ہے۔ پھر اس حالت میں جاہل تو وہ لوگ ہیں کہ جو اتنی تصریح خود تو صریح کے بعد بھی سمجھتے ہیں کہ زلزلہ کہاں ذکر ہے ان کو چاہئے کہ انھیں کھول کر اخبار الحکم ۲۴ دسمبر ۱۹۰۳ء کو پڑھیں اور رسالہ آئین

یا آپ جانوں کو دھوکا دیتے ہیں۔ اور کیا ہم نے جھوٹ بولا ہے یا آپ جھوٹ بولتے ہیں؟
 لحنۃ اللہ علی الکاذبین۔ اخبار الحکم موجود ہے۔ اس کے دونوں پرچوں کو دیکھ لو اور یہ اخبار
 زلزلہ موجودہ سے ایک سال پہلے ملک میں شائع ہو چکی ہے۔ گورنمنٹ میں بھی پہنچ چکی ہے
 اب بتلاؤ کس تعصب نے آپ کو اس جھوٹ پر آمادہ کیا جو آپ دعویٰ کر بیٹھے جو زلزلہ
 کا ذکر پیشگوئی میں موجود ہی نہیں ہے۔

قول: یہ الہام ۲۱ مئی ۱۹۰۳ء کے الحکم کے صفحہ کالم ۴ پر موجود ہے اور اس کے
 سامنے صاف طور پر علی قلم سے لکھا ہوا ہے۔ متعلق طاعون۔

اقول: اس میں کیا شک ہے کہ یہ زلزلہ بھی طاعون کا ایک ضمیمہ ہے اور اس
 متعلق ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار فرما دیا ہے کہ زلزلہ اور طاعون دونوں تیری
 تائید کے لئے ہیں۔ پس زلزلہ درحقیقت طاعون سے ایک تعلق رکھتا ہے کیونکہ طاعون
 بھی میرے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک نشان ہے اور ایسا ہی زلزلہ بھی پس اسی وجہ
 سے دونوں کو باہم تعلق ہے اور دونوں ایک ہی امر کے مؤید ہیں۔ اور اگر یہ دہم دل میں پیدا
 ہو کہ اس فقرہ سے مراد درحقیقت طاعون ہی ہے تو یہ دہم درحقیقت فاسد ہے کیونکہ
 جو چیز کسی چیز سے تعلق رکھتی ہے وہ درحقیقت اس کا عین نہیں ہو سکتی۔ ماسوا اس کے
 قرینہ قویہ اسجگہ موجود ہے کہ اس فقرہ سے مراد درحقیقت طاعون نہیں ہے یعنی جبکہ
 پہلے اس سے یہ الہام موجود ہے کہ زلزلہ کا دھکا تو پھر ذرا انصاف اور عقل کو دخل دیکر
 خود سوچ لینا چاہیئے کہ عمارتوں کا گرنا اور رستیوں کا معدوم ہونا کیا یہ طاعون کا حقیقتاً
 میں سے ہو سکتا ہے بلکہ یہ تو زلزلہ کی صفات میں سے ہے۔ اس قدر متنبہ زوری ایک
 پرہیزگار انسان میں نہیں ہو سکتی کہ جو معنی ایک عبارت کے الفاظ سے پیدا ہو سکتے ہیں

پڑھیں جو ۱۹۰۳ء میں شائع ہوا تھا۔ اور پھر تواب الزین کے صفحہ ۸۶ کو پڑھیں جو ۱۹۰۲ء میں شائع
 ہوا تھا۔ اسی پر ایمانی حالت پر روشنی۔ منہ

اور جو اس کے سیاق اور سیاق سے مترشح ہو رہے ہیں اور جو معنی واقف کے ظہور سے کھل گئے ہیں اور انسانی کائنات سے قبول کر لیا ہے کہ جو کچھ ظاہر ہوا ہے وہ دہی ہے جو عفت الدیاد کے الہام سے نکلتا ہے۔ پھر اس کے انکار پر اصرار کرے۔ اگر فرض بھی کریں کہ خود ملہم نے اپنے اجتہاد کی غلطی سے اس حادثہ کو جو عفت الدیاد کے الہام سے ظاہر ہوتا ہے طاعون ہی سمجھ لیا تھا تو اس کی یہ غلطی کہ قبل از وقوع ہے مخالفت کے لئے کوئی حجت نہیں۔ دنیا میں کوئی ایسا نبی یا رسول نہیں گذرا جس نے اپنی کسی پیشگوئی میں اجتہادی غلطی نہ کی ہو تو کیا وہ پیشگوئی آپ کے نزدیک خدا تعالیٰ کا ایک نشان نہ ہوگا؟ اگر یہی کفر دل میں ہے تو دینی زبان سے کیوں کہتے ہو۔ پورے طور پر اسلام پر کیوں حملہ نہیں کرتے۔ کیا کسی ایک نبی کا نام بھی لے سکتے ہو جس نے کبھی اجتہادی طور پر اپنی کسی پیشگوئی کے معنی کرنے میں غلطی نہیں کھائی۔ تو پھر بتاؤ کہ اگر فرض بھی کریں کہ لعظ متعلق کے معنی بعینہ طاعون ہے تو کیا یہ حملہ تمام انبیاء پر نہیں۔ عفت الدیاد کے الہامی فقرہ پر نظر ڈال کر صاف ظاہر ہے کہ اس فقرہ سے مراد یہ ہے کہ وہ ایسا حادثہ ہوگا کہ ایک معصہ ملک کی عمارتیں اس سے گر جائیں گی۔ اور نابود ہو جائیں گی اور ظاہر ہے کہ طاعون کا عمارتوں پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔ پس اگر ایڈیٹر اخبار الحکم نے ایسا لکھ بھی دیا کہ یہ فقرہ طاعون سے متعلق ہے اور تعلق سے وہ معنی سمجھے جائیں جو معترض نے کئے ہیں تو غایت مافی الباب یہ کہا جائیگا کہ ایڈیٹر الحکم نے ایسا لکھنے میں غلطی کی۔ اور ایسی غلطی خود انبیاء علیہم السلام سے پیشگوئیوں کے سمجھنے میں بعض دفعہ ہوتی رہی ہے۔ جیسا کہ ذہب دہلی کی حدیث بخاری میں موجود ہے۔ اور اس کے الفاظ یہ ہیں۔ قال ابو موسیٰ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم رثیت فی المنام اتی اُھا جرم من مکة الی ارض من بھا فخل فذہب دہلی الی اُتھا الیامۃ لو ہجر فلذا ہی المادینۃ یشوب (بخاری جلد ثانی باب ہجرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم) صحابہ الی المریضۃ یعنی ابو موسیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں نے مکہ سے ایک ایسی زمین کی طرف ہجرت کی ہے جس میں کھجوروں کے درخت ہیں۔ پس میرا خیال اس طرف گیا کہ وہ زمین میامہ یا زمین بجر ہے مگر وہ مدینہ نکلا یعنی یثوب۔ اب دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جسکی روایا دی ہے اور جن کا اجتہاد سب اجتہادوں سے اسلام اور اتویٰ اور اصح ہے اپنی روایا کی یہ تعبیر کی تھی کہ میامہ یا بجر کی طرف ہجرت ہوگی۔ مگر وہ تعبیر صحیح نہ نکلی۔ پس کیا یہ پیشگوئی آپ کے نزدیک پیشگوئی نہیں ہے؛ اور کیا آپ تیار ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایک حملہ کر دیں۔ پس جبکہ اجتہادی غلطی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی شریک ہیں تو پھر آپ کا یہ کیا ایمان ہے کہ تعذب کے جوش میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کی بھی کچھ پر دا نہیں کرتے اور خدا تعالیٰ سے کچھ شرم نہیں۔ اور پھر کچھ منصف بنکر اور خدا ترسی کا دھیانی رکھ کر عفت الدیاری کے الفاظ کی طرف دیکھنا چاہئے کہ اس کے الفاظ طاعون پر صادق آتے ہیں یا نہ لزمہ پر۔ کیا یہ ایمان داری ہے کہ جبکہ واقعہ موعودہ کے ظہور نے عفت الدیاری کے معنی کو خود کھول دیا پھر بھی اس سے مراد طاعون ہی سمجھیں۔ اس پیشگوئی کے الفاظ صاف طور پر پکار رہے ہیں کہ وہ ایک حادثہ ہے جس سے عمارتیں گر جائیں گی اور ایک حصہ ملک کی بستیوں کا نابود ہو جائیگا۔ اگر آپ عربی نہیں جانتے تو کسی عربی دان سے پوچھ لیں کہ عفت الدیاری معطل ہا و مقام ہا کے کیا معنی ہیں اور اگر کسی پر اعتبار نہ ہو تو اس معرط کے معنی جو شارح نے لکھے ہیں وہ دیکھ لیں۔ اور وہ معنی یہ ہیں۔ اندام صحت دیار الاحباب و انسجی ما کان منها للحوادث و ما کان ملاقامۃ (دیکھو معلقہ چہارم شرح معجم اذلی) یعنی دوستوں کی بستیاں اور ان کے گھر نابود ہو گئے اور عمارتیں نابود ہو گئیں جو چند روزہ اقامت کیلئے تھیں جیسے سرائے یا قوموں کی زیارت گاہیں۔ اور وہ عمارتیں بھی نابود ہو گئیں جو مستقل سکونت کی تھیں۔ اب بتاؤ۔ یہ معنی طاعون پر کیونکر صادق آسکتے ہیں۔ اور طاعون کو عمارتوں کے گرنے سے کیا تعلق ہے۔ ان معنوں میں اور خدا تعالیٰ کی وحی کے معنوں میں صرف ماضی لو

مضارع کا فرق ہے یعنی بید نے ابجد ماضی کے معنی ملحوظ رکھے اور خدا تعالیٰ کے کلام میں ابجد کے استقبال کے معنی ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ اُنندہ ایک حصہ ملک کی عمارتیں اور بستیاں نابود ہو جائیں گی۔ نہ عارضی سکونتیں باقی رہیں گی نہ مستقل سکونتیں۔ اب بتلاؤ کہ کیا یہ معنی طاعون پر صادق آسکتے ہیں؟ اب ہٹا دھرمی کرنا کیا فائدہ؟ ناحق کی ضد دہری قسم کے آدمی کیا کرتے ہیں یا سخت احمق یا سخت بے ایمان اور متعصب۔ پھر اگر آپ وہی اعتراض پیش کریں جسکا پہلے بھی جواب دیا گیا یعنی یہ کہ یہ ماضی کا صیغہ ہے اور بید ماضی اللہ عنہ نے ماضی کے معنوں پر استعمال کیا ہے۔ تو اس کا جواب پہلے بھی گزر چکا ہے کہ اب یہ کلام بید کا نہیں ہے بلکہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے۔ خدا تعالیٰ نے جا بجا قرآن شریف میں عظیم الشان پیشگوئیوں کو ماضی کے لفظ سے بیان کیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ تبت یدنا الی الحب و تبت۔ ما اغنی عنہ مالہ و ما کسب۔ اب ذرا اچھے انصاف کو کام میں لا کر جواب دو کہ اس پیشگوئی کے الفاظ ماضی کے صیغہ میں ہیں یا مضارع کے صیغہ میں۔ عقلمند کے لئے تو یہ ایک سخت ندامت کا موقع ہے۔ بلکہ ایسی غلطی مرنے کی جگہ ہو جاتی ہے جب کہ ایک شخص باوجود دعویٰ علم ایک بدیہی امر کا انکار کرے۔ مگر میں سمجھ نہیں سکتا کہ میں جوابات کے پرکھنے کے بعد آپ کی کیا حالت ہوگی؟ انسان کو ایسا طریق اختیار کرنے سے کیا فائدہ جس سے ایک طرف حق کو ترک کر کے خدا تعالیٰ کو ناراض کرے اور دوسری طرف ناحق پر ضد کر کے شرمندگی اور رسوائی اٹھا دے اور خدا تعالیٰ کی کلام میں جو اکثر پیشگوئیوں کو ماضی کے صیغے میں بیان کیا گیا ہے اس کی اصل فلاسفی یہ ہے کہ ہر ایک واقعہ جو زمین پر ہونے والا ہے وہ پہلے ہی آسمان پر ہو چکتا ہے۔ پس آسمان کے لحاظ سے گویا وہ واقعہ

۱۷۱

چ۔ بائبل میں بھی بہت جگہ اُنندہ واقعات کو ماضی کے صیغہ میں بیان کیا گیا ہے۔ جیسا کہ یہ فقرہ بال گڑھا۔ بال گڑھا۔ دیکھو یہاں باب ۴۱ آیت ۵۔ اور جیسا کہ یہ فقرہ۔ اے نبی جو کہ وہ درہن ہو گیا۔ قریم ہوا ہوا۔ دیکھو یہاں باب ۴۸ آیت ۱۔ منہج

زمانہ ماضی سے تعلق رکھتا ہے۔ اسی بنا پر یہ امر ہے کہ عام لوگوں کو بھی جو صدی پہنچی خود میں
آتی ہیں تو ان خوابوں میں بھی آئندہ ہونے والی بات کو ماضی کے طور پر بتلایا جاتا ہے۔ مثلاً
کسی کے گھر میں جو لڑکا پیدا ہوتا ہے تو دکھلایا جاتا ہے کہ لڑکا پیدا ہو گیا۔ یا لڑکی پیدا ہو گئی
یا ایسی چیز اس کو مل گئی جس کی تعبیر لڑکا ہے۔ اور پیشگوئیوں کو ماضی کے لفظ پر لانا اور پھر
مضارع کے معنوں پر استعمال کرنا نہ صرف قرآن شریف میں ہے بلکہ پہلی کتابوں میں بھی یہ
معاورہ شائع متعارف ہے اور ایک بچہ بھی انکار نہیں کر سکتا۔ اور حدیثوں میں بھی بکثرت
یہ معاورہ موجود ہے۔ عن انس رضی اللہ عنہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
خربت خیبر۔ لما اذناؤنا بساحة قوم فساء صباح المنذرين۔ خیبر پر فتح
پانے سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ خیبر خراب ہو گیا اور ہم جب کسی
قوم کے معین میں آئیں پس اس قوم کی نامبارک صبح ہے جو ڈھائی گئی۔ پس آپ نے ابجگہ ماضی
کا صیغہ استعمال کیا۔ اور مقصود یہ تھا کہ آئندہ خراب ہو گا۔

غرض یہ ایک پیشگوئی تھی جو ماضی کے صیغہ میں کی گئی تھی اور دراصل مضارع کے معنی
رکھتی تھی یعنی استقبال کے پس اسی طرح یہ بھی ایک پیشگوئی ہے یعنی عفت الدیار
محلہا دمقاہا جو ماضی کے صیغہ میں ہے اور معنی استقبال کے رکھتی ہے اور جیسا کہ ہم
لکھ چکے ہیں الدیار سے مراد ایک حصہ ملک کا ہے جیسا کہ الف لام اس پر دلالت کرتا
ہے۔ اسی وجہ سے یقیناً رضی اللہ عنہ نے بھی الدیار سے مراد عام طور پر دیار مراد نہیں لی بلکہ
دیار احباب مراد لی ہے۔ اور ابجگہ یعنی خدا کی کلام میں جو عفت للدیار محلہا دمقاہا
ہے محل سے مراد ہندوؤں کی قریم زیارت گاہیں ہیں جتنی وہ مندر میں جو قریم زمانہ دھرم سال
اور کانگرہ میں موجود تھے جن کی بنیاد کا زمانہ کم سے کم سولہ تو برس ثابت ہے اور مقام ہے مراد
وہ عمارتیں ہیں جو عالمی سکوت کے لئے ان نواح میں بنائی گئی تھیں اور خدا تعالیٰ نے اس
پیشگوئی میں یہ خبر دی تھی کہ وہ مندر یعنی بُت خانے بھی گر جائیں گے جیسا کہ آگیا۔ (توحید

کے لئے بطور اہام کے ہے اور دوسری عمارتیں بھی گر جائیں گی۔ چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا پس جبکہ ظاہر الفاظ کے رو سے پیشگوئی ظہور میں آگئی تو اب اس سے انکار کرنا جھک مارنا ہے ظاہر الفاظ حق رکھتے ہیں کہ معنی کرنے میں ان کی رعایت ہو اور صرف عن الظاہر اس وقت برابر حماقت ہے جبکہ ظاہری صورت میں پیشگوئی کے الفاظ پورے ہو جائیں۔ اگر یہ فقرہ انسان کا انفرادی ہوتا یعنی یہ فقرہ کہ عفت الدیار محلہا و مقامہا اور اس سے مراد طاعون ہوتی تو ایسا مفتری کیسی یہ فقرہ استعمال نہ کر سکتا کیونکہ اس کو عقل منع کرتی کہ طاعون کی نسبت وہ لفظ استعمال کرے جو طاعون پر صادق نہیں آسکتے کیونکہ طاعون سے عمارتیں نہیں گر تیں اور اگر اجتہاد کے طور پر قس از وقت صحیح معنی نہ کئے گئے تو اس کا نام اجتہادی غلطی ہے اور بعد از وقت جب حقیقت کھل گئی تب صحیح معنوں کو نہ ماننا اس کا نام شرارت اور بے ایمانی اور ہٹ دھرمی ہے۔

قولہ - ہم تو آپ سے وہ الہام پوچھتے ہیں جس میں آپ نے یہ خبر دی ہو کہ زلزلہ آئے گا۔ لیکن ایسا الہام آپ قیامت تک پیش نہیں کر سکتے۔

اقول - میں کہتا ہوں کہ جس قیامت کو آپ دُور سمجھتے تھے وہ قیامت تو آپ پر آگئی دیکھو اخبار الحکم صفحہ ۱۰ کا نمبر ۲ مورخہ ۲۲ دسمبر ۱۹۰۳ء جس میں تصریح کر دی گئی ہے کہ زلزلہ کا دھکا آئیگا اور پھر پانچ ماہ بعد ۱۳ مئی ۱۹۰۳ء میں اس دھکا کی عظمت اور قوت اس دمی الہی میں بیان فرمائی گئی ہے کہ عفت الدیار محلہا و مقامہا۔ جس کے یہ معنی ہیں کہ وہ ایسا دھکا ہو گا جس سے اس ملک پنجاب کی ایک حصہ کی بستیاں تباہ ہو جائیں گی اور عمارتوں کا نام و نشان نہیں رہے گا خواہ وہ عارضی سکونتیں تھیں جیسا کہ دھرم سالہ اور کانگریز میں ہندوؤں کے پوجا کے مندر تھے اور خواہ مستقل سکونتیں تھیں جیسا کہ دھرم سالہ اور کانگریز وغیرہ کی مستقل سکونتوں کی جگہ تھیں۔ اب آپ فرمائیے کہ وہ قیامت جس کو آپ بہت دُور سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ ایسا الہام تم قیامت تک پیش

نہیں کر سکتے وہ قیامت آپ پر آگئی یا نہیں؟ ہر ایک سمجھ سکتا ہے کہ اُس قیامت نے ضرور آپ کو بکڑ لیا کیونکہ جس زلزلہ کی پیشگوئی سے آپ منکر میں اس کا مترجح طود پر ذکر ۱۳۷ دسمبر ۱۹۰۷ء کے اخبار الحکم کے صفحہ ۷ اکام نمبر ۷ میں موجود ہے۔ ذرا آنکھیں کھولو اور پڑھ لو اور کسی معنی میں پانی ڈال کر ڈوب مرد۔ پس یہی زلزلہ مذکورہ بالا ہے جس کی صفات ظاہر کرنے کے لئے وحی الہی عفت الدیار پہلی وحی کے بعد نازل ہوئی۔ تو کیا اب تک آپ پر قیامت نہ آئی؟ اگر کوہ قیامت کو تو لوگ مرجائیں گے اور میں اب تک زندہ موجود ہوں تو اس کا جواب یہ ہے کہ درحقیقت آپ زلزلت کی موت سے مرچکے ہیں اور یہ جہانی زندگی روحانی موت کے بعد کچھ چیز نہیں۔ کیا وہ شخص بھی زندہ کہلا سکتا ہے جس نے بڑے زور و شور سے یہ دعویٰ کیا تھا کہ پیشگوئی میں ہرگز زلزلہ کا ذکر نہیں اور بڑے گھمنڈ سے اس بات پر اصرار کیا تھا کہ قیامت تک تم ایسی پیشگوئی پیش نہیں کر سکتے جس میں زلزلہ کا ذکر ہو اور پھر اس کو دکھایا گیا کہ وہ پیشگوئی موجود ہے جس میں مترجح الفاظ میں زلزلہ کا ذکر ہے جو عفت الدیار کے الہام سے بھی پانچ ماہ پہلے الحکم میں شائع ہو چکی ہے اور الہام عفت الدیار صاحبہا و مقامہا اسی زلزلہ مذکورہ کی عظمت بیان کرتا ہے کہ وہ ایسا ہو گا۔ اس لئے اس میں دوبارہ زلزلہ کا لفظ لانے کی ضرورت نہ تھی۔

اب بتلاؤ کہ ایسی زندگی بھی کیا خدا کی زندگی ہے کہ ایک بات کا قیامت تک نہ ہونیکا دعویٰ کیا اور عقلمند بھی ہی نکل آئی۔

بمردی کہ تالیستن مردوا ۛ بر از زندگانی بترک حیا
چشم کزد داد فراقاں خبر ۛ بسوزد در و کاذب بد بگر
بوجہ شخص اندھا اور مردہ نہ ہو سمجھ سکتا ہے کہ جس قدر اس پیشگوئی کے لئے صفائی اور قوت بیان چاہئے وہ سب اول صبح پر اس پیشگوئی میں موجود ہے بلکہ اس سے بڑھ کر اور اس سے انکار ایک ایسی ہٹ دھرمی ہے جس سے مترجح سمجھا جاتا ہے کہ ایسے شخص کو خدا پر ایمان

ہی نہیں۔ اور یہ کچھ نیا طریق نہیں۔ پہلے زمانوں میں بھی وہ لوگ جن کو حق کو قبول کرنا کسی طرح منظور نہ تھا یہی طریق اختیار کرتے آئے ہیں۔

شاید آپ تعصب کے جوش سے یہ بھی اعتراض کر دیں کہ خدا تعالیٰ نے زلزلے کے آنے کی پانچ ماہ پہلے خبر دی جو الحکم ۱۲۴۲ دسمبر ۱۹۰۳ء کو شائع ہوئی اور پھر زلزلہ کی شدت کی نشانیاں اور اس کا ہولناک نتیجہ پانچ ماہ بعد بذریعہ اپنی دعا کے بیان کیا۔ یکجا کیوں نہ بیان کیا۔ لیکن اگر آپ ایسا اعتراض کریں تو یہ اعتراض بھی نیا نہیں ہوگا بلکہ وہی اعتراض ہے جو آج سے تیرہ سو برس پہلے ابو جہل ملعون اور ابولہب ملعون نے قرآن شریف پر کر کے کہا تھا لولا نزل علیہ القرآن جملۃ واحدة سو ایسا اعتراض تشابہت القلوب میں داخل ہوگا۔ جس سے ایک مسلمان کو پرہیز کرنا چاہیے۔

قولہ۔ آپ نے اس الہام میں یہ بھی نہیں بتایا کہ زلزلہ سے مراد کیا ہے۔

اقول۔ ظاہر دینی ہلنی میں زلزلہ کا لفظ ہے مگر ایسا زلزلہ جو نو نہ قیامت ہوگا بلکہ قیامت کا زلزلہ ہوگا اور یہ کہ اس سے ہزار ہا مکان گر گئے۔ کئی بستیاں نابود ہو جائیں گی اور اس کی نظیر پہلے زمانہ میں نہیں پائی جائے گی۔ اور ناگہانی طور پر ہزار ہا آدمی مر جائیں گے اور ایسا واقعہ ہوگا جو پہلے کسی آنکھ نے دیکھا نہیں ہوگا۔ پس اس صورت میں مکانات کا گرنا اور ہزاروں لوگوں کا یک دفعہ مرجانا اور ایک خارق عادت امر ظاہر ہونا اصل مقصود پیش گوئی ہے۔ اور اگرچہ ظاہر الفاظ پیش گوئی سے زلزلہ سے مراد بلا مشبہ زلزلہ ہی سمجھا جاتا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ کے کلام کے ساتھ ادب اسی بات کو چاہتا ہے کہ ہم اصل مقصود کو جو ایک خارق عادت امر ہے اور معجزہ ہے مد نظر رکھیں اور زلزلہ کی کیفیت میں دخل نہ دیں کہ وہ کس طرح کا ہوگا اور کس رنگ کا ہوگا۔ گو ظاہر الفاظ یہی ظاہر کرتے ہیں کہ وہ زلزلہ ہی ہوگا۔ کیونکہ ممکن ہے کہ وہ کوئی اور آفت شدید ہو جس کی نظیر پہلے دنیا میں نہیں دیکھی گئی۔ اور زلزلہ کی کیفیت اور خاصیت اپنے اندر رکھتی ہو مثلاً

خسف کی صدمہ پڑے ہو اور کوئی زلزلہ عرصہ میں نہ ہو اور زمین تہ و بالا ہو جائے یا کوئی اور خارق عادت آفت ظہور پذیر ہو جس کی طرف انسانی علم نے کبھی سبقت نہیں کی۔ پس ہر حال وہ معجزہ ہے۔ ہاں اگر وہ شدید آفت ظاہر نہ ہوئی جو دنیا میں ایک زلزلہ ڈال دیگی جو وحی الہی کے ظاہر الفاظ کی تفسیر زلزلہ کے رنگ میں ہوگی یا کوئی معمولی امر ظہور میں آیا جس کو دنیا ہمیشہ دیکھتی ہے جو خارق عادت اور غیر معمولی نہیں اور جو سچ کچھ قیامت کا نمونہ نہیں اور یا وہ حادثہ میری زندگی میں ظاہر نہ ہوا تو بیشک نقادہ بجا کر میری تکمیب کر دے اور مجھے جھوٹا سمجھو۔ غرض تو اس حادثہ غلطی سے یہ ہے جو نمونہ قیامت ہو گا اور دنیا کو ایک آن میں تباہ کر جائے گا۔ اور ہزاروں انسانوں کو ہمہ لدی جماعت میں داخل کرے گا۔

قولہ - آپ نے موقعہ دیکھ کر براہین کی عبادتوں کو بھی زلزلہ پر چسپاں کیا۔ حالانکہ ان عبادتوں میں زلزلہ کا ذکر نہیں۔

اقول - یہ اسی طرح کا اعتراض ہے جو اس زمانہ میں مقصب پادری قرآن شریف کی اس پیش گوئی پر کرتے ہیں۔ القرآن۔ خلقت اللہ فی الارض وھم من بعد علیہم سیغلبون اور کہتے ہیں کہ موقعہ دیکھ کر یہ پیش گوئی اپنی شکل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ بنائی اور ردی سلطنت کے غلبہ کی محض اس خیال سے پیش گوئی کی کہ دوی طاقت دراصل برہمنی ہوئی تھی جنگی مسلمان پورے تھے۔ خروج تجرید کا رہلہ تھی اور ایرانی سلطنت کی حالت اس کے برعکس تھی اس نے موجودہ حالت کو دیکھ کر یہ پیش گوئی کر دی۔ پس مجھے تعجب ہے کہ پادریوں کی طاقت اور عظمت کہاں سے آپ میں آگئی۔ ظالم طبع پادری قرآن شریف کی تمام پیش گوئیوں پر یہی اعتراض کرتے ہیں جو آپ نے کیا۔ تو یہ کہو۔ ایسا نہ ہو کہ اس مشابہت سے بڑھ کر کوئی اور ترقی کر لو اور اپنے اعتراض کو ذرا آنکھ کھول کر دیکھو کہ براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۵۷ میں یہ پیش گوئی ہے۔ کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنی چکار دکھاؤں گا۔ اپنی قدرت نمائی سے تجھ کو اٹھاؤں گا۔ دنیا میں ایک نذیر کیا پر دنیا سے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور پڑے لوگاؤ و حملوں سے اس کی چھائی

ظاہر کر دے گا۔ فلما تبلیٰ ربہ للجبل جعلہ دکا۔ قوۃ الرحمن لتجئدا اللہ المصلح
 عربی الہام کا ترجمہ یہ ہے کہ جب خدا پہاڑ پر تجسّی کرے گا تو اُسے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے گا۔
 خدا ایسا کرے گا تا اپنے بندے کی سچائی ظاہر کرے۔

اب سوچ کر دیکھو کہ میں نے اس میں اپنی طرف سے کیا بنایا۔ اسجگہ خدا تعالیٰ خود ایک چکار
 دکھانے کا وعدہ کرتا ہے۔ جیسا کہ وہ طور پر موسیٰ کے لئے چکار ظاہر ہوئی اور ایک ایسی قدر ثنائی
 کا وعدہ کرتا ہے جو خارق عادت اور میری رفعت کا موجب ہوئی۔ اور پھر قسری دفعہ یہ وعدہ
 فرماتا ہے کہ خدا بڑے نذر آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔ اور پھر آخر میں اس نذر آور
 حملہ اور اپنی چکار اور قدرت ثنائی کی شرح کرتا ہے جس کا اوپر ذکر کیا ہے اور فرماتا ہے کہ خدا
 ایک خاص پہاڑ پر تجسّی کرے گا اور اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیگا۔ اب اگر آپ کی آنکھ تعصب سے
 کچھ دیکھ نہیں سکتی تو کسی اور منصف مزاج سے پوچھ لو کہ اس الہامی عبارت میں کسی عظیم الشان
 نشان کا وعدہ دیا گیا ہے یا خاص ہماری بناوٹ ہے اور اگر وعدہ ہے تو کیا پیشگوئی کے انتظام
 سے یہی نکلتا ہے کہ نشان کے طور پر پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے کیا جائیگا یا کچھ اور نکلتا ہے۔ رہا یہ
 اعتراض کہ اس وقت ہمارے ذہن کا اس طرف انتقال نہ ہوا کہ درحقیقت پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے
 ہو جائے گا یہ ایسی ہی صورت ہے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن کا اس طرف انتقال
 نہ ہوا کہ جو ہجرت کی جگہ کشفی طور پر دکھائی گئی کہ وہ مدینہ ہے۔ یا مدینہ یا ہجرت نہیں ہے۔ اور
 جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن کا اس طرف انتقال نہ ہوا کہ مدینہ والے سفر
 میں مکہ کے اندر نہیں جاسکیں گے اور نہ طواف خانہ کعبہ کر سکیں گے۔ پس اگر آپ کے ایسے ہی
 اعتراض میں جو اس زمانہ کے تابعکار کفار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں پر کرتے ہیں
 تو مجھے تو یہ فکر پڑ گئی ہے کہ ایسا نہ ہو کہ کسی دن آپ اسلام سے ہی ہاتھ دھوئیں۔

اب یاد رہے کہ خدا تعالیٰ نے پیشگوئی متذکرہ بالا میں جو براہین احمدیہ کے معنی ۵۵ میں
 موجود ہے ایک صریح اشارہ کے ساتھ زلزلہ کا ذکر کر دیا ہے کیونکہ آیت فلما تبلیٰ ربہ

اس موقع کی آیت ہے جبکہ خدا تعالیٰ نے کوہ طور پر ایک زلزلہ ڈال کر اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا جیسا کہ یہ بیان مفصل تورات میں موجود ہے۔ پس اس صورت میں آپ کی اس حرکت کا نام تعصب رکھیں یا نادانی رکھیں؛ جو آپ کہتے ہیں کہ ان عبارتوں میں کہیں زلزلہ کا ذکر نہیں۔ بندہ خدا اگر زلزلہ کا ذکر نہیں تو ہمیں اس بات سے بھی انکار کرنا چاہیے کہ کوہ طور بھی زلزلہ سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تھا۔

قول ۱۱۔ عفت الدیال کے مصرع کے یہ معنی ہیں کہ زمانہ گذشتہ میں مکان برباد ہو گئے تھے۔
 اقوال۔ الحمد للہ! یہ تو آپ نے مان لیا کہ عفت الدیال ماحلہ و مقامہا کے یہی معنی ہیں کہ مکانات گر جانا اور برباد ہو جانا۔ باقی رہا یہ کہ آپ عفت کے لفظ کو ماضی کے معنوں تک محدود رکھتے ہیں۔ اس خیال کے رد میں ہم قرآن شریف کے نظائر پیش کر چکے ہیں۔ بلکہ اس کے لئے تو تمام قرآن کے باشندے ہمارے گواہ ہیں۔ اب بتلاؤ کیا اب بھی یہ پیشگوئی خارق عادت ہے یا نہیں؟ اگر یہ کہو کہ اس میں کوئی دقت نہیں بتلایا گیا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جن پیشگوئیوں میں خدا تعالیٰ کو یہ منظور ہوتا ہے کہ ان کا دقت مخفی رکھا جائے ان میں وہ ہرگز نہیں بتلاتا کہ فلاں دقت یہ پیشگوئی پوری ہوگی۔ پس جبکہ خدا تعالیٰ ماضی لفظوں میں فرماتا ہے کہ زلزلہ کی پیشگوئی ایسے وقت میں ظاہر ہوگی جبکہ کسی کو خبر نہیں ہوگی۔ اور ناگہانی طور پر وہ حادثہ ظہور میں آئیگا۔ تو پھر اس حادثہ کا دقت بتلانا اپنے ہی قول کی مخالفت ہے۔ دیکھو اشتہار النداء صفحہ ۱۴۔ اگر کہو کہ پھر تعین کے بغیر پیشگوئی میں خصوصیت کیا ہوئی۔ یوں تو کبھی کبھی دنیا پر کوئی حادثہ آ جاتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تعین کافی ہے کہ خدا فرماتا ہے کہ میری زندگی میں میری تصدیق کے لئے یہ حادثہ آئیگا اور اس وقت کے کہ وہ لوگ زندہ ہونگے جو یہ حادثہ دیکھ لیں گے اور حادثہ ایسا ہوگا کہ اس ملک میں پہلے زمانوں میں اس کی نظیر نہیں ہوگی۔ پس یہ تعین کافی ہے کہ وہ قیامت خیز زلزلہ میری زندگی میں اور اکثر ماضیوں کی زندگی میں آئیگا۔ اور یاد رکھو کہ تہا دی طرح مخالفین نے بھی

مَنْشَى هَذَا الْوَعْدُ كَمَا كَرَدَتْ كِي تَخْصِصْ جَاهِي تَقِي - اور ان کو دقت نہیں بتلایا گیا تھا -

قولہ - جو اخبار اسلامی معاملات سے ہمہمدی رکھتے ہیں ان کو چاہیئے کہ اس معنون کو اپنے جرائد میں نقل کر کے لوگوں کو آگاہ کر دیں کہ یہ اشتہار جھوٹے ہیں - مرزا نے کوئی پیشگوئی نہیں کی تھی -

اقول - اب اس کا کیا جواب دیا جائے بجز اس کے کہ لعنة الله على الكاذبين - رہا یہ کہ اخبارات تکذیب کا معنون چھاپ دیں تو اس کی اُس قاعدہ کو کچھ ہذا نہیں جس نے مجھے بھیجا ہے - دنیا کے کیرے آسمانی ارادوں میں کونسا حرج ڈال سکتے ہیں - پہلے اس سے ابوہل علیہ اللعنة نے عرب کی تمام قوموں کو اکسایا تھا کہ یہ شخص (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) جھوٹا دعویٰ کرتا ہے اور جال لوگوں کو اپنے ساتھ جمع کر لیا تھا - پھر سوچو کہ اس کا انجام کیا ہوا - کیا خدا تعالیٰ کا ارادہ اُس کی شرارتوں سے ٹک گیا تھا - بلکہ اس بدقسمت کا خدا تعالیٰ نے بدنامی کی لڑائی میں فیصلہ کر دیا اور خدا تعالیٰ کے سچے نبی کا دین تمام دنیا میں پسل گیا - اسی طرح میں سچ سچ کہتا ہوں کہ کوئی اخبار اس ارادہ کو جو آسمان پر کیا گیا ہے روک نہیں سکتا - خدا کا غضب انسان کے غضب سے بڑھ کر ہے - یہ میرے ہرگز نہیں بلکہ اسی خدا پر عمل ہے جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا - وہ چاہتا ہے کہ زمین کو گناہ سے صاف کرے اور پھر اُن دنوں کو دوبارہ لاوے جو صدق اور استبازی اور توحید کے دن ہیں - مگر وہ دل جو دنیا سے پیاد کرتے ہیں وہ نہیں چاہتے کہ ایسے دن آویں - اسے نادان کیا تو خدا سے مقابلہ کرے گا - کیا تیری طاقت میں ہے کہ تو اُس سے لڑائی کر سکے - اگر یہ کاروبار انسان کا ہوتا تو تیرے مقابلہ کی کیا حاجت تھی اس کے تباہ کرنے کے لئے خدا کا فی تھا - مگر قریباً پچیس برس سے یہ سلسلہ چلا آتا ہے اور ہر روز ترقی پر ہے - اور خدا نے اپنے پاک دھندوں کے موافق اس کو فوق العادت ترقی دی ہے اور ضرور ہے کہ قبل اس کے جو یہ دنیا ختم ہو جائے خدا کامل درجہ پر اس سلسلہ کو ترقی دے گا - خدا نے میری تصدیق کے لئے ہزار ہا نشان دکھائے جن کے لاکھوں انسان گواہ ہیں - زمین

سے بھی نشان ظاہر ہوئے اور آسمان سے بھی۔ اور دوستوں میں بھی اور دشمنوں میں بھی۔ اور کوئی مہینہ شاذ و نادر اس سے خلل جاتا ہو گا کہ کوئی نشان ظاہر نہ ہو۔ اور اب بھی فوق العادہ نشان کا وعدہ ہے جس کا نام قیامت خیز زلزلہ رکھا گیا ہے۔ جو دنیا کو وہ ہاتھ دکھائے گا جسکو کبھی دنیا نے نہیں دیکھا ہو گا۔ پس اگر خدا کا خوف ہے تو کیوں کچھ عرصہ تک صبر نہیں کیا جاتا۔ یہ زلزلہ محض اس لئے ہو گا کہ تا خدا صادق کے صدق کو ظاہر کرے اور انسانوں کو موقع دے کہ وہ راستی کو ایک چمکتے ہوئے نشان کے ساتھ دیکھ لیں اگرچہ اس کے بعد ایمان لانا کچھ قابل عزت نہیں ہو گا۔ مگر تاہم قبول کرنے والے اس رحمت سے حصہ لیں گے جو ایمان داروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

قولہ۔ کیا احمدیہ کی لڑائی کا قصہ مرزائی الہامات کی رونق کو دودھ نہیں کرتا؟

اقول۔ اے مقرر صواب! کیا پہلے یہودہ اعتراضات کی مذمت آپ کے لئے

کچھ تھوڑی تھی کہ اس نحو اعتراض کی مذمت کا بھی آپ نے حصہ لے لیا۔ اب آپ کان کھول کر سنیے کہ اس پیشگوئی کے دو حصے تھے اور دونوں شرطی تھے۔ ایک حصہ شرطی طور پر احمدیہ کی وفات کے متعلق تھا۔ یعنی اس میں یہ پیشگوئی تھی کہ اگر وہ خدا تعالیٰ کی قراردادوں شرطوں کا پابند نہ ہو تو تین برس پورے ہونے سے پہلے ہی فوت ہو جائیگا۔ اور نہ صرف وہی بلکہ اس کے ساتھ اور کئی موتیں اس کی اقارب کی ہونگی۔ پس چونکہ وہ شوفی کی راہ سے کسی شرط کا پابند نہ ہو سکا اس لئے خدا نے اس کو ميعاد پوری ہونے سے پہلے ہی اس جہان سے اٹھا دیا اور کئی موتیں اند بھی ساتھ ہوئیں۔ مگر دوسرا حصہ پیشگوئی کا جو احمدیہ کے داماد کی نسبت تھا اس میں اس وجہ سے تاخیر ڈال دی گئی کہ باقی ماندہ لوگوں نے شرط کے مضمون سے اپنے دلوں میں خوف پیدا کیا اور بہت ڈرے اور یہ بات ہر ایک کی سمجھ میں آسکتی ہے کہ اگر وہ شخص کے موت کی نسبت کوئی پیشگوئی ہو اور ایک ان میں سے ميعاد کے اندر مر جائے تو طبعاً دوسرے کے دل میں خوف پیدا ہو جاتا ہے۔

پس یہ تو مفروضی امر تھا کہ احمدیہ کے داماد کا گروہ احمدیہ کی موت کو دیکھ کر اپنے
 دلوں میں بہت ڈرتا۔ سو خدا نے اپنے وعدے کے موافق جب ان لوگوں کا خوف دیکھا
 تو داماد کی وفات کے متعلق جو پیشگوئی تھی اس میں تاخیر ڈال دی۔ اس کی ایسی ہی مثال
 ہے۔ جیسا کہ ڈپٹی عبداللہ آتھم اور ہڈت یکھرام کی نسبت جو پیشگوئی وفات کی تھی اُس
 میں ظہور میں آیا۔ کیونکہ ڈپٹی عبداللہ آتھم نے وفات کی پیشگوئی سُنا کر بہت خوف ظاہر
 کیا اس لئے اس کی موت میں تاخیر ڈال دی گئی۔ اور مقرر شدہ دنوں سے کچھ مہینے زیادہ
 زندہ رہا لیکن یکھرام نے پیشگوئی کو سُنا کر بہت شوخی ظاہر کی اور بدگوئی میں حد سے زیادہ
 بڑھ گیا اس لئے وہ اصلی ميعاد سے بھی پہلے ہی اس جہان سے اٹھایا گیا۔ حقیقت یہ ہے
 کہ ایسی پیشگوئیاں جو خدا کے رسول کرتے ہیں جن میں کسی کی موت یا اور بلا کی خبر ہوتی ہے
 وہ وعید کی پیشگوئیاں کہلاتی ہیں۔ اور سنت اللہ ہے کہ خواہ اُن میں کوئی شرط ہو یا نہ ہو
 وہ توبہ اور استغفار سے ٹل سکتی ہیں یا اُن میں تاخیر ڈال دی جاتی ہے۔ جیسا کہ یونس
 نبی کی پیشگوئی میں وقوع میں آیا۔ اور یونس نبی نے جو اپنی قوم کے لئے چالیس دن تک
 عذاب آنے کا وعدہ کیا تھا وہ قطعی وعدہ تھا۔ اُس میں ایمان لانے یا ڈرنے کی کوئی
 شرط نہ تھی۔ مگر باوجود اس کے جب قوم نے تضرع اور زاری اختیار کی تو خدا تعالیٰ نے
 اس عذاب کو ٹال دیا۔ تمام انبیاء علیہم السلام کے اتفاق سے یہ تسلیم شدہ عقیدہ ہے کہ
 ہر ایک بلا جو خدا تعالیٰ کسی بندہ پر نازل کرے اگر وہ توبہ اور خیرات اور صدقہ اور توبہ
 اور استغفار اور دعا سے دفع ہو سکتی ہے۔ پس اگر وہ بلا جس کا نازل کرنے کا ارادہ کیا گیا
 ہے کسی نبی اور رسول اور مامور من اللہ کو اس سے اطلاع دی جائے تو وہ وعید کی پیشگوئی
 کہلاتی ہے۔ اور چونکہ وہ بلا ہے اس لئے خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق توبہ و استغفار اور
 صدقہ خیرات اور دعا و تضرع سے دفع ہو سکتی ہے۔ یا اس میں تاخیر ہو سکتی ہے۔ اور
 اگر وہ بلا جو پیشگوئی کے رنگ میں ظاہر کی گئی ہے صدقہ خیرات وغیرہ سے دفع نہ ہو سکے

تو خدا تعالیٰ کی تمام کتابیں اس سے باطل ٹھہریں گی۔ اور تمام نظام دین کا اس سے قدیم برہم ہو جائے گا۔ معترض نے اسلام پر یہ سخت حملہ کیا ہے اور نہ صرف اسلام پر بلکہ تمام دینیوں پر یہ حملہ ہے اور اگر عہدِ اِیہ حملہ نہیں کیا تو اسلام اور شریعت سے سخت ناواقفیت اس کی ثابت ہوتی ہے۔ ایسے لوگوں سے ایمانداروں کو متنبہ رہنا چاہیے کہ میرے پر حملہ کرنے سے ان کا ارادہ صرف میرے پر حملہ نہیں ہے بلکہ دین اسلام کی انکو کچھ پروا نہیں۔ اور اسلام کے وہ چھپے دشمن ہیں۔ خدا تعالیٰ اپنے دین کو ان کے شر سے محفوظ رکھے۔

اس نامکھ کو یہ بھی تو خبر نہیں کہ جیسے خدا تعالیٰ نے اپنے اخلاق میں یہ داخل رکھا ہے کہ وہ وعید کی پیشگوئی کو توبہ و استغفار اور دعا اور صدقہ سے ٹال دیتا ہے اسی طرح انسان کو بھی اس نے یہی اخلاق سکھائے ہیں جیسا کہ قرآن شریف اور حدیث سے یہ ثابت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت جو منافقین نے بعض خباثت سے خلاف واقعہ تہمت لگائی تھی اس تذکرہ میں بعض سادہ لوح صحابہ بھی شریک ہو گئے تھے۔ ایک صحابی ایسے تھے کہ وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر سے دو قہہ روٹی کھاتے تھے حضرت ابو بکرؓ نے ان کی اس خطا پر قسم کھائی تھی اور وعید کے طور پر جہد کر لیا تھا کہ میں اس بے جا حرکت کی سزا میں اس کو کبھی روٹی نہ دوں گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی تھی **وَلِيَحْفُوا وَلِيَصْفَحُوا اَلَا تَعْبُدُونَ اَن يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَاَطْلَعُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ** تب حضرت ابو بکرؓ نے اپنے اس جہد کو توڑ دیا اور بدستور روٹی لگا دی۔ اسی بنا پر اسی اخلاق میں یہ داخل ہے کہ اگر وعید کے طور پر کوئی عہد کیا جائے تو اس کا توڑنا حسن اخلاق میں داخل ہے۔ مثلاً اگر کوئی اپنے خدمت گار کی نسبت قسم کھائے کہ میں اس کو ضرور بچاس جوتے مبادل گا تو اس کی توبہ اور تعزیر پر محتاج کرنا سنت اسلام ہے تا معلق باخلاق **اللّٰہ** ہو جائے مگر وعدہ کا تعلق جائز نہیں ترک و عہد پر نہیں۔

قولہ۔ اور پیشگوئیوں کا حال اس سے بھی زیادہ اہتر ہے۔

اقول۔ اے مقصد نادان! تجھے کب اتفاق ہوا ہے کہ تو میری پیشگوئیوں کو غور سے دیکھتا اور ان سب پر اطلاع پاتا۔ اور تجھے کب اتفاق ہوا کہ میری صحبت میں رہتا اور میرے نشانوں کو بچشم خود دیکھتا جس تجھے کس سے مشابہت دے۔ تو اس اندھے سے مشابہ ہے جو سورج کے وجود سے انکار کرتا ہے اور اپنی نابینائی کی طرف نہیں دیکھتا۔ ہر ایک باطنی حال سمجھتا ہے کہ کیا میری پیشگوئیوں کا حال ابتر ہے یا تیرے ایمان کا ہی حال ابتر ہے۔ عقلمند دل کیلئے تیرے اعتراضات کا یہی نمونہ کافی ہے کہ جو بات تمام انبیاء کے نزدیک مسلم ہے اور تمام فرقہ ہائے اسلام کے نزدیک مسلم ہے وہی بات تیرے نزدیک جائے اعتراض ہے۔ ہائے افسوس! کیا یہی لوگ اسلام کے میٹھ فٹنا چاہتے ہیں جن کو خدا کی تعلیم اور اسلام کے عقیدہ کی بھی خبر نہیں انا ملکہ وانا الیہ راجعون۔

اے ظالم معترض کیا اسی سراپہ پر قلم اٹھایا تھا؟ گو تعصب کا جوش تھا مگر اپنی جہالت کو دکھانا کیا ضرور تھا۔ ہر ایک بات سراپہ جھوٹ ہر ایک شبہ بعض شیطانی دوسومہ۔ اس علم اور واقفیت کے ساتھ تیرے دل میں کیوں گدگدی اٹھی کہ خدا تعالیٰ کی پاک وحی پر اعتراض کرے۔ اگر تم خاموش رہتے تو بہتر تھا ناحق گناہ خریدنا اور زبان کے ذریعہ سے اپنی پوشیدہ نادانی پر سب کو مطلع کر دیا اور ہر ایک میں اپنی رسوائی کر لی اور اپنی حالت پر شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کی وہ مثل صادق کر لی جو بوستان میں ہے اور وہ یہ ہے۔

یکے نیک خلق و خلق پوش بود ؛ کہ در مصریک چند خاموش بود
جہانے برو بود از صدق جمع ؛ جو پروانہ ہا وقت شب گرد جمع
شعبے در دلی خویش اندیشہ کرد ؛ کہ پوشیدہ زیر زبان است مرد
اگر ماند فطنت نہاں در سرم ؛ چه دانش مردم کہ دانش دم
سخن گفت و دشمن بد است دوست ؛ کہ در مصر نادان تر از دہم دوست

حضورش پریشانی شدہ کا زشت و سفر کرد و بر طاق مسجد نوشت
 وہ آئینہ گر دوستے خود دیدے ۛ بہ بیدار نشی پر وہ نذریدے
 اب میں محمد اکرام اللہ خان صاحب شاہجہان پوری کے بنی اعتراضات کا جواب لکھ چکا
 جو روزانہ پیسہ اخبار مؤرخہ ۲۲ مئی ۱۹۰۵ء کے صفحہ ۵ میں چھپے ہیں۔ لیکن بعد اس کے میرے
 دوست مولوی عبدالحکیم صاحب کے نام ایک صاحب نے جنہوں نے اپنا نام اپنے خط میں
 ظاہر نہیں کیا ایک خط بھیجا ہے کہ اس میں خدا تعالیٰ کا واسطہ ڈال کر چند اعتراضات کا
 جواب مانگا ہے جو انہی پیشگوئیوں کے متعلق ہیں۔ اگرچہ بنی اعتراضات کا جواب کافی
 طور پر اسی حصہ برائیں میں آچکا ہے لیکن چونکہ خدا تعالیٰ کا واسطہ دے کر عرض صاحب
 کی درخواست ہے اس لئے ہم تکرار کلام کی کچھ پروا نہ رکھ کر محض اللہ صاحب موصوت
 کے اعتراضات کا جواب برعایت اختصار ذیل میں دیتے ہیں۔

قولہ - عدلت اللہ یار خلتها و مقامها کا فقرہ جسے جناب مقدس مرزا صاحب
 اپنا الہام و وحی فرما رہے ہیں ایک پرنے شاعر کا مصرع ہے۔ کیا کسی نبی کو کبھی ایسی وحی
 ہوئی جس کے الفاظ حرفاً حرفاً وہی ہوں جو اس نبی سے پہلے کسی آدمی کی زبان سے نکل
 چکے ہوں۔ اگر آپ یہ ثابت کر سکیں تو دوسرا اعتراض یہ ہوگا کہ اس صورت میں خدا کے
 قول اور بندے کے قول میں فرق کیا ہوگا۔

اقول - اس بارے میں ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں کہ ادیبوں کو تلاش کرنا کچھ
 ضروری نہیں خود ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بعض ایسے فقرے وحی الہی کے نازل ہو
 چکے ہیں جو پہلے وہ کسی آدمی کے منہ سے نکلے تھے۔ جیسا کہ یہ فقرہ وحی فرقانی یعنی
 خدبارک اللہ احسن الخالقین - یہ فقرہ پہلے عبداللہ بن ابی مرثد کی زبان سے
 نکلا تھا۔ اور وہی فقرہ وحی قرآنی میں نازل ہوا۔ دیکھو تفسیر کبیر الجزء السادس صفحہ ۲۵۹
 مطبوعہ مصر۔ اصل عبارت یہ ہے - وہی الکلی هو ابن عباس و منی اللہ عنہما

ان عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح کان یکتب ہذا الایات لوصول اللہ علی اللہ
 علیہ وسلم فلما انتہی الی قوله تعالیٰ خلقتا اخرج من ذالک فقال
 قبارک اللہ احسن الخالقین۔ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکتب
 فہکذا نزلت فشق عبد اللہ وقال ان کان محمد صادقاً لما یقول فانه یدعی
 الخ لکما یدعی الیہ وان کان کاذباً فلا خیرو فی دینہ۔ فہرب الی مکہ۔ فقیل
 اللہ مات علی الکفر وقیل اللہ امسلم یوم الفتم۔ ترجمہ یہ ہے کہ کلبی نے
 ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ عبد اللہ بن ابی سرح قرآن شریف کی آیات
 لکھا کرتا تھا۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بدبرد جیسی آیت نازل ہوتی تھی
 میں سے لکھواتے تھے۔ پس جب وہ آیت لکھوا لی گئی جو خلقتا آخر تک ختم ہوتی ہے تو
 عبد اللہ اس آیت سے تعجب میں پڑ گیا۔ اور عبد اللہ نے کہا۔ قبارک اللہ احسن الخالقین
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہی لکھ لے کیونکہ خدا نے بھی یہی فقرہ جو تیرے منہ سے
 نکلا ہے یعنی قبارک اللہ احسن الخالقین نازل کر دیا ہے۔ پس عبد اللہ شک میں پڑ گیا۔
 کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جو میری زبان کا کلمہ ہے وہی خدا کا کلمہ ہو گیا۔ اور اُس نے
 کہا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دعویٰ میں صادق ہے تو مجھے بھی وہی دئی ہوتی ہے
 جو اُسے ہوتی ہے اور اگر کاذب ہے تو اس کے دین میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔ پھر وہ
 مکہ کی طرف بھاگ گیا۔ پس ایک روایت یہ ہے کہ وہ کفر پر مر گیا اور ایک یہ بھی روایت
 ہے کہ وہ فرج مکہ کے وقت مسلمان ہو گیا۔

اب دیکھو عبد اللہ بن ابی سرح کے کلام سے خدا تعالیٰ کے کلام کا توار ہو یعنی عبد اللہ
 کے منہ سے بھی یہ فقرہ نکلا تھا قبارک اللہ احسن الخالقین اور خدا تعالیٰ کی وحی میں
 بھی یہی آیا۔ اور اگر کہو کہ پھر خدا تعالیٰ کے کلام اور انسان کے کلام میں ماہ لاقیاد کیا ہوا تو
 قل تو ہم اس کا یہی جواب دیتے ہیں کہ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے آپ قرآن شریف میں فرمایا،

۲۰

ماہ الاقیاف قائم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ کلام پر غیر کلام کہلاتا ہے قرآنی سورتوں میں سے کسی سورۃ کے برابر ہو۔ کیونکہ اعجاز کے لئے اسی قدر معتبر سمجھا گیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
 وَ اِنَّ كُنْزَهُ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَأْتَوْا بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ وَ مِمَّا یَنْهٰی عَنْ فِعْلِهِ فَاْتَوْا بِاٰیٰتٍ مِّثْلِهٖ یَا خٰلَتُوْا بِكُلْمَةٍ وِّقْنَ مِّثْلِهٖ ۔ اور درحقیقت یہ سچ ہے کہ خدا کے کلمات علیحدہ علیحدہ تو وہی کلمات ہیں جو کفار کی زبان پر بھی جاری تھے۔ پھر رنگینی عبارت اور نظم کلام اور دیگر لوازم کے لحاظ سے وہی کلمات بحیثیت مجموعی ایک معجزہ کے رنگ میں ہو گئے۔ اور جو معجزہ خدا تعالیٰ کے افعال میں پایا جاتا ہے اسی میں ہی نشانی ہے کہ یہ بھی بحیثیت مجموعی معجزہ بنتا ہے جیسا کہ کلام اپنی حیثیت مجموعی معجزہ بنتا ہے۔ ان خدا تعالیٰ کے کلمے جو چھٹے چھٹے فقرے ملکتے ہیں وہ اپنے مطالب عالیہ کے لحاظ سے جو ان کے اندر ہوتے ہیں انسانی فقرات سے امتیاز رکھتے ہیں۔ یہ امر دیگر ہے کہ انسان ان کے پوشیدہ حقائق و معارف تک نہ پہنچے مگر ضرور ان کے اندر انوارِ مخفیہ ہوتے ہیں جو ان کلمات کی روح ہوتے ہیں۔ جیسا کہ یہی کلمہ
 قَتَبَارَكَ اللهُ احْسَنَ الْخَالِقِیْنَ اپنی گزشتہ آیات کے ساتھ تعلق کی وجہ سے ایک امتیاز کا رنگ اپنے اندر رکھتا ہے۔ یعنی اس قسم کی روحانی فوہمی اس کے اندر بھری ہوئی ہے کہ وہ بجائے خود ایک معجزہ ہے جس کی نظیر انسانی کلام میں نہیں ملتی۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس سورۃ کے ابتدا میں جو سورۃ المؤمنین ہے جس میں یہ آیت قَتَبَارَكَ اللهُ احْسَنَ الْخَالِقِیْنَ ہے اس بات کو بیان فرمایا ہے کہ کیونکر انسان مراتبِ بستہ کو طے کر کے جو اس کی تفصیل کے لئے ضروری ہیں اپنے کمالِ روحانی اور جسمانی کو پہنچتا ہے۔ سو خدا نے دونوں قسم کی ترقیات کو چھ چھ مرتبہ پر تقسیم کیا ہے اور مرتبہ ششم کو کمالِ ترقی کا مرتبہ قرار دیا ہے اور یہ مطابقت روحانی اور جسمانی وجود کی ترقیات کی ایسے خادقِ عادت طور پر دکھلائی ہے کہ جب سے انسان پیدا ہوا ہے کبھی کسی انسان کے ذہن نے اس نکتہ معرفت کی طرف سبقت نہیں کی۔ اور اگر کوئی دعویٰ کرے کہ سبقت کی ہے تو

باز ثبوت اُس کی گردن پر ہوگا کہ یہ پاک فلاسفی کسی انسان کی کتاب میں سے دکھلاوے اور یہ یاد رہے کہ وہ ایسا ہرگز ثابت نہیں کر سکیگا۔ پس یہی طور پر یہ معجزہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے وہ حقیق مناسبت جو روحانی اور جسمانی وجود کے اُن ترقیات میں موجود ہے جو وجود کمال کے مرتبہ تک پیش آتے ہیں ان آیات مبارکہ میں ظاہر کر دی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ظاہری اللہ باطنی صنعت ایک ہی ہاتھ سے ظہور پذیر ہوتی ہے جو خدا تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔

بعض نادانوں نے یہ بھی اعتراض کیا تھا کہ جس طرح خدا تعالیٰ نے نطفہ کی حالت سے لیکر اخیر تک جسمانی وجود کا قرآن شریف میں نقشہ کھینچا ہے یہ نقشہ اس زمانے کی جدید تحقیقات طبی کی روش سے صحیح نہیں ہے لیکن اُن کی حماقت ہے کہ ان آیات کے معنی سے انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ گویا خدا تعالیٰ رحم کے اندر انسانی وجود کو اس طرح بناتا ہے کہ پہلے بکلی ایک عضو سے فراغت کر لیتا ہے پھر دمر بناتا ہے۔ یہ آیات الہیہ کا ہنشا نہیں ہے بلکہ جیسا کہ ہم نے پیشم خود ملاحظہ کر لیا ہے اور مضغ سے لیکر ہر ایک حالت کے بچے کو دیکھ لیا ہے۔ خالق حقیقی رحم کے اندر تمام اعضا و اندام فی دیر و فی کو ایک ہی زمانہ میں بناتا ہے یعنی ایک ہی وقت میں سب جلتے ہیں تاخیر تقدیم نہیں۔ البتہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ پہلے تمام وجود انسان کا ایک جما ہوا خون ہوتا ہے اور پھر سارے کا سارا ایک ہی وقت میں مضغ بن جاتا ہے اور پھر ایک وقت میں کچھ حصہ اس کا اپنے اپنے موقع پر ہڈیاں بن جاتا ہے اور پھر ایک ہی وقت میں اس تمام مجموعہ پر ایک زائد گوشت چڑھ جاتا ہے جو تمام بدن کی کھال کہلاتی ہے جس سے خوبصورتی پیدا ہوتی ہے۔ اور اس مرتبہ پر جسمانی بناوٹ تمام ہو جاتی ہے اور پھر جان پڑ جاتی ہے۔ یہ وہ تمام حالتیں ہیں جو ہم نے پیشم خود دیکھ لی ہیں۔

اب ہم روحانی مراتب سبتہ کا ذیل میں ذکر کرتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ (۱) قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ تَأْسِئُونَ (۲) وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ (۳) وَالَّذِينَ هُمْ يَدْرُغُونَ فَاَعْلَوْتَ

(۴) وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ ذُرِّيَّتِهِمْ مَخَافَتُهُ ۖ إِلَّا عَلَىٰ أَرْوَاحِهِمْ أَوْ مَا كَلَّمَتْهُمُ آنِسَاتُهُمْ
فَأَنَّهُمْ خِزْيٌ مُّكْرَمُونَ ۚ فَمِنْ أَمْتِنَ وَتَمَنَّىٰ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ
(۵) وَالَّذِينَ هُمْ لَا يُخَالِفُونَ عَهْدَهُمْ إِذْ عَاثُوا بِالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُخَالِفُونَ
اور ان کے مقابل جہاں ترقیاں کمرتب ہیں چھ قرار دیئے ہیں جیسا کہ وہ ان آیات کے بعد فرماتا ہے ۔
(۱) ثُمَّ جَعَلْنَا نَاطَةَ فِي قَرَارِ مَلَكَيْنِ ۚ (۲) ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً (۳)
فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً (۴) فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا (۵) فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا
(۶) ثُمَّ أَنشَأْنَا نَاطَةً آخَرًا فَقَلْبًا رَّكَ اللَّهُ أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ ۖ

جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں ظاہر ہے کہ پہلا مرتبہ روحانی ترقی کا یہ ہے جو اس آیت میں
بیان فرمایا گیا ہے یعنی قَدْ أَنشَأْنَاهُمُ الْمُزْنُونَ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ یعنی
وہ مومن نجات پا گئے جو اپنی نماز اور یاد الہی میں خشوع اور فروتنی اختیار کرتے ہیں اور رقت
اللہ گارش سے ذکر الہی میں مشغول ہوتے ہیں ۔ اس کے مقابل پہلا مرتبہ جسمانی نشوونما کا
جو اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے یہ ہے یعنی ثُمَّ جَعَلْنَا نَاطَةَ فِي قَرَارِ مَلَكَيْنِ یعنی پھر
ہم نے انسان کو نطفہ بنایا اور وہ نطفہ ایک محفوظ جگہ میں رکھا ۔ سو خدا تعالیٰ نے آدم کی پیدائش
کے بعد پہلا مرتبہ انسانی وجود کا جسمانی رنگ میں نطفہ کو قرار دیا ہے اور ظاہر ہے کہ نطفہ ایک ایسا
تخم ہے جو اجمالی طور پر مجموعہ ان تمام قویٰ اور صفات اور اعضا اور ذوقی اور بیرونی اور تمام نفس و
کا ہوتا ہے جو پانچویں درجہ پر منتقل طور پر ظاہر ہو جاتے ہیں اور چھٹے درجہ پر آدم اکل طور پر ان کا ظهور
ہوتا ہے اور ایں ہمہ نطفہ باقی تمام درجات سے زیادہ تر معرض خطر میں ہے ۔ کیونکہ ابھی

درجات کے علاوہ درجے ہیں جو ابھی ذکر کئے گئے ہیں ۔ پانچواں درجہ وہ ہے جب قدرت مبالغہ معق سے
انسانی قالب تمام و کمال رحم میں تیار ہو جاتا ہے اور ہڈیوں پر ایک خوشگوار شست چڑھ جاتا ہے ۔
اور چھٹا درجہ وہ ہے جب اس قالب میں جان پڑ جاتی ہے ۔ اور جیسا کہ بیان کیا گیا ہے انسان روحانی وجود
کا پہلا مرتبہ حالت خشوع اور مجرذ و نیاذ اور سوز و گداز ہے اور درحقیقت وہ بھی اجمالی طور پر جو کہ ان تمام
ادوار کا ہے جو بعد میں کئے طور پر انسان کے روحانی وجود میں نمایاں ہوتے ہیں ۔

وہ اس تخم کی طرح ہے جس نے ہندو زمین سے کوئی تعلق نہیں پکڑا۔ اور ابھی وہ جسم کی کشش سے بہرہ ور نہیں ہوا۔ ممکن ہے کہ وہ اندام نہانی میں پڑ کر ضائع ہو جائے۔ جیسا کہ تخم بعض اوقات پتھریلی زمین پر پڑ کر ضائع ہو جاتا ہے۔ اور ممکن ہے کہ وہ نطفہ بذاتہ ناقص ہو یعنی اپنے اندر ہی کچھ نقص رکھتا ہو اور قابل نشو و نما نہ ہو۔ اور یہ استعداد اس میں نہ ہو کہ رحم اس کو اپنی طرف جذب کر لے اور صرف ایک مردہ کی طرح ہو جس میں کچھ حرکت نہ ہو۔ جیسا کہ ایک بوسیدہ تخم زمین میں بویا جائے۔ اور گو زمین عمدہ ہو مگر تاہم تخم بوجہ اپنے ذاتی نقص کے قابل نشو و نما نہیں ہوتا اور ممکن ہے کہ بعض اور عوارض کی وجہ سے جن کی تفصیل کی ضرورت نہیں نطفہ جسم میں تعلق پذیر نہ ہو سکے اور رحم انکو اپنی کشش سے محروم رکھے۔ جیسا کہ تخم بعض اوقات پیروں کے نیچے کچلا جاتا ہے۔ یا پرندے اس کو چٹک جاتے ہیں یا کسی اور حادثہ سے تلف ہو جاتا ہے۔

یہی صفات مومن کے روحانی وجود کے اول مرتبہ کے ہیں اور اول مرتبہ مومن کے روحانی وجود کا وہ خشوع اور رقت اور سوز و گداز کی حالت ہے جو نماز اور یاد الہی میں مومن کو میسر آتی ہے یعنی گدازش اور رقت اور فروتنی اور عاجز و نیاز اور نوح کا انکسار اور ایک ٹرپ اور قلق اور تلش اپنے اندر پیدا کرنا۔ اور ایک خوف کی حالت اپنے پروردگار کے خدا عز و جل کی طرف دل کو جھکانا جیسا کہ اس آیت میں بیان فرمایا گیا ہے قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ۔ یعنی وہ مومن مرد و پائے جو اپنی نمازوں میں اور ہر ایک طور کی یاد الہی میں فروتنی اور عاجز و نیاز اختیار کرتے ہیں۔ اور رقت اور سوز و گداز اور قلق اور کرب اور دلی جوش سے اپنے رب کے ذکر میں مشغول ہوتے ہیں۔ یہ خشوع کی حالت جس کی تعریف کا اوپر اشارہ کیا گیا ہے روحانی وجود کی تیاری کے لئے پہلا مرتبہ ہے یا یوں کہو کہ وہ پہلا تخم ہے جو عبودیت کی زمین میں بویا جاتا ہے اور وہ اجمالی طور پر ان تمام قوی اور صفات اور اعضاء اور تمام نقش و نگار اور حسن و جمال اور خط و خال اور شمائل و دھانیہ پر مشتمل ہے

جو پانچویں اور چھٹے درجہ میں انسان کامل کے لئے نمودار طور پر ظاہر ہوتے اور اپنے کشمکش میں
 میں پہلی فرماتے ہیں۔ اور چونکہ وہ نطفہ کی طرح روحانی وجود کا پہلا مرتبہ ہے اس لئے وہ
 آیت قرآنی میں نطفہ کی طرح پہلے مرتبہ پر رکھا گیا ہے۔ اور نطفہ کے مقابل پر دکھایا گیا ہے یا
 وہ لوگ جو قرآن شریف میں خود کرتے ہیں سمجھیں کہ نماز میں خشوع کی حالت روحانی وجود کے
 لئے ایک نطفہ ہے اور نطفہ کی طرح روحانی طور پر انسان کامل کے تمام قوی اور صفات اور
 تمام نقش و نگار اس میں مخفی ہیں۔ اور جیسا کہ نطفہ اُس وقت تک معرض خطر میں ہے جب تک
 کہ رحم سے تعلق نہ پکڑے۔ ایسا ہی روحانی وجود کی یہ ابتدائی حالت یعنی خشوع کی حالت اُس
 وقت تک خطر سے خالی نہیں جب تک کہ رحیم خدا سے تعلق نہ پکڑے۔ یاد رہے کہ جب
 خدا تعالیٰ کا فیضان بغیر توسط کسی عمل کے ہو تو وہ رحمانیت کی صفت سے ہوتا ہے۔ جیسا کہ
 جو کچھ خدا نے زمین و آسمان وغیرہ انسان کے لئے بنائے یا خود انسان کو بنایا یہ سب فیض
 رحمانیت سے نمود میں آیا۔ لیکن جب کوئی فیض کسی عمل اور عبادت اور مجاہدہ اور ریاضت کے
 عوض میں ہو وہ رحیمیت کا فیض کہلاتا ہے۔ یہی صفت اللہ بنی آدم کے لئے جلدی ہے پس جبکہ
 انسان نماز اور یاد الہی میں خشوع کی حالت اختیار کرتا ہے تب اپنے تئیں رحیمیت کے فیضان
 کے لئے مستعد بناتا ہے۔ اور نطفہ میں اور روحانی وجود کے پہلے مرتبہ میں جو حالت خشوع ہے
 صوف فرق یہ ہے کہ نطفہ رحم کی کشش کا محتاج ہوتا ہے اور یہ رحیم کی کشش کی طرف احتیاج
 رکھتا ہے اور جیسا کہ نطفہ کے لئے ممکن ہے کہ وہ رحم کی کشش سے پہلے ہی ضائع ہو جائے

۴۔ پانچویں درجہ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں وہ ہے جو اس آیت میں بیان فرمایا گیا ہے یعنی وَالَّذِينَ
 هُمْ رِجَالٌ مَّا يَتَخَفَتُونَ أَصْوَابَهُمْ ذَلِكُمْ يَوْمَ يَعْلَمُونَ۔ اور چھٹا درجہ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں وہ ہے جو
 اس آیت میں بیان فرمایا گیا ہے یعنی وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ۔ اور یہ پانچویں
 درجہ جسمانی درجات کے جسم درجہ کے مقابل پر ہوتا ہے جس کی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے یعنی
 قَلَسُوا نَافِعًا مِّنْ خَلْقِهِمْ۔ اور چھٹا درجہ جسمانی درجات کے ششم درجہ کے مقابل پر ہوتا ہے
 جس کی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے قَلَسُوا نَافِعًا مِّنْ خَلْقِهِمْ۔

ایسا ہی روحانی وجود کے پہلے مرتبہ کے لئے یعنی حالت خشوع کے لئے ممکن ہے کہ وہ رحیم کی کشش اور تعلق سے پہلے ہی برباد ہو جائے۔ جیسا کہ بہت سے لوگ ابتدائی حالت میں اپنی نمازیں میں دوتے اور وجد کرتے اور نصوے مارتے اور خدا کی محبت میں طرح طرح کی دلوں کی غلامی کرتے ہیں اور طرح طرح کی عاشقانہ حالت دکھلاتے ہیں اور چونکہ اس ذات ذوالفضل سے جس کا نام رحیم ہے کوئی تعلق پیدا نہیں ہوتا اور نہ اس کی خاص تعلق کے جذبہ سے اس کی طرف کھینچے جاتے ہیں اس لئے ان کا وہ تمام صود و گداز اور تمام وہ حالت خشوع بے بنیاد ہوتی ہے اور بسا اوقات ان کا قدم پھسل جاتا ہے یہاں تک کہ پہلی حالت سے بھی بدتر حالت میں جا پڑتے ہیں۔ پس یہ عجیب دلچسپ مطابقت ہے کہ جیسا کہ نقطہ جسمانی وجود کا اول مرتبہ ہے اور جب تک رحم کی کشش اس کی دستگیری نہ کرے وہ کچھ چیز ہی نہیں۔ ایسا ہی حالت خشوع روحانی وجود کا اول مرتبہ ہے اور جب تک رحیم خدا کی کشش اس کی دستگیری نہ کرے وہ حالت خشوع کچھ بھی چیز نہیں۔ اسی لئے ہزار ہا ایسے لوگوں کو پاؤ گئے کہ اپنی عمر کے کسی حصہ میں یاد الہی اور نمازیں حالت خشوع سے لذت اٹھاتے اور وجد کرتے اور دوتے تھے اور پھر کسی ایسی نعمت نے ان کو پکڑ لیا کہ یک مرتبہ نفسانی امور کی طرف گر گئے اور دنیا اور دنیا کی خواہشوں کے جذبات سے وہ تمام حالت کو بیٹھے۔ یہ نہایت خوف کا مقام ہے کہ اکثر وہ حالت خشوع رحیمیت کے تعلق سے پہلے ہی ضائع ہو جاتی ہے اور قبل اس کے کہ رحیم خدا کی کشش اس میں کچھ کام کرے وہ حالت برباد اور تالود ہو جاتی ہے اور ایسی صورت میں وہ حالت جو روحانی وجود کا پہلا مرتبہ ہے اس نقطہ سے مشابہت رکھتی ہے کہ جو رحم سے تعلق پکڑنے سے پہلے ہی ضائع ہو جاتا ہے۔ غرض روحانی وجود کا پہلا مرتبہ جو حالت خشوع ہے اور جسمانی وجود کا پہلا مرتبہ جو نقطہ ہے باہم اس بات میں تشابہ رکھتے ہیں کہ جسمانی وجود کا پہلا مرتبہ یعنی نقطہ بغیر کشش رحم کے ایسا ہے اور روحانی وجود کا پہلا مرتبہ یعنی حالت خشوع بغیر جذب رحیم کے ایسا ہے اور جیسا کہ دنیا میں ہزار ہا نقطے تباہ ہوتے ہیں

اور نطفہ ہونے کی حالت میں ہی ضائع ہو جاتے ہیں اور رحم سے تعلق نہیں پکڑتے۔ ایسا ہی دنیا میں ہزار ہا مشغول کی حالتیں ایسی ہیں کہ رحیم خدا سے تعلق نہیں پکڑتیں اور ضائع ہو جاتی ہیں۔ ہزار ہا جاہل اپنے چند روزہ مشغول اور وجد اور گریہ و زاری پر خوش ہو کر خیال کرتے ہیں کہ ہم دلی ہو گئے، غوث ہو گئے، قطب ہو گئے اور ابدال میں داخل ہو گئے اور خدا رسیدہ ہو گئے۔ حالانکہ وہ کچھ بھی نہیں ہنوز ایک نطفہ ہے۔ ابھی تو نام خدا ہے غیہ صبا تو چھو بھی نہیں گئی ہے۔ افسوس کہ انہیں خام خیالیوں سے ایک دنیا ہلاک ہو گئی۔ اور یاد رہے کہ یہ روحانی حالت کا پہلا مرتبہ جو حالت مشغول ہے طرح طرح کے اسباب سے ضائع ہو سکتا ہے جیسا کہ نطفہ جو جسمانی حالت کا پہلا مرتبہ ہے انواع و اقسام کے حوادث سے تلف ہو سکتا ہے بچہ کن کے ذاتی نقص بھی ہے۔ مثلاً اس مشغول میں کوئی مشرکانہ طوئی ہے یا کسی بدعت کی آمیزش ہے یا اور لغویات کا ساتھ اشتراک ہے۔ مثلاً نفسانی خواہشیں اور نفسانی ناپاک جذبات یکاے خود زندہ مار رہے ہیں۔ یا سفلی تعلقات نے دل کو پکڑ رکھا ہے یا حقیقہ خیا کی لغو خواہشوں نے زیر کر دیا ہے۔ پس ان تمام ناپاک عوارض کے ساتھ حالت مشغول اس حالت نہیں تھرتی کہ رحیم خدا اس سے تعلق پکڑ جائے۔ جیسا کہ اس نطفہ سے رحم تعلق نہیں پکڑ سکتا جو اپنے اندر کسی قسم کا نقص رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہندو جو گیوں کی حالت مشغول اور حیسانی پادریوں کی حالت دکھا اور ان کو کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچا سکتی اور گودہ سوز و گداز میں اس قدر ترقی کریں کہ اپنے جسم کو بھی ساتھ ہی استخوان بنے پوست کر دیں تب بھی رحیم خدا ان سے تعلق نہیں کرتا۔ کیونکہ ان کی حالت مشغول میں ایک ذاتی نقص ہے اور ایسا ہی وہ بدعتی فقیر اسلام کے جو قرآن شریف کی پیروی چھوڑ کر ہزاروں بدعات میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ جنگ جرم اور شراب پینے سے بھی شرم نہیں کرتے اور دوسرے فسق و فجور بھی ان کے لئے شیر باد ہوتے ہیں چونکہ وہ ایسی حالت رکھتے ہیں کہ رحیم خدا سے اور اس کے تعلق سے کچھ مناسبت نہیں رکھتے بلکہ رحیم خدا کے نزدیک وہ تمام حالتیں

کر دہ ہیں اس لئے وہ باوجود اپنے طور کے وجود اور نقص اور اشعار خوانی اور سرود وغیرہ کے رحیم خدا کے تعلق سے سخت بے نصیب ہوتے ہیں اور اس نطفہ کی طرح ہوتے ہیں جو آشک کی بیماری یا جذام کے عارضہ سے مل جائے اور اس قابل نہ رہے کہ رحم بھی تعلق کر سکے۔ پس رحم اور رحیم کا تعلق یا عدم تعلق ایک ہی بنا پر ہے صرف روحانی اور جسمانی عوارض کا فرق ہے۔ اور جیسا کہ نطفہ بعض اپنے ذاتی عوارض کی رو سے اس ذاتی نہیں رہتا کہ رحم اس سے تعلق کر سکے اور اس کو اپنی طرف کھینچ سکے ایسا ہی حالت خشوع جو نطفہ کے درجہ پر ہے بعض اپنے عوارض ذاتیہ کی وجہ سے جیسے تکبر اور عجب اور دیا یا اور کسی قسم کی ضلالت کی وجہ سے یا شرک سے اس ذاتی نہیں رہتی کہ رحیم خدا اس سے تعلق کر سکے پس نطفہ کی طرح تمام فضیلت روحانی وجود کے اول مرتبہ کی جو حالت خشوع ہے رحیم خدا کے ساتھ حقیقی تعلق پیدا کرنے سے وابستہ ہے جیسا کہ تمام فضیلت نطفہ کی رحم کے ساتھ تعلق پیدا کرنے سے وابستہ ہے۔ پس اگر اس حالت خشوع کو اس رحیم خدا کے ساتھ حقیقی تعلق نہیں اور نہ حقیقی تعلق پیدا ہو سکتا ہے تو وہ حالت اس گندے نطفہ کی طرح ہے جس کو رحم کے ساتھ حقیقی تعلق پیدا نہیں ہو سکتا اور یاد رکھنا چاہیے کہ نماز اور یار الہی میں جو کبھی انسان کو حالت خشوع میسر آتی ہے اور وہ خود ذوق پیدا ہو جاتا ہے یا لذت محسوس ہوتی ہے یہ اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ اس انسان کو رحیم خدا سے حقیقی تعلق ہے جیسا کہ اگر نطفہ اندام نہانی کے اندر داخل ہو جائے اور لذت بھی محسوس ہو تو اس سے یہ نہیں سمجھا جاتا کہ اس نطفہ کو رحم سے تعلق ہو گیا ہے بلکہ تعلق کے لئے علیحدہ آثار اور علامات ہیں۔ پس یاد الہی میں ذوق شوق جس کو دوسرے عظموں میں حالت خشوع کہتے ہیں نطفہ کی اس حالت سے مشابہ ہے جب وہ ایک عورت انزال پر کر کے اندام نہانی کے اندر گر جاتا ہے اور اس میں کیا شک ہے کہ وہ جسمانی عالم میں ایک کمال لذت کا وقت ہوتا ہے لیکن تاہم فقط اس قطرہ مٹی کا اندر گرنا اس بات کو مستلزم نہیں

کہ رحم سے اس نطفہ کا تعلق بھی ہو جائے اور وہ رحم کی طرف کھینچا جائے پس ایسا ہی مدحانی ذوق شوق اور حالت خشوع اس بات کو مستلزم نہیں کہ جسم خدا سے ایسے شخص کا تعلق ہو جائے اور اس کی طرف کھینچا جائے بلکہ جیسا کہ نطفہ کبھی تراکاری کے طور پر کسی زبڈی کے اندام نہانی میں پڑتا ہے تو اس میں بھی ذہنی لذت نطفہ ڈالنے والے کو حاصل ہوتی ہے جیسا کہ اپنی بیوی کے ساتھ پس ایسا ہی بت پرستوں اور مخلوق پرستوں کا خشوع و خضوع اور حالت فقر و شوق و رندی باذن سے مشابہ ہے یعنی خشوع اور خضوع مشرکوں اور ان لوگوں کا جو محض اغراض دنیویہ کی بنا پر خدا تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں اس نطفہ سے مشابہت رکھتا ہے جو تراکاری و عورتوں کے اندام نہانی میں جا کر باعث لذت ہوتا ہے۔ ہر حال جیسا کہ نطفہ میں تعلق پڑنے کا استعداد ہے حالت خشوع میں بھی تعلق پڑنے کی استعداد ہے مگر وہ حالت خشوع اور رقت اور سوز اس بات پر دلیل نہیں ہے کہ وہ تعلق ہو بھی گیا ہے جیسا کہ نطفہ کی صورت میں جو اس مدحانی صورت کے مقابل پہلی مشاہدہ ظاہر کر رہا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے محبت کرے اور نہی عورت کے اندام نہانی میں داخل ہو جائے اور اس کو اس فعل سے کمال لذت حاصل ہو تو یہ لذت اس بات پر دلالت نہیں کرتی کہ حمل ضرور ہو گیا ہے۔ پس ایسا ہی خشوع اور سوز و گداز کی حالت گودہ کیسی ہی لذت اور سرور کے ساتھ ہو خدا سے تعلق پکڑنے کیلئے کوئی لازمی علامت نہیں ہے یعنی کسی شخص میں نماز اور یاد الہی کی حالت میں خشوع اور سوز و گداز نہ ہو کہ وہ بھی ایسا ہی ہو اس بات کو

ابتدائی حالت میں خشوع اور رقت کے ساتھ طرح کے خواہم جو کہتے ہیں۔ جیسا کہ تجربہ میں رونے کی حالت بہت ہوتی ہے اور بات بات میں رڈ جاتا اور خشوع اور انکسار اختیار کرتا ہے مگر ایسی بہت سے فرائض میں جیسا کہ انسان بہت سے لغویات میں مبتلا ہوتا ہے۔ اور صبح پہلے لغو باتوں اور لغو کاموں کی طرف ہی رغبت کرتا ہے اور اکثر لغو حرکات اور لغو طور پر کھانا اور پھینا ہی اس کو پسند آتا ہے جس میں بسا اوقات اپنے جسم کو بھی کوئی ضرر پہنچا دیتا ہے اس کا ظہر ہے کہ انسان کی زندگی کا راز میں فطرتاً پہلے لغویات ہی آتے ہیں اور پھر اس مرتبہ کے لئے کہ وہ سرگرم رہے کہ وہ پہنچ ہی نہیں سکتا۔ پس جیسا کہ بلا زینہ بخیر کا بیان کے لغویات کے پرہیز کرنا ہے تو اس بات ہے کہ صبح پہلا تعلق انسانی مشیت کو لغویات سے ہی ہوتا ہے۔ منقول

مستلزم نہیں کہ اس شخص کو خدا سے تعلق بھی ہے۔ ممکن ہے کہ یہ سب حالات کسی شخص میں موجود ہوں مگر ابھی اس کو خدا تعالیٰ سے تعلق نہ ہو۔ جیسا کہ مشاہدہ صریحہ اس بات پر گواہ ہے کہ بہت سے لوگ پند و نصیحت کی مجلسوں اور غلط و تذکیر کی محفلوں یا نماز اور یاد الہی کی حالت میں خوب روتے اور جد کرتے اور نعرے مارتے اور سوز و گداز ظاہر کرتے ہیں اور آنسوؤں کے دھندلے دل پر پانی کی طرح رواں ہو جاتے ہیں بلکہ بعض کا رونا تو منہ پر دکھا ہوا ہوتا ہے۔ ایک بات سنی اور دوسری مدوریا۔ مگر تاہم لغویات سے وہ کنارہ کش نہیں ہوتے اور بہت سے لغو کام اور لغو باتیں اور لغو میر و مٹاشے ان کے گلے کا ہار ہو جاتے ہیں۔ جن سے سمجھا جاتا ہے کہ کچھ بھی ان کو خدا تعالیٰ سے تعلق نہیں اور نہ خدا تعالیٰ کی عظمت اور ہیبت کچھ ان کے دلوں میں ہے۔ پس یہ عجیب تماشا ہے کہ ایسے گندے نفسوں کے ساتھ بھی خشوع اور سوز و گداز کی حالت جمع ہو جاتی ہے اور یہ عبرت کا مقام ہے اور اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مجرد خشوع اور گریہ و زاری کہ جو بغیر ترک لغویات ہو کچھ فخر کرنے کی جگہ نہیں اور نہ یہ قریب الہی اور تعلق باللہ کی کوئی علامت ہے۔ بہت سے ایسے فقیرین نے چشم خود دیکھے ہیں اور ایسا ہی بعض دوسرے لوگ بھی دیکھنے میں آئے ہیں کہ کسی صداک شاعر کے پڑھنے یا صداک نظامہ دیکھنے یا صداک قصہ کے سننے سے اس جلدی سے ان کے آنسو گرنے شروع ہو جاتے ہیں جیسا کہ بعض بادل اس قدر جلدی سے اپنے موٹے موٹے قطرے برساتے ہیں کہ باہر سونے والوں کو رات کے وقت فرصت نہیں دیتے کہ اپنا بستر بغیر تر ہونے کے اندر لے جا سکیں۔ لیکن میں اپنی ذاتی شہادت کو ہی دیتا ہوں کہ اکثر ایسے شخص میں نے بڑے مکار بلکہ دنیا داروں سے آگے بڑھے ہوئے پائے ہیں اور بعض کو میں نے ایسے خبیث طبع اور بد دیانت اور ہر مصلو سے بد معاش پایا ہے کہ مجھے انکی گریہ و زاری کی عادت اور خشوع و خضوع کی خصلت دیکھ کر اس بات سے کراہت آتی ہے کہ کسی مجلس میں ایسی رقت اور سوز و گداز ظاہر کر دوں۔ ال کسی زمانہ میں خصوصیت کے ساتھ یہ نیک بندوں کی علامت تھی مگر اب تو اکثر یہ پیرایہ مکاروں اور فریب دہ لوگوں کا ہو گیا ہے

بہتر کرے۔ بال سر کے لیے۔ ہاتھ میں تسبیح۔ آنکھوں سے دمدم آنسو جاری۔ لبوں میں کچھ حرکت
گویا ہر وقت ذکر الہی زبان پر جاری ہے۔ اور ساتھ اس کے برکت کی پابندی یہ علامتیں
اپنے فقر کی ظاہر کرتے ہیں۔ مگر دل مجزوم۔ محبت الہی سے محروم۔ اَللّٰہُ شَادِدُ اللّٰہُ۔ راستہ باز لوگ
میری اس تحریر سے مستثنیٰ ہیں جن کی ہر ایک بات بطور جوش اور حال کے ہوتی ہے نہ بطور
تکلف اور قال کے۔ بہر حال یہ تو ثابت ہے کہ گریہ و زاری اور غم شروع اور غم خوار نیک بندوں
کے لئے کوئی مخصوص علامت نہیں بلکہ یہ بھی انسان کے اندر ایک قوت ہے جو عمل اور بے عمل
دونوں صورتوں میں حرکت کرتی ہے۔ انسان بعض اوقات ایک فرضی قصہ پڑھتا ہے اور جانتا
ہے کہ یہ فرضی اور ایک ناول کی قسم ہے مگر تاہم جب اس کے ایک دردناک موقع پر پہنچتا ہے
تو اس کا دل اپنے قابو سے نکل جاتا ہے اور بے اختیار آنسو جاری ہوتے ہیں جو تھمتے
نہیں۔ ایسے دردناک قصے یہاں تک مؤثر پائے گئے ہیں کہ بعض وقت خود ایک انسان
ایک پر سوز قصہ بیان کرنا شروع کرتا ہے اور جب بیان کرتے کرتے اس کے ایک پر درد
موقع پر پہنچتا ہے تو آپ ہی چشم پر آب ہو جاتا ہے اور اس کی آواز بھی ایک رونے والے
شخص کے رنگ میں ہو جاتی ہے آخر اس کا دونا اچھل پڑتا ہے اور بھونکنے کے اندر ایک قسم
کی سرور اور لذت ہے وہ اس کو حاصل ہو جاتی ہے اور اس کو خوب معلوم ہوتا ہے کہ جس بند
پر وہ روتا ہے وہ بنا ہی غلط اور ایک فرضی قصہ ہے۔ پس کیوں اور کیا وجہ کہ ایسا ہوتا ہے
اس کی یہی وجہ ہے کہ سوز و گداز اور گریہ و زاری کی قوت جو انسان کے اندر موجود ہے اسکو
ایک واقعہ کے صحیح یا غلط ہونے سے کچھ کام نہیں بلکہ جب اس کے لئے ایسے اسباب پیدا
ہو جاتے ہیں جو اس قوت کو حرکت دینے کے قابل ہوتے ہیں تو خواہ خواہ وہ رقت حرکت
میں آجاتی ہے اور ایک قسم کا سرور اور لذت ایسے انسان کو پہنچ جاتا ہے گو وہ مومن ہو
یا کافر۔ اسی وجہ سے غیر شروع مجالس میں بھی جو طرح طرح کی بدعات پر مشتمل ہوتی ہیں
بے قید لوگ جو فقیروں کے لباس میں اپنے تمیں ظاہر کرتے ہیں مختلف قسم کی کافوں اور

شعروں کے سننے اور سرود کی تاثیر سے رقص اور وجد اور گریہ و زاری شروع کر دیتے ہیں اور اپنے رنگ میں لذت اٹھاتے ہیں۔ اور خیال کرتے ہیں کہ ہم خدا کو مل گئے ہیں۔ مگر یہ لذت اُس لذت سے مشابہ ہے جو ایک زانی کو حرامکار عورت سے ہوتی ہے۔

اور پھر ایک آدم مشابہت خشوع اور نطفہ میں ہے اور وہ یہ کہ جب ایک شخص کا نطفہ اس کی میوی یا کسی اور عورت کے اندر داخل ہوتا ہے تو اس نطفہ کا اندام نہانی کے اندر داخل ہونا اور انزال کی صورت پر کڑا کر رواں ہو جانا بصیغہ مدنی کی صورت پر ہوتا ہے جیسا کہ خشوع کی حالت کا نتیجہ بھی ہونا ہی ہوتا ہے۔ اور جیسے بے اختیار نطفہ پھیل کر صورت انزال اختیار کرتا ہے۔ یہی صورت کمال خشوع کے وقت رونے کی ہوتی ہے کہ رونا آنکھوں سے اچھلتا ہے اور بیچ انزال کی لذت کبھی حلال طور پر ہوتی ہے جبکہ اپنی بیوگیا انسان صحبت کرتا ہے اور کبھی حرام طور پر جبکہ انسان کسی حرام کار عورت سے صحبت کرتا ہے۔ یہی صورت خشوع اور سوز و گداز اور گریہ و زاری کی ہے یعنی کبھی خشوع اور سوز و گداز محض خدا سے واحد لا شریک کے لئے ہوتا ہے جس کے ساتھ کسی بدعت اور شرک کا رنگ نہیں ہوتا۔ پس وہ لذت سوز و گداز کی ایک لذت حلال ہوتی ہے مگر کبھی خشوع اور سوز و گداز اور اس کی لذت بدعت کی آمیزش سے یا مخلوق کی پرستش اور بتوں اور دیولوں کی پوجا میں بھی حاصل ہوتی ہے مگر وہ لذت حرامکاری کے جہانگ مشابہ ہوتی ہے۔ غرض پھر خشوع اور سوز و گداز اور گریہ و زاری اور اس کی لذتیں تعقیق باللہ کو مستلزم نہیں بلکہ جیسا کہ بہت سے ایسے نطفے ہیں جو ضائع جاتے ہیں اور جم ان کو قبول نہیں کرتا۔ ایسا ہی بہت سے خشوع اور خضوع اور زاری ہیں جو بعض آنکھوں کو کھوتا ہے اور جسم خدا ان کو قبول نہیں کرتا۔ غرض حالت خشوع کو جو روحانی وجود کا پہلا مرتبہ ہے نطفہ ہونے کی حالت کے جو حصہ ان وجود کا پہلا مرتبہ ہے ایک کھلی کھلی مشابہت ہے جس کو ہم تفصیل سے کچھ چکے ہیں اور یہ مشابہت کوئی معمولی امر نہیں ہے بلکہ صالح قدیم ملتانہ کے خاص ارادہ سے ان دونوں میں اکمل اور اتم مشابہت ہے یہاں تک کہ خدا تعالیٰ کی کتاب میں بھی لکھا گیا ہے کہ

دوسرے جہان میں بھی یہ دونوں لذتیں ہونگی۔ مگر مشابہت میں اس قدر ترقی کر جائیگی کہ ایک ہی ہو جائیں گی یعنی اُس جہان میں جو ایک شخص اپنی بیوی سے محبت اور اختلاط کرے گا وہ اس بات میں فرق نہیں کر سکیگا کہ وہ اپنی بیوی سے محبت اور اختلاط کرتا ہے یا محبتِ الہیہ کے دریائے بے پایاں میں غرق ہے اور اعلانِ حضرت عزت پر اسی جہان میں یہ کیفیت ظاہر ہو جاتی ہے جو اہل دنیا اور محجوبوں کے لئے ایک امر فوق الغم ہے۔

اب ہم یہ تو بیان کر چکے کہ روحانی وجود کا پہلا مرتبہ جو حالتِ خشوع ہے جسمانی وجود کے پہلے مرتبہ سے جو نطفہ ہے مشابہتِ تام رکھتا ہے۔ اس کے بعد یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ روحانی وجود کا دوسرا مرتبہ بھی جسمانی وجود کے دوسرے مرتبہ سے مشابہ اور مماثل ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ روحانی وجود کا دوسرا مرتبہ وہ ہے جو اس آیت کریمہ میں بیان فرمایا گیا ہے یعنی ذَٰلِیْنَ هَضَرَ حَیْنَ لِلْعَوْنِ مَعْرِضُونَ۔ یعنی وہ ہیں جو عفو باتوں اور عفو کاموں اور عفو حرکتوں اور عفو مجلسوں اور عفو محبتوں اور عفو تعظیفات سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں۔ اور اس کے مقابل پر جسمانی وجود کا دوسرا مرتبہ وہ ہے جس کو خدا تعالیٰ نے اپنے کلامِ عزیز میں عَلَقَہ کے نام سے موصوم فرمایا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَہً یعنی پھر ہم نے نطفہ کو علقہ بنایا۔ یعنی ہم نے اُس کو لغو طور پر منائع ہونے سے بچا کر رحم کی تاثیر اور تعلق سے علقہ بنا دیا۔ اس سے پہلے وہ معرضِ خطر میں تھا اور کچھ معلوم نہ تھا کہ وہ انسانی وجود بنے یا ضائع جائے۔ لیکن وہ رحم کے تعلق کے بعد منائع ہونے سے محفوظ ہو گیا اور اس میں ایک تغیر پیدا ہو گیا جو پہلے نہ تھا۔ یعنی وہ ایک جیسے ہوئے خون کی صورت میں ہو گیا۔ اور تو ام بھی غلیظ ہو گیا اور رحم سے اس کا ایک علاقہ ہو گیا اس لئے اس کا نام علقہ رکھا گیا اور ایسی عورت حاملہ کہلانے کی مستحق ہو گئی۔ اور بوجہ اس علاقہ کے رحم اس کا سر پرست بن گیا اور اس کے زیرِ سرِ نطفہ کا نشوونما ہونے لگا۔ مگر اس حالت میں نطفہ نے کچھ زیادہ پاکیزگی حاصل نہیں کی

صرف ایک خون جما ہوا بن گیا اور رحم کے تعلق کی وجہ سے ضائع ہونے سے بچ گیا اور جس طرح
اور صورتوں میں ایک نطفہ لغو طور پر پھیلتا اور یہودہ طور پر اندر سے بہ نکلتا اور کپڑوں کو
پلید کرتا تھا اب اس تعلق کی وجہ سے بیکار جانے سے محفوظ رہ گیا۔ لیکن ہنوز وہ ایک
جما ہوا خون تھا جس نے ابھی نجاست خفیہ کی آلودگی سے پاکی حاصل نہیں کی تھی۔ اگر
رحم سے یہ تعلق اس کا پیدا نہ ہوتا تو ممکن تھا کہ وہ اندام نہانی میں داخل ہو کر بھی رحم میں
قزاونہ پاسکتا اور باہر کی طرف بہ جاتا۔ مگر رحم کی قوت جذبہ نے اپنے خاص جذب سے
اُس کو تمام لیا اور پھر ایک جیسے ہوئے خون کی شکل پر بنا دیا۔ تب جیسا کہ ہم بیان کر
چکے ہیں اس تعلق کی وجہ سے علقہ کہلایا۔ اور اس سے پہلے رحم نے اُس پر کوئی اپنا خاص
اثر ظاہر نہیں کیا تھا اور اسی اثر نے اس کو ضائع ہونے سے روکا اور اسی اثر سے نطفہ
کی طرح اُس میں رقت بھی باقی نہ رہی یعنی اس کا توام دیکھ اور بتلا نہ رہا بلکہ کسی قدر
گاڑھا ہو گیا۔

اور اس علقہ کے مقابل پر جو جسمانی وجود کا دوسرا مرتبہ ہے روحانی وجود کا دوسرا
مرتبہ وہ ہے جس کا ابھی ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں جس کی طرف قرآن شریف کی یہ آیت
اشارہ کرتی ہے وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ یعنی رہائی یافتہ مومن وہ لوگ
ہیں جو لغو کاموں اور لغو باتوں اور لغو حرکتوں اور لغو صحبتوں سے اور لغو
تعلقات سے اور لغو خوشوں سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں اور ایمان ان کا اس درجہ تک
پہنچ جاتا ہے کہ اس قدر کنارہ کشی اُن پر پہل ہو جاتی ہے کیونکہ بوجہ ترقی ایمان کے کسی قدر
تعلق اُن کا خدائے رحیم سے ہو جاتا ہے جیسا کہ علقہ ہونے کی حالت میں جب نطفہ کا
تعلق کسی قدر رحم سے ہو جاتا ہے تو وہ لغو طور پر گر جانے یا بہ جانے یا اور طور پر ضائع
ہو جانے سے امن میں آ جاتا ہے۔ لَئِنْ شَاءَ اللہ۔ سو روحانی وجود اسی مرتبہ دوم میں خدائے رحیم
سے تعلق بعینہ اُس تعلق سے مشابہ ہوتا ہے جو جسمانی وجود کے دوسرے مرتبہ پر علقہ کو

رحم سے تعلق ہو جاتا ہے۔ اور جیسا کہ قبل ظہور دوسرے مرتبہ وجود روحانی کے نوعتقلقات اور
نوعتخلوں سے رہائی پانا غیر ممکن ہوتا ہے اور صرف وجود روحانی کا پہلا مرتبہ یعنی خشوع اور
عجز و نیاز کی حالت اکثر رباذ بھی چلی جاتی ہے اور انجام بد ہوتا ہے۔ ایسا ہی نطفہ بھی جو
جسمانی وجود کا پہلا مرتبہ ہے علقہ بننے کی حالت سے پہلے بسا اوقات بعد یا مرتبہ نوعطول
پر ضائع ہو جاتا ہے۔ پھر جب ارادہ الہی اس بات کے متعلق ہوتا ہے کہ نوعطول پر ضائع نہ ہو
اس کو بچائے تو اس کے امر اور اذن سے ذی نطفہ رحم میں علقہ بن جاتا ہے۔ تب وہ
وجود جسمانی کا دوسرا مرتبہ کہلاتا ہے۔ غرض دوسرا مرتبہ روحانی وجود کا جو تمام نوعطولوں
اور تمام نوعطولوں سے پرہیز کرنا اور نوعطولوں اور نوعتقلقات اور نوعوشوں سے کنارہ کش
ہونا ہے یہ مرتبہ بھی اسی وقت میسر آتا ہے کہ جب خدائے رحیم سے انسان کا تعلق پیدا
ہو جائے۔ کیونکہ یہ تعلق میں ہی طاقت اور قوت ہے کہ دوسرے تعلق کو توڑتا ہے۔ اور
ضائع ہونے سے بچاتا ہے اور گو انسان کو اپنی ناز میں حالت خشوع میسر آجائے جو
روحانی وجود کا پہلا مرتبہ ہے پھر بھی وہ خشوع نوعطولوں اور نوعطولوں اور نوعوشوں کے
روک نہیں سکتا جب تک کہ خدا سے وہ تعلق نہ ہو جو روحانی وجود کے دوسرے
مرتبہ پر ہوتا ہے۔ اس کی ایسی ہی مثال ہے کہ گو ایک انسان اپنی میوی سے ہر روز
کئی دفعہ محبت کرے تاہم وہ نطفہ ضائع ہونے سے رگ نہیں سکتا جب تک کہ
رحم سے اس کا تعلق پیدا نہ ہو جائے۔

پس خدا تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ اس کے یہی
معنی ہیں کہ مومن ذہبی ہیں جو نوعتقلقات سے اپنے میں لگ کرتے ہیں اور نوعتقلقات
سے اپنے میں لگ کر خدا تعالیٰ کے تعلق کا موجب ہے۔ گویا نوعطولوں کے دل کو
نوعتقلقات سے الگ ہونا خدا تعالیٰ کے تعلق کا اس لئے موجب ہے کہ خدا تعالیٰ نے انہیں
آیات میں اَحْلَمَ کے لفظ کے ساتھ وعدہ فرمایا ہے کہ جو شخص خدا کی طلب میں کوئی کام

چھڑنا خدا سے دل کو لگا لینا ہے۔ کیونکہ انسان تقید ابدی کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اور طبعی طور پر اس کے دل میں خدا تعالیٰ کی محبت موجود ہے۔ پس اسی وجہ سے انسان کی روح کو خدا تعالیٰ سے ایک تعلق ازلی ہے۔ جیسا کہ آیت اَللّٰهُنَّ يَرْجِعُكُمْ قَالَُوا بَلٰی سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور وہ تعلق جو انسان کو رحیمیت کے پر توہ کے نیچے آکر یعنی عبادات کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ سے حاصل ہوتا ہے جس تعلق کا پہلا مرتبہ یہ ہے کہ خدا پر ایمان لاکر ہر ایک لغو بات اور لغو کام اور لغو مجلس اور لغو حرکت اور لغو تعلق اور لغو جوش سے کنارہ کشی کی جائے۔ وہ اُسی ازلی تعلق کو ممکن قوت سے حیرتِ فعل میں لانا ہے کوئی نئی بات نہیں ہے۔ اور جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں انسان کے روحانی وجود کا پہلا مرتبہ جو نماز اور یاد الہی میں حالتِ خشوع اور رقت اور سوز و گداز ہے یہ مرتبہ اپنی ذات میں صرف اطلاق کی حیثیت رکھتا ہے۔ یعنی نفسِ خشوع کے لئے یہ لازمی امر نہیں ہے کہ ترکِ لغویات بھی مانتھی ہو یا اس سے بڑھ کر کوئی اخلاقِ فاضلہ اور عاداتِ ہندہ مانتھی ہوں بلکہ ممکن ہے کہ جو شخص نماز میں خشوع اور رقت و سوز اور گریہ و زاری اختیار کرتا ہے خواہ اس قدر کہ دوسرے پر بھی اس کا اثر پڑتا ہے۔ ہنوز لغو باتوں اور لغو کاموں اور لغو حرکتوں اور لغو مجلسوں اور لغو تعلقوں اور لغو نفسانی جوشوں سے اس کا دل پاک نہ ہو یعنی ممکن ہے کہ ہنوز معاصی سے اس کو درستگاری نہ ہو۔ کیونکہ خشوع کی حالت کا

۲۲۲

حقا کہ وہ بقدرِ محنت کشی اور بقدرِ اپنی سعی کے خدا کو پائے گا۔ اور اس سے تعلق پیدا کرے گا۔ پس جو شخص خدا کا تعلق حاصل کرنے کے لئے لغو کام چھوڑتا ہے اس کو اس دعوہ کے موافق جو مَظْهَرُ اَخْلَاقِ میں ہے ایک خفیہ مانتھی خدا تعالیٰ سے ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جو اس نے کام کیا ہے وہ بھی بڑھاپا کام نہیں صرف ایک خفیہ تعلق کو جو اس کو لغویات سے جدا چھوڑ دیا ہے اور یاد رہے کہ جیسا کہ مَظْهَرُ اَخْلَاقِ میں آیت میں موجود ہے یعنی اس آیت میں کہ قَدْ اَخْلَقَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ مَخْشَوْنَ بَصِيْطًا صَاف کے طور پر تمام آئمہ ائمہ سے دعوہ کے طور پر تعلق ہے۔ پس یہ آیت کہ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ مَخْشَوْنَ بَصِيْطًا یہ معنی رکھتی ہے کہ قَدْ اَخْلَقَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ مَخْشَوْنَ بَصِيْطًا اور انھوں نے بَصِيْطًا کا مَظْهَر ہر ایک مرتبہ ایمان پر ایک خاص معنی رکھتا ہے اور ایک خاص تعلق کا دعوہ دیتا ہے۔ منجھان

کبھی کسی دل پر دام نہ پڑنا یا نماز میں ذوق اور سرور حاصل ہونا یہ اور چیز ہے اور طہارتِ نفس اور چیز اور گو کسی سالک کا خشوع اور عجز و نیاز اور سوز و گداز بدعت اور شرک کی آمیزش سے پاک بھی ہوتا ہم ایسا آدمی جس کا وجود روحانی ابھی مرتبہ دوم تک نہیں پہنچا ابھی صرف قبلہ روحانی کا قصد کر رہا ہے اور راہ میں سرگرداں ہے اور ہنوز اس کی راہ میں طرح طرح کے دشت و بیابان اور خارستان اور کوہستان اور بحر عظیم پر طوفان اور دندگان دشمن ایمان و دشمن جان قدم قدم پر بیٹھے ہیں تا وقتیکہ وجود روحانی کے دوسرے مرتبہ تک نہ پہنچ جائے۔

یاد رہے کہ خشوع اور عجز و نیاز کی حالت کو یہ بات ہرگز لازم نہیں ہے کہ خدا سے سچی تعلق ہو جائے بلکہ بسا اوقات شریر لوگوں کو بھی کوئی غم نہ توہرا ہی دیکھ کر خشوع پیدا ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ سے ان کو کچھ بھی تعلق نہیں ہوتا اور نہ لغو کاموں سے ابھی رہائی ہوتی ہے۔ مثلاً وہ زلزلہ جو ۱۲ اپریل ۱۹۰۵ء کو آیا تھا اس کے آنے کے وقت لاکھوں لوگوں میں ایسا خشوع اور سوز و گداز ہوا تھا کہ بجز خدا کے نام لینے اور دہانے کے اور کوئی کام نہ تھا یہاں تک کہ دہریوں کو بھی اپنا دہریہ پن بھول گیا تھا۔ اور پھر جب وہ وقت جاتا رہا اور زمین ٹھہر گئی تو حالتِ خشوع ناپید ہو گئی یہاں تک کہ میں نے سنا ہے کہ بعض دہریوں نے جو اس وقت خدا کے قائل ہو گئے تھے بڑی بے حیائی اور دلیری سے کہا کہ ہمیں غلطی مل گئی تھی کہ ہم زلزلہ کے دھب میں آ گئے ورنہ خدا نہیں ہے۔ غرض جیسا کہ ہم بار بار لکھ چکے ہیں خشوع کی حالت کے ساتھ بہت گنج جمع ہو سکتے ہیں البتہ وہ تمام آئندہ کمالات کیلئے تخم کی طرح ہے اگر اسی حالت کو کمال سمجھنا اپنے نفس کو دھوکہ دینا ہے۔ بلکہ بعد اسکے ایک اور مرتبہ ہے جس کی تلاش مومن کو کرنی چاہیے اور کسی آدمی نہیں لینا چاہیے نہ سست نہیں ہونا چاہیے جب تک وہ رتبہ حاصل نہ ہو جائے اور وہی مرتبہ ہے جس کو کلامِ حق نے ان الفاظ سے بیان فرمایا ہے وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ یعنی مومن صرف آدمی لوگ نہیں ہیں جو نماز میں خشوع اختیار کرتے اور سوز و گداز ظاہر کرتے ہیں بلکہ ان

پڑھ کر وہ مومن ہیں کہ جو باوجود خشوع اور سوز و گداز کے تمام لغو باتوں اور لغو کاموں اور لغو
تعلقلوں سے کٹنا نہ کش ہو جاتے ہیں اور اپنی خشوع کی حالت کو بیہودہ کاموں اور لغو باتوں
کے ساتھ ملا کر ضائع اور برباد ہونے نہیں دیتے اور طبعتاً تمام لغویات سے علیحدگی اختیار
کرتے ہیں اور بیہودہ باتوں اور بیہودہ کاموں سے ایک کراہت اُن کے دلوں میں پیدا ہو جاتی
ہے اور یہ اس کراہت پر دلیل ہوتی ہے کہ ان کو خدا تعالیٰ سے کچھ تعلق ہو گیا ہے۔ کیونکہ ایک
طرف سے انسان تب ہی منہ پھیرتا ہے جب دوسری طرف اس کا تعلق ہو جاتا ہے پس دنیا
کی لغو باتوں اور لغو کاموں اور لغو سیر و تماشا اور لغو صحبتوں سے واقعی طور پر اسی وقت انسان
کا دل ٹھنڈا ہوتا ہے جب دل کا خزانہ رحیم سے تعلق ہو جائے اور دل پر اس کی عظمت اور
ہیبت غالب آجائے۔ ایسا ہی نطفہ بھی اسی وقت لغو طور پر ضائع ہو جانے سے
محفوظ ہوتا ہے جب رحم سے اس کا تعلق ہو جائے اور رحم کا اثر اس پر غالب آجائے اور
اس تعلق کے وقت نطفہ کا نام علقہ ہو جاتا ہے۔ پس اسی طرح روحانی وجود کا دوسرا مرتبہ بھی
جو مومن کا مغرض من اللغو ہونا ہے روحانی طور پر علقہ ہے کیونکہ اسی مرتبہ پر مومن کے دل پر
ہیبت اور عظمت الہی وارد ہو کر اس کو لغو باتوں اور لغو کاموں سے چھڑاتی ہے اور ہیبت اور
عظمت الہی سے متاثر ہو کر ہمیشہ کے لئے لغو باتوں اور لغو کاموں کو چھوڑ دیتا ہے وہ حالت ہے
جس کو دوسرے لفظوں میں تعلق بائد کہتے ہیں۔ لیکن یہ تعلق جو صرف لغویات کے ترک کرنے کی
وجہ سے خدا تعالیٰ سے ہوتا ہے یہ ایک خفیف تعلق ہے۔ کیونکہ اس مرتبہ پر مومن صرف لغویات
سے تعلق توڑتا ہے لیکن نفس کی ہرزہ کی چیزوں سے اور ایسی باتوں سے جن پر معیشت کی آسودگی
کا حصہ ہے ابھی اس کے دل کا تعلق ہوتا ہے اس لئے ہنوز ایک حصہ پلیدی کا اس کے اندر
رہتا ہے۔ اسی وجہ سے خدا تعالیٰ نے وجود روحانی کے اس مرتبہ کو علقہ سے مشابہت دی ہے اور
علقہ خون جما ہوا ہوتا ہے جس میں بیاہٹ خون ہونے کے ایک حصہ پلیدی کا باقی ہوتا ہے اور
اس مرتبہ میں نقص اس لئے وہ جاتا ہے کہ ایسے لوگ پورے طور پر خدا تعالیٰ سے ڈرتے نہیں اور

پورے طور پر ان کے دلوں میں حضرت عزت بشارت کی عظمت اور ہیبت نہیں سمجھی اس لئے صرف
 نمکی اور لغو باتوں کے چھوڑنے پر قانع ہو سکتے ہیں نہ اور باتوں پر۔ پس ناچار اس قدر پلیدی اُن کے
 نفوس ناقصہ میں رہ جاتی کہ وہ خدا تعالیٰ کو ایک غیبت مطلق پیدا کر کے غیبت کو تکبرہ کش ہو جاتے ہیں مگر ان کا کوئی
 چھوڑ نہیں سکتے جن کا چھوڑنا نفس پر بہت جہاد ہے یعنی وہ خدا تعالیٰ کیلئے ان چیزوں کو چھوڑ نہیں سکتے جو
 نفسانی لذات کیلئے لازم ضروری ہیں۔ اس بیان سے ظاہر ہے کہ بعض غویات کے لئے میرزا ایسا نہیں ہے جو
 بہت قابل تحسین ہو بلکہ یہ مومن کی ایک ادنیٰ حالت ہے ہاں شعور کی حالت ایک درجہ ترقی پر ہے۔
 اور جسمانی وجود کے تیسرے درجہ کے مقابل پر روحانی وجود کا تیسرا درجہ واقع ہوا ہے اسکی
 تفصیل یہ ہے کہ جسمانی وجود کا تیسرا مرتبہ یہ ہے جو اس آیت میں بیان فرمایا گیا ہے تَخْلُقْنَا
 الْعَلَقَةَ مَخْضُوۡةً یعنی پھر بعد اس کے ہم نے علقہ کو بوٹی بنایا۔ یہ وہ مرتبہ ہے جس میں
 وجود جسمانی انسان کا ناپاکی سے باہر آتا ہے اور پہلے سے اس میں کسی قدر شدت اور صلابت بھی
 پیدا ہو جاتی ہے کیونکہ نطفہ اور خون جم ہوا جو علقہ ہے وہ دونوں ایک نجاست خفیہ اپنے اندر
 رکھتے ہیں اور اپنے قوام کے لئے بھی یہ نسبت مضغہ کے نرم اور رقیق ہیں مگر مضغہ جو ایک گوشت
 کا ٹکڑا ہوتا ہے پاک حالت اپنے اندر پیدا کرتا ہے اور یہ نسبت نطفہ اور علقہ کے قوام میں بھی
 ایک حد تک سختی پیدا کر لیتا ہے۔ یہی حالت روحانی وجود کے تیسرے درجہ کی ہے اور روحانی
 وجود کا تیسرا درجہ وہ ہے جو اس آیت میں بیان فرمایا گیا ہے۔ وَالَّذِيۡنَ هُمْ لِرَبِّکَۃٍ فَاٰخِلُوۡہَا
 اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ وہ مومن کہ جو پہلی دو حالتوں سے بڑھ کر قدم رکھتا ہے وہ صریحاً ہودہ
 اور لغو باتوں سے ہی کنارہ کش نہیں ہوتا بلکہ بخل کی پلیدی کو دور کرنے کے لئے جو طبعاً ہر ایک
 انسان کے اندر ہوتی ہے نلکہ بھی دیتا ہے یعنی خدائی راہ میں ایک حصہ اپنے مال کا خرچ کرنا
 زکوٰۃ کا نام اسی لئے زکوٰۃ ہے کہ انسان اس کی بجا آوری سے یعنی اپنے مال کو جو اس کو بہت
 پیارا ہے اللہ دینے سے بخل کی پلیدی سے پاک ہو جاتا ہے۔ اور جب بخل کی پلیدی جس انسان
 طبعاً بہت تعلق رکھتا ہے انسان کے اندر سے نکل جاتی ہے تو وہ کسی حد تک پاک بن کر

خدا سے جو اپنی ذات میں پاک ہے ایک نسبت پیدا کر لیتا ہے۔
 کوئی اس پاک سے جو دل لگا دے، کرے پاک آپ کو تب اسکو پاوے
 اور یہ مرتبہ پہلی دو حالتوں میں پایا نہیں جاتا۔ کیونکہ صرف خشوع اور عجز دنیا یا صرف نحو
 باتوں کو ترک کرنا ایسے انسان سے بھی ہو سکتا ہے۔ جس میں ہنود بخل کی پلیدی موجود
 ہے لیکن جب انسان خدا تعالیٰ کے لئے اپنے اس مال عزیز کو ترک کرتا ہے جس پر اس
 کی زندگی کا مدار اور معیشت کا انحصار ہے اور جو محنت اور عرق ریزی سے کمایا
 گیا ہے۔ تب بخل کی پلیدی اس کے اندر سے نکل جاتی ہے اور اس کے ساتھ ہی ایمان
 میں بھی ایک شدت اور صلابت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ دونوں حالتیں مذکور بالا جو پہلے
 اس سے ہوتی ہیں ان میں یہ پاکیزگی حاصل نہیں ہوتی بلکہ ایک چھپی ہوئی پلیدی اس کے
 اندر رہتی ہے۔ اس میں حکمت یہی ہے کہ لغویات سے منہ پھرنے میں صرف ترک شر ہے
 اور شر بھی ایسی جس کی زندگی اور بقا کے لئے کچھ ضرورت نہیں اور نفس پر اس کے ترک
 کرنے میں کوئی مشکل نہیں لیکن اپنا محنت سے کمایا ہوا مال محض خدا کی خوشنودی کے لئے
 دینا یہ کسب خیر ہے جس سے وہ نفس کی ناپاکی جو سب ناپاکیوں سے بدتر ہے یعنی بخل دور
 ہوتا ہے۔ لہذا یہ ایمانی حالت کا تیسرا درجہ ہے جو پہلے دو درجوں سے اشراف اور افضل ہے
 اور اس کے مقابل پر جسمانی وجود کے تیار ہونے میں مضغہ کا درجہ ہے جو پہلے دو درجوں نطفہ
 اور علقہ سے فضیلت میں بڑھ کر ہے اور پاکی میں خصوصیت رکھتا ہے کیونکہ نطفہ اور علقہ
 دونوں نجاست خفیفہ سے ملوث ہیں مگر مضغہ پاک حالت میں ہے اور جس طرح رحم میں مضغہ
 کو بہ نسبت نطفہ اور علقہ کے ایک ترقی یافتہ حالت اور پاکیزگی پیدا ہو جاتی ہے اور بہ نسبت
 نطفہ اور علقہ کے رحم سے اس کا تعلق بھی زیادہ ہو جاتا ہے اور شدت اور صلابت بھی زیادہ
 ہو جاتی ہے یہی حالت وجود روحانی کی مرتبہ سوم کی ہے جسکی تصریح خدا تعالیٰ نے یہ فرمائی ہے
 وَالَّذِينَ هُمْ لِلرَّكُوتِ فَاعِلُونَ یعنی مومن وہ ہیں جو اپنے نفس کو بخل سے پاک

کرنے کے لئے اپنا عزیز مال خدا کی راہ میں دیتے ہیں اور اس فعل کو وہ آپ اپنی مرضی سے اختیار کرتے ہیں۔ پس وجود روحانی کی اس مرتبہ موم میں وہی تین خوبیاں پائی جاتی ہیں جو وجود جسمانی کے مرتبہ موم میں یعنی مغفہ ہونے کی حالت میں پائی جاتی ہیں۔ کیونکہ یہ حالت جو نخل سے پلک ہونے کے لئے اپنا مال خدا کی راہ میں خرچ کرنا اور اپنی محنت سے حاصل کردہ سرمایہ محض اللہ دوسرے کو دینا بہ نسبت اس حالت کے جو محض نخل و باتوں اور نخل کاموں سے پرہیز کرنا ہے ایک ترقی یافتہ حالت ہے اور اس میں صریح اور بدہی طوطہ پر نخل کی پلیدی پاکیزگی حاصل ہوتی ہے اور خدا نے رحیم سے تقویٰ بڑھاتا ہے کیونکہ اپنے مال عزیز کو خدا کیلئے چھوڑنا بہ نسبت نخل و باتوں کے چھوڑنے کے زیادہ تر نفس پر بھاری ہے اسلئے اس زیادہ تکلیف اٹھانے کے کام سے خدا سے تقویٰ بھی زیادہ ہو جاتا ہے اور باعث ایک شفقت کا کام بجا رنے کے ایمانی شدت اور صلوات بھی زیادہ ہو جاتی ہے۔

اب اس کے بعد روحانی وجود کا چوتھا درجہ وہ ہے جس کو خدا تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں ذکر فرمایا ہے۔ وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهَوْنَ۔ یعنی تیسرے درجہ سے بڑھ کر مومن وہ ہیں جو اپنے تئیں نفسانی جذبات اور شہوات ممنوعہ سے بچا لیں۔ یہ درجہ تیسرے درجہ سے اس لئے بڑھ کر ہے کہ تیسرے درجہ کا مومن تو صرف مال کو جو اس کے نفس کو نہایت پیارا اور عزیز ہے خدا تعالیٰ کی راہ میں دیتا ہے لیکن چوتھے درجہ کا مومن وہ چیز خدا تعالیٰ کی راہ میں نذر کرتا ہے جو مال سے بھی زیادہ پیاری اور محبوب ہے یعنی شہوات نفسانیہ کیونکہ انسان کو اپنی شہوات نفسانیہ سے اس قدر محبت ہے کہ وہ اپنی شہوات کے پورا کرنے کیلئے اپنے مال عزیز کو مال کی طرح خرچ کرتا ہے اور نہ تو اس پر یہ شہوات کے پورا کرنے کیلئے ربا کر دیتا ہے اور شہوات کے حاصل کرنے کے لئے مال کو کچھ بھی چیز نہیں سمجھتا۔ جیسا کہ دیکھا جاتا ہے ایسے جس طبع اور نخل و لک جو ایک محتاج بھوکے درنگے کو باعث محنت نخل کے ایک پیسہ بھی دے نہیں سکتے شہوات نفسانیہ کے جوش میں بازاری غارتوں کو ہزاروں روپیہ

دیکر اپنا گھر دیران کر لیتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ سیلاب شہوت ایسا تند اور تیز ہے کہ
 بخل جیسی نجات کو بھی پہاڑے جاتا ہے۔ اس لئے یہ بدیہی امر ہے کہ بر نسبت اس قوت
 ایمانی کے جس کے ذریعہ سے بخل دُور ہوتا ہے اور انسان اپنا عزیز مال خدا کے لئے دیتا ہے
 یہ قوت ایمانی جس کے ذریعہ سے انسان شہوات نفسانیہ کے طوفان سے بچتا ہے نہایت
 زبردست اور شیطان کا مقابلہ کرنے میں نہایت سخت اور نہایت دیر باہ ہے کیونکہ اس کا کام
 یہ ہے کہ نفسِ امّارہ جیسے پُرلے آژدہا کو اپنے پیروں کے نیچے کچل ڈالتی ہے۔ اور بخل تو
 شہواتِ نفسانیہ کے پورا کرنے کے جوش میں اور نیز ریاء اور نمود کے دقتوں میں بھی دُور ہو
 سکتا ہے۔ مگر یہ طوفان جو نفسانی شہوات کے غلبہ سے پیدا ہوتا ہے یہ نہایت سخت اور
 دیر پا طوفان ہے جو کسی طرح بجز رحمِ خداوندی کے دُور ہو ہی نہیں سکتا اور جس طرح جسمانی
 وجود کے تمام اعضا دین سے ہڈی نہایت سخت ہے اور اس کی عمر بھی بہت لمبی ہے اسی
 طرح اس طوفان کے دُور کرنے والی قوت ایمانی نہایت سخت اور عمر بھی لمبی رکھتی ہے تا
 ایسے دشمن کا دیر تک مقابلہ کر کے پامال کر سکے اور وہ بھی خدا تعالیٰ کے رحم سے۔ کیونکہ
 شہواتِ نفسانیہ کا طوفان ایک ایسا ہولناک اور پُر آشوب طوفان ہے کہ بجز خاص
 رحمِ حضرت احدیت کے فرو نہیں ہو سکتا۔ اسی وجہ سے حضرت یوسفؑ کو کہنا
 پڑا وَمَا أُبْیَحِّی نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَا تَارِکًا بِالشَّوْعِرِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ۔
 یعنی میں اپنے نفس کو بری نہیں کرتا۔ نفس نہایت دجہ بدی کا حکم دینے والا ہے اور
 اس کے حملہ سے غلصہ غیر ممکن ہے مگر یہ کہ خود خدا تعالیٰ رحم فرمادے۔ اس آیت میں جیسا
 کہ فقرہ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ ہے طوفانِ نوح کے ذکر کے وقت بھی اسی کے مشابہ الفاظ
 میں کیونکہ وہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا عَاصِمَ اَلْیَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَحِمَ
 پس یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ طوفان شہواتِ نفسانیہ اپنی عظمت
 اور مہبت میں نوح کے طوفان سے مشابہ ہے۔

اور اس جہدِ حلی کے مقابل پر جو وجود روحانی کا پتہ تھا درجہ ہے جسمانی وجود کا درجہ چہارم ہے جس کے بارے میں قرآن شریف میں یہ آیت ہے فَخَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ عِظَامٍ - یعنی پھر ہم نے مغضہ سے ہڈیاں بنائیں۔ اور ظاہر ہے کہ ہڈیوں میں بہ نسبت مغضہ یعنی بوٹی کے زیادہ صلابت اور سختی پیدا ہو جاتی ہے اور نیز ہڈی بہ نسبت مغضہ کے بہت دیر پا ہے اور ہزاروں برس تک اس کا نشان رہ سکتا ہے پس جو روحانی کے درجہ چہارم اور جو جسمانی کے درجہ چہارم میں مشابہت ظاہر ہے کیونکہ جو روحانی کے درجہ چہارم میں بہ نسبت وجود روحانی کے درجہ سوم کے ایسا شدت اور صلابت زیادہ ہے اور خدا نے رحیم سے تعلق بھی زیادہ۔ ایسا ہی وجود جسمانی کے درجہ چہارم میں جو استخوان کا پیدا ہونا ہے بہ نسبت درجہ سوم وجود جسمانی کے جو محض مغضہ یعنی بوٹی ہے جسمانی طور پر شدت اور صلابت زیادہ ہے اور رحم سے تعلق بھی زیادہ۔

پھر چہارم درجہ کے بعد پانچواں درجہ وجود روحانی کا وہ ہے جس کو خدا تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں ذکر فرمایا ہے وَالَّذِينَ هُمْ لَا يُكَاذِبُ هُمْ وَلَا مَا لَهُمْ مِنْ دَعْوَةٍ هُمْ زَاهِقُونَ۔ یعنی پانچویں درجہ کے مومن جو چوتھے درجہ سے بڑھ گئے ہیں وہ ہیں جو صرف اپنے نفس میں ہی کمال نہیں رکھتے جو نفسِ آمارہ کی شہوات پر غالب آگئے ہیں اور اس کے جذبات پر ان کو فتحِ عظیم حاصل ہو گئی ہے بلکہ وہ حتیٰ الوسع خدا اور اس کی مخلوق کی تمام امانتوں اور تمام عہدوں کے ہر ایک پہلو کا لحاظ رکھ کر تقویٰ کی باریک راہوں پر قدم مارنے کی کوشش کرتے ہیں اور جہاں تک طاقت ہے اس راہ پر چلتے ہیں۔ خدا کے عہدوں سے مراد وہ ایمانی عہد ہیں جو بیعتِ ایمان لانے کے وقت مومن سے لئے جاتے ہیں جیسے شرک نہ کرنا، خون ناحق نہ کرنا وغیرہ۔

لفظ زَاهِقُونَ جو اس آیت میں آیا ہے جس کے معنی ہیں رعایت رکھنے والے۔ یہ لفظ عرب کے محاورہ کے موافق اس جگہ بولا جاتا ہے جہاں کوئی شخص اپنی توت اور طاقت کے مطابق

کسی اس کی باریک راہ پر چلنا اختیار کرتا ہے اور اس امر کے تمام دقائق بجا لانا چاہتا ہے اور کوئی پہلو اس کا چھوڑنا نہیں چاہتا۔ پس اس آیت کا حامل مطلب یہ ہوا کہ وہ مومن جو وجودِ مددِ مانی کے پنجم درجہ پر ہیں حتیٰ الوسع اپنی موجودہ طاقت کے موافق تقویٰ کی باریک راہوں پر قدم مارتے ہیں اور کوئی پہلو تقویٰ کا جو امانتوں یا عہد کے متعلق ہے خالی چھوڑنا نہیں چاہتے اور سب کی رعایت رکھنا انکا ملحوظ نظر ہوتا ہے اور اس بات پر خوش نہیں ہوتے کہ وہ طرہ پر اپنے تئیں امین اور صادق العہد قرار دے دیں بلکہ ڈرتے رہتے ہیں کہ وہ پردہ اُن سے کوئی خیانت ظہور پذیر نہ ہو۔ پس طاقت کے موافق اپنے تمام معاملات میں توجہ سے غور کرتے رہتے ہیں کہ ایسا نہ ہو کہ اندرونی طور پر اُن میں کوئی نقص اور خرابی ہو اور اسی رعایت کا نام دوسرے نفلوں میں تقویٰ ہے۔

خلاصہ مطلب یہ کہ وہ مومن جو وجودِ مددِ مانی میں پنجم درجہ پر ہیں وہ اپنے معاملات میں خواہ خدا کے ساتھ میں خواہ مخلوق کے ساتھ بے قید اور خلیع الزین نہیں ہوتے بلکہ اس خوف سے کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک کسی اعتراض کے نیچے نہ آجائیں اپنی امانتوں اور عہدوں میں دُور دُور کا خیال رکھ لیتے ہیں اور ہمیشہ اپنی امانتوں اور عہدوں کی پُر تال کرتے رہتے ہیں اور تقویٰ کی دُور میں سے اس کی اندرونی کیفیت کو دیکھتے رہتے ہیں تا ایسا نہ ہو کہ وہ پردہ اُنکی امانتوں اور عہدوں میں کچھ خور ہو۔ اور جو امانتیں خدا تعالیٰ کی اُن کے پاس ہیں جیسے تمام قویٰ اور تمام اعضاء اور جان احوال اور عزت وغیرہ انکو حتیٰ الوسع اپنی بیابندی تقویٰ بہت اہمیت سے اپنے اپنے محل پر استعمال کرتے رہتے ہیں اور جو عہد ایمان لانے کے وقت خدا تعالیٰ سے کیا ہے کمال صدق سے حتیٰ المقدور اس کے پورا کرنے کے لئے کوشش میں لگے رہتے ہیں ایسا ہی جو امانتیں مخلوق کی اُن کے پاس ہوں یا ایسی چیزیں جو امانتوں کے حکم میں ہوں اُن سب میں ۳ بمقدور تقویٰ کی پابندی سے کا بندہ ہوتے ہیں۔ اگر کوئی متانہ و واقع ہو تو تقویٰ کو مد نظر رکھ کر اس کا فیصلہ کرتے ہیں گو اس فیصلہ میں نقصان اٹھائیں۔ یہ درجہ جو تیسرے درجہ سے ملے ہوگا

کہ اس میں حتی الوسع تمام اعمال میں تقویٰ کی باریک راہوں سے کام لینا پڑتا ہے اور حتی الوسع جمع کلمہ میں ہر ایک قدم تقویٰ کی رعایت سے اٹھانا پڑتا ہے مگر چوتھا درجہ صرف ایک ہی موٹی بات ہے اور وہ یہ کہ ناسا سے اللہ کا رکوع پس کرنا اور ہر ایک سمجھ سکتا ہے کہ ذرا ایک بہت بیجانی کا کام ہے اور اس کا ترکیب شہوات نفس انداز ہو کر ایسا ناپاک کام کرتا ہے جو انسانی نفس کے حلال سلسلہ میں یہ حرام کو طوطا دیتا ہے اور فصیح نثر کا موجب ہوتا ہے۔ اسی درجہ سے شریعت نے اسکو ایسا بھاری گناہ قرار دیا ہے کہ اسی دنیا میں ایسے فحش کیلئے حد شرعی مقرر ہے پس ظاہر ہے کہ مومن کی تکمیل کے لئے صرف یہی کافی نہیں کہ وہ زنا سے پرہیز کرے کیونکہ زنا نہایت درجہ مفسد طبع اور بے حیا انسانوں کا کام ہے اور یہ ایک ایسا موٹا گناہ ہے جو جاہل سے جاہل اسکو برا سمجھتا ہے اور اس پر بھڑکے گی ایسا کھنکھائی ہوئی نہیں کر سکتا پس اسکا ترک کرنا ایک معمولی شرافت ہے کوئی بڑے کمال کی بات نہیں لیکن انسان کی تمام روحانی خوبصورتی تقویٰ کی تمام باریکیوں پر قدم مارنا ہے تقویٰ کی باریک راہیں روحانی خوبصورتی کے لطیف نقوش اور خوشنما خط و خال ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ کی نعمتوں اور ایمانی جہنم کی حتی الوسع رعایت کرنا اور ہر سے پیر تک جتنے قوی اور احصاء میں

۵۴

۴۔ ایمان کے لئے شروع کی حالت مثل بیج کہ ہے اور پھر بخوبی باتوں کے چھوڑنے سے ایمان اپنا نرم نرم سبزہ نکالتا ہے اور پھر اپنا پل بطور نرگس دینے سے ایمانی درخت کی پھنسیاں نکلتی ہیں جو اس کو کسی قدر مضبوط کرتی ہیں اور پھر شہوات نفسانہ کا مقابلہ کرنے سے اس پھنسیوں میں خوب مضبوطی اور سختی پیدا ہو جاتی ہے اور پھر اپنے جہد اور اذیتوں کی تمام شاخوں کی محافظت کرنے سے درخت ایمان کا اپنے مضبوط تنہ پر کھڑا ہو جاتا ہے اور پھر اس لئے کہ وقت ایک اور طاقت کا فیضان اس پر ہوتا ہے کیونکہ اس طاقت سے پہلے نہ درخت کو پھل مل سکتا ہے نہ پھول۔ وہی طاقت روحانی پیدائش کے مرتبہ ششم میں حق آخر اہل حق ہے اور اسی مرتبہ ششم پر انسانی کمال کے پھل اور محصول ظاہر ہونے شروع ہوتے ہیں اور انسانی درخت کی روحانی شاخیں نہ صرف مکمل ہو جاتی ہیں بلکہ اپنے پھل بھی دیتی ہیں۔ منجلیں

۵۔ ایمانی جہنم سے مراد وہ جہد میں جو انسان صحت اور ایمان لانے کے وقت ان کا اقرار کرتا ہے جیسے کہ وہ غوی نہیں کرے گا۔ چھدی نہیں کریگا۔ جھوٹی گواہی نہیں دیگا۔ خدا سے کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیگا اور اسلام اور پیروی ہی سے اٹھ کر علیہ وسلم پر مرسے گا۔ منجلیں

جن میں ظاہری طور پر ہتھیائیں اور کان اور ہاتھ اور دوسرے اعضاء ہیں اور باطنی طور پر دل اور دوسری قوتیں اور اخلاق ہیں۔ ان کو جہاں تک طاقت ہو ٹھیک ٹھیک محل ضرورت پر استعمال کرنا اور ناجائز مواقع سے روکنا اور ان کے پوشیدہ جملوں سے متنبہ رہنا اور اسی کے مقابل پر حقوق العباد کا بھی لحاظ رکھنا یہ وہ طریق ہے کہ انسان کی تمام روحانی خوبصورتی اس سے وابستہ ہے اور خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں تقویٰ کو لباس کے نام سے موسوم کیا ہے۔ چنانچہ لَیْسَ الْتَقْوٰی فَرَقَ شَرِیْفٍ کا لفظ ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ روحانی خوبصورتی اور روحانی زینت تقویٰ سے ہی پیدا ہوتی ہے۔ اور تقویٰ یہ ہے کہ انسان خدا کی تمام امانتوں اور ایمانی عہد اور ایسا ہی مخلوق کی تمام امانتوں اور عہد کی حتی الوسع رعایت رکھے یعنی ان کے دقیق در دقیق پہلوؤں پر تامل و تدبیر کا بند بوجائے۔

یہ تو وجود روحانی کا پانچواں درجہ ہے اور اس کے مقابل پر جسمانی وجود کا پانچواں درجہ وہ ہے جس کا اس آیت کریمہ میں ذکر ہے فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا۔ یعنی پھر ہم نے ہڈیوں پر گوشت مڑھ دیا اور جسمانی بناوٹ کی کسی قدر خوبصورتی دکھلا دی۔ یہ عجیب ملاحظہ ہے کہ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے ایک جگہ روحانی طور پر تقویٰ کو لباس قرار دیا ہے ایسا ہی کَسَوْنَا کا لفظ جو کسوۃ سے نکلا ہے وہ بھی بتا رہا ہے کہ جو گوشت ہڈیوں پر مڑھا جاتا ہے وہ بھی ایک لباس ہے جو ہڈیوں کو پہنایا جاتا ہے۔ پس یہ دونوں لفظ دلالت کر رہے ہیں کہ جیسی خوبصورتی کا لباس تقویٰ پہناتی ہے ایسا ہی وہ کسوۃ جو ہڈیوں پر چڑھائی جاتی ہے ہڈیوں کے لئے ایک خوبصورتی کا پیرایہ بخشی ہے۔ وہاں لباس کا لفظ ہے اور یہاں کسوۃ کا اور دونوں کے معنی ایک ہیں۔ اور نص قرآنی باوازا بند پکار رہی ہے کہ دونوں کا مقصد خوبصورتی ہے اور جیسا کہ انسان کی تدرج پر سے اگر تقویٰ کا لباس اتار دیا جائے تو روحانی بدشکلی اس کی ظاہر ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اگر وہ گوشت و پوست جو عظیم مطلق نے انسان کی ہڈیوں پر مڑھا ہے مگر ہڈیوں پر سے اتار دیا جائے تو انسان کی جسمانی شکل

ہدایت کردہ نکل آتی ہے۔ مگر اس درجہ پنجم میں خواہ درجہ پنجم وجود جسمانی کا ہے اور خواہ درجہ پنجم وجود روحانی کا ہے کال خوبصورتی پیدا نہیں ہوتی۔ کیونکہ ابھی رُوح کا اُس پر فیضان نہیں ہوا ہے۔ امر مشہود و محسوس ہے کہ ایک انسان کو کیسا ہی خوبصورت ہو جب وہ مر جاتا ہے اور اُس کی رُوح اس کے اندر سے نکل جاتی ہے تو ساتھ ہی اس شخص میں بھی فرق آ جاتا ہے جو اُس کو قدرت قادر نے عطا کیا تھا۔ حالانکہ تمام اعضا و اہ تمام نقوش موجود ہوتے ہیں۔ مگر صرف ایک رُوح کے نکلنے سے انسانی قالب کا گھر ایک ویران اور سنسان سا معلوم ہوتا ہے اور آب و تاب کا نشان نہیں رہتا۔ یہی حالت رُوحانی وجود کے پانچویں درجہ کی ہے کیونکہ یہ امر بھی مشہود و محسوس ہے کہ جب کسی مؤمن میں خدا تعالیٰ کی طرف سے اُس رُوح کا فیضان نہ ہو جو وجود رُوحانی کے چٹے درجہ پر ملتی ہے اور ایک فوق العادت طاقت اور زندگی بخشی ہے تب تک خدا کی امانتوں کے ادا کرنے اور لوگوں کے شیک طہر پر استعمال کرنے اور صدق کے ساتھ اس کا ایمانی جہد پورا کرنے اور ایسا ہی مخلوق کے حقوق اور عہدوں کے ادا کرنے میں وہ آب و تاب تقویٰ پیدا نہیں ہوتی جس کا شخص اور خوبی دلوں کو اپنی طرف کھینچے اور جس کی ہر ایک اور فوق العادت اور اعجاز کے رنگ میں معلوم ہو بلکہ قبل اس رُوح کے تقویٰ کے ساتھ تکلف اور بناوٹ کی ایک طوفانی ہوتی ہے کیونکہ اس میں وہ رُوح نہیں ہوتی جو حسن روحانی کی آب و تاب دکھلا سکے اور یہ سچ اور بالکل سچ ہے کہ ایسے مومن کا قدم جو ابھی اس رُوح خلی ہے پورے طور پر نیکی پر قائم نہیں رہ سکتا بلکہ جیسا کہ ایک نوا کے دھکے سے مرہ کا کوئی عضو حرکت کر سکتا ہے اور جب ہوا اُٹھ ہو جائے تو پھر مرہ اپنی حالت پر آ جاتا ہے ایسا ہی وجود رُوحانی کے خیمہ درجہ کی حالت ہوتی ہے کیونکہ صرف عارضی طور پر خدا تعالیٰ کی نسیم رحمت اس کو نیک کاموں کی طرف جنش دیتی رہتی ہے اور اس طرح تقویٰ کے کام اُس سے صلہ ہوتے ہیں۔ لیکن ابھی نیکی کی رُوح اس کے اندر آ بلو نہیں ہوتی اس لئے وہ حسن معاملہ اس میں پیدا نہیں ہوتا جو اس رُوح کے داخل ہونے کے بعد اپنا جلوہ دکھاتا

غرض یہ نجم مرتبہ وجود روحانی کا گو ایک ناقص مرتبہ حسن تقویٰ کا حاصل کر لیتا ہے مگر کمال اس حسن وجود روحانی کے درجہ ششم پر ہی ظاہر ہوتا ہے جبکہ خدا تعالیٰ کی اپنی محبت ذاتیہ روحانی وجود کے لئے ایک نوع کی طرح ہو کر انسان کے دل پر نازل ہوتی اور تمام نقصانوں کا تدارک کرتی ہے اور انسان محض اپنی قوتوں کے ساتھ کبھی کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ روح خدا اقلنے کی طرف سے نازل نہ ہو۔ جیسا کہ حافظ شیرازی نے فرمایا ہے ۔

مابدال منزل عالی تو انیم رسید و ہاں گر طفت تو چہ شہ بند گامے چند

پھر درجہ پنجم کے بعد چھٹا درجہ وجود روحانی کا وہ ہے جس کو خدا تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں ذکر فرمایا ہے : **وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَواتِهِمْ يُحَافِظُونَ** یعنی چھٹے درجہ میں جو پانچویں درجہ سے بڑھ گئے ہیں وہ ہیں جو اپنی نمازوں پر آپ محافظہ نگہبان ہیں یعنی وہ کسی دوسرے کی تذکیر اور یاد دہانی کے محتاج نہیں رہے بلکہ کچھ ایسا تعلق ان کو خدا سے پیدا ہو گیا ہے اور خدا کی یاد کچھ اس قسم کی محبوب طبع اور دل آویز اور مدار زندگی ان کے لئے ہو گئی ہے کہ وہ ہر وقت اس کی نگہبانی میں گئے رہتے ہیں اور ہر دم ان کا یاد الہی میں گذرتا ہے اور نہیں چاہتے کہ ایک دم بھی خدا کے ذکر سے الگ ہوں۔

اب ظاہر ہے کہ انسان اسی چیز کی محافظت اور نگہبانی میں تمام تر کوشش کر کے ہر دم لگا رہتا ہے جس کے گم ہونے میں اپنی طاقت اور تہیاری دیکھتا ہے جیسا کہ ایک مسافر جو ایک بیابان پر آج و انداز میں سفر کر رہا ہے جس کے صدمہ کو سن تک پانی اور روٹی ملنے کی کوئی امید نہیں وہ اپنے پانی اور روٹی کی جو ساتھ رکھتا ہے بہت محافظت کرتا ہے اور اپنی جان کے برابر اس کو سمجھتا ہے کیونکہ وہ یقین رکھتا ہے کہ اس کے ضائع ہونے میں اس کی موت ہے پس وہ لوگ جو اس مسافر کی طرح اپنی نمازوں کی محافظت کرتے ہیں اور گویا ان کا نقصان ہر نوعیت کا نقصان ہر زمانہ کی وجہ سے کوئی ناراض ہو جائے نماز کو نہیں چھوڑتے اور اس کے ضائع ہونے کے اندیشہ میں سخت بے تاب ہوتے اور یہی کتاب کھاتے گویا مری جاتے ہیں اور نہیں چاہتے

۵۵

کہ ایک دم بھی یادِ الہی سے لگ ہوں۔ وہ درحقیقت نماز اور یادِ الہی کو اپنی ایک ضروری غذا سمجھتے ہیں جس پر ان کی زندگی کا مدار ہے اور یہ حالت اس وقت پیدا ہوتی ہے کہ جب خدا تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے۔ اور اس کی محبت ذاتیہ کا ایک انفرودتہ شعلہ جس کو روحانی وجود کیلئے ایک دُورج کہنا چاہیئے ان کے دل پر نازل ہوتا ہے اور ان کو حیاتِ ثانی بخش دیتا ہے اور وہ دُورج ان کے تمام وجود روحانی کو روشنی اور زندگی بخشتی ہے۔ تب وہ نہ کسی تکلف اور بناوٹ سے خدا کی یاد میں لگے رہتے ہیں بلکہ وہ خدا جس نے جسمانی طور پر انسان کی زندگی روٹی اور پانی پر موقوف رکھی ہے وہ ان کی دُورجانی زندگی کو جس سے وہ پیار کرتے ہیں اپنی یاد کی غذا سے وابستہ کر دیتا ہے۔ اس لئے وہ اس روٹی اور پانی کو جسمانی روٹی اور پانی سے زیادہ چاہتے ہیں۔ اور اس کے معلق ہونے سے ڈرتے ہیں اور یہ اس دُورج کا اثر ہوتا ہے جو ایک شعلہ کی طرح ان میں ڈالی جاتی ہے جس سے عشقِ الہی کی کامل مستی ان میں پیدا ہو جاتی ہے اس لئے وہ یادِ الہی سے ایک دم الگ ہونا نہیں چاہتے۔ وہ اس کے لئے دکھ اٹھاتے اور مصائب دیکھتے ہیں مگر اس سے ایک لحظہ بھی جُدا ہونا نہیں چاہتے اور پاسِ انفاس کرتے ہیں۔ اور اپنی نمازوں کے محافظ اور نگہبان رہتے ہیں۔ اور یہ امر ان کے لئے طبیعتی ہے کیونکہ درحقیقت خدا نے اپنی محبت بھری ہوئی یاد کو جس کو دوسرے لفظوں میں نماز کہتے ہیں ان کے لئے ایک ضروری غذا مقرر کر دیا ہے اور اپنی محبت ذاتیہ سے ان کی تحسّیٰ فرما کر یادِ الہی کی ایک دلکش لذت ان کو عطا کی ہے۔ پس اس وجہ سے یادِ الہی جان کی طرح بلکہ جان سے بڑھ کر ان کو عزیز ہو گئی ہے اور خدا کی ذاتی محبت ایک نئی دُورج ہے جو شعلہ کی طرح ان کے دلوں پر پڑتی ہے اور ان کی نماز اور یادِ الہی کو ایک غذا کی طرح ان کے لئے بنا دیتی ہے۔ پس وہ یقین رکھتے ہیں کہ ان کی زندگی روٹی اور پانی سے نہیں بلکہ نماز اور یادِ الہی سے جیتے ہیں۔

غرض محبت بھری ہوئی یادِ الہی جس کا نام نماز ہے وہ درحقیقت ان کی غذا ہو جاتی ہے جس کے بغیر وہ جی ہی نہیں سکتے اور جس کی محافظت اور نگہبانی بعینہ اس مسافر کی طرح وہ کرتے

۱۵۵

ہے جس کی جو ایک شے بے آب و دانہ میں اپنی چند ریڑیوں کی محافظت کرتا ہے جو اس کے پاس ہیں ان کو اپنے کسی قدر پانی کو جان کے ساتھ رکھتا ہے جو اس کی مشک میں ہے وہ اسے مطلق نے انسان کی روحانی ترقیات کے لئے یہ بھی ایک مرتبہ رکھا ہوا ہے جو محبت ذاتی اور عشق کے غلبہ اور استیلاء کا آخری مرتبہ ہے اور وہ حقیقت اس مرتبہ پر انسان کیلئے محبت بھری ہوئی یاد الہی جس کا شرعی اصطلاح میں نماز نام ہے غذا کے قائم مقام ہو جاتی ہے بلکہ وہ بار بار جسمانی رُوح کو بھی اس غذا پر فدا کرنا چاہتا ہے وہ اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا جیسا کہ پہلی بغیر پانی کے زندہ نہیں رہ سکتی اور خدا سے علیحدہ ایک دم بھی بسر کرنا اپنی نبوت سمجھتا ہے۔ اور اس کی رُوح آستانہ الہی پر ہر وقت سجدہ میں رہتی ہے اور تمام آرام اُن کا خدا ہی میں ہو جاتا ہے اور اس کو یقین ہوتا ہے کہ میں اگر ایک طرفہ العین بھی یاد الہی سے الگ ہوا تو میں میں مرا۔ اور جس طرح مدنی سے جسم میں تازگی اور آنکھ اور کان وغیرہ اعضا کی قوتوں میں توانائی آ جاتی ہے اسی طرح اس مرتبہ پر یاد الہی جو عشق اور محبت کے جوش سے ہوتی ہے مومن کی روحانی قوتوں کو ترقی دیتی ہے یعنی آنکھ میں قوت کشف نہایت صاف اور طبیعت طور پر پیدا ہو جاتی ہے اور کان خدا تعالیٰ کے کلام کو سُنتے ہیں اور زبان پر وہ کلام نہایت لذیذ اور اجلی اور اعظمی طور پر جاری ہو جاتا ہے اور رؤیائے صادقہ بکثرت ہوتے ہیں۔

بہت سے کہیں اس دم میں گرفتار ہیں کہ میں بھی بعض اوقات کچھ خواب آ جاتی ہے یا بچا الہام ہو جاتا ہے تو میں میں اللہ کے علی مرتبہ کے لوگوں میں فرق کیا ہوا اور ان عالی مرتبہ لوگوں کی کیا خصوصیت باقی رہی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس قدر طاقت خواب دیکھنے یا الہام کی اس غرض سے عام لوگوں کی عظمت میں رکھی گئی ہے کہ ان کے پاس بھی ان کی باریک باتوں کا کسی قدر نمونہ ہو جو اس جہن سے دعا و الوداد بائیں ہیں۔ اور اس طرح پر وہ اپنے پاس ایک نمونہ دیکھ کر دولت قبولی سے محروم نہ رہیں اور ان پر اتمام حجت ہو جائے۔ ورنہ اگر انسانوں کی یہ حالت ہوتی کہ وہی اور رؤیا عبادہ کی حقیقت سے وہ باطل بے خبر ہوتے تو بجز انکار کے کیا کر سکتے تھے اور اس حالت میں کسی قید محضہ تھے۔ پھر جبکہ باوجود موجود ہونے اس نمونہ کے زمانہ حال کے فلسفی اب تک وہی اور رؤیا صادقہ کا انکار

+

جو خلق صبح کی طرح ظہور میں آجاتے ہیں اور باعث علاقہ صافیہ محبت جو حضرت عترۃ سے ہوتا ہے بیشتر خواہوں سے بہت ماحصہ اُن کو ملتا ہے۔ یہی وہ مرتبہ ہے جس مرتبہ پر مومن کو محسوس ہوتا ہے کہ خدا کی محبت اس کے لئے لدنی اور بانی کا کام دیتی ہے۔ یہ نئی پیدائش انوت ہوتی ہے جب پہلے روحانی قالب تمام تیار ہو چکا ہے۔ اور پھر وہ روح جو محبت ذاتیہ الہیہ کا ایک شعلہ ہے ایسے مومن کے دل پر اُپر آتا ہے اور یکدم طاقت بالائشیں بشریت بلند تر اُس کو لے جاتی ہے۔ اور یہ مرتبہ وہ ہے جس کو روحانی طور پر خلقِ آخر کہتے ہیں۔ اس مرتبہ پر خدا تعالیٰ اپنی ذاتی محبت کا ایک افروزتہ شعلہ جس کو دوسرے نظموں میں (روح کہتے ہیں مومن کے دل پر نافذ کرتا ہے اور اس سے تمام تاریکیوں اور آلائشوں اور کمزوریوں کو دور کر دیتا ہے۔ اور اس روح کے چھوٹنے کے ساتھ ہی وہ حسن جو ذاتی مرتبہ پر تھا کمال کو پہنچ جاتا ہے اور ایک روحانی آب و تاب پیدا ہو جاتی ہے اور گندی زندگی کی بونگی بجتی دُور ہو جاتی ہے اور مومن اپنے اندر محسوس کر لیتا ہے کہ ایک نئی دُور اس کے اندر داخل ہو گئی ہے جو پہلے نہیں تھی۔ اُس دُور کے مٹنے سے ایک عجیب سکینت اور اطمینان مومن کو حاصل ہو جاتی ہے اور محبت ذاتیہ ایک خواہ کی طرح جوش مارتی اور عبودیت کے پودہ کی آبپاشی کرتی ہے اور وہ آگ جو پہلے ایک معمولی گرمی کی حد تک تھی اس درجہ پر وہ تمام دکال افروزتہ ہو جاتی ہے اور انسانی وجود کی تمام خس و خاشاک کو جلا کر الوہیت کا قبضہ اس پر کر دیتی ہے۔ اور وہ آگ تمام اعضاء پر احاطہ کر لیتی ہے۔ تب اُس لوہے کی مانند جو نہایت بھ آگ میں

کرتے ہیں تو سبقت عام لوگوں کا کیا حال ہوتا ہے کہ انکے پاس کوئی بھی نونہ نہ ہوتا۔ اور یہ خیال کہ میں بھی بعض اوقات بھی نہیں آجاتی میں یا کوئی بچے اہام ہو جاتے ہیں اس سے رسولوں انبیوں کی عظمت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ کیونکہ ایسے لوگوں کے دُور اور اہام شکوک اور شبہات کے دُخان سے غلبہ نہیں ہوتے اور باہر مہم مقدار میں بھی کم ہوتے ہیں جیسا کہ ایک مفسر ایک بیگناہ ایک بادشاہ کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور نہیں کر سکتا کہ میرے پاس بھی مل ہے اور اس کے پاس بھی ایسا ہی یہ مقابلہ بھی بیگناہ اور امیر طاقت ہے۔

تقریباً
۱۰۰
۱۰۰
۱۰۰
۱۰۰

تپایا جائے یہاں تک کہ سرخ ہو جائے اور آگ کے رنگ پر ہو جائے۔ اس مومن سے اولیٰ میت کے آثار اور افعال ظاہر ہوتے ہیں۔ جیسا کہ لوہا بھی اس درجہ پر آگ کے آثار اور افعال ظاہر کرتا ہے مگر یہ نہیں کہ وہ مومن خدا ہو گیا ہے بلکہ محبت الہیہ کا کچھ ایسا ہی خاصہ ہے جو اپنے رنگ میں ظاہر وجود کو لے آتی ہے اور باطن میں عبودیت اور اس کا منفعہ موجود ہوتا ہے۔ اس درجہ پر مومن کی روح خدا ہوتا ہے جس کے کھانے پر اس کی زندگی موقوف ہے اور مومن کا پانی بھی خدا ہوتا ہے جس کے پینے سے وہ موت سے بچ جاتا ہے۔ اور اس کی ٹھنڈی ہوا بھی خدا ہی ہوتا ہے جس سے اس کے دل کو راحت پہنچتی ہے۔ اور اس مقام پر استعداد کے رنگ میں یہ کہتا ہے جانہ ہو گا کہ خدا اس مرتبہ کے مومن کے اندر داخل ہوتا اور اس کے رگ و ریشہ میں سرایت کرتا اور اس کے دل کو اپنا تخت گاہ بنا لیتا ہے۔ تب وہ اپنے روح سے نہیں بلکہ خدا کی روح سے دیکھتا اور خدا کی روح سے سنتا اور خدا کی روح سے بولتا اور خدا کی روح سے چلتا اور خدا کی روح سے دشمنوں پر حملہ کرتا ہے کیونکہ وہ اس مرتبہ پر نستی اور استہلاک کے مقام میں ہوتا ہے اور خدا کی روح اس پر مبنی محبت ذاتیہ کے ساتھ تجلی فرما کر حیات ثانی اس کو بخشی ہے۔ پس اس وقت روحانی طور پر اس پر یہ آیت صادق آتی ہے۔

ثُمَّ أَنْشَأْنَا لَهُ خَلْقًا آخَرَ فَأَتْبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ .

یہ تو وجود روحانی کا مرتبہ ششم ہے جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے اور اس کے مقابل پر جسمانی پیدائش کا مرتبہ ششم ہے اور اس جسمانی مرتبہ کے لئے بھی وہی آیت ہے جو روحانی مرتبہ کے لئے اوپر ذکر ہو چکی ہے یعنی ثُمَّ أَنْشَأْنَا لَهُ خَلْقًا آخَرَ فَأَتْبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ۔ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ جب ہم ایک پیدائش کو تیار کر چکے تو بعد اس کے ہم نے ایک اور پیدائش سے انسان کو پیدا کیا۔ اور کے لفظ سے یہ سمجھنا مقصود ہے کہ وہ ایسی فوق الفہم پیدائش ہے جس کا سمجھنا انسان کی عقل سے بالاتر ہے اور اس کے فہم سے بہت دور یعنی روح جو قالب کی

تیار کی کے بعد جسم میں ڈالی جاتی ہے وہ ہم نے انسان میں روحانی اور جسمانی دونوں طور پر ڈال دی جو معمول الکئہ ہے اور جس کی نسبت تمام فلسفی اور اس مادی دنیا کے تمام مقلد حیران ہیں کہ وہ کیا چیز ہے۔ اور جبکہ حقیقت تک ان کو راہ نہ ملی تو اپنی اٹکل سے ہر ایک نے ٹکس لگائیں۔ کسی نے روح کے وجود سے ہی انکار کیا۔ اور کسی نے اس کو قدیم اور غیر مخلوق سمجھا پس اللہ تعالیٰ اسبجگہ فرماتا ہے کہ ”روح“ بھی خدا کی پیدائش ہے مگر دنیا کے فہم سے بالاتر ہے اور جیسا کہ اس دنیا کے فلاسفر اس روح سے بے خبر ہیں جو وجود جسمانی کے چھٹے مرتبہ پر خدا تعالیٰ کی طرف سے جسم پر فاشق ہوتی ہے ویسا ہی وہ لوگ اس روح سے بھی بے علم رہے کہ جو وجود روحانی کے چھٹے مرتبہ پر مومن صادق کو خدا تعالیٰ سے ملتی ہے اور اس بارے میں بھی مختلف راہیں اختیار کیں۔ بہتوں نے ایسے لوگوں کی پوجا شروع کر دی جن کو وہ روح بھی دی گئی تھی اور ان کو قدیم اور غیر مخلوق اور خدا سمجھ لیا اور بہتوں نے اس سے انکار کر دیا کہ اس مرتبہ کے لوگ بھی ہوتے ہیں اور ایسی روح بھی انسان کو ملتی ہے۔

لیکن اس بات کو بہت جلد ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ جب کہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور خدا نے زمین کے تمام پرند و چرند پر اس کو بزرگی سے کر اور سب پر حکومت بخش کر اور عقل و فہم عنایت فرما کر اور اپنی معرفت کی ایک پیاس لگا کر اپنے ان تمام افعال سے جتلا دیا ہے کہ انسان خدا کی محبت اور عشق کے لئے پیدا کیا گیا ہے تو پھر اس سے کیوں انکار کیا جائے کہ انسان محبت ذاتیہ کے مقام تک پہنچ کر اس درجہ تک پہنچ جائے کہ اس کی محبت پر خدا کی محبت ایک روح کی طرح وارد ہو کر تمام کمزوریاں اس کی دُور کر دے۔ اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے وجود روحانی کے ششم مرتبہ کے بارے میں فرمایا ہے۔ وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَواتِهِمْ يُكَفَلُونَ ایسا ہی دائمی حضور اور موز و گداز اور عبودیت انسان سے سرزد ہو اور اس طرح پر وہ اپنے وجود کی علت غائی کو پورا کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ یعنی میں نے پرستش کے لئے ہی

حق و انس کو پیدا کیا ہے۔ ہاں یہ پرستش اور حضرت عزت کے سامنے دائمی حضور کے ساتھ کھڑا ہونا بجز محبت ذاتیہ کے ممکن نہیں۔ اور محبت سے مراد کی طرف محبت نہیں بلکہ خالق اور مخلوق کی دونوں محبتیں مراد ہیں تا بجلی کی آگ کی طرح جو مرنے والے انسان پر گرتی ہے اور جو اُس وقت اس انسان کے اندر سے نکلتی ہے بشریت کی کمزوریوں کو جلا دیں اور دونوں ملک تمام روحانی وجود پر قبضہ کر لیں یہی وہ کامل صورت ہے جس میں انسان ان امانتوں اور عہد کو حق کا ذکر وجود روحانی کے

مرتبہ پنجم میں تحریر ہے کامل طور پر اپنے اپنے موقع پر ادا کر سکتا ہے۔ صرف فرق یہ ہے کہ مرتبہ پنجم میں انسان صرف تقویٰ کے لحاظ سے خدا اور مخلوق کی امانتوں اور عہد کا لحاظ رکھتا ہے اور اس مرتبہ پر محبت ذاتی کے تقاضا سے جو خدا کے ساتھ اس کو ہو گئی ہے جس کی وجہ سے خدا کی مخلوق کی محبت بھی اُس میں جوش زن ہو گئی ہے اور اس رُوح کے تقاضا سے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے اس پر نازل ہوتی ہے ان تمام حقوق کو طبعاً بوجہ احسن ادا کرتا ہے اور اس صورت میں وہ حق باطنی جو حسن ظاہری کے مقابل پر ہے بوجہ احسن اسکو نصیب ہو جاتا ہے کیونکہ وجود روحانی کے مرتبہ پنجم میں تو ابھی وہ رُوح انسان میں داخل نہیں ہوئی تھی جو محبت ذاتیہ سے پیدا ہوتی ہے اس لئے جلوہ حسن بھی ابھی کمال پر نہیں تھا مگر رُوح کے داخل ہونے کے بعد وہ حسن کمال کو پہنچ جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ مردہ خوبصورت اور زندہ خوبصورت کیساں آب و تاب نہیں رکھتے۔

جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں انسان کی پیدائش میں دو قسم کے حسن ہیں۔ ایک حسن معاملہ اور وہ یہ کہ انسان خدا تعالیٰ کی تمام امانتوں اور عہد کے ادا کرنے میں یہ رعایت رکھے کہ کوئی امر حسی الوسع من کے متعلق فوت نہ ہو۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ کے کلام میں رَاہُونَ کا لفظ اسی طرف اشارہ کرتا ہے۔ ایسا ہی لازم ہے کہ انسان مخلوق کی امانتوں اور عہد کی نسبت بھی یہی لحاظ رکھے یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد میں تقویٰ سے کام لے۔ چنانچہ معاملہ ہے۔ یا توں کہو کہ روحانی خوبصورتی ہے جو درجہ پنجم وجود روحانی میں نمایاں ہوتی ہے، مگر

ہنوز پوسے خود پر چمکتی نہیں اور وجود روحانی کے درجہ ششم میں بوجہ کامل ہونے پیدائش اور روح کے داخل ہو جانے کے یہ خوبصورتی اپنی تمام آب و تاب دکھلا دیتی ہے۔ اور یاد رہے کہ مرتبہ ششم وجود روحانی میں روح و مملوہ محبت ذاتیہ الہیہ ہے جو انسان کی محبت ذاتیہ پر ایک شعلہ کی طرح پڑتی اور تمام اندرونی تاریکیوں کو قی اور روحانی زندگی بخشتی ہے اور اس کے لازم میں سے روح القدس کی تائید بھی کامل طور پر ہے۔

دوسرا حسن انسان کی پیدائش میں حسن بشریہ ہے۔ ادنیٰ دونوں حسن اگرچہ روحانی اور جسمانی پیدائش درجہ پنجم میں نمودار ہو جاتے ہیں لیکن آب و تاب ان کی فیضان روح کے بعد ظاہر ہوتی ہے اور جیسا کہ جسمانی وجود کی روح جسمانی قالب تیار ہونے کے بعد جسم میں داخل ہوتی ہے ایسا ہی روحانی وجود کی روح روحانی قالب تیار ہونے کے بعد انسان کے روحانی وجود میں داخل ہوتی ہے یعنی اس وقت جبکہ انسان شریعت کا تمام جوہر اپنی گردن پر لے لیتا ہے اور مشقت اور مجاہدہ کے ساتھ تمام حدود الہیہ کے قبول کرنے کے لئے تیار ہوتا ہے اور مذہب شریعت اور بجا آوری احکام کتاب اللہ سے اس واقف ہو جاتا ہے کہ خدا کی روحانیت اس کی طرف توجہ فراوے اور صیب سے زیادہ یہ کہ اپنی محبت ذاتیہ سے اپنے تئیں خدا تعالیٰ کی محبت ذاتیہ کا مستحق ٹھہرا لیتا ہے جو برت کی طرح صغیر اور شہید کی طرح ثمری ہے۔ اور جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں وجود روحانی خشوع کی حالت سے شروع ہوتا ہے اور روحانی نشوونما کے چھٹے مرتبہ پر یعنی اس مرتبہ پر کہ جب کہ روحانی قالب کے کامل ہونے کے بعد محبت ذاتیہ الہیہ کا شعلہ انسان کے دل پر ایک روح کی طرح پڑتا ہے اور دائمی حضور کی حالت اس کو بخش دیتا ہے کمال کو پہنچتا ہے اور تہی روحانی حسن اپنا پورا جلوہ دکھاتا ہے۔ لیکن یہ حسن جو روحانی حسن ہے جس کو حسن معاملہ کے ساتھ موموم کر سکتے ہیں یہ وہ حسن ہے جو اپنی قوی کششوں کے ساتھ حسن بشریہ سے بہت بڑھ کر ہے۔ کیونکہ حسن بشریہ صرف ایک یا دو شخص کے فانی عشق کا موجب ہوگا جو جملہ

نزال پذیر ہو جائیگا اور اس کی کشش نہایت کمزور ہوگی۔ لیکن وہ روحانی حُسن جس کو حُسنِ معاطہ سے موصوم کیا گیا ہے وہ اپنی کششوں میں ایسا سخت اور زبردست ہے کہ ایک دنیا کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور زمین و آسمان کا ذرہ ذرہ اس کی طرف کھینچا جاتا ہے اور قبولیت کی بھی درحقیقت فلاسفی یہی ہے کہ جب ایسا روحانی حُسن والا انسان جس میں محبتِ الہیہ کی دُورِ داخل ہو جاتی ہے جب کسی غیر ممکن اور نہایت مشکل امر کے لئے دُعا کرتا ہے اور اُس دُعا پر پورا پورا اندر دیتا ہے تو چونکہ وہ اپنی ذات میں حُسنِ روحانی رکھتا ہے اس لئے خدا تعالیٰ کے امر اور اذن سے اس عالم کا ذرہ ذرہ اس کی طرف کھینچا جاتا ہے۔ پس ایسے اسباب جمع ہو جاتے ہیں جو اس کی کامیابی کے لئے کافی ہوں۔ تجربہ اور خدا تعالیٰ کی پاک کتاب سے ثبات ہے کہ دنیا کے ہر ایک ذرہ کو جیسا کہ ایسے شخص کے ساتھ ایک عشق ہوتا ہے اور اُس کی دُعا میں اُن تمام ذات کو ایسا اپنی طرف کھینچتی ہیں جیسا کہ اُن رُبا لوہے کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ پس غیر معمولی باتیں جن کا ذکر کسی علمِ طبعی اور فلسفہ میں نہیں اس کشش کے باعث ظاہر ہو جاتی ہیں۔ اور وہ کشش طبعی ہوتی ہے۔ جب سے کہ صانعِ مطلق نے عالمِ اجسام کو ذات سے ترکیب دی ہے ہر ایک ذرے میں وہ کشش رکھی ہے اور ہر ایک ذرہ روحانی حُسن کا عاشقِ صادق ہے اور ایسا ہی ہر ایک معیدِ دُور بھی۔ کیونکہ وہ حُسنِ تجلی کا ہر حق ہے۔ وہی حُسن تھا جس کے لئے فرمایا گیا۔ اَنْجِدْ قَابِلًا ذَمًّا فَسَجِدْ قَا اِلٰہِ اٰیْلٰیْسَ۔ اور اب بھی بہتیرے ابلیس ہیں جو اس حُسن کو شناخت نہیں کرتے مگر وہ حُسن بڑے بڑے کام کھاتا رہا ہے اور حُسنِ دہی حُسنِ تھا جس کی پاس خاطر حضرت عزتِ جتشانہ کو منظور ہوئی اور تمام منکروں کو پانی کے عذاب سے ہلاک کیا گیا۔ پھر اس کے بعد موسیٰ بھی دہی حُسنِ دُورِ علنی کے کر آیا جس نے چند روز تکلیفیں اٹھا کر آخر فرعون کا بیڑ غرق کیا۔ پھر سب کے بعد سیدنا ابوبکر و خیر الدین مولانا سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایک عظیم الشان روحانی حُسن لیکر آئے جس کی تعریف میں یہی آیت کریمہ کافی ہے۔ ذٰلِیْ فَتَدْعٰی فَاَنْتَ قَابٌ قَوْسٰیْنِ اَوْ اَدْنٰی یعنی وہ

۶۷۱

نبی جناب الہی کے بہت نزدیک چلا گیا۔ اور پھر مخلوق کی طرف تھکا اور اسی طرح پرمذہبوں متحون کو جو متحق اشد اور متحق العباد ہے ادا کر دیا۔ اور دونوں قسم کا حسن روحانی ظاہر کیا۔ اور دونوں قوموں میں دتر کی طرح ہو گیا۔ یعنی دونوں قوموں میں جو ایک درمیانی خط کی طرح ہو اور اس طرح اس کا وجود واقع ہوا جیسے یہ :-



اس من کو ناپاک طرح اور اندھے لوگوں نے نہ دیکھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-
يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ - یعنی تیری طرف وہ دیکھتے ہیں مگر تو انہیں دکھائی نہیں دیتا۔ آخر وہ سب اندھے ہو گئے۔

ابجگہ بعض جاہل کہتے ہیں کہ کیوں کال لوگوں کی بعض دعائیں منظور نہیں ہوتیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ من کی تجلی حسن کو خدا تعالیٰ نے اپنے اختیار میں رکھا ہوا ہے پس جس جگہ یہ تجلی عظیم ظاہر ہو جاتی ہے اور کسی معاملہ میں من کا حسن جوش برپا ہوتا ہے اور اپنی چمک دکھاتا ہے تب اس چمک کی طرف قدرت ذات عالم کھینچے جاتے ہیں اور غیر ممکن باتیں وقوع میں آتی ہیں جن کو دوسرے نظموں میں معجزہ کہتے ہیں۔ مگر یہ جوش روحانی ہمیشہ اللہ ہر جگہ ظہور میں نہیں آتا اور تحریکات خارجہ کا محتاج ہوتا ہے۔ یہ اس لئے کہ جیسا کہ خدا کریم بے نیاز ہے اس نے اپنے برگزیدوں میں بھی بے نیازی کی صفت رکھ دی ہے۔ مہودہ خدا کی طرح صحت بے نیاز ہوتے ہیں اور جب تک کوئی پوری خاکساری اور اخلاص کے ساتھ من کے رحم کے لئے ایک تحریک پیدا نہ کرے وہ قوت من کی جوش نہیں ملتی اور عجیب ترین یہ کہ وہ لوگ تمام دنیا سے زیادہ تر رحم کی قوت اپنے اندر رکھتے ہیں۔ مگر اس کی تحریک من کے اختیار میں نہیں ہوتی گو وہ بار بار چاہتے بھی ہیں کہ وہ قوت ظہور میں آوے مگر بجز ارادۃ الہیہ کے ظاہر نہیں ہوتی۔ بالخصوص وہ منکروں اور منافقوں اور

سُست اعتقاد لوگوں کی کچھ بھی پیدا نہیں رکھتے اور ایک مرسے ہوئے کیرے کی طرح اُن کو سمجھتے ہیں اور وہ بے نیازی اُن کی ایک ایسی شان رکھتی ہے جیسا کہ ایک معشوق نہایت خوبصورت برقع میں اپنا چہرہ چھپائے رکھے۔ اور اسی بے نیازی کا ایک شعبہ یہ ہے کہ جب کوئی شریعتِ انسان اُن پر بدظنی کرے تو بسا اوقات بے نیازی کے جوش سے اُس بدظنی کو اور بھی بڑھا دیتے ہیں۔ کیونکہ تحققِ باخلاق اللہ رکھتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :- **يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا السُّبُوْحَةَ**۔ جب خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ کوئی معجزہ اُن سے ظاہر ہو تو اُن کے دلوں میں دیک جوش پیدا کر دیتا ہے اور ایک امر کے حصول کیلئے سخت کرب اور قلق اُن کے دلوں میں پیدا ہو جاتا ہے۔ تب وہ بے نیازی کا برقع اپنے منہ پر سے اتار بیٹھتے ہیں اور وہ محسن اُن کا جو بجز خدا تعالیٰ کے کوئی نہیں دیکھتا وہ آسمان کے فرشتوں اور ذرّہ فہ پر نمودار ہو جاتا ہے۔ اور اُن کا منہ پر سے برقع اٹھایا یہ ہے کہ وہ اپنے کامل صدق اور صفائے کے ساتھ اس روحانی عُن کے ساتھ جس کی وجہ سے وہ خدا کے محبوب ہو گئے ہیں اس خدا کی طرف ایک ایسا خارقِ عادت رجوع کرتے ہیں اور ایک ایسے اقبال علی اللہ کی آنکھ میں حالت پیدا ہو جاتی ہے جو خدا تعالیٰ کی فوق العادت رحمت کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور ساتھ ہی ذرّہ ذرّہ اس عالم کا کھنچا چلا آتا ہے۔ اور اُن کی عاشقانہ حرارت کی گرمی آسمان پر جمع ہوتی اور بادلوں کی طرح فرشتوں کو بھی اپنا چہرہ دکھا دیتی ہے اور اُن کی دیدیں جو رعد کی خاصیت اپنے اندر رکھتی ہیں ایک سخت شور ملاحی میں میں ڈال دیتی ہیں۔ تب خدا تعالیٰ کی قدرت سے وہ بادل پیدا ہو جاتے ہیں جن سے رحمتِ الہی کا وہ مینہ برستا ہے جس کی وہ خواہش کرتے ہیں۔ اُن کی روحانیت جب اپنے پورے سوز و گداز کے ساتھ کسی عقدہ کشائی کے لئے توجہ کرتی ہے تو وہ خدا تعالیٰ کی توجہ کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ کیونکہ وہ لوگ بیاہٹ اس کے جو خدا سے ذاتی محبت رکھتے ہیں محبوبانِ الہی میں داخل ہوتے ہیں تب ہر ایک پیر جو خدا تعالیٰ کے

زیرِ حکم ہے۔ اُن کی مدد کے لئے جوش مارتی ہے اور رحمتِ الہی محض اُن کی مراد پوری کرنے کیلئے ایک خلقِ جدید کے لئے تیار ہو جاتی ہے۔ اور وہ امور ظاہر و ستر میں جو اہل دنیا کی نظر میں غیر ممکن معلوم ہوتے ہیں اور جن سے مغنی علوم محض نا آشنا ہیں۔ ایسے لوگوں کو خدا تو نہیں کہہ سکتے مگر قرب اور علاقہ محبت اُن کا کچھ ایسا صدق و صفاء کے ساتھ خدا تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے گویا خدا اُن میں اُتر آتا ہے۔ اور آدم کی طرح خدائی رُوح اُن میں بھونکی جاتی ہے مگر یہ نہیں کہ وہ خدا ہیں لیکن درمیان میں کچھ ایسا تعلق ہے جیسا کہ لوہے کو جبکہ سخت طور پر آگ سے فروختہ ہو جائے اور آگ کا رنگ اُس میں پیدا ہو جائے آگ سے تعلق ہوتا ہے۔ اسی صورت میں تمام چیزیں جو خدا تعالیٰ کے زیرِ حکم ہیں اُن کے زیرِ حکم ہو جاتی ہیں۔ اور آسمان کے ستارے اور سورج اور چاند سے یکسر زمین کے سمندر و دل اور ہوا اور آگ تک اُن کی آواز کو سُنتے اور ان کو شناخت کرتے اور اُن کی خدمت میں لگے رہتے ہیں اور ہر ایک چیز طبقاً اُن سے پیاد کرتی ہے اور عاشقِ صادق کی طرح اُن کی طرف کھنچی جاتی ہے۔ بجز شریر انسانوں کے جو شیطان کا ادا دہ ہیں۔ عشقِ مجازی تو ایک سنخوس عشق ہے کہ ایک طرف پیدا ہوتا اور ایک طرف مرجاتا ہے۔ اور نیز اس کی بناء اُس شخص پر ہے جو قابلِ ذول ہے۔ اور نیز اس شخص کے اثر کے نیچے آنے والے بہت ہی کم ہوتے ہیں۔ مگر کیا حیرت انگیز نظارہ ہے کہ وہ حسنِ روحانی جو حسنِ معاملہ اور صدق و صفاء اور محبتِ الہیہ کی تجلی کے بعد انسان میں پیدا ہوتا ہے اس میں ایک عالمگیر کشش پائی جاتی ہے جو مقتدرِ دلوں کو اس طرح اپنی طرف کھینچ لیتا ہے کہ جیسے شہیدِ چوٹیوں کو۔ اور نہ صرف انسان بلکہ عالم کا ذرہ ذرہ اس کی کشش سے متاثر ہوتا ہے۔ مطلق المحبت انسان جو کچھ محبتِ خدا تعالیٰ سے رکھتا ہے وہ وہ وسعت ہے جس کے لئے ذرہ ذرہ اس عالم کا زلیخا صفت ہے۔ اور ابھی حسن اس کا اس عالم میں ظاہر نہیں کیونکہ یہ عالم اس کی برواشت نہیں کرتا۔ خدا قلم نے

+ کلزاد میں بھی ایک قسم کی کمی محسوس کرتے ہیں کہ ان کا دل ظلم کے ساتھ حق کے دل کو دکھ دیتے اور انکی روحانیت کو جوش میں لاتے ہیں۔ یہ کہ دل مردِ خدا نامہ بدرجہ تک قوسے را خدا موانہ کرد۔ منقذ

اپنی پاک کتاب میں جو فرقان مجید ہے فرماتا ہے کہ مومنوں کا نور ان کے چہروں پر دوڑتا ہے۔ اور مومن اس حسن سے شناخت کیا جاتا ہے جس کا نام دوسرے لفظوں میں نور ہے۔

اور مجھے ایک دفعہ عالم کشف میں پنجابی زبان میں اسی علامت کے بارے میں یہ مومنوں فقرہ سنایا گیا۔ عشق الہی و سے مشہر پر ولیاں ایہہ نشانی مومن کا نور جس کا قرآن شریف میں ذکر کیا گیا ہے وہ وہی روحانی حسن و جمال ہے جو مومن کو وجود روحانی کے مرتبہ ششم پر کامل طور پر عطا کیا جاتا ہے جسمانی حسن کا ایک شخص یا دو شخص فریدہ ہوتے ہیں مگر یہ عجیب حسن ہے جس کے فریدہ کو بڑا ہڈیوں ہو جاتی ہیں۔ اسی روحانی حسن کی بناء پر بعض نے سید محمد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی نعمت میں یہ شعر کہے ہیں لہٰذا ان کو ایک نہایت عجیب اور خوبصورت قرار دیا ہے اور وہ اشعار یہ ہیں۔

آں ترک محم چوں زبے عشق طرب کرد
غارت گرے کو نہ بغداد و حلب کرد
صد لالہ و سنے بود بصد حسن شگفتہ
نازاں ہمہ را زیر قدم کرد و عجب کرد

فقرہ بعض طبائع کو بعض طبائع سے مناسبت ہوتی ہے۔ اسی طرح یہ کہندے ہیں سید محمد القادر کی مدح کو غیر فقرہ کے باہر ایک مناسبت ہے جس پر کشوں مجھ مرید کے مجھ کو اطلاع دی ہے۔ اس بات پر عرض بریں کے قریب زمانہ گزرا گیا ہے کہ جب ایک رات مجھے خدا نے اطلاع دی کہ اس نے مجھے اپنے لئے اختیار کر لیا ہے۔ تب یہ عجیب اتفاق ہوا کہ اسی رات ایک بڑھیا کو خواب آئی جس کی عمر قریباً اسی برس کی تھی اور اس نے صبح مجھ کو آکر کہا کہ میں نے رات سید محمد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا ہے اور ساتھ ان کے ایک اور بزرگ تھے اور دونوں ہنر پوش تھے اور رات کے پچھلے حصہ کا وقت تھا۔ دوسرا بزرگ عمر میں آئی سے کچھ چھوٹا تھا۔ پہلے انہوں نے ہمدردی جامع مسجد میں نماز پڑھی اور پھر مسجد کے باہر کے صحن میں نکل آئے تھے ان کے پاس کھڑکی تھی جس میں مشرق کی طرف ایک چمکتا ہوا ستارہ نکلا تھا۔ اسی ستارہ کو دیکھ کر سید محمد القادر بہت خوش ہوئے اور ستارہ کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔ السلام علیکم اور ایسا ہی ان کے رفیق نے السلام علیکم کہا۔ اور وہ ستارہ

میں تھا۔ المؤمن یؤدی ویؤدی لہ۔ منہاج

اشیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے بھی اس بارہ میں ایک شعر کہا ہے جو حسن روحانی پر بہت منطبق ہوتا ہے اور وہ یہ ہے ۔

صورت گرد بیاںے چہیں رو صورت زبیاںش میں
یا صورتے برکش چہیں یا تو بہ کن صورت گردی

اب یہ بھی یاد رہے کہ بندہ تو حسن معاملہ دکھلا کر اپنے صدق سے بھری ہوئی محبت ظاہر کرتا ہے مگر خدا تعالیٰ اس کے مقابلہ پر حمہی کر دیتا ہے اس کی تیز رقہاد کے مقابل پر برقی کی طرح اس کی طرف دوڑتا چلا آتا ہے اور زمین و آسمان سے اس کے لئے نشان ظاہر کرتا ہے اور اس کے دوستوں کا دوست اور اس کے دشمنوں کا دشمن بن جاتا ہے اور اگرچہ اس کو

انسان بھی اس کی مخالفت پر کھڑا ہو تو ان کو ایسا ذلیل اور بے دست و پا کر دیتا ہے جیسا کہ ایک مہربان اکبرؑ - اور بعض ایک شخص کی خاطر کے لئے ایک دنیا کو ہلاک کر دیتا ہے اور پھر زمین و آسمان کو اس کے خادم بنا دیتا ہے اور اس کے کام میں برکت ڈال دیتا ہے اور اس کے تمام حدود و اہداف پر فوری بادش کرنا ہے اور اسی پوشاک اور آسکی خوشامی میں اور اس میں بھی جس پر اس کا قدم پڑتا ہے ایک برکت دکھائی دے اور اس کو نامراد ہلاک نہیں کرتا - اور ہر ایک اعتراض جو اس پر ہو اسی کا آپ جواب دیتا ہے - وہ اس کی آنکھیں ہو جاتا ہے جن سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے کان ہو جاتا ہے جن سے وہ سنتا ہے اور اس کی زبان ہو جاتا ہے جن سے وہ بولتا ہے اور اس کے پاؤں ہو جاتا ہے جن سے وہ چلتا ہے اور اس کے ہاتھ ہو جاتا ہے جن سے وہ دشمنوں پر حملہ کرتا ہے - وہ اس کے دشمنوں کے مقابل پر آپ نکلتا ہے اور شریروں پر جو

اس کو دکھ دیتے ہیں آپ تو اور کھینچتا ہے - ہر میدان میں اس کو فتح دیتا ہے اور اپنی تقوا و قد کے پوشیدہ راز اس کو بتلاتا ہے - غرض پہلا خریدار اس کے روحانی حسن و جمال کا جو حیرن معاملہ اور محبت ذاتیہ کے بعد پیدا ہوتا ہے خدا ہی ہے - پس کیا ہی بڑی قیمت وہ لوگ ہیں جو ایسا زمانہ پاویں اور ایسا سورج ان پر طلوع کرے اور وہ تائیدی میں بیٹھے رہیں -

بعض نادان یہ اعتراض بار بار پیش کرتے ہیں کہ محبوبان الہی کی یہ علامت ہے کہ ہر ایک

دُعائوں کی تسبیح جاتی ہے۔ اور جس میں یہ علامت نہیں پائی جاتی وہ محبوبانِ الہی میں سے نہیں ہے۔ مگر افسوس کہ یہ لوگ مُنہ سے تو ایک بات نکال دیتے ہیں مگر اعتراض کرنے کے وقت یہ نہیں سوچتے کہ ایسے جاہلانہ اعتراض خدا تعالیٰ کے تمام فیول اور رسولوں پر وارد ہوتے ہیں۔ مثلاً ہر ایک نبی کی یہ مراد تھی کہ تمام کفار ان کے زمانہ کے جو ان کی مخالفت پر کھڑے تھے مسلمان ہو جائیں۔ مگر یہ مراد ان کی پوری نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا۔ تَخَلَّفَ بِأَجْحَ تَفْسَافٍ أَلَّا يَكُونُوا مَوْصِيَيْنَ۔ یعنی کیا تو اس غم سے اپنے تئیں ہلاک کر دیگا کہ یہ لوگ کیوں ایمان نہیں لاتے۔

اس بیچ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کفار کے ایمان لانے کیلئے اس قدر جانکا ہی اور موزوں گداز سے دعا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس غم سے خود ہلاک نہ ہو جائیں۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ ان لوگوں کے لئے اس قدر غم نہ کر اور اس قدر اپنے دل کو دردوں کا نشانہ مت بنا کیونکہ یہ لوگ جہنم لانے سے لاپرواہ ہیں اور ان کے اعتراض اور مقاصد اوروں میں اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ اشارہ فرمایا ہے کہ اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) جس قدر تو قدرتِ اعلیٰ کا توجہ اور موزوں گداز اپنی نذر کو شفقت میں ڈالتے سے لوگوں کی ہدایت کیلئے دعا کرتا ہے تیری دعاؤں کے پر تاثیر ہونے میں کبھی نہیں ہے لیکن شرط قبولیت نما ہے کہ میں حق تعالیٰ کی جاتی ہے سمیت متعصب اور لاپرواہ اور گندی نظرت کا انسان نہ ہو ورنہ دعا قبول نہیں ہوتی اور جہاں تک مجھے خدا تعالیٰ نے دعاؤں کے بارے میں علم دیا ہے وہ یہ ہے کہ دعا کے قبول ہونے کیلئے تین شرطیں ہیں۔

یاد رہے کہ مومن کے ساتھ خدا تعالیٰ دستاوردِ معطر کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ کبھی تو وہ مومن کے ارادہ کو پورا کرے اور کبھی مومن کے ارادہ پر راضی ہو جائے۔ پس ایک جگہ تو مومن کو مخاطب کر کے فرماتا ہے ادھونی استجب لکھ یعنی دعا کرو کہ میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ اسی جگہ تو مومن کی خواہش پوری کرنا چاہتا ہے اور دوسری جگہ اپنی خواہش مومن سے منوانا چاہتا ہے جیسا کہ فرماتا ہے ولنبلو نکم بشی من الخوف والجوع ونقص من الأموال والافئس والفسات وقسوا الصابرين الذین اذا اصابهم مصیبة قالوا انا ظلمنا انفسنا وانا الیہ راجعون۔ افسوس کہ نادان آدمی صرف ایک پہلو کو دیکھتا ہے اور دونوں پہلوؤں پر نظر نہیں ڈالت۔ منہج

اول - دعا کرنے والا کامل درجہ پر متقی ہو کیونکہ خدا تعالیٰ کا مقبول وہی بندہ ہوتا ہے جس کا شعار تقویٰ ہو۔ اور جس نے تقویٰ کی باریک راہوں کو مضبوط پکڑا ہو۔ اور جو اہل حق و تقویٰ اور صادق العہد کی وجہ سے منظور نظر رہی ہو۔ اور محبت ذاتیہ الہیہ سے معمور اور پُر ہو۔

دوسری شرط یہ ہے کہ اس کی عقیدت اور توجہ اس قدر ہو کہ گویا ایک شخص کے زندہ کونے کیلئے ہلاک ہو جائے اور ایک شخص کو قبر سے باہر نکالنے کے لئے آپ گور میں داخل ہو۔ اس میں راز یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو اپنے مقبول بندے اس سے زیادہ پیارے ہوتے ہیں جیسا کہ ایک خوبصورت بچہ جو ایک ہی ہو اس کی ماں کو پیارا ہوتا ہے۔ پس جبکہ خدائے کریم و رحیم دیکھتا ہے کہ ایک مقبول و محبوب اُس کا ایک شخص کی جان بچانے کیلئے روحانی مشقتوں کو بردھضرعرات اور عبادت کی وجہ سے اُس حد تک پہنچ گیا ہے کہ قریب ہے کہ اُس کی جان نکل جائے تو اُس کو علقہ محبت کی وجہ سے ناگوار گذرتا ہے کہ اسی حال میں اُس کو ہلاک کر دے۔ تب اس کے لئے اس دوسرے شخص کا گناہ بخش دیتا ہے جس کے لئے وہ پکڑا گیا تھا پس اگر وہ کسی ہلکے بیماری میں گرفتار ہے یا اور کسی بلا میں اسیر دلاچار ہے تو اپنی قدرت کے ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جس سے رہائی ہو جائے اور ایسا اوقات اُس کا ارادہ ایک شخص کے قطعی طور پر ہلاک کرنے یا بریلا کرنے پر قرار یافتہ ہوتا ہے لیکن جب ایک مصیبت نہ کی خوش قسمتی سے ایسا شخص پُر درد تضرعات کے ساتھ درمیان میں اُڑتا ہے جسکو محترم عزت میں وجاہت ہے تو وہ بدلہ جو سزا دینے کے لئے کھل اور مرتب ہو چکی ہے چاک کرنی پڑتی ہے کیونکہ اب بات اختیار سے یاد کی طرف منتقل ہو جاتی ہے اور یہ کیونکر ہو سکے کہ خدا نے سچے سچے مومن کو عذاب کی تیسویں شرط استجاب دعا کیلئے ایک ایسی شرط ہے جو تمام شرطوں سے مشکل تر ہے کیونکہ اس کا پورا کرنا خدا کے مقبول بندوں کے ہاتھ میں نہیں بلکہ اُس شخص کے ہاتھ میں ہے جو دعا کرنا چاہتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ نہایت صدق اور کامل اعتقاد اور کامل یقین اور کامل ارادت اور کامل غلامی کے ساتھ دعا کا خواہاں ہو اور یہ دل میں فیصلہ کر لے کہ اگر دعا

قبول بھی نہ ہو تاہم اس کے اعتقاد اور ارادت میں فرق نہیں آئے گا۔ اور دعا کرنا آزمائش کے طور پر نہ ہو۔ بلکہ سچے اعتقاد کے طور پر ہو اور نہایت نیاز مندی سے اس کے خدا پر برگزیدہ اور جہان تک اس کے لئے ممکن ہے مال سے خدمت سے ہر ایک طور کی اطاعت کیسے قریب پیدا کرے کہ اس کے دل کے اندر داخل ہو جائے اور باہر ہم نہایت درجہ پر نیک ظن ہو اور اس کو نہایت درجہ کا متقی سمجھے اور اس کی مقدس شان کے برخلاف ایک خیال بھی دل میں لانا کفر خیال کرے اور اس قسم کی طوطی طرح کی جاں نثاری دکھلا کر سچے اعتقاد کو افسر ثبات اور مدین کر دے اور اس کی مثل دنیا میں کسی کو بھی نہ سمجھے اور جان سے ملے سے آبرو سے افسر قدا ہو جائے۔ اور کوئی کلمہ کسر شان کا کسی پہلو سے اس کی نسبت زبان پر نہ لائے اور نہ دل میں۔ اور اس بات کو اس کی نظر میں پیایہ ثبوت پہنچائے کہ درحقیقت وہ ایسا ہی معتقد اور مرید ہے۔ اور باہر ہم صبر سے انتظار کرے۔ اور اگر یہ سچاں دفعہ بھی اپنے کام میں نامراد رہے پھر بھی اعتقاد اور یقین میں شکیست نہ ہو۔ کیونکہ یہ قوم سخت نازک دل ہوتی ہے اور ان کی فراموشی چہرہ کو دیکھ کر پہچان سکتی ہے کہ یہ شخص کس درجہ کا اخلاص رکھتا ہے اور یہ قوم باوجود نرم دل ہونے کے نہایت بے نیاز ہوتی ہے۔ ان کے دل خدا نے ایسے بے نیاز پیدا کئے ہیں کہ حکمران اور خود غرض اور منافق طبع انسان کی کچھ پروا نہیں کرتے۔ اس قوم سے ہی لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں جو اس قدر غلامانہ اطاعت انکی اختیار کرتے ہیں کہ گویا مروی جاتے ہیں۔ مگر وہ شخص جو قدم قدم پر بظنی کرتا ہے اور دل میں کوئی اعتراض رکھتا ہے اور پوری محبت اور ارادت نہیں رکھتا وہ بجائے فائدہ کے ہلاک ہوتا ہے۔

اب ہم اس تقریر کے بعد کہتے ہیں کہ یہ جو اللہ تعالیٰ نے مومن کے وجود روحانی کے مراتب بستہ بیان کر کے ان کے مقابل پر وجود جسمانی کے مراتب بستہ دکھائے ہیں یہ ایک علمی معجزہ ہے اور جس قدر کتابیں دنیا میں کتب سماوی کہلاتی ہیں یا جن حکیموں نے نفس اور الہیات کے بارے میں تحریریں کی ہیں اور باجن لوگوں نے صوفیوں کی طرز پر معارف

کی کتابیں لکھی ہیں کسی کا ذہن ان میں سے اس بات کی طرف سبقت نہیں لے گیا کہ یہ مقابلہ جسمانی اور روحانی وجود کا دکھلانا۔ اگر کوئی شخص میرے اس دعوے سے منکر ہو اور اس کا گمان ہو کہ یہ مقابلہ روحانی اور جسمانی کسی اور نے بھی دکھلایا ہے تو اس پر واجب ہے کہ اس علمی معجزہ کی نظیر کسی اور کتاب میں سے پیش کر کے دکھلا دے۔ اور میں نے تو توریت اور انجیل اور ہندوؤں کے وید کو بھی دیکھا ہے۔ گریٹ سچ سچ کہتا ہوں کہ اس قسم کا علمی معجزہ میں نے بجز قرآن شریف کے کسی کتاب میں نہ پایا۔ اور صرف اسی معجزہ پر حصر نہیں بلکہ تمام قرآن شریف ایسے ہی علمی معجزات سے پر ہے جن پر ایک عقل مند نظر ڈال کر سمجھ سکتا ہے کہ یہ اسی خدا کے قادر مطلق کا کلام ہے جس کی قدیر زمین و آسمان کی مینوعات میں ظاہر ہیں۔ ذی خدا جو اپنی باتوں اور کاموں میں بے مثل و مانند ہے پھر جب ہم ایک طرف ایسے ایسے معجزات قرآن شریف میں پاتے ہیں اور دوسری طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کو دیکھتے ہیں اور اس بات کو اپنے تصور میں لاتے ہیں کہ آپ نے ایک طرف بھی کسی استاد سے نہیں پڑھا تھا اور نہ آپ نے طبعی اور فلسفہ سے کچھ حاصل کیا تھا بلکہ آپ ایک ایسی قوم میں پیدا ہوئے تھے کہ جو صوبہ کی صوبہ اتنی اور ناخواندہ تھی اور ایک وحشیانہ زندگی رکھتی تھی اور بایں ہمہ آپ نے دالین کی تربیت کا زمانہ بھی نہیں پایا تھا تو ان سب باتوں کو مجموعی نظر کے ساتھ دیکھنے سے قرآن شریف کے عجائب اللہ پر کچھ ایک ایسی چمکتی ہوئی بصیرت میں ملتی ہے اور اس کا علمی معجزہ ہونا ایسے عقین کے ساتھ ہمارے دل میں بھر جاتا ہے کہ گویا ہم اس کو دیکھا خدا تعالیٰ کو دیکھ لیتے ہیں۔ غرض جبکہ بدیہی طور پر ثابت ہے کہ سورۃ المؤمنین کی یہ تمام آیات جو ابتدائے سورۃ سے لیکر آیت فَبَارِكْ لِلّٰهِ اَحْسَنَ الْخَالِقِینَ تک ہیں علمی معجزہ ہیں۔ پس اس میں کیا شک ہے کہ آیت فَبَارِكْ لِلّٰهِ اَحْسَنَ الْخَالِقِینَ علمی معجزہ کی ایک جڑ ہے اور باعث معجزہ کے جڑ ہونے کے معجزہ میں داخل ہے اور یہی ثابت کرنا تھا۔

مث

اور یاد رہے کہ یہ علمی معجزہ مذکورہ بالا ایک ایسی تھا اور کھلی کھلی اور روشن اور بدیہی

سچائی ہے کہ اب خدا تعالیٰ کا کلام کی دہری اور یاد دہانی کے بعد عقل بھی اپنے معقولی علوم میں بہت فخر کے ساتھ اس کو داخل کرنے کے لئے تیار ہے۔

کیونکہ عند العقل یہ بات ظاہر ہے کہ سب سے پہلے جو ایک سعید الفطرت آدمی کے نفس کو خدا تعالیٰ کی طرف اس کی طلب میں ایک حرکت پیدا ہوتی ہے وہ خشوع اور انکسار ہے اور خشوع سے مراد یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے لئے فروتنی اور تواضع اور انکسار کی حالت اختیار کی جائے اور جو اس کے مقابل پر اخلاقی ردیم میں جیسے تکبر اور عجب اور بیلو اور لاپرواہی اور بے نیازی ان سب کو خدا تعالیٰ کے خوف سے چھوڑ دیا جائے اور یہ بات بدیہی ہے کہ جب تک انسان اپنے اخلاق ردیمہ کو نہیں چھوڑتا اس وقت تک اُن اخلاق کے مقابل پر جو اخلاق فاضلہ میں جو خدا تعالیٰ تک پہنچنے کا ذریعہ ہیں اُن کو قبول نہیں کر سکتا کیونکہ دو ضدین ایک دہلی میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ اسی کی طرف اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں اشارہ فرماتا ہے جیسا کہ سورہ بقرہ کی ابتدا میں اس نے فرمایا اِهْدِنِي الصِّرَاطَ الَّذِي رِزَقْتَنِي مِنْهُ لَا يَسْرِ فِيهِ الْفَاسِقُ وَلَا يَشْهَدُ لَهُ الْمُقْسِمُ وَلَا يَشْهَدُ لَهُ الْبَاطِلُ۔ یعنی قرآن شریف میں لوگوں کے لئے ہدایت ہے جو سچی ہیں۔ یعنی وہ لوگ جو تکبر نہیں کرتے اور خشوع اور انکسار سے خدا تعالیٰ کے کلام میں خود کو تہ میں دی ہیں جو آخر کو ہدایت پاتے ہیں۔ اس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ ان آیات میں چھ جگہ اَخْلَجَ کا لفظ ہے پہلی آیت میں صریح طور پر جیسا کہ فرمایا ہے قَدْ اَخْلَجَ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلٰوةٍ هُمْ كَا شِعُوْنَ اور بعد کی آیتوں میں عطف کے ذریعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ اور اَخْلَجَ کے لغت میں یہ معنی ہیں اُصْبِرْ اِلَى الْفَلَاحِ یعنی فوہ مرام کی طرف پھیر گیا اور حرکت دیا گیا پس ان معنوں کی مدد سے مومن کا نماز میں خشوع اختیار کرنا فوہ مرام کے لئے پہلی حرکت ہے جس کے ساتھ تکبر اور عجب وغیرہ چھوڑنا پڑتا ہے۔ اور اس میں فوہ مرام یہ ہے کہ انسان کا نفس خشوع کی سیرت اختیار کر کے خدائے تعالیٰ سے تعلق پکڑنے کے لئے مستعد اور تیار ہو جاتا ہے۔

دوسرا کام مومن کا یعنی وہ کام جس سے دوسرے مرتبہ تک قوت ایمانی پہنچتی ہے اور

پہلے کی نسبت ایمان کچھ قوی ہو جاتا ہے عقل سلیم کے نزدیک یہ ہے کہ مومن اپنے دل کو جو خشوع کے مرتبہ تک پہنچ چکا ہے لغوی خیالات اور لغو شغلوں سے پاک کرے۔ کیونکہ جب تک مومن یہ ادنیٰ قوت حاصل نہ کرے کہ خدا کیلئے لغوی باتوں اور لغو کاموں کو ترک کر سکے جو کچھ بھی مشغل نہیں اور صرف گناہ ہے لذت ہے اسوقت تک یہ طبع خام ہے کہ مومن ایسے کاموں سے دست بردار ہو سکے جن سے دست بردار ہونا نفس پر بہت بھاری ہے اور جن کے ارتکاب میں نفس کو کوئی فائدہ یا لذت ہے پس بس سے ثابت ہے کہ پہلے درجہ کے بعد کہ ترک تکبر ہے دوم درجہ ترک لغویات ہے۔ اور اس درجہ پر وعدہ جو لفظ اخراج سے کیا گیا ہے یعنی فوہرام اس طرح پر پورا ہوتا ہے کہ مومن کا تعلق جب لغو کاموں اور لغو شغلوں سے ٹوٹ جاتا ہے تو ایک خفیف سا تعلق خدا تعالیٰ سے اس کو ہو جاتا ہے اور قوت ایمانی بھی پہلے سے زیادہ بڑھ جاتی ہے اور خفیف تعلق۔ اس لئے ہم نے کہا کہ لغویات سے تعلق بھی خفیف ہی ہوتا ہے پس خفیف تعلق چھوڑنے سے خفیف تعلق ہی ملتا ہے۔

پھر تیسرا کام مومن کا جس سے تیسرے درجے تک قوت ایمانی پہنچ جاتی ہے عقل سلیم کے نزدیک یہ ہے کہ وہ صرف لغو کاموں اور لغو باتوں کو ہی خدا تعالیٰ کے لئے نہیں چھوڑتا بلکہ اپنا عزیز مال بھی خدا تعالیٰ کے لئے چھوڑتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ لغو کاموں کے چھوڑنے کی نسبت مال کا چھوڑنا نفس پر زیادہ بھاری ہے کیونکہ وہ محنت سے کمایا ہوا اور ایک کارآمد چیز ہوتی ہے جس پر خوش زندگی اور آرام کا مدار ہے اس لئے مال کا خدا کے لئے چھوڑنا بہ نسبت لغو کاموں کے چھوڑنے کے قوت ایمانی کو زیادہ چاہتا ہے اور لفظ اخراج کا جو آیت میں وعدہ ہے اسکے اس جگہ یہ معنی ہونگے کہ دومرے درجہ کی نسبت اس مرتبہ میں قوت ایمانی اور تعلق بھی خدا تعالیٰ سے زیادہ ہو جاتی ہے اور نفس کی پاکیزگی اس سے پیدا ہو جاتی ہے کیونکہ اپنے ہاتھ سے اپنا محنت سے کمایا ہوا مال محض خدا کے خوف سے نکالنا بھر نفس کی پاکیزگی کے ممکن نہیں۔

پھر چوتھا کام مومن کا جس سے چوتھے درجہ تک قوت ایمانی پہنچ جاتی ہے عقل سلیم کے

نزدیک یہ ہے کہ وہ صرف مال کو خدا تعالیٰ کی راہ میں ترک نہیں کرتا بلکہ وہ چیز جس سے وہ مال ہے
 بھی بڑھ کر یا د کرتا ہے یعنی شہوات نفسانیہ اُن کا وہ حصہ جو حرام کے طور پر ہے چھوڑ دیتا ہے
 ہم بیان کر چکے ہیں کہ ہر ایک انسان اپنی شہوات نفسانیہ کو طبعاً مال سے عزیز سمجھتا ہے اور
 مال کو ان کی راہ میں فدا کرتا ہے۔ پس بلاشبہ مال کے چھوڑنے سے خدا کیلئے شہوات کو چھوڑنا
 بہت بھاری ہے اور لفظ اخراج جو اس آیت سے بھی تعلق رکھتا ہے اس کے ساتھ سمجھ لیں
 ہیں کہ جیسے شہوات نفسانیہ سے انسان کو طبعاً شدید تعلق ہوتا ہے ایسا ہی اُن کے چھوڑنے
 کے بعد وہی شدید تعلق خدا تعالیٰ سے ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جو شخص کوئی چیز خدا تعالیٰ کی راہ
 میں کھوتا ہے اُس سے بہتر پالیتا ہے۔

لطف اور ترک طالبان نہ کند ؛ کس یہ کار و ہش زیاں نہ کند
 ہر کہ آل راہ جست یافتہ است ؛ تافت آل رو کہ سز یافتہ است
 پھر پانچواں کام یوں کا جس سے پانچویں درجہ تک توبہ ایمانی پہنچ جاتی ہے خدا تعالیٰ
 یہ ہے کہ صرف ترک شہوات نفس ہی نہ کرے بلکہ خدا کی راہ میں خود نفس کو ہی ترک کر دے
 اور اس کے فدا کرنے پر تیار رہے یعنی نفس جو خدا کی امانت ہے اسی مالک کو واپس دیدے اور
 نفس سے صرف اس قدر تعلق رکھے جیسا کہ ایک امانت سے تعلق ہوتا ہے اور دقائق تقویٰ ایسے
 طور پر پورا کرے کہ گویا اپنے نفس اور مال اور تمام چیزوں کو خدا کی راہ میں وقف کر چکا ہے۔ اسی
 طرف یہ آیت اشارہ فرماتی ہے وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ اُولَٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ
 انسان کے جان و مال اور تمام قسم کے اُدام خدا کی امانت ہے جس کو واپس دینا این ہونے کے لئے
 شرط ہے لہذا ترک نفس و دنیو کے یہی معنی ہیں کہ یہ امانت خدا تعالیٰ کی راہ میں وقف کر کے اس کو

جیسا کہ نفس خدا تعالیٰ کی امانت ہے، ایسا ہی مال بھی خدا تعالیٰ کی امانت ہے جو شخص صرف اپنے مال سے زکوٰۃ
 دیتا ہے وہ مال کو اپنا مال سمجھتا ہے مگر جو شخص مال کو خدا تعالیٰ کی امانت سمجھتا ہے وہ اپنے تمام مال کو
 خدا تعالیٰ کا مال جانتا ہے اور ہر ایک وقت خدا کی راہ میں دیتا ہے گو کوئی زکوٰۃ اُس پر واجب نہ ہو۔

۴۳

یہ قربانی ادا کر دے اور دوسرے یہ کہ جو خدا تعالیٰ کے ساتھ ایمان کے وقت اس کا جہد تھا اور جو جہد اور ماتیں مخلوق کی اس کی گردن پر نہیں تھن سب کو ایسے طور سے تقویٰ کی دعایت کے بجائے کہ وہ بھی ایک بھی قربانی ہو جاوے۔ کیونکہ دقایق تقویٰ کو انتہا و تک پہنچانا یہ بھی ایک قسم کی موت اور قلعہ افیل کا جو اس آیت سے بھی تعلق رکھتا ہے اس کے اس جگہ یہ مضمون ہے کہ جب اس درجہ کا مومن خدا تعالیٰ کی راہ میں بذل نفس کرتا ہے اور تمام دقایق تقویٰ بجالاتا ہے تب حضرت احدیتؐ انوار الہیہ اس کے وجود پر محیط ہو کر مدحانی خوبصورتی اس کو بخشے ہیں جیسے کہ گوشت پڑیوں پر چڑھ کر من کو خوبصورت بنا دیتا ہے۔ اور جیسا کہ ہم کھکھ چکے ہیں ان دونوں حالتوں کا نام خدا تعالیٰ نے لباس ہی رکھا ہے۔ تقویٰ کا نام بھی لباس ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لِبَاسُ التَّقْوَىٰ اور جو گوشت پڑیوں پر چڑھتا ہے وہ بھی لباس ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَكَسَوْا ثِيَابَ الْعِظَامِ فَهَبْنَاهُم لَهَا۔ کیونکہ کسوتہ جس سے کسوتونا کا لفظ نکلا ہے لباس کو ہی کہتے ہیں۔

اب یاد رہے کہ انتہا سلوک کا پنجم درجہ ہے۔ اور جب پنجم درجہ کی حالت اپنے کمال کو پہنچ جاتی ہے تو اس کے بعد چھٹا درجہ ہے جو محض ایک مہبت کے طور پر ہے اور جو بغیر کسب اور کوشش کے مومن کو عطا ہوتا ہے اور کسب کا اس میں ذرہ دخل نہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ جیسے مومن خدا کی راہ میں اپنی روح کھوتا ہے تو ایک روح اس کو عطا کی جاتی ہے۔ کیونکہ ابتداء سے یہ وعدہ ہے کہ جو کوئی خدا تعالیٰ کی راہ میں کچھ کھوئے گا وہ اسے پائیگا۔ اس لئے روح کو کھونے والے روح کو پاتے ہیں۔ پس چونکہ مومن اپنی محبت ذاتیہ سے خدا کی راہ میں اپنی جان وقف کرتا ہے اس لئے خدا کی محبت ذاتیہ کی روح کو پاتا ہے جس کے ساتھ روح القدس شامل ہوتا ہے۔ خدا کی محبت ذاتیہ ایک روح ہے اور روح کا کام مومن کے اندر کئی ہے اس لئے وہ خود روح ہے اور روح القدس اس سے جدا نہیں۔ کیونکہ اس محبت اور روح القدس میں کبھی انفکاک ہو ہی نہیں سکتا۔ اسی درجہ سے ہم نے اکثر جگہ صرف محبت ذاتیہ الہیہ کا ذکر کیا ہے اور روح القدس کا نام نہیں لیا کیونکہ من کا باہم تعلق ہے اور جب روح

کسی مومن پر نازل ہوتی ہے تو تمام بوجھ عبادات کا اس کے سر سے ساقط ہو جاتا ہے اور اُس میں
ایک ایسی قوت اور لذت آجاتی ہے جو وہ قوت تکلف سے نہیں بلکہ طبعی جوش سے
یا دہنی سے نکلتی ہے اور عاشقانہ جوش اُس کو بخشی ہے پس ایسا مومن جبرائیل علیہ السلام کی
طرح ہر وقت آستانہ الہی کے آگے حاضر رہتا ہے اور حضرت عترت کی دائمی ہمایوگی اس کے
نصیب ہو جاتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ اس درجہ کے بارے میں فرماتا ہے وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ
يُحَافِظُونَ یعنی مومن کا دل وہ لوگ ہیں کہ ایسا دائمی حضور اُن کو میسر آتا ہے کہ ہمیشہ وہ اپنی نماز
کے آپ نگہبان رہتے ہیں۔ یہ اس حالت کی طرف اشارہ ہے کہ اس درجہ کا مومن اپنی نُدحانی بقا
کے لئے نماز کو ایک ضروری چیز سمجھتا ہے اور اس کو اپنی غذا قرار دیتا ہے جس کے بغیر وہ جی ہی
نہیں سکتا۔ یہ درجہ بغیر اس نُدح کے حاصل نہیں ہو سکتا جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مومن پر نازل
ہوتی ہے۔ کیونکہ جبکہ مومن خدا تعالیٰ کے لئے اپنی جان کو ترک کر دیتا ہے تو ایک دوسری جان
پانے کا مستحق ہوتا ہے۔

اس تمام تقریر سے ثابت ہے کہ یہ مراتب بہتہ عقل سلیم کے نزدیک اس دن کی راہ میں پڑیں جو اپنے وجود روحانی کو کمال تک پہنچانا چاہتا ہے اور ہر ایک انسان تھوڑے سے غور کے ساتھ سمجھ سکتا ہے کہ ضرور مومن پر اس کے سلوک کے وقت چھ حالتیں آتی ہیں۔ وجہ یہ کہ جب تک انسان خدا تعالیٰ سے کامل تعلق نہیں پکڑتا تب تک اس کا نفس ناقص یعنی خراب حالتوں سے پیاد کرتا ہے اور ہر ایک حالت کا پیاد دور کرنے کے لئے ایک ایسے سبب کا ضرورت ہوتی ہے کہ وہ اس پیاد پر غالب آجائے۔ اور نیا پیاد پہلے پیاد کا علاقہ توڑ دے۔

چنانچہ پہلی حالت جس سے وہ پیدا کرتا ہے یہ ہے کہ وہ ایک غفلت میں پڑا ہوتا ہے اور اسکو ہاگل خدا تعالیٰ سے بعد اور دوسری ہوتی ہے اور نفس ایک کفر کے زنگ میں ہوتا ہے اور غفلت کے پردے تکبر اور پوہائی اور سنگدلی کی طرف اس کو کھینچتے ہیں اور شروع اور خضوع اور تواضع اور فروتنی اور انکسار کا نام و نشان اس میں نہیں ہوتا اور اسی اپنی حالت سے وہ محبت کرتا ہے اور

۷۵

اس کو اپنے بے بہتر سمجھتا ہے اور پھر جب عنایت الہیہ اس کی اصلاح کی طرف توجہ کرتی ہے تو کسی واقعہ کے پیدا ہونے سے یا کسی آفت کے نازل ہونے سے خدا تعالیٰ کی عظمت اور مہبت اور جبروت کا اس کے دل پر اثر پڑتا ہے اور اس اثر سے اس پر ایک حالت خشوع پیدا ہو جاتی ہے جو اس کے تکبر اور گردن کشی اور غفلت کی علوت کو کا اعدام کر دیتی ہے اور اس سے علاقہ محبت تولد دیتی ہے۔ یہ ایک ایسی بات ہے جو ہر وقت دنیا میں مشاہدہ میں آتی رہتی ہے اور دیکھا جاتا ہے کہ جب مہبت الہی کا تازیانہ کسی خوفناک لباس میں نازل ہوتا ہے تو بڑے بڑے شرمیلوں کی گردن جھکا دیتا ہے اور خواب غفلت سے جگا کر خشوع اور خضوع کی حالت بنا دیتا ہے یہ وہ پہلا مرتبہ رجوع الی اللہ کا ہے جو غفلت اور مہبت الہی کے مشاہدہ کے بعد یا کسی اور طور سے ایک معید العظمت کو حاصل ہو جاتا ہے اور گو وہ پہلے اپنی غافلانہ اور بے قید و زنجی سے محبت ہی رکھتا تھا۔ مگر جب مخالفت اثر اس پہلے اثر سے قوی تر پیدا ہوتا ہے تو اس حالت کو پھر حال چھوڑنا پڑتا ہے۔

پھر اس کے بعد دوسری حالت یہ ہے کہ ایسے مومن کو خدا تعالیٰ کی طرف کچھ رجوع تو ہو جاتا ہے مگر اس رجوع کے ساتھ غفلتوں اور لغو کاموں اور لغو مشغلوں کی پلیدی لگی رہتی ہے جس سے وہ اس راہ محبت رکھتا ہے۔ بل کہ کسی نماز میں خشوع کے حالات بھی اس سے ظہور میں آتے ہیں۔ لیکن دوسری طرف لغو حرکات بھی اس کے لازم حال رہتی ہیں اور لغو تعلقات اور لغو مجلسیں اور لغو ہنسی و شطاش کے لگے کا بار رہتا ہے۔ گویا وہ دو رنگ رکھتا ہے کبھی کبھی کچھ ۷۵ و اعظال کیں جلوہ بر مگر اپنے منبر سے کند و چون غفلت سے روزند آں کا بدگرے کنند

پھر جب عنایت الہیہ اس کو صانع کرنا نہیں چاہتی تو پھر ایک اور جلوہ غفلت اور مہبت اور جبروت الہی کا اس کے دل پر نازل ہوتا ہے جو پہلے جلوہ سے زیادہ تیز ہوتا ہے اور قوت ایمانی اس سے تیز ہو جاتی ہے اور ایک انگ کی طرح مومن کے دل پر پڑ کر تمام خیالات لغو اس کے ایک دم میں محسوس کر دیتی ہے۔ اور یہ جلوہ غفلت اور جبروت الہی کا اس قدر حضرت عزت کی محبت

اُس کے دل میں پیدا کرتا ہے کہ لغو کاموں اور لغو شغلوں کی محبت پر غالب آجاتا ہے اور ان کو دفع اور دور کر کے اُن کی جگہ لے لیتا ہے۔ اور تمام یہودہ شغلوں سے دل کو سبزو کر دیتا ہے تب لغو کاموں سے دل کو ایک کڑہت پیدا ہو جاتی ہے۔

پھر لغو شغلوں اور لغو کاموں کے دور ہونے کے بعد ایک تیسری خراب حالت مومن میں باقی رہ جاتی ہے جس سے وہ دوسری حالت کی نسبت بہت محبت رکھتا ہے یعنی طبعاً مال کی محبت اس کے دل میں ہوتی ہے کیونکہ وہ اپنی زندگی اور آرام کا دار مال کو ہی سمجھتا ہے اور نیز اس کے حاصل ہونے کا ذریعہ صرف اپنی محنت اور مشقت خیال کرتا ہے۔ پس اس وجہ سے خدا تعالیٰ کی راہ میں مال کا چھوڑنا بہت بھاری اور تلخ ہوتا ہے۔

پھر جب غیابت الہیہ اس درجہ مضیقہ سے اس کو نکالنا چاہتی ہے تو راز قیبت الہیہ کا علم اس کو عطا کیا جاتا ہے اور توکل کا بیج اُس میں بویا جاتا ہے اور ساتھ اس کے سببیت الہیہ بھی کام کرتی ہے اور دونوں تعلیقات جہانی اور جلالی اُس کے دل کو اپنے قابو میں لے آتی ہیں۔ تب مال کی محبت بھی دل میں سے بھاگ جاتی ہے اور مال دینے والے کی محبت کا تحم دل میں بویا جاتا ہے اور ایمان قوی کیا جاتا ہے۔ اور یہ قوت ایمانی درجہ سوم کی قوت کے بڑھ کر ہوتی ہے۔ کیونکہ اس جگہ مومن صرف لغو باتوں کو ہی ترک نہیں کرتا بلکہ اُس مال کو ترک کرتا ہے جس پر اپنی خوش زندگی کا سارا دار سمجھتا ہے۔ اور اگر اس کے ایمان کو قوت توکل عطا نہ کی جاتی اور راز قیبت کی طرف آنکھ کا دروازہ نہ کھولا جاتا تو ہرگز ممکن نہ تھا کہ بخل کی بیماری دور ہو سکتی پس یہ قوت ایمانی نہ صرف لغو کاموں سے چھڑاتی ہے بلکہ خدا تعالیٰ کے رازق ہونے پر ایک قوی ایمان پیدا کر دیتی ہے۔ اور نور توکل دل میں ڈال دیتی ہے۔ تب مال جو ایک پارہ بگڑ بھاجاتا ہے بہت آسانی اور شرح صمد سے مومن اس کو خدا تعالیٰ کی راہ میں دیتا ہے اور وہ ضعف جو بخل کی حالت میں باہمی سے پیدا ہوتا ہے۔ اب خدا تعالیٰ پر بہت سی امیدیں ہو کر وہ تمام ضعف جاتا رہتا ہے۔ اور مال دینے والے کی محبت مال کی محبت سے زیادہ ہو جاتی ہے۔

پھر بعد اس کے جو حقیقی حالت ہے جس سے نفیس آثار بہت ہی پیارا کرتا ہے۔ اور جو تعمیری حالت سے بدتر ہے۔ کیونکہ قیسی حالت میں تو صرف مال کا اپنے ہاتھ سے چھوڑنا ہے۔ مگر جو حقیقی حالت میں نفیس آثار کی شہوات محترمہ کو چھوڑنا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ مال کا چھوڑنا بہ نسبت شہوات کے چھوڑنے کے انسان پر طبعاً مہمل ہوتا ہے۔ اس لئے یہ حالت بہ نسبت حالات گذشتہ کے بہت شدید اور خطرناک ہے اور فطرتاً انسان کو شہوات نفسانیہ کا تعلق بہ نسبت مال کے تعلق کے بہت پیارا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ مال کو جو اس کے نزدیک دایرہ کائنات ہے بڑی خوشی سے شہوات نفسانیہ کی راہ میں فدا کر دیتا ہے۔ اور اس حالت کے خوفناک جوکس کی شہادت میں یہ آیت کافی ہے۔ وَلَقَدْ كَفَرَكَ بِهَا كُفْرًا زَائِلًا۔ یعنی یہ ایسا منہ زود جو کس ہے کہ اس کا فرد ہونا کسی برہان قوی کا محتاج ہے پس ظاہر ہے کہ درجہ چہارم پر قوت ایمانی بہ نسبت درجہ سوم کے بہت قوی اور زبردست ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ کی عظمت اور ہیبت اور جبروت کا مشاہدہ بھی پہلے کی نسبت اس میں زیادہ ہوتا ہے اور نہ صرف اس قدر بلکہ یہ بھی اس میں نہایت ضروری ہے کہ جس لذت ممنوعہ کو دور کیا گیا ہے اس کے عوض میں روحانی طور پر کوئی لذت بھی حاصل ہو۔ اور جیسا کہ محل کے دور کرنے کے لئے خدا تعالیٰ کی ملازمت پر قوی ایمان درکار ہے۔ اور غالی حیرت ہونے کی حالت میں ایک قوی توکل کی ضرورت ہے تاہل بھی دُور ہو اور غیبی فوج پر امید بھی پیدا ہو جائے۔ ایسا ہی شہوات نامیہ نفسانیہ کے دور کرنے کے لئے اور آتش شہوت سے غلبہ پانے کے لئے اس آگ کے وجود پر قوی مدین ضروری ہے جو جسم اور روح دونوں کو عذاب شدید میں ڈالتی ہے اور نیز ساتھ اس کے اس مددِ حق لذت کی ضرورت ہے جو ان کیفیت لذتوں سے بے نیاز اور مستغنی کر دیتی ہے۔ جو شخص شہوات نفسانیہ محترمہ کے پیچھے میں اسیر ہے وہ ایک آٹھواں کے منہ میں ہے جو نہایت خطرناک زہر رکھتا ہے۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ جیسا کہ فحش و حرکات کی بیماری سے عقل کی بیماری بڑھ کر ہے اسی طرح عقل کی بیماری کے مقابل پر شہوات نفسانیہ محترمہ کے پیچھے میں اسیر ہونا سب بگاڑوں سے زیادہ

ہا ہے جو خدا تعالیٰ کے ایک خاص رحم کی متاع ہے اور جب خدا تعالیٰ کسی کو اس بلا سے نجات دینا چاہتا ہے تو اپنی عظمت اور ہیبت اور جبروت کی ایسی تجلی اس پر کرتا ہے جس سے شہوات نفسانیہ محترمہ پارہ پارہ ہو جاتی ہیں۔ اور پھر جہاں رنگ میں اپنی لطیف محبت کا ذوق اس کے دل میں ڈالتا ہے اور جس طرح شیر خوار بچہ دودھ چھوڑنے کے بعد صرف ایک دات تلخی میں گزارتا ہے بعد اس کے اس دودھ کو ایسا فراموش کر دیتا ہے کہ چھاتیوں کے سامنے بھی اگر اس کے منہ کو دکھا جائے تب بھی دودھ پینے سے نفرت کرتا ہے۔ یہی نفرت شہوات محترمہ نفسانیہ سے اس کو استیفاء کو ہو جاتی ہے جس کو نفسانی دودھ چھڑا کر ایک روحانی غذا اس کے عوص میں دی جاتی ہے۔ پھر جو حقیقی حالت کے بعد پانچویں حالت ہے جس کے مفاسد سے نہایت سخت اور شدید محبت نفسانہ کو ہے۔ کیونکہ اس مرتبہ پر صرف ایک لڑائی باقی رہ جاتی ہے اور وہ وقت قریب آجاتا ہے کہ حضرت عزت جلالہ کے فرشتے اس وجود کی تمام آبادی کو فتح کر لیں اور اس پر اپنا پورا تصرف اور دخل کر لیں اور تمام نفسانی سلسلہ کو درہم برہم کر دیں۔ اور نفسانی قوی کے قریب کو دیران کر دیں۔ اور اس کے نمبر و اول کو ذیل اور بہت کر کے دکھلا دیں اور پہلی سلطنت پر ایک تباہی ڈال دیں۔ اور انقلاب سلطنت پر ایسا ہی ہوا کرتا ہے۔
 اِنْ اَتَمَّوْا۟ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْا اٰيَةً لِّاٰهْلِهَا اِذْ لَوْ اَنَّ اٰهْلَهَا يَعْلَمُوْنَ
 اور یہ مومن کیلئے ایک آخری امتحان اور آخری جنگ ہے جس پر اس کے تمام مراتب سلوک ختم ہو جاتے ہیں اور اس کا سلسلہ ترقیات جو کسب اور کوشش سے ہے انتہا تک پہنچ جاتا ہے۔ اور انسانی کوششیں اپنے اخیر نقطہ تک منزل طے کریتی ہیں۔ پھر بعد اس کے صرف مہمیت اور فضل کا کام باقی رہ جاتا ہے جو خلقِ آخر کے متعلق ہے۔ اور یہ پانچویں حالت جو حقیقی حالت کے شکل تر ہے کیونکہ جو حقیقی حالت میں تو صرف مومن کا کام یہ ہے کہ شہوات محترمہ نفسانیہ کو ترک کرے مگر پانچویں حالت میں مومن کا کام یہ ہے کہ نفس کو بھی ترک کر دے اور اس کو خدا تعالیٰ کی امانت سمجھ کر خدا تعالیٰ کی طرف واپس کرے اور خدا کے کاموں میں اپنے نفس کو وقف کر کے

اس سے خدمت سے اور خدا کی راہ میں بذل نفس کرنے کا ارادہ رکھے اور اپنے نفس کی نفی وجود کے لئے کوشش کرے۔ کیونکہ جب تک نفس کا وجود باقی ہے گناہ کرنے کے لئے جذبات بھی باقی رہیں جو تقویٰ کے برخلاف ہیں۔ اور نیز جب تک وجود نفس باقی ہے ممکن نہیں کہ انسان تقویٰ کی بائیک راہوں پر قدم مار سکے یا پورے طور پر خدا کی امانتوں اور عہدوں کی امانتوں اور عہدوں کو ادا کر سکے لیکن جیسا کہ محل بغیر توفیق اور خدا کی رازقیت پر ایمان لانے کے ترک نہیں ہو سکتا اور شہوات نفسانیہ محترمہ بغیر استیلاءِ مہبت اور غلبتِ الہی اور لذاتِ روحانیہ کے چھوٹ نہیں سکتیں ایسا ہی یہ مرتبہ غلطی کہ ترک نفس کر کے تمام امانتیں خدا تعالیٰ کی اس کو واپس دی جائیں کبھی حاصل نہیں ہو سکتا جب تک کہ ایک تیز اندہ محی عشقِ الہی کی چٹکر کسی کو اس کی راہ میں دیوانہ نہ بنا دے۔ یہ تو درحقیقت عشقِ الہی کے مستول اور دیوانوں کے کام ہیں دنیا کے عقلمندوں کے کام نہیں۔ آسمان بار امانت تو اوست کشیدہ قرعہ نال بنام من دیوانہ زندہ اسی کی طرف اللہ تعالیٰ اشارہ فرماتا ہے۔ اِنَّا عَرَضْنَا الْاٰمَانَ عَلٰی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ خَافِيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا۔^۱ اپنے امانت کو جو امانت کی طرح واپس دینی چاہیے تمام زمین و آسمان کی مخلوق پر پیش کیا۔ پس سب نے اس امانت کے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈرے کہ امانت کے لینے سے کوئی قربانی پیدا نہ ہو مگر انسان نے اس امانت کو اپنے سر پر اٹھا لیا کیونکہ وہ ظلم اور جہول تھا یہ دونوں حفظ انسان کے لئے محلِ مدح میں ہیں نہ محلِ مذمت میں اور ان کے معنی یہ ہیں کہ انسان کی فطرت میں ایک صفت تھی کہ وہ خدا کے لئے اپنے نفس پر ظلم اور سختی کر سکتا تھا۔ اور ایسا خدا تعالیٰ کی طرف جھک سکتا تھا کہ اپنے نفس کو خرابوش کر دے اس لئے اس نے مظلوم کیا کہ اپنے تمام وجود کو امانت کی طرح پلو سے اور پھر خدا کی راہ میں خرچ کر دے۔

اس پانچویں مرتبہ کے لئے یہ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَالَّذِيْنَ هُمْ لِحَمٰلَتِهَا قٰتِلُوْهُمْ وَخِزْيُوْهُمْ سَاعُوْنَ^۲ یعنی مومن وہ ہیں جو اپنی امانتوں اور عہدوں کی رعایت رکھتے ہیں یعنی اولئے امانت

اور ایسا کہ ہمارے بارے میں کوئی دقیقہ تقویٰ اور احتیاط کفایت نہیں چھوڑتے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ انسان کا نفس اور اس کے تمام قویٰ اور آنکھ کی بینائی اور کانوں کی شنوائی اور زبان کی گویائی اور ہاتھوں پر رول کی قوت یہ سب خدا تعالیٰ کی امانتیں ہیں جو اُس نے دی ہیں اور جس وقت وہ چاہے اپنی امانتوں کو واپس لے سکتا ہے پس ان تمام امانتوں کا رعایت رکھنا یہ ہے کہ باریک در باریک تقویٰ کی پابندی سے خدا تعالیٰ کی خدمت میں نفس اور اُس کے تمام قویٰ اور جسم اور اس کے تمام قویٰ اور حوارج کو لگایا جائے اس طرح پر کہ گویا یہ تمام چیزیں اس کی نہیں بلکہ خدا کی ہو جائیں اور اُس کی مرضی سے نہیں بلکہ خدا کی مرضی کے موافق ان تمام قویٰ اور اعضاء کا حرکت اور سکون ہو اور اس کا ارادہ کچھ بھی نہ رہے بلکہ خدا کا ارادہ اُن میں کام کرے اور خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں اس کا نفس ایسا ہو جیسا کہ مژدہ زندہ کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ اور یہ خود رانی سے بیدار ہو اور خدا تعالیٰ کا پورا تصرف اس کے وجود پر ہو جائے یہاں کو اُن سے دیکھے اور اُن سے سُنے اور اُن سے بولے اور اُن سے حرکت یا سکون کرے۔ اور نفس کی دقیقہ دقیق آلائشیں جو کسی خود میں سے بھی نظر نہیں آسکتیں اُن کو نہ کر فقط مدح رہ جائے۔ غرض ہمیشہ خدا کی اس پر احاطہ کرے اور اپنے وجود سے اس کو کھو دے اور اُس کی حکومت اپنے وجود پر کچھ نہ رہے اور سب حکومت خدا کی ہو جائے اور نفسانی جوش سب مفقود ہو جائیں اور الوہیت کے ارادے اس کے وجود میں جوش زن ہو جائیں۔ پہلی حکومت بالکل اٹھ جائے اور دوسری حکومت طے میں قائم ہو اور نفسانیت کا گھر دیوان ہو اور اُس جگہ پر حضرت عزت کے خیمے لگائے جائیں اور مہبت اور جبروت الہی تمام اُن بودوں کو جن کی آب پاشی گندے چشمہ نفس سے ہوتی تھی اس پر بار بار لگے لکھ کر رضا جوئی حضرت عزت کی پاک زمین میں دے جائیں۔ اور تمام کو زویں اور تمام ارادے اور تمام خواہشیں خدا میں ہو جائیں اور اُن ارادہ کی تمام حمایتیں مہندہم کر کے خاک میں ملا دی جائیں اور ایک ایسا پاک صل تقدس اور نظہر کا دل میں تیار کیا جاوے جس میں حضرت عزت نازل ہو سکے اور اس کی مدح اس میں بلند ہو سکے

اس قدر تکمیل کے بعد کہا جائیگا کہ وہ لائق جو نعم حقیقی نے انسان کو دی تھیں وہ واپس کی گئیں۔
 تب ایسے شخص پر یہ آیت صادق آئے گی وَالَّذِينَ هُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ وَعَقْدِهِمْ رَاعُونَ۔
 اس درجہ برصورت ایک طالب تیار ہوتا ہے اور تجلی الہی کی دُورج جس سے مراد محبت ذاتیہ
 حضرت عزت ہے بعد اس کے مع دُورج القدس ایسے مومن کے اندر داخل ہوتی اور نئی حیات
 اُس کی بخشی ہے اور ایک نئی قوت اس کو عطا کی جاتی ہے اور اگرچہ یہ سب کچھ دُورج کے اثر سے
 ہی ہوتا ہے لیکن ہنوز دُورج مومن سے صرف ایک تعلق رکھتی ہے اور ابھی مومن کے دل کے اندر
 آباد نہیں ہوتی۔

پھر بعد اس کے وجود دُورجانی کا مرتبہ ششم ہے یہ وہی مرتبہ ہے جس میں مومن کی
 محبت ذاتیہ اپنے کمال کو پہنچ کر اللہ جل شانہ کی محبت ذاتیہ کو اپنی طرف کھینچتی ہے تب
 خدا تعالیٰ کا وہ محبت ذاتی مومن کے اندر داخل ہوتی ہے اور اس پر احاطہ کرتی ہے جس سے ایک
 نئی اور فوق العادت طاقت مومن کو ملتی ہے اور وہ ایمانی طاقت ایمان میں ایک ہی زندگی
 پیدا کرتی ہے جیسے ایک قالب بے جان میں دُورج داخل ہو جاتی ہے بلکہ وہ مومن میں داخل ہو کر
 وہ حقیقت ایک دُورج کا کام کرتی ہے۔ تمام قویٰ میں اس سے ایک نور پیدا ہوتا ہے۔ اور
 دُورج القدس کی تائید ایسے مومن کے شامل حال ہوتی ہے کہ وہ باتیں اور وہ علوم جو انسانی
 طاقت سے برتر ہیں وہ اس درجہ کے مومن پر کھولے جاتے ہیں اور اس درجہ کا مومن ایمانی
 ترقیات کے تمام مراتب طے کر کے ان فنی کمالات کی وجہ سے جو حضرت عزت کے کمالات
 اُس کو عطا ہیں آسمان پر خلیفۃ اللہ کا لقب پاتا ہے کیونکہ جیسا کہ ایک شخص جب آئینہ کے
 مقابل پر کھڑا ہوتا ہے تو تمام نقوش اس کے منہ کے نہایت صفائی سے آئینہ میں منعکس ہو
 جاتے ہیں۔ ایسا ہی اس درجہ کا مومن جو نہ صرف ترک نفس کرتا ہے بلکہ فنی وجود اور
 ترک نفس کے کام کو اس درجہ کے کمال تک پہنچاتا ہے کہ اس کے وجود میں سے کچھ بھی نہیں
 رہتا اور صرف آئینہ کے رنگ میں ہو جاتا ہے۔ تب ذات الہی کے تمام نقوش اور تمام

اخلاق اس میں خدس ہو جاتے ہیں اور جیسا کہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ آئینہ جو ایک سامنے کھڑے ہوئے
 منہ کے تمام نقوش اپنے اندر لے کر اس منہ کا عکس ہو جاتا ہے اسی طرح ایک مومن بھی ظنی طور پر
 اخلاق اور صفات الہیہ کو اپنے اندر لے کر خلافت کا درجہ اپنے اندر حاصل کرتا ہے اور ظنی طور پر
 الہی صورت کا مظہر ہو جاتا ہے اور جیسا کہ خدا غیب الغیب ہے اور اپنی ذات میں در او الوداع
 ہے ایسا ہی یہ مومن کامل اپنی ذات میں غیب الغیب اور در او الوداع ہوتا ہے۔ دنیا اس کی
 حقیقت تک پہنچ نہیں سکتی۔ کیونکہ وہ دنیا کے دائرہ سے بہت ہی دور چلا جاتا ہے۔ یہ
 عجیب بات ہے کہ خدا جو غیر تبدیل اور جی دقیقہ ہے وہ مومن کامل کی اس پاک تبدیلی کے بعد جبکہ
 مومن خدا کے لئے بنا وجود بالکل کھو دیتا ہے اور ایک نیا چولا پاک تبدیلی کا پہن کر اس میں
 اپنا سر نکالتا ہے۔ تب خدا بھی اس کے لئے اپنی ذات میں ایک تبدیلی کرتا ہے مگر یہ نہیں
 کہ خدا کی ذاتی ابدی صفات میں کوئی تبدیلی ہوتی ہے۔ نہیں بلکہ وہ قدیم سے اور ازل غیر تبدیل
 ہے لیکن یہ صرف مومن کامل کے لئے جلوت قدرت ہوتا ہے اور ایک تبدیلی جس کی ہم کہہ نہیں
 سکتے مومن کی تبدیلی کے ساتھ خدا میں بھی ظہور میں آجاتی ہے مگر اس طرح پر کہ کسی غیر تبدیل ذات
 پر کوئی گرد و غبار حدوث کا نہیں بیٹھتا۔ وہ اسی طرح غیر تبدیل ہوتا ہے جس طرح وہ قدیم
 ہے لیکن یہ تبدیلی جو مومن کی تبدیلی کے وقت ہوتی ہے یہ اس قسم کی ہے جیسا کہ لکھا ہے
 کہ جب مومن خدا تعالیٰ کی طرف حرکت کرتا ہے تو خدا اس کی نسبت تیز حرکت کے ساتھ
 اس کی طرف آتا ہے اور ظاہر ہے کہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ تبدیلیوں سے پاک ہے۔ ایسا ہی وہ
 حرکتوں سے بھی پاک ہے لیکن یہ تمام الفاظ استعانہ کے رنگ میں بولے جاتے ہیں اور
 بولنے کی اس لئے ضرورت پڑتی ہے کہ تجربہ شہادت دیتا ہے کہ جیسے ایک مومن خدا تعالیٰ
 کی راہ میں قیمتی اور فنا اور استہلاک کر کے اپنے میں ایک نیا وجود بناتا ہے اس کی ان
 تبدیلیوں کے مقابل پر خدا بھی اس کے لئے ایک نیا ہو جاتا ہے اور اس کے ساتھ وہ معاملات
 کرتا ہے جو دوسرے کے ساتھ کبھی نہیں کرتا۔ اور اس کو اپنے ملکوت اور امر اور کا وہ غیر

کرنا ہے جو دوسرے کو ہرگز نہیں دکھلاتا۔ اور اس کے لئے وہ کام ظاہر کرتا ہے جو دوسروں کے لئے ایسے کام کبھی ظاہر نہیں کرتا۔ اور اس قدر اس کی نصرت اور مدد کرتا ہے کہ لوگوں کو تعجب میں ڈالتا ہے۔ اس کے لئے خوارق دکھاتا ہے اور معجزات ظاہر کرتا اور ہر ایک پہلو سے اس کو غالب کر دیتا ہے اور اس کی ذات میں ایک قوت کشش رکھ دیتا ہے جس سے ایک جہان اُس کی طرف کھینچا جاتا ہے اور نہ ہی باقی رہ جاتے ہیں جن پر شقاوت انہی غالب ہے۔

۴۴

پس ان تمام باتوں سے ظاہر ہے کہ مومن کا دل کی پاک تبدیلی کے ساتھ خدا تعالیٰ بھی ایک نئی صورت کی تجلی سے اُس پر ظاہر ہوتا ہے۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اُس نے انسان کو اپنے لئے پیدا کیا ہے کیونکہ جب انسان خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا شروع کرے تو اُسی دن بلکہ اُسی گھڑی سے بلکہ اُسی دم سے خدا تعالیٰ کا رجوع اس کی طرف شروع ہو جاتا ہے۔ اور وہ اس کا متوالی اور متکفل اور حامی اور ناصر بن جاتا ہے۔ اور اگر ایک طرف تمام دنیا ہو اور ایک طرف مومن کا دل تو آخر غلبہ اُسی کو ہوتا ہے کیونکہ خدا اپنی محبت میں صادق ہے اور اپنے وعدوں میں پورا۔ وہ اس کو جو درحقیقت اُس کا ہو جاتا ہے ہرگز ضائع نہیں کرتا۔ ایسا مومن آگ میں ڈالا جاتا ہے اور گلزار میں سے نکلتا ہے۔ وہ ایک گرداب میں دھکیل دیا جاتا ہے اور ایک خوشنما باغ میں سے نمودار ہو جاتا ہے۔ دشمن اس کے لئے بہت منصوبے کرتے اور اس کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن خدا اس کے تمام مکروں اور منصوبوں کو پاش پاش کر دیتا ہے کیونکہ وہ اس کے ہر قدم کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس لئے آخر اُس کی ذلت چاہنے والے ذلت کی مار سے مرتے ہیں اور نامرادی اُن کا انجام ہوتا ہے۔ لیکن وہ جو اپنے تمام دل اور تمام جان اور تمام ہمت کے ساتھ خدا کا ہو گیا ہے وہ نامر اور ہرگز نہیں مرتا اور اُنکی عمر میں برکت دی جاتی ہے اور مزید کہ وہ جیتا ہے جیتا ہے اپنے کاموں کو لہرا کرے۔ تمام برکتیں اُصلاح میں ہیں اور تمام اُصلاح خدا کی رضا ہوئی ہیں اور تمام خدا کی رضا ہوئی اپنی رضا کے چھوڑنے میں۔ یہی موت ہے جس کے بعد زندگی ہے۔ مبارک وہ جو اس زندگی میں سے حصہ لے۔

اب واضح ہو کہ جہاں تک ہم نے سورۃ المؤمنون کی آیات محدودہ بالا کے معجزہ ہونے کی نسبت لکھا تھا وہ سب ہم لکھ چکے اور بخوبی ثابت کر چکے کہ سورۃ موصوفہ کی ابتدا میں موسیٰ کے وجود روحانی کے چند مراتب قرار دیئے ہیں اور تہہ ششم خلق آخر کا رکھا ہے۔ یہی مراتب سترہ سورۃ موصوفہ بالا میں جسمانی پیدائش کے بارہ میں بعد ذکر پیدائش روحانی بیان فرمائے گئے ہیں۔ اور یہ ایک علمی اعجاز ہے۔ اور یہ علمی نکتہ قرآن شریف سے پہلے کسی کتاب میں مذکور نہیں ہے۔ پس ان آیات کا آخری حصہ یعنی **فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ** بلاشبہ ایک علمی معجزہ کی جڑ ہے کیونکہ وہ ایک اعجازی موقع پر چسپاں کیا گیا ہے۔ اور انسان کے لئے یہ بات ممکن نہیں کہ اپنے بیان میں ایسی اعجازی صورت پیدا کرے اور پھر اس پر آیت **فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ** چسپاں کرے۔ اور اگر کوئی کہے کہ اس پر کیا دلیل ہے کہ آیات مذکورہ بالا میں جو مقابلہ انسان کے مراتب پیدائش روحانی اور پیدائش جسمانی میں دکھایا گیا ہے وہ علمی معجزہ ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ معجزہ اس کو کہتے ہیں کہ کوئی انسان اس کے مثل بنانے پر قادر نہ ہو سکے یا گذشتہ زمانہ میں قادر نہ ہو سکا ہو اور نہ بعد میں قادر ہونے کا ثبوت ہو۔ پس ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ یہ بیان انسانی پیدائش کی دقیق فلاسفی کا جو قرآن شریف میں مندرج ہے یہ ایک ایسا بے مثل ومانند بیان ہے کہ اس کی نظیر پہلے اس سے کسی کتاب میں نہیں پائی جاتی۔ نہ اس زمانہ میں ہم نے سنا کہ کسی ایسے شخص کو جو قرآن شریف کا علم نہیں رکھتا اس فلاسفی کے بیان کرنے میں قرآن شریف سے توازن ہوا ہو۔ اور جبکہ قرآن شریف اپنے جمیع معارف اور نشاؤں اور فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے معجزہ ہونیکا دعویٰ کرتا ہے اور یہ آیات قرآن شریف کا ایک حصہ ہیں جو دعویٰ اعجاز میں داخل ہے پس اس کا بے مثل ومانند ثابت ہونا باوجود دعویٰ اعجاز اور طلب مقابلہ کے بلاشبہ معجزہ ہے۔ اور عرض کے بقیہ اعتراضات کا جواب ذیل میں لکھا جاتا ہے۔

قولہ۔ **عَفَّتْ الدِّيَارُ مَحَلَّهَا وَمَقَامُهَا** ایک پُرلے شاعر کا مصرع ہے۔ کیا کسی

بنی کو کبھی ایسی وحی ہوئی جس کے الفاظ حرفاً حرفاً وہی ہوں جو اس نبی سے پہلے کسی آدمی کی زبان سے نکل چکے ہوں۔

اقول: جیسا کہ میں پہلے بھی بیان کر چکا ہوں ایسی وحی خود آنحضرت ﷺ کو ہوئی تھی۔ یعنی قُبَارُكَ اللہ احسن الخالقین۔ یہ وہ فقرہ ہے جو عبداللہ بن ابی معمر کے منہ سے نکلا تھا اور یسینم یہی وحی الہی ہوئی تھی۔ اور اسی ابتداء سے عبداللہ بدقسمت مرتد ہو گیا تھا۔ پس ایسا قہر علی عبداللہ مرتد کے خیالات کی مروری ہے جس سے پرہیز کرنا چاہیے تھا۔ اور یہ فقرہ یعنی عفت الدیار محلہا ومقامہا یہ لبید رضی اللہ عنہ جو صحابی تھے ان کے شعر کا پہلا مصرع ہے۔ پورا شعر یہ ہے۔

عفت الدیار محلہا ومقامہا ۱؎ یعنی تابندہ غولہا فرجہا

اس کے معنی ہیں کہ میرے پیادوں کے گھر منہدم ہو گئے۔ ابن عمارتوں کا نام و نشان نہ رہا جو عادی سکونت کی عمارتیں تھیں اور نہ وہ عمارتیں رہیں جو مستقل سکونت کی عمارتیں تھیں۔ دونوں قسم کی عمارتیں نابود ہو گئیں اور وہ عمارتیں منی میں واقع تھیں جو نجد کی زمین میں ہے۔ منی دو ہیں۔ ایک منی مکہ اور ایک منی نجد۔ اسکا معنی نجد مراد ہے۔ اور پھر شاعر کہتا ہے کہ اس سرزمین کے دو شہر جن میں سے ایک کا نام غول تھا اور دوسرے کا نام رجام تھا یہ جیسے منہدم ہو کر نابود ہو گئے اور زمین سے ہموار ہو گئے کہ اب ان شہروں کی جگہ ایک جنگل پڑا ہے جہاں وحشی جانور ہرن وغیرہ رہتے ہیں۔ یہ معنی اس عربی لفظ کے ہیں یعنی تابندہ کے جو شجر میں موجود ہے۔ تابندہ کا لفظ لواء سے لیا گیا ہے اور لواء جنگی جانور ہرن وغیرہ کو کہتے ہیں۔ اور لواء کا لفظ لواء سے لیا گیا ہے۔ اس کے معنی ہیں ہمیشہ جینے والے۔ چونکہ ہرن وغیرہ اکثر اپنی موت سے نہیں مارتے بلکہ شکار کئے جاتے ہیں اور دوسرے کے ذریعہ سے ان کی موت آتی ہے اس لئے ان کا نام لواء رکھا گیا۔

قولہ: مگر انسان کے قول سے خدا کا بھی قیام ہو سکتا ہے تو خدا کے قول اور

بندے کے قول میں فرق کیا ہوا؟

اقول۔ ابھی ہم بیان کر چکے ہیں کہ قرآن شریف ان معنوں سے معجزہ ہے کہ کسی انسان کی عبارت کو قرآن شریف کی ایک ہی عبارت کے ساتھ جو دس آیت سے کم نہ ہو تو اردو نہیں ہو سکتا اور اس قدر عبارت قرآن شریف کی اس وجہ کی فصاحت بلاغت اس قدر معارف اور حقائق اپنے اندر رکھتی ہے جو انسانی طاقتیں اس کی مثل پیش نہیں کر سکتیں اس لئے عبارت قرآنی میں شرط کے ساتھ کہ دس آیت کی مقدار سے کم نہ ہو معجزہ ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف میں انکی تعریف موجود ہے کہ ایک فقرہ جو زیادہ سے زیادہ ایک آیت یا دو آیت کے برابر ہو اس قدر فقرہ میں انسان کے کلام کا خدا کے کلام بظاہر تو اردو ہو سکتا ہے مگر پھر بھی اندر دینی طور پر خدا کی کلام میں بعض پوشیدہ معارف اور ایک قسم کا نور ہوتا ہے اور نیز معجزہ میں سے ایک حصہ اس میں مخفی ہوتا ہے۔ جیسا کہ انسان اور ہرن میں ماہیہ امتیاز مجموعی حالت پر نظر ڈال کر ظاہر ہے لیکن تاہم ہرن کی آنکھ انسان کی آنکھ سے مشابہ ہے مگر پھر بھی انسان کی آنکھ میں بعض وہ قوتیں ہیں جو ہرن کی آنکھ میں ہرگز نہیں۔

قول۔ عفت الدیار محلّھا ومقامھا کا الہام شائع ہوا تب اس کے ذیل میں لکھا گیا تھا کہ متعلق طاعون۔ لیکن اب بتایا جاتا ہے کہ زلزلہ کے متعلق ہے۔

اقول۔ عفت الدیار کے عذاب کا طاعون سے تعلق رکھنا اس کو عین طاعون نہیں بنا سکتا مگر اس کے یہ قول کہ عفت الدیار کے فقرہ کو طاعون سے تعلق ہے یہ تو انسان کی عبارت ہے۔ اعتراض تب ہو سکتا کہ خدا تعالیٰ کی وحی میں یہ لفظ ہوتا۔ خدا تعالیٰ کی وحی تو مٹا کہتی ہے کہ یہ زلزلہ کے متعلق ہے۔ دیکھو وہ الہام جو اسی اخبار الحکم میں دسمبر ۱۹۷۱ء کے آخر میں شائع ہوا جس کی یہ عبارت ہے کہ زلزلہ کا دھکا۔ پھر پانچ ماہ بعد اسی پہلے الہام کی اسی اخبار کے پرچہ ۳۱۔ مئی ۱۹۷۲ء میں دوسرے الہام نے یہ تصریح کی کہ عفت الدیار محلّھا ومقامھا۔ افسوس یہ کیسا زمانہ آگیا کہ ذوقِ ایک ہی اخبار میں خدا کا کلام موجود

اور ایک کلام دوسرے کی تشریح کرتا ہے۔ اس کی طرف کوئی نظر اٹھا کر نہیں دیکھتا اور اس کی الفاظ کو پیش کرتے ہیں جس کی غلطی کا الہام الہی ذمہ دار نہیں مسلمانوں کی اولاد کہلا کر اس قدر تعصب۔ خدا جانے اس کا وبال آئندہ کیا ہو گا۔

ماہوا اس کے ہیں اس بات سے انکار نہیں ہے کہ پیش از وقت کسی پیشگوئی کی یہی حقیقت نہیں کھلتی اور ممکن ہے کہ انسانی تشریح میں غلطی بھی ہو جائے۔ اسی لئے کوئی نبی دنیا میں نہیں گذرے جس نے اپنی کسی پیشگوئی کے معنے کرنے میں کبھی غلطی نہ کھائی ہو۔ لیکن اگر قبل از وقت اجتہادی طور پر کوئی نبی اپنی پیشگوئی کے معنے کرنے میں کسی طور کی غلطی کھادے تو اس پیشگوئی کی شان اور عزت میں فرق نہیں آئیگا۔ کیونکہ زبانی پیشگوئی ایک خارق عادت اور انسانی نظر سے بلند اور انسانی خیالات سے برتر ہے۔ کیا آپ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ فرق آجاتا ہے اگر یہی حلال ہے تو میں ایک لمبی فہرست ایسی پیشگوئوں کی آپ کو دے سکتا ہوں جنکے سمجھنے میں اولو العزم نبیوں نے غلطی کھائی تھی۔ مگر میں یقین رکھتا ہوں کہ آپ بعد اس کے ایسا اعتراض ہرگز نہیں کریں گے اور متنبہ ہو جائیں گے کہ یہ اعتراض کہاں تک پہنچتا ہے صاف ظاہر ہے کہ جب پیشگوئی منہور میں آجائے اور اپنے ظہور سے اپنے معنے آپ کھولنے اور ان معنوں کو پیشگوئی کے الفاظ کے آگے رکھ کر یہی طور پر علوم ہو کہ وہی ہے میں تو ہر نبی کی خبری کرنا خدا کی نہیں ہے۔ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ الہام مذکورہ بالا کے یہی معنے ہیں کہ ایک عقیدہ ملک کی عمارتیں گر جائیں گی۔ پس اس صورت میں یہ الہام اپنے ظاہری معنوں کے طور پر طاعون پر کوئی مصادق آسکتا ہے۔ اور جس حالت میں ایک حادثہ سے عمارتیں گر گئیں تو وہی حادثہ مصادق اس پیشگوئی کا ہو گا۔ کیا طاعون میں بھی عمارتیں گر کر گئی ہیں۔ پھر ماہوا اس کے اس پیشگوئی سے پہلے الہام میں جو صرت پانچ ماہ پہلے اسی اخبار میں شائع ہو چکا تھا صاف طور پر زلزلہ کا لفظ موجود ہے اور الہامی لفظ یہی ہے کہ زلزلہ کا دھکا۔ پس اس میں کیا شک ہے کہ اسی اخبار میں ایک آنے والے زلزلہ کی خبر دی گئی ہے۔

اب آپ خود ضعف ہو کر سوچ لیں کہ الہام عفت الدیار محلہا و مقامہا اپنے لفظی معنوں کے رُوسے اس زلزلہ کی پیشگوئی پر سپاں ہوتا ہے جو پہلے اس سے ذکر بھی کیا گیا یا طاعون پر ساموہ اس کے زلزلہ کی پیشگوئی کا اس فقرہ سے یعنی عفت الدیار کی پیشگوئی سے جیسا کہ معنوں کی رُوسے تعلق ہے ایسا ہی قُرب زمانی کی رُوسے بھی تعلق ہے اور وہ یہ کہ عفت الدیار کے الہام سے پانچ ماہ پہلے صریح الفاظ میں زلزلہ کا الہام ہو چکا ہے اور دونوں پیشگوئیاں ایک دوسرے کے بعد شائع ہو چکی ہیں۔ یعنی پہلے زلزلہ کا دھکا اور پھر عفت الدیار محلہا و مقامہا اور ان دونوں کے اندر طاعون کا کوئی ذکر نہیں۔

قول اگر الہام عفت الدیار الخ کی نسبت قطعی طور پر علم نہیں دیا گیا تھا کہ وہ زلزلہ کے متعلق ہے تو پھر ایسے الہام سے فائدہ کیا ہوا۔

اقول۔ انسوس آپ کو سنت اللہ کی کچھ بھی خبر نہیں۔ نبی کے لئے کسی پیشگوئی کے کسی خاص پہلو کا قطعی علم ہونا کہ ضرور اسی پہلو پر ظاہر ہوگی ضروری نہیں پیشگوئی میں اس بات کا ہونا تو ضروری ہے کہ اس کا مفہوم خارق عادت ہو اور انسانی طاقت یا کرد و نیاز اس کا مقابلہ نہ کر سکے۔ مگر یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر ایک پہلو سے اس پیشگوئی کی حقیقت ظاہر کی جائے۔ تورات میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ایک ضروری پیشگوئی محض گیل مول ہے کہ ایک نبی موشی کی مانند بنی اسرائیل میں سے اُنکے بھائیوں میں سے آئیگا۔ اور کہیں کہیں کہ نہ بتلایا کہ بنی اسرائیل میں سے آئیگا۔ اور اس کا یہ نام اور اس کے باپ کا یہ نام ہوگا۔ اور کہہ میں پیدا ہوگا اور اتنی مدت بعد آئیگا۔ اس لئے یہود کو اس پیشگوئی سے کچھ بھی فائدہ نہ ہوا۔ اور اسی غلطی سے ہاکھوں یہود جہنم میں جا چکے۔ حالانکہ قرآن شریف نے اسی پیشگوئی کی طرف اس آیت میں اشارہ کیا ہے۔ اِنَّا اَرْسَلْنَا اِلَيْكُمْ رَحْمٰنًا مَّشٰهَدًا عَلٰیكُمْ كَمَا اَرْسَلْنَا اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا۔ اور یہود کہتے ہیں کہ

توریت میں بعض جگہ بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے کہ وہ تم میں سے ہی آئیگا۔ منہ

مثیل مولیٰ یسوعا بنی تھا جو مرنے کے فوت ہونے کے بعد اس کا جانشین ہوا۔ اور عیسائی کہتے ہیں کہ مثیل مولیٰ عیسیٰ ہے کیونکہ وہ بھی مولیٰ کی طرح منجی ہو کر آیا ہے۔ اب بتلاؤ کہ توریت کی ایسی پیشگوئی کا جس نے کوئی صاف فیصلہ نہ کیا، کیا فائدہ ہوا؟ جس نبی علیہ السلام کی نسبت پیشگوئی تھی نہ یہود اس کو شناخت کر سکتے نہ عیسائی اور دونوں گروہ سعادت قبول سے محروم رہے گروہ دجی الہی جو میرے پر نازل ہوئی یعنی عفت الدیار محلہا و مقامہا یہ عیساکہ تہماذ اخیال ہے مبہم نہیں ہے کیونکہ اس سے پہلے اسی اخبار میں یہ الہام موجود ہے کہ زلزله کا دھکا۔ پھر بعد اس کے یہ دوسری دجی کہ عفت الدیار محلہا و مقامہا اسی زلزله کی صفات بیان کرتی ہے جس کا پہلے اسی اخبار میں ذکر ہو چکا ہے۔ اور یہ پیشگوئی طاعون پر کسی طرح صادق نہیں آسکتی۔ اور یہ دونوں دجی ایک ہی اخبار میں صرف پانچ لہ کے فاصلہ کے ساتھ موجود ہیں یعنی الحکم میں۔ اب بتلاؤ کہ کیا یہ ہٹ دھرمی ہے یا نہیں کہ ایسی عظیم الشان پیشگوئی کو جو دوسرے ایک ہی اخبار میں صریح زلزله کا نام اور اس کے صفات بیان کر کے اس عظیم الشان حادثہ کی خبر دیتی ہے بجی اور غور قراؤ دی جلاوے اور اگر یہی بات ہے تو پھر آپ کا اسلام پر قائم رہنا ہی مشکل ہے معتبر تفسیر دل میں لکھا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی سَيَهْرَمُونَ الْجَمْعُ وَيَكُونُ الدَّابُّكَ تَوَ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو معلوم نہیں کہ یہ پیشگوئی کس موقعہ کے متعلق ہے۔ اور پھر جب بدر کی لڑائی میں فتح عظیم ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ اب معلوم ہوا کہ اسی فتح عظیم کی یہ پیشگوئی خبر دیتی تھی اور ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ مجھ کو ایک خوشہ انگور دیا گیا کہ یہ ابو جہل کے لئے ہے اور میں حیران تھا کہ ابو جہل کا ایسا خبیث مادہ ہے کہ وہ بہشت میں داخل ہونے کے لائق نہیں۔ اور کچھ بھی اس کے معنی سمجھ میں نہ آئے۔ آخر وہ پیشگوئی اس طرح پوری ہوئی کہ ابو جہل کا بیٹا مکرمہ سلمان ہو گیا اور ایک مرتبہ آپ نے ایک دجی الہی کے مطابق مدینہ سے مکہ کی طرف ایک طویل طویل سفر کیا۔ اور دجی الہی میں یہ بشارت دی گئی تھی کہ مکہ کے

اندہ داخل ہونگے اور خانہ کعبہ کا طواف کریں گے۔ اور وقت نہیں بتایا گیا تھا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے محض اجتہاد کی بناء پر اس سفر کی تکلیف اٹھائی۔ اور وہ اجتہاد صحیح نہ نکلا اور کہ میں داخل نہ ہو سکے۔ سو اسکا پیشگوئی کے سمجھنے میں غلطی ہوئی جس سے بعض صحابہ ابتلا میں پڑ گئے۔ ایسا ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا نے خبر دی تھی کہ تو بادشاہ ہوگا۔ انہوں نے اس وحی الہی سے دنیا کی بادشاہی سمجھ لی۔ اور اسی بناء پر حضرت عیسیٰ نے اپنے حواریوں کو حکم دیا کہ اپنے کپڑے بیچ کر ہتھیار خرید لو۔ مگر آخر معلوم ہوا کہ یہ حضرت عیسیٰ کی غلط فہمی تھی اور بادشاہت مراد آسمانی بادشاہت تھی نہ زمین کی بادشاہت۔ اصل بات یہ ہے کہ پیغمبر بھی بشر ہی ہوتا ہے اور اس کے لئے یہ نقص کی بات نہیں کہ کسی اپنے اجتہاد میں غلطی کھا دے۔ ہاں وہ غلطی پر قائم نہیں رکھا جاسکتا۔ اور کسی وقت اپنی غلطی پر موقوف متنبہ کیا جاتا ہے۔ اور نبی کی پیشگوئی کو ہمیشہ اس کے خالق کا مفہوم کی دوسے دیکھنا چاہیئے اور اگر کسی خاص پہلو پر پیشگوئی کا ظہور نہ ہو اور کسی دوسرے پہلو پر ظاہر ہو جائے اور اصل امر جو اس پیشگوئی کا خالق کا ہوتا وہ دوسرے پہلو میں بھی پایا جائے۔ اور واقعہ کے ظہور کے بعد ہر ایک عقلمند کو سمجھ آ جائے کہ یہی صحیح معنی پیشگوئی کے ہیں جو واقعہ نے اپنے ظہور سے آپ کھول دیئے ہیں تو اس پیشگوئی کی عظمت اور وقعت میں کچھ بھی فرق نہیں آتا۔ اور اس پر ناحق عکتہ چینی کن اشارت اور بے ایمانی اور ہٹ دھرمی ہوتی ہے۔

قول ایک گول بات کہہ دینی کہ کوئی آفت آنے والی ہے لیکن اس کی کیفیت نہ بتانی کہ کیا آفت ہے اور کب آنے والی ہے پیشگوئی نہیں بلکہ تسخیر ہے اور ہر ایک شخص ایسا کہہ سکتا ہے۔

اقول۔ بجز اس کے کیا کہیں کہ لعنة الله على الكاذبين۔ ایسے مخالفت کو چاہیئے کہ اتنا ہی کہہ دے کہ ایسی آفت نہیں آئیگی۔ اور پھر آپ خود سوچ لیں کہ پیشگوئی کُل مول کیسے ہوئی۔ جبکہ صریح اس میں زلزلہ کا نام بھی موجود ہے اور یہ بھی موجود ہے کہ اُس میں

ایک حصہ ملک کا نابود ہو جائیگا۔ اور یہ بھی موجود ہے کہ وہ میری زندگی میں آئیگا۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی پیشگوئی ہے کہ وہ ان کے لئے نمونہ قیامت ہوگا جن پر یہ زلزلہ آئے گا۔ اور اگر یہ گول بول ہے تو پھر کھلی کھلی پیشگوئی کس کو کہتے ہیں؟ اور یہ کہنا کہ اُس میں دقت نہیں بتایا گیا۔ یہ صرف آپ اسلام پر نہیں بلکہ تمام آسمانی کتابوں پر حملہ کرتے ہیں۔ قرآن شریف میں اکثر ایسی ہی پیشگوئیاں ہیں جن میں کوئی وقت نہیں بتایا گیا۔ تودیت میں سخت فصر اور طیطوس رومی کی نسبت جو پیشگوئی تھی اس میں کوئی وقت بتایا گیا تھا۔ ایسا ہی تودیت میں جو پیشگوئی تھی اس میں کوئی وقت نہیں بتایا گیا تھا۔ اور انہیں کی پیشگوئیاں جو زلزلوں اور طغیانیوں کے بارے میں ہیں کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ ان میں کسی وقت کا پتہ دیا گیا ہے۔ اور پھر وہ پیشگوئی جو مسیح موعود کے آنے کے بارے میں ہے جس میں آپ لوگ حضرت عیسیٰ بن مریم کو دوبارہ زمین پر لانا چاہتے ہیں اس میں کس وقت کی خدا تعالیٰ نے آپ لوگوں کو خبر دے رکھی ہے تاہم سے آنے والے کیلئے چند قدم استقبال کی نیت سے آپ آگے قدم اٹھائیں اور اگر زیادہ نہیں تو گھر زہر یہ تک ہی پیشوائی کریں اور محض وغیرہ ساتھ لے لیں۔ کاش آپ لوگوں نے سوچا ہوتا کہ ایسے اعتراض صرف سیکر پر نہیں یہ تو سب اعتراض آپ کے اسلام پر اور نعوذ باللہ قرآن شریف پر پڑتے ہیں بلکہ یہ تو تمام انبیاء و گذشتہ پر حملہ ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جب ایک پیشگوئی فی نفسہ خارق عادت ہو یا کسی ایسے غیب پر مشتمل ہو جس کا علم انسانی طاقت سے بالاتر ہے۔ اور پیشگوئی میں حاشا طویل یہ دعویٰ ہو کہ ایسا واقعہ اس ملک میں صد ہا سال تک کبھی ظہور میں نہیں آیا۔ اور دراصل ظہور میں نہ آیا ہو اور پھر وہ واقعہ اپنے دعوے کے موافق ظہور میں آجائے تو پھر ایسی خارق عادت پیشگوئی پر اعتراض کرنا بے ایمانی کا کام ہے جو خدا کی اور سبحانی کی پروا نہیں اور ایسے بد قسمت ہمیشہ شقاوت قلبی کی وجہ سے ہر ایک نبی پر اعتراض کرتے رہے ہیں۔ بھلا آپ ہی بتلاویں کہ اس زلزلہ کی نسبت جس شد و مد سے پیشگوئی میں

خبر دی گئی ہے۔ کیا آپ دو ہزار برس تک اس ملک میں اس کی کوئی نظیر پیش کر سکتے ہیں؟ اور یاد رہے کہ یہ صرف ایک پیشگوئی نہیں بلکہ بار بار میری معرفت میرے خدائے برائے میں اچھیہ حصص سابقہ میں اس کی خبر دی ہے۔ موصوفہ الرحمن میں اس کی خبر موجود ہے۔ رسالہ آمین میں اس کی خبر موجود ہے اور اخبار الحکم کے کئی پرچوں میں مختلف الہامات میں اس کی خبر موجود ہے۔ پھر بھی آپ کے نزدیک یہ پیشگوئی گول مول ہے۔ اب اس کا کیا علاج **إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ**۔ جن بے جا حملوں کا اسلام پر بغیر مذہب والوں کا کام تھا اب خود مسلمان وہ حملے کرتے ہیں۔ اگر حمایت دین نصیب نہیں تھی تو کم سے کم سوچ کر حملہ کرتے مفت کی دوسیا ہی اور آخر حملے میں جھوٹے نکلنا کیا یہ دین داری ہے؟ عینیکے بر سر شاخ دین سے برید۔ اگر اسلامی نور دل میں ہوتا تو خود بخود سمجھ جاتے بلکہ دوسروں کو جواب دیتے۔

قول ۱۷۷۔ جناب مقدس مرزا صاحب نے دوبارہ زلزلہ لٹنے کی خبر دی ہے مگر ساتھ ہی یہ بھی فرمایا ہے کہ مجھے علم نہیں دیا گیا کہ وہ کوئی زلزلہ ہے یا کوئی اور شدید آفت ہے۔ اور مجھے علم نہیں دیا گیا کہ ایسا حادثہ کب ہوگا۔

اقول۔ میری اس تقریر پر کوئی اعتراض عائد نہیں ہو سکتا کیونکہ قرآن شریف میں جو عروہوں کے لئے ایک عذاب کا وعدہ دیا گیا تھا اللہ تعالیٰ نے اس عذاب کی کوئی تصریح نہیں کی کہ کس طرح کا عذاب ہوگا اور کس قسم کا ہوگا صرف یہ فرمایا ہے کہ خدا قادر ہے کہ وہ عذاب آسمان سے نازل کرے یا زمین سے بھیجے یا کافروں کو مسلمانوں کی قلوب کا مژہ چکھا دے۔ اب ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود اقرار کرتے ہیں کہ مجھے علم نہیں دیا گیا کہ وہ کس قسم کا عذاب ہوگا۔ اور جب پوچھا گیا کہ وہ عذاب کب آئے گا تو آپ نے کوئی تاریخ نہ بتلائی۔ جیسا کہ قرآن شریف میں فرمایا ہے۔ **وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ**۔ **قُلْ إِنَّمَا الْوَعْدُ حِثَّ اللَّهُ وَرَأَىٰ أَنَا ذِي مِثْقَلِينَ**

یعنی کا فر پوچھتے ہیں کہ یہ دعویٰ پورا کب ہو گا اگر تم سچے ہو تو تاریخ عذاب بتاؤ۔ انکو کہہ دے
مجھے کوئی تاریخ معلوم نہیں یہ علم خدا کو ہے۔ میں تو صرف ڈرنے والا ہوں۔ اور پھر کافروں
نے مکرر عذاب کی تاریخ پوچھی تو ان کو یہ جواب ملا قل ان ادری اقرب ما توہدون
یعنی ان کو کہہ دے کہ میں نہیں جانتا کہ عذاب قریب ہے یا دور ہے۔ اب اے سنیے والو!
یاد رکھو کہ یہ بات سچ ہے اور بالکل سچ ہے اور اس کے ماننے کے بغیر چارہ نہیں کہ خدا کا
کی پیشگوئیاں کبھی ظاہر پر پوری ہوتی ہیں اور کبھی استعارہ کے رنگ میں۔ پس کسی نبی یا رسول
کو یہ حوصلہ نہیں کہ ہر جگہ اور ہر پیشگوئی میں یہ دعویٰ کر دے کہ اس طور پر یہ پیشگوئی پوری
ہوگی۔ ہاں البتہ جیسا کہ ہم کچھ چکے ہیں اس امر کا دعویٰ کرنا نبی کا حق ہے کہ وہ پیشگوئی
جس کو وہ بیان کرتا ہے خارق عادت ہے یا انسانی علم سے دروا اوراد ہے۔ اگر پنجاب
میں ہر صدی میں بھی ایسا زلزلہ آجایا کرتا جیسا کہ ۳۷ اپریل ۱۹۵۰ء کو آیا تو اس صورت
میں بھی یہ پیشگوئی کچھ بھی چیز نہ ہوتی۔ کیونکہ تمام لوگ اس بات کے کہنے کا حق رکھتے
تھے کہ ہمیشہ پنجاب میں ایسے زلزلے آتے ہیں یہ کوئی انہونی بات نہیں ہے۔ لیکن جبکہ
گذشتہ زلزلہ اس خارق عادت طور سے ظاہر ہوا جس خارق عادت طور سے پیشگوئی نے
بیان کیا تھا تو پھر سب اعتراض فضول ہو گئے۔ ایسا ہی آئندہ زلزلہ کی نسبت جو پیشگوئی
کی گئی ہے وہ کوئی معمولی پیشگوئی نہیں اگر وہ آج کو معمولی بات نکلی یا میری زندگی میں اسکا
ظہور نہ ہوا تو میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں مجھے خدا تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ وہ آفت جسکا
نام اس نے زلزلہ رکھا ہے نمونہ قیامت ہو گا اور پہلے سے بڑھ کر اس کا ظہور ہو گا۔
اس میں کچھ شک نہیں کہ اس آئندہ کی پیشگوئی میں بھی پہلی پیشگوئی کی طرح بار بار زلزلہ
کا لفظ ہی آیا ہے اور کوئی لفظ نہیں آیا۔ اور ظاہری معنوں کا بہ نسبت تاویلی معنوں کے
زیادہ حق ہے۔ لیکن جیسا کہ تمام انبیاء و اہل نبوت اور اہل وصیت علم باری
محفوظ رکھتے رہے ہیں اس آیت کے لحاظ سے اور سنت اللہ کو مد نظر رکھ کر یہ

کہنا پڑتا ہے کہ اگرچہ بظاہر لفظ زلزلہ کا آیا ہے مگر ممکن ہے کہ وہ کوئی اور آفت ہو جو زلزلہ کا رنگ اپنے اندر رکھتی ہو مگر نہایت شدید آفت ہو جو پہلے سے بھی زیادہ تباہی دینے والی ہو جس کا سخت اثر مکانات پر بھی پڑے۔ اور یہ پیشگوئی تاریخ اور وقت نہ لکھنے کو باطل نہیں ہو سکتی کیونکہ اس کے ساتھ اس قدر اور تصریحات ہیں جو تاریخ اور وقت لکھنے سے مستغنی کرتی ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ زلزلہ تیری ہی زندگی میں آیا گا اور اس زلزلے کے آنے سے تیرے لئے فوج نمایاں ہوگی اور ایک مخلوق کثیر تیری جماعت میں داخل ہو جائیگی۔ اور تیرے لئے وہ آسمانی نشان ہوگا۔ تیری تائید کے لئے خدا خود اترے گا اور اپنے عجائب کام دکھائے گا جو کبھی دنیا نے نہیں دیکھے۔ اور وہ اللہ سے لوگ آئیں گے اور تیری جماعت میں داخل ہونگے۔ اور وہ زلزلہ پہلے زلزلہ سے بڑھ کر ہوگا اور اس میں قیامت کے آثار ظاہر ہونگے اور دنیا میں ایک انقلاب پیدا کرے گا۔ اور خدا فرماتا ہے کہ میں اس وقت آؤں گا کہ جب دل سخت ہو جائیں گے اور زلزلہ آنے کے خیال سے لوگ اطمینان حاصل کر لیں گے۔ اور خدا فرماتا ہے کہ میں مخفی طور پر آؤں گا اور میں ایسے وقت میں آؤں گا کہ کسی کو بھی اطلاع نہیں ہوگی یعنی لوگ اپنے دنیا کے کاروبار میں سرگرمی اور اطمینان سے مشغول ہونگے کہ یک دفعہ وہ آفت نازل ہو جائیگی اور اس سے پہلے لوگ تسلی کر بیٹھیں گے کہ زلزلہ نہیں آیا گا اور اپنے تئیں بے خطر اور امن میں سمجھ لیا ہوگا تب یک دفعہ یہ آفت

چہ اس وجود کے بارے میں جو یہودیوں کی پیشگوئی کے طور پر خودی لکھی تھی کہ وہ نہیں آیا گا جب تک کہ ایسا نبی دوبارہ آسکے نازل نہ ہوئے۔ لیکن آسکے تو کوئی نازل نہ ہوا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعویٰ کر دیا کہ وہ مسیح موعود ہیں اور ایسا نبی سے مراد نبی نبی ہے جو مجھ سے پہلے آچکا۔ میں ایسا نبی کے دوبارہ آنے کی پیشگوئی جس کے یہود منتظر تھے اور اب تک منتظر ہیں حضرت یحییٰ کے ظہور سے بطور استعارہ پوری ہو گئی۔ اس کا ہر ہے کہ پیشگوئیوں میں کسی ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ صرف اس انداز پر کہ استعارہ کے رنگ میں اپنے دعوے کو پورا کر دیتا ہے۔ منہ

۹۲ میں کے مہوں پر ٹوٹے گی۔ مگر خدا فرماتا ہے کہ وہ بہار کے دن ہونگے۔ آفتاب بہار کی صبح میں نمودار ہوگا اور خزاں کی شام میں غروب کروگا۔ تب کئی گھنٹوں میں ماتم پڑے گا کیونکہ انہوں وقت کو شناخت نہ کیا۔ علم غیب تک کسی نجومی اور کسی طبقات الارض کے علم کے مدعی کو رسائی نہیں اور کسی کو معلوم نہیں کہ کل کیا ہوگا۔ مگر خدا جس نے یہ سب کچھ پیدا کیا ہے وہ اپنی مخلوقات کی تہ سے واقف ہے۔

قولہ جس حالت میں قرآن شریف میں دونوں زلزلوں کی خبر ہے پھر یہ کیوں کہا جاتا ہے کہ شاید وہ زلزلہ ہے یا کوئی اور آفت ہے۔

اقول میں نے تو بار بار کہہ دیا کہ ظاہر الفاظ قرآن شریف کے اور اس وحی الہی کے جو مجھ پر ہوئی زلزلہ کی ہی خبر دیتے ہیں۔ لیکن سنت اللہ میں مجبور کرتی ہے کہ تاویل میں بھی پیش نظر رہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں ایک قوم کے لئے ایک جگہ فرماتا ہے۔
وَزَلْزَلُوا زَلْزَلًا شَدِيدًا یعنی اُن پر سخت زلزلہ آیا۔ حالانکہ اُن پر کوئی زلزلہ نہیں آیا تھا۔ پس دوسری آفت کا نام اس جگہ زلزلہ رکھا گیا۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے من كان في هذه اعمى فهو في الآخرة اعمى یعنی جو شخص اس دنیا میں اندھا ہو گا وہ دوسرے جہان میں بھی اندھا ہی ہوگا۔ یہ بھی ایک پیشگوئی ہے۔ مگر اس کے وہ معنی نہیں ہیں جو

ظاہر الفاظ سے سمجھے جاتے ہیں۔ وصعبت علم الہی پر ایمان رکھنا اور اپنے علم کو اس کے برابر نہ ٹھیرانا انبیاء اور رسولوں کی صفت ہے۔ قرآن شریف میں بار بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کافروں پر فتح پانے کا وعدہ دیا گیا تھا۔ مگر جب بد کی طائی شروع ہوئی جو اسلام کی پہلی طوفانی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رونا اور دُعا کرنا شروع کیا اور دُعا کرتے کرتے یہ الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے نکلے
لَا اَمْرَ اَنْ اَهْلَكَتْ هَذِهِ الْعَصَابَةُ خَلَنَ تَعْبِيدُ فِي الْاَرْضِ اَبَدًا یعنی اے میرے خدا! اگر آج تو نے اس جماعت کو (جو صرف تین سو تیرہ آدمی تھے) ہلاک کر دیا تو پھر قیامت تک کوئی تیری ہمتی

نہیں کریگا۔ ابن الفاظ کو جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے سنا تو عرض کی یا رسول اللہ! آپ اس عقیدہ بقرار کیوں ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے تو آپ کو پختہ دہرہ دے رکھا ہے کہ جس فتح و دنیا آپ نے فرمایا کہ یہ سچ ہے مگر اس کی بے نیازی پر میری نظر ہے یعنی کسی دہرہ کا پورا کرنا خدا تعالیٰ پر حق واجب نہیں ہے۔ اب سمجھنا چاہیے کہ جبکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے طریق ادب و ربوبیت کو اس حد تک ملحوظ رکھا تو پھر اس مسلم عقیدہ جمیع انبیاء علیہم السلام سے کیوں منہ پھیر لیا جائے کہ کسی خدا تعالیٰ کی پیشگوئی ظاہر الفاظ پر پوری ہوتی ہے اور کسی بطریق استعلاء اور مجاز پوری ہو جاتی ہے۔ اور اس عقیدہ کا مقابلہ نادانی ہے۔ اور یہ کہنا کہ جس پیشگوئی کے نہ ظاہر الفاظ پر بھروسہ ہے اور نہ اس کا وقت بتایا گیا وہ پیشگوئی کیسے ہوئی؟ یہ سفلی زندگی کا خیال ہے۔ اور اس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ ایسے شخص کو سنت اللہ کی کچھ بھی خبر نہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ جب ایک پیشگوئی کوئی عظمت اور قوت اور خارق عادت خبر اپنے اندر رکھتی ہو اور خدا کا یا تقدیر کا طرح طور پر اس میں وقت ظہور نظر آجائے تو خود دل اس کو قبول کر لیتے ہیں اور کوئی شخص تاریخ وغیرہ کا ذکر نہیں کرتا۔ وہ اہل یہ جھگڑا اور یہ اعتراض قبل از وقت ہے۔ وہ وقت تو آنے دو بعد میں اعتراض کرنا قبل از وقت و ادب! اچھا نہیں ظہور کے وقت پیشگوئی خود بتا دیگی کہ وہ معمولی بات یا غیر معمولی۔

قولہ جبکہ بقول آپ کے قرآن شریف میں بھی دو زلزلوں کی خبر ہے تو اب تو آنے والی آفت کے زلزلہ ہونے میں شک کی جگہ نہ رہی۔

اقول قرآن شریف میں یہ آیت ہے۔ یوم تر جف الراجفۃ تتبعھا الراجفۃ یعنی اس دن زمین ایک سخت اضطرابی حرکت کریگی اور زمین میں ایک سخت اور شدید اضطراب پیدا ہوگا اور اس کے بعد ایک اور اضطراب زمین میں پیدا ہوگا جو پہلے کے بعد ظہور میں آئیگا۔ ان آیتوں کے ظاہر الفاظ میں زلزلہ کا کوئی ذکر نہیں۔ کیونکہ سخت میں رجفان اضطراب شدید کو کہتے ہیں۔ چنانچہ ہوتا جاتا ہے رجف الشیء یعنی اضطراب اضطراباً شدیداً

مگر چونکہ زمین کا اضطراب اکثر کر کے زلزلہ سے ہی ہوتا ہے اس لئے ہم نے اس جگہ عن غلب کے طور پر زلزلہ کے معنی کئے ہیں۔ ورنہ ممکن ہے کہ یہ اضطراب کسی اور حادثہ کی وجہ سے ہو زلزلہ کی وجہ سے نہ ہو یا اس اضطراب سے کوئی اور آفت مراد ہو۔ پس اس جگہ بھی وہی بات قائم رہی جو پہلے ہم بیان کر چکے ہیں۔ یعنی یہ آیت بھی زلزلہ پر قطعاً اللہ لاتہ نہیں۔ اگرچہ عن غلب یہی ہے کہ اس جگہ ترجیح الواجہۃ سے زلزلہ ہی مراد ہے۔ واللہ اعلم۔ ہم نے کب اور کس وقت اپنی پیشگوئیوں کے الفاظ کے یہ معنی کئے ہیں کہ ان سے مراد زلزلہ نہیں ہے بلکہ ہم تو کہتے ہیں کہ اکثر اور اغلب طور پر زلزلہ کے لفظ سے مراد زلزلہ ہی ہے مگر ممکن ہے کہ قدیم سنت اللہ کے موافق ان الفاظ سے کوئی اور ایسی شدید اور خارق عادت اور سخت تباہی ڈالنے والی آفت مراد ہو جو زلزلہ کا رنگ اور خاصیت اپنے اندر رکھتی ہو کیونکہ خدا تعالیٰ کے کلام میں استعارات بھی اکثر پائے جاتے ہیں جن سے اہل علم کو انکار نہیں مگر ظاہر الفاظ کا سب سے پہلا حق ہے۔ اور ظاہر الفاظ ان پیشگوئیوں کے زلزلہ پر ہی دلالت کرتے ہیں۔

معرض صاحب نے یہ بار بار سوال کیا ہے کہ پیشگوئی کرنے والے نے نہ زلزلہ کے لفظ کو قطعی طور پر زلزلہ ہی قرار دیا ہے اور نہ وقت بتایا ہے پھر اس صورت میں یہ پیشگوئی کیا ہوئی! یوں تو قیامت تک کوئی نہ کوئی حادثہ آجائیگا۔ اور سہل ہوگا کہ اسی کو اپنی پیشگوئی قرار دیدیں۔

تعب کہ ہم بار بار کہے جاتے ہیں کہ عن غلب کے طور پر زلزلہ سے مراد ہمارے پیشگوئیوں میں زلزلہ ہی ہے اور اگر وہ نہ ہو تو ایسی خارق عادت آفت مراد ہے جو زلزلہ سے شدید مسابقت رکھتی ہو اور پورے طور پر زلزلہ کا رنگ اس کے اندر موجود ہو پھر بھی معرض صاحب کی اس قدر الفاظ سے تسلی نہیں ہوتی۔ مجھے معلوم نہیں کہ ایسے توہمات کے ساتھ انکی اسلام پر کیونکر تسلی ہو گئی ہے۔ ہر ایک کو معلوم ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی پیشگوئیوں کے

ہاوس میں اس قدر کافی سمجھا گیا ہے کہ وہ خارق عادت اور انسانی طاقتوں سے بالاتر ہوں یا یہ کہ کسی ایسے غیب پر مشتمل ہوں جو انسانی پیش بینی سے بلند تر ہو۔ جب ایک پیشگوئی خلقِ مخلوقات کے طور پر بیان کی جائے جس کے بیان کرنے کے وقت کسی عقل اور فہم کو یہ خیال نہ ہو کہ ایسا امر ہونے والا ہے اور صریح وہ ایک غیر معمولی بات ہو جس کی گزشتہ صدیوں میں کوئی نظیر نہ پائی جائے اور نہ آئندہ اس کے ظہور کے لئے آثارِ ظاہر ہوں اور وہ پیشگوئی بھی نکلے تو عقل سلیم حکم دیتی ہے کہ ایسی پیشگوئی ضرور منجانب اللہ سمجھی جائے ورنہ تمام غیروں کی پیشگوئیوں سے انکار کرنا پڑیگا۔ اب مذاکرانِ کھول کر سن لو کہ آئندہ زلزلہ کی نسبت جو میری پیشگوئی ہے اس کو ایسا خیال کرنا کہ اس کے ظہور کی کوئی بھی حد مقرر نہیں کی گئی یہ خیال سرسری غلط ہے کہ جو محض قلبِ تدبر اور کثرتِ تعصب اور جلد بازی سے پیدا ہوا ہے۔ کیونکہ بادِ بار و وحی الہی نے مجھے اطلاع دی ہے کہ وہ پیشگوئی میری زندگی میں اور میرے ہی ملک میں اور میرے ہی خاندان کے لئے ظہور میں آئے گی۔ اور اگر وہ صرف معمولی بات ہو جس کی نظیریں آگئے ہیں صدیوں موجود ہوں اور اگر کوئی ایسا خارق عادت امر نہ ہو جو قیامت کے آثارِ ظاہر کرے تو پھر حق تعالیٰ فرما دے گا کہ اس کو پیشگوئی مت سمجھو۔ اس کو بقول اپنے تسخیرِ ہی سمجھ لو۔ اب میری عمر ستر برس کے قریب ہے اور میں برس کی مدت گزر گئی کہ خدا تعالیٰ نے مجھے صریح لفظوں میں اطلاع دی تھی کہ تیری عمر اسی برس کی ہوگی اور یا یہ کہ پانچ چھ سال زیادہ یا پانچ چھ سال کم۔ پس اس صورت میں اگر خدا تعالیٰ نے اس آفتِ شدیدہ کے ظہور میں بہت ہی تاخیر ڈال دی تو زیادہ سے زیادہ سولہ سال میں اس سے زیادہ نہیں کیونکہ ضرور ہے کہ یہ حادثہ میری زندگی میں ظہور میں آجائے۔

✽ خدا تعالیٰ کا حکم ایک یہ بھی ہے۔ پھر جہاں کوئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زلزلہ موجودہ کے وقت پہلے کے دن ہونگے۔ اور جیسا کہ بعض ہلکات سے سمجھا جاتا ہے غالباً وہ صبح کا وقت ہوگا یا اس کے قریب اور غالباً وہ وقت نزدیک ہے جبکہ وہ پیشگوئی ظہور میں آجائے اور ممکن ہے کہ خدا اس میں کچھ تاخیر ڈال دے۔ مسنون

لیکن پیشگوئی کا مطلب یہ نہیں کہ پورے سولہ سال تک ظہور اس پیشگوئی کا معرض التوا میں رہے گا بلکہ ممکن ہے کہ آج سے ایک دو سال تک یا اس سے بھی پہلے یہ پیشگوئی ظہور میں آجائے۔ اور نہ خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ میری عمر اسی سال سے ہنزدر زیادہ ہو جائیگی بلکہ اس بارے میں جو فقرہ وحی الہی میں درج ہے اس میں محض طود پر ایک امید دہنی لکھی ہے کہ اگر خدا تعالیٰ چاہے تو اسی برس سے بھی عمر کچھ زیادہ ہو سکتی ہے اور جو ظاہر الفاظ وحی کے وعدہ کے متعلق ہیں وہ تو چھتر اور چھیالیس کے اندر اندر عمر کی تعیین کرتے ہیں۔ بہر حال یہ میرے پرہیزگار کے لیے فی حق نے اس پیشگوئی کے زمانہ کی کوئی بھی تعیین نہیں کی۔ اور خدا تعالیٰ بار بار اپنی وحی میں فرمایا ہے کہ ہم تیرے لئے یہ نشان دکھلائیں گے۔ اور ان کو کہہ دے کہ یہ نشان میری پہچانی کا گواہ ہوگا میں تیرے لئے اتر دوں گا اور تیرے لئے اپنے نشان دکھلاؤں گا۔ میں اس وقت تیرے پاس اپنی فوجیں لے کر آؤں گا جبکہ کسی کو خبر نہیں ہوگی۔ اور اس وقت کو کوئی نہیں جانتا مگر خدا اور جیسا کہ مومنی کے زمانہ میں ہوا کہ فرعون اور یامان اس وقت تک دھوکہ میں رہے جیسا کہ رودنیل کے طوفان نے ان کو پکڑا۔ ایسا ہی اب بھی ہوگا۔ اور پھر فرمایا کہ تو میری آنکھوں کے سامنے کشتی تیار کر اور ظالم لوگوں کی سفارش مت کر۔ اور ان کا شیخ مت بن کہ میں ان سب کو غرق کر دوں گا۔ ایسا ہی اور صریح الہامات الہی ہیں۔ اور سب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ پیشگوئی میری زندگی میں اور میرے ہی زمانہ میں ظہور میں آئیگی اور اس کی یہ حد ہے جو معین اور مقرر ہے جس سے وہ تجاوز نہیں کر سکتی۔ مگر نہیں معلوم کہ وہ مہینوں کے بعد ظہور میں آئے گی یا ہفتوں کے بعد یا برسوں کے بعد۔ بہر حال وہ سولہ سال سے تجاوز نہیں کرے گی۔ یہ ایسی ہی بات ہے جیسا کہ استنباط آیات قرآنی سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی عمر حضرت آدم سے لے کر سات ہزار سال ہے۔ اور اس میں چھ ہزار سال تک چھ ہزار برس گزرتے چکے ہیں۔ جیسا کہ اعداد سورۃ العصر سے معلوم ہوتا ہے۔ اور بموجب حساب قمری کے اب ہم ساتویں ہزار میں ہیں۔ اور

جو مسیح موعود چھٹے ہزار کے اخیر پر قائم ہونا تھا وہ قائم ہو چکا ہے*۔ اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ قیامت کی گھڑی معلوم نہیں اس کے یہ معنی نہیں کہ خدا نے قیامت کے بارے میں انسان کو کوئی اجمالی علم بھی نہیں دیا ورنہ قیامت کے علامات بھی بیان کرنا ایک لٹو کا کام ہو جاتا ہے کیونکہ جس چیز کو خدا تعالیٰ اس طرح پر مخفی رکھنا چاہتا ہے اُس کے علامات بیان کرنے کی بھی کیا ضرورت ہے۔ بلکہ ایسی آیات سے مطلب یہ ہے کہ قیامت کی خاص گھڑی تو کسی کو معلوم نہیں مگر خدا نے حل کے دنوں کی طرح انسانوں کو اس قدر علم دے دیا ہے کہ ساتویں ہزار کے گزشتہ تک اس زمین کے باشندوں پر قیامت آجائیگی۔ اس کی ایسی ہی مثال ہے

۹۹

خدا نے آدم کو چھٹے دن بروز جمعہ بوقت عصر پیدا کیا۔ توریت اور قرآن اور احادیث سے یہی ثابت ہے اور خدا تعالیٰ نے انسانوں کے لئے سات دن مقرر کئے ہیں اور دن دنوں کے مقابل پر خدا کا ہر ایک دن ہزار سال کا ہے اس کی دُور سے استنباط کیا گیا ہے کہ آدم سے عمر دنیا کی سات ہزار سال ہے اور چھٹا ہزار جو چھٹے دن کے مقابل پر ہے وہ آدم ثانی کے ظہور کا دن ہے۔ یعنی تقدیر یوں ہے کہ چھٹے ہزار کے اٹھ دینہ آدمی کی دُور سے مفقود ہو جائیگی اور لوگ سخت فاضل اور بے دین ہو جائیں گے تب انسان کے روحانی سلسلہ کو قائم کرنے کیلئے مسیح موعود آئیگا۔ اور وہ پہلے آدم کی طرح ہزار ششم کے اخیر میں جو خدا کا چھٹا دن ہے ظاہر ہوگا۔ چنانچہ وہ ظاہر ہو چکا اور وہ دم ہی ہے جو اس وقت اس تحریر کی دُور سے تبلیغ حتی کر رہا ہے۔ میرا نام آدم رکھنے سے اس جگہ یہ مقصود ہے کہ نوع انسان کا فرد کامل آدم سے ہی شروع ہوا اور آدم پر ہی ختم ہوا۔ کیونکہ اس عالم کی وضع دُور ہی ہے اور دائرہ کا کمال اسی میں ہے کہ جس نقطہ سے شروع ہوا ہے اسی نقطہ پر ختم ہو جائے۔ پس خاتم الخلقا کا آدم نام رکھنا ضروری تھا اور اسی وجہ سے جیسا کہ آدم کو نام پیدا ہوا تھا میری پیدائش بھی توام ہے اور جس طرح آدم جمعہ کے روز پیدا ہوا تھا میں بھی جمعہ کے دن ہی پیدا ہوا تھا اور جس طرح آدم کی نسبت فرشتوں نے اتر کر کیا میری نسبت بھی وہی الہی نازل ہوئی جو یہ ہے۔ قالوا اتجعل فیہا من یفسد فیہا۔ قال انی اعلم ما لا تعلمون۔ اور جس طرح آدم کیلئے جبرہ کا حکم ہوا میری نسبت بھی وہی الہی میں یہ پیشگوئی ہے۔ یخفون علی الذناب فجاء سربتنا اغفر لنا انا واکثنا خاطبین۔ منہ

کہ ہر ایک انسان کا بچہ جو پیٹ میں ہو نو ماہ دش دن تک ضرور پیدا ہو جاتا ہے لیکن تاہم اُس کے پیدا ہونے کی گھڑی خاص معلوم نہیں۔ اسی طرح قیامت بھی سات ہزار برس تک آجائے گی۔ مگر اُس کے آنے کی گھڑی خاص معلوم نہیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ سات ہزار پورا ہونے کے بعد دو تین صدیاں بطور کسور کے زیادہ ہو جائیں جو شمار میں نہیں آسکتیں۔ اور مقررہ کلمہ دوسرا اعتراض کہ یہ دعویٰ نہیں کیا گیا کہ وہ حقیقت زلزلہ ہے۔ یہ اعتراض بھی قلب فہم سے ناشی ہوا ہے کیونکہ ہم بار بار دیکھ چکے ہیں کہ ظاہر الفاظ وحی سے زلزلہ ہی معلوم ہوتا ہے اور اغلب اکثر یہی ہے کہ وہ زلزلہ ہے اور پہلا زلزلہ اس پر شہادت بھی دیتا ہے اور قرآن شریف کی یہ آیت بھی اس کی مؤید ہے کہ **یومہ ترجعت الوبقۃ** **تتبعھا الزادۃ** * مگر تاہم خدا تعالیٰ کی کتاب میں بھی اس طرف ہمیں توجہ دلائی ہیں کہ کبھی ایسی پیشگوئیاں استعارہ کے طور پر بھی پوری ہوتی ہیں مگر خالق عادت ہونے کا رنگ اور غیر معمولی حادثہ ہونے کا رنگ اُن میں باقی رہتا ہے اور مادی رائے تو یہی ہے کہ تو جسے نوے وجوہ تو یہی بتلاتی ہیں کہ حقیقت میں وہ زلزلہ ہے نہ اور کچھ۔ کیونکہ اس میں زمین کی جنبش اور عمارتوں کے منہدم ہونے کا بھی ذکر ہے۔ یہ تو عمارا اجتہاد ہے اور بعد اس کے خدا تعالیٰ کے اسرار مخفی کو خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے اور ممکن ہے کہ آگے چلکر وہ اس سے زیادہ ہم پر کھول دے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اور آپ کا یہ کہنا کہ حضرت عیسیٰ نے اپنی پیشگوئیوں میں جن زلزلوں کا ذکر کیا تھا مَن کی انہوں نے کوئی تاویل نہیں کی اس لئے وہ پیشگوئیاں ایک تعین اپنے اندر رکھتی ہیں۔ یہ آپ کا عجیب قول ہے اور عجیب رائے ظاہر ہے کہ ان پیشگوئیوں میں حضرت عیسیٰ نے کسی بولناک اور ہلک اور خالق عادت زلزلہ کا ذکر نہیں کیا جس ملک میں حضرت عیسیٰ

* اس میں زمین سخت حرکت و خطرانی کریگی۔ اور اس کے بعد ایک اور حرکت و خطرانی ہوگی یعنی قیامت کے نزدیک دو سخت زلزلے آئیں گے۔ پہلے کے بعد دوسرا زلزلہ آئیگا۔ منہ

۱۱

رہتے تھے اس ملک میں تو شاید نادار کوئی ایسا سال گذرتا ہوگا کہ زلزلہ نہ آتا ہو۔ تاہم
سے ثابت ہے کہ اس ملک میں ہمیشہ زلزلے آتے رہے ہیں اور سخت زلزلے بھی آتے رہے ہیں
حضرت عیسیٰ نے اپنی زندگی میں جب وہ اس ملک میں تھے اور ابھی کشمیر کی طرف سفر نہیں
کیا تھا کئی زلزلے خود دیکھے ہونگے۔ پس میں نہیں سمجھ سکتا کہ ان معمولی حوادث کا نام پیشگوئی
کیوں رکھا جائے۔ پس جس مسخر کو آپ نے میری پیشگوئیوں میں تلاش کرنا چاہا اور نامراد رہے
اگر آپ حضرت عیسیٰ کی ان پیشگوئیوں میں تلاش کرتے تو بغیر کسی محنت کے فی الفور آپ کو بل
جاتا۔ اور یہ بھی صحیح نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰ نے زلزلہ کا نام زلزلہ ہی رکھا کوئی تامل نہیں
کی۔ کیا آپ مجھے حضرت عیسیٰ کا کوئی ایسا فقرہ دکھلا سکتے ہیں جس میں لکھا ہو کہ ان پیشگوئیوں
میں زلزلے سے مراد درحقیقت زلزلہ ہے کوئی استعارہ نہیں۔ اور بغیر حضرت عیسیٰ کی

ہم ثابت کر چکے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کا زلزلہ آسمان پر جانا محض گپ ہے بلکہ عیسیٰ کے بچکر پشیدہ طور پر
ایران اور افغانستان کا سیر کرتے ہوئے کشمیر میں پہنچے اور ایک لمبی عمر وہاں بسر کی۔ آخر فوت ہو کر سری نگر
عمر خانیاد میں مدفون ہوئے اور اب تک آپ کی قبر ہے۔ یزاد دینبولک بلہ اور صلیب پر آپ
فوت نہیں ہوئے۔ کچھ زخم بدن پر آئے تھے جن کا مرہم عیسیٰ کے ساتھ علاج کیا گیا تھا۔ اور اسی
مرہم کا نام اسی وجہ سے مرہم عیسیٰ رکھا گیا۔ منہ

جس طرح ہمدے سید دہلوی آنحضرت علیہ السلام کی رطوبتی میں مجروح ہوئے تھے اور کئی زخم
تواریں کے پیشانی مبارک پر آنحضرت علیہ السلام کو آئے تھے اور سر تا پا خون سے آلود ہو
گئے تھے اسی طرح بلکہ اس سے بہت کم حضرت عیسیٰ کو صلیب پر زخم آئے تھے پھر نہ معلوم
تواریں لوگوں کو حضرت عیسیٰ کے کسی شہر کا نہ سمجھتے کہ آنحضرت علیہ السلام کے زخم تو قبول کر لیتے
ہیں مگر حضرت عیسیٰ کا مجروح ہونا ان کی شان سے بلند نہ سمجھتے میں اور شور ڈالتے ہیں کہ ان کی نسبت
ایسا کیوں کہتے ہو اور ان کو تمام دنیا سے الگ ایک خصوصیت دینا چاہتے ہیں۔ وہی آسمان پر چڑھ کر
پھر زمین پر اترنے والے۔ وہی اہل مقدس ہیں ہمارے والے۔ مگر خدا نے ان کو میدان میں بھی لکھا نہیں
رکھا بلکہ کئی حقیقی بھائی اور کئی حقیقی بہنیں ان کی ایک ہی ماں سے تھیں۔ مگر ہمارے اہل مقدس
صرف اکیلے تھے۔ نہ کوئی دوسرا بھائی تھا نہ بہن۔ منہ

سند کے موت آپ کا قول کیونکر قبول کیا جائے کیونکہ حضرت عیسیٰ کی پیشگوئیوں پر نظر ڈال کر ثابت ہو چکا ہے کہ وہ سب کی سب استعارہ کے رنگ میں ہیں جیسا کہ حضرت عیسیٰ نے دعویٰ کیا تھا کہ میں یہود کا بادشاہ ہوں اور اس دعوے پر روم کی گورنمنٹ میں مجبوری ہوئی کہ یہود تو سلطنت رومیہ کے ماتحت ہیں مگر یہ شخص دعویٰ کرتا ہے کہ یہود میری رعایا ہیں اور میں ان کا بادشاہ ہوں۔ اس پر جب گورنمنٹ رومی نے جواب طلب کیا تو آپ نے فرمایا کہ میری بادشاہی اس جہان کی نہیں بلکہ بادشاہی سے مراد آسمان کی بادشاہت ہے۔ اب دیکھئے کہ بعد ازیں خود حضرت عیسیٰ کا خیال تھا کہ مجھے زمین کی بادشاہت ملے گی اور اسی خیال پر متصیاد بھی خریدے گئے تھے مگر آخر کا وہ آسمان کی بادشاہت نکلی۔ پس کیا بعید ہے کہ زلزلہ سے مراد بھی اُن کی کوئی آسمانی امر ہی ہو۔ ورنہ زمین شام میں تو ہمیشہ زلزلے آتے ہی رہے۔ ایسی زمین کے متعلق زلزلہ کی پیشگوئی کرنا ایک مخالفت کی نظر میں تمسخر کی جگہ ہے۔ ایسا ہی حضرت عیسیٰ نے فرمایا تھا کہ میرے بارہ حواری بارہ تختوں پر بیٹھتے ہیں بیٹھیں گے۔ یہ پیشگوئی بھی انجیل میں موجود ہے مگر ایک اُن حواریوں میں سے یعنی یہود اسکریوٹی مترنہو کہ مر گیا۔ اب بتلاؤ بارہاں تختوں کی پیشگوئی کس طرح صحیح ہو سکتی ہے اگر کوئی جوڑ توڑ آپ کر سکتے ہیں تو ہمیں بھی سمجھا دیں ہم ممنون ہونگے یہاں تو کسی استعارہ کی بھی کچھ بیش نہیں جاتی۔ ایسا ہی حضرت عیسیٰ نے فرمایا تھا کہ اس زمانہ کے لوگ ابھی گزر نہیں جائیں گے کہ میں واپس آؤں گا۔ پس جو لوگ ان کو آسمان پر چڑھائے بیٹھے ہیں کیا فساد اُٹھ گیا مسلمان۔ اس بات کا جواب اُن کے ذمہ ہے کہ انیس صدیاں تو گزر گئیں مگر ابھی تک حضرت عیسیٰ واپس نہیں آئے اور انیس صدیوں تک جو لوگ عمریں پوری کر چکے تھے وہ سب خاک میں مل گئے لیکن اب تک کسی نے حضرت عیسیٰ کو آسمان سے اترتے نہ دیکھا۔ پھر وہ وعدہ کہاں گیا کہ اس زمانہ کے لوگ ابھی زندہ ہونگے کہیں واپس آجاؤں گا۔ غرض ایسی پیشگوئیوں پر جس نے ناز کرنا ہے بیشک کہے ہم تو قرآن شریف

کے فرمودہ کے مطابق حضرت عیسیٰ کو سچا نبی مانتے ہیں ورنہ اس انجیل کی زد سے جو موجود ہے۔
 لکن کی نبوت کی بھی خیر نہیں۔ عیسائی تو ان کی خدائی کو روٹتے ہیں مگر عیسائیت کی نبوت ہی ثابت
 کرنا بجز زلیخہ قرآن شریف کے ایک غیر ممکن امر معلوم ہوتا ہے۔ اگرچہ یہ سچ ہے کہ عیسائی عیسائیوں کے
 انجیل کی کچھ ایسی ہڈی پسی توڑی ہے کہ اب اس کی بڑی بھلی بات کا کچھ بھی اعتماد نہیں رہا۔
 لیکن تحریف کے قبول کرنے کے بعد بھی حضرت عیسیٰ کی زلزلہ والی پیشگوئی مسلمانوں کے نزدیک
 مرے سے قابل اعتماد نہیں۔ کیونکہ قرآن شریف میں حضرت عیسیٰ کی اس پیشگوئی کا کچھ بھی ذکر
 نہیں۔ پس کیونکر اور کس ذریعہ سے اس کو صحیح مان لیا جائے۔ افسوس کہ جس قدر آپ نے میری
 پیشگوئیوں کے رد میں ہاتھ پیرا رہے ہیں اور خدا ترسی کو جھوٹ کر ناخوں تک کوشش کی ہے
 کہ کسی طرح بیباک کی نظر میں بن پیشگوئیوں کو آپ خفیت ثابت کر دیں یہ گناہ بے لذت
 آپ نے نفقت میں خرید لیا۔ اور اگر دلائل کے قوت نے میں کچھ کامیابی ہوتی تو اور نہیں تو
 عیسائیوں کی نظر میں ہی آپ قابل تحسین ٹھہرتے۔ خاموشی میں بھی ایک سعادت تھی زبان
 کھول کر کیا لیا۔ اور آپ نے میرے پر یہ حملہ نہیں کیا ہے بلکہ اس خدا پر علم کر کے جس نے
 مجھے بھیجا ہے۔ افسوس کہ صرف سخت دلی اور شہرت کی خواہش نے اکثر لوگوں کو میرے مخالف
 کھڑا کیا ہے ورنہ میرے دعوے اور میرے دلائل کا سمجھنا کچھ مشکل نہ تھا۔ ہزار ہا نشان
 اب تک ظاہر ہو چکے اور زمین و آسمان نے بھی گواہی دی۔ مگر جن کے دلوں پر ٹھہریں
 ہیں وہ مخالفت سے باز نہ آئے۔ انہوں نے خدا سے ایک عذاب مانگا ہے جو وقت
 پر آئے گا۔ وہ لوگ جو خدا تعالیٰ کا مقابلہ کر رہے ہیں اگر وہ اس سے پہلے مر جاتے تو
 قن کے لئے بہتر تھا۔ مگر تعصب اور خود بینی کی شراب نے ان کو مست کر رکھا ہے اور
 وہ دن آتے ہیں کہ خدا ان کو ہوش میں لائے گا۔

اب ہم چند شہادت مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی کو جو انہوں نے پرچہ
 پیسہ اخبار ۱۹ جون ۱۹۰۵ء میں چھپوائے ہیں امیگہ دفع دفع کرتے ہیں۔

قولہا۔ وہ کہتا ہے (یعنی عاجز) کہ میں نے براہین احمدیہ میں اس زلزلہ کی خبر دی تھی اور لکھا تھا کہ پہاڑ پھٹ جائیں گے۔ یہ ایسا جھوٹ ہے جس کی کوئی انتہا نہیں۔

اقول۔ کیا آپ کو اس بات میں کچھ شک ہے کہ براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۱۶ میں یہ عبارت موجود ہے فلما تجتبی رباً للعجل جعلہ دكاً۔ واللہ موعن کید الکافرین ولن جعلہ ایتۃ للناس ورحمۃ منا وکان اقراً متعاضیاً یعنی جب اس عاجز کا رب ایک پہاڑ خصوصاً پر تجلی کرے گا تو اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیگا۔ اور خدا انکروں کے مکر کو شست کر دیگا۔ اور ہم پہاڑ کے اس واقعہ کو لوگوں کے لئے ایک نشان بنائیں گے اور مومنوں کے لئے یہ رحمت کا موجب ہوگا۔ اور یہ امر ابتداء سے فیصلہ شدہ تھا۔ یعنی پہلے نبیوں نے خبر دی تھی کہ مسیح موعود کے وقت میں ایسے چولناک زلزلے آئیں گے۔ ایسا ہی پھر میں پوچھتا ہوں کہ کیا آپ کو اس بات میں کچھ شک ہے کہ براہین احمدیہ صفحہ ۵۵۷ میں اسی واقعہ کے متعلق یہ دوسری وحی الہی ہے فلما تجتبی رباً للعجل جعلہ دكاً۔ قوۃ الرحمن لجیکد اللہ المعمد (ترجمہ) جب اس کا (یعنی اس عاجز کا) رب پہاڑ پر تجلی کرے گا تو اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیگا یہ خدا کی قوت سے ہوگا اپنے بندہ کی تائید میں یعنی اس کی سچائی ظاہر کرنے کے لئے۔

اب جبکہ یہ دونوں عبادتیں براہین احمدیہ میں موجود ہیں اور ان میں صریح تفکون میں یہ وعدہ بھی ہے کہ خدا نشان دکھائیگا اور نصرت اور تائید کرے گا۔ پھر اس بارے میں جو کچھ اشتہار میں لکھا گیا سفید جھوٹ کیونکر ہو گیا۔ کیا پہاڑ کے پھٹ جانے کو زلزلہ پر دلالت التزمی نہیں اور کیا صاف طرح پر اس جگہ یہ وعدہ نہیں کہ ہم پہاڑ کے پھٹ جانے کو اپنے اس بندہ کے لئے نشان بنائیں گے اور یہ واقعہ تائید اور نصرت الہی پر دلالت کرے گا۔ اور کیا تصریح کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی اور الفاظ ہو سکتے ہیں جو صفحہ ۵۱۶ میں فرمایا گیا ولن جعلہ ایتۃ للناس یعنی ہم پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو جانے کا واقعہ لوگوں کے لئے ایک نشان بنائیں گے۔ ایسا ہی اس سے بڑھ کر اور کیا تصریح ہو سکتی ہے جو براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۵۷ میں لکھی گئی

کیونکہ پہلے پہاڑ کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا وعدہ کیا اور پھر فرمایا قُوَّةُ الرَّحْمٰنِ لَعَلَّیْکُمْ اِلَیْہِ الْعَصْدُ
یعنی یہ خدا کی قوت سے ہوگا۔ اس کے بندہ کی تائید اور نصرت کے لئے جس شخص نے اب بھی
باوجود ابن تصریحات کے ایسی واضح پیشگوئی کو سفید جھوٹ سمجھا ہے اس کی نسبت بجز اس کے
کیا کہیں کہ خود اس کی آنکھیں سفید ہو گئی ہیں کہ روز روشن کو وہ رات خیال کرتا ہے علاوہ اسکے
جس موقع پر قرآن شریف میں یہ آیت ہے وہ موقع بھی تو زلزلہ پر ہی دلالت کرتا ہے کیونکہ
اب تک تو ریت سے ثابت ہوتا ہے کہ جبکہ حضرت موسیٰ کو کوشمہ قدرت دکھانے کے لئے پہاڑ
پھٹا تھا اس وقت بھی زلزلہ ہی آیا تھا۔ اس قدر شہادتوں کے بعد بھی اگر کوئی نہیں مانتا
تو دُعا سے خالی نہیں۔ یا تو اس کے حواس میں خلل ہے اور آنکھ کی بینائی میں قصور اور
یا سخت تعصب کے پردہ نے اس کو اس توفیق سے محروم کر دیا ہے کہ وہ نور کو دیکھ کر
پھر اس کو قبول کر سکے۔ اسی لئے اس کے ہر ایک عقلمند جانتا ہے کہ پہاڑ کا پھٹ جانا بھی
مستلزم زلزلہ ہے اور اس واقعہ کو زلزلہ پر قطعی اور ضروری دلالت ہے تو پھر کیونکر مولوی
صاحب فرماتے ہیں کہ زلزلہ کا امثالہ کچھ بھی ذکر نہیں۔ کیا پہاڑ زلزلہ کے بغیر بھی پھٹا
کرتے ہیں؟ مولوی صاحب کی عقل پر یہ کیسے پتھر پڑ گئے کہ کھلی کھلی بات اُن کو سمجھ نہیں آتی۔
شریوں تک پہنچ کر پھر طفولیت کی سادہ لوحی ظاہر ہونے لگی۔ پھر ساتھ اس کے جبکہ یہ بھی
موجود ہے کہ اس واقعہ کو ہم نشان بنائیں گے اور اس ماحول کی اس سے تائید اور نصرت
کریں گے تو بجز ایسے شخص کے کہ اس کے دل پر شقاوت کا رنگ جم گیا ہو۔ کون اس بات سے
انکار کر سکتا ہے کہ یہ پہاڑ کا پھٹنا جس کا براہین احمدیہ میں ذکر ہے کوئی ایسا واقعہ ہے جس کو
خدا اپنے مامور کے لئے نشان بنائیگا۔ جیسا کہ اُسی جگہ بطور وعدہ اُس نے فرمایا ہے وَلَنَجْعَلَنَّ
آیۃً بَقْتَاہِ یعنی ہم اس کو دو گوں کے لئے نشان بنائیں گے۔

قولہ گورنٹ اور پبلک براہین احمدیہ کے صفحات مذکورہ کو ملاحظہ کریں کیا یہ عبارت
کہیں پائی جاتی ہے۔ اس دھوکا بازی اور جلسہ سازی کی کوئی انتہا نہیں۔

اقول بس دلیری اور شوخی اور منہ زوئی کے مقابل پر ہم بجز اس کے کیا کچھ سکتے ہیں کہ لعنة الله علی الکاذبین۔ بندہ خدا آخر کسی مرزا ہے کبھی تو اس گھڑی کا خیال کر دجبتان کند کا غرغره شروع ہو گا۔ کیا یہ دونوں عربی عبادتیں جنکائیں نے اپنے اشتہار میں حوالہ دیا ہے براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۳۱ - اور ۵۵۷ میں موجود نہیں ہیں؛ اس قدر جھوٹ اور یہ عمر - براہین احمدیہ دنیا میں پھیل چکی ہے صرف آپ کی بغل میں نہیں - پھر اس شوخی اور شرارت سے فائدہ کیا - کیا یہ سچ نہیں کہ ان آیتوں میں پہاڑ پھٹ جانے کا ذکر ہے؛ کیا یہ سچ نہیں کہ اسی الہام میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم پہاڑ کا پھٹ جانا لوگوں کے لئے نشان بنائیں گے اور بعض کے لئے یہ نشان رحمت کا موجب ہو گا؛ اور کیا یہ سچ نہیں کہ ان الہامات میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ نشان اپنے بندہ کی تائید اور نصرت کے لئے ظاہر کریں گے؛ اور کیا یہ سچ نہیں کہ جو الہام صفحہ ۵۵۷ براہین احمدیہ میں عربی میں ہے اس کے سر پر اردو میں یہ الہام ہے - دنیا میں ایک نذیر آیا۔ پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اُسے قبول کرے گا۔ اور بڑے زور اور محلول سے اُس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔ کیا ان تمام عبارتوں کو یکجائی نظر سے دیکھنے سے ثابت نہیں ہوتا کہ پہاڑ کا پھٹنا جو براہین احمدیہ میں لکھا گیا ہے اس کے ساتھ ہی کتاب موعودت میں یہ بھی لکھ دیا گیا ہے کہ یہ ایک پیشگوئی ہے۔ ہاں

خدا تعالیٰ کی پہلی کتابوں میں جو پیشگوئیاں اسی پیشگوئی کے ہم صفحہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت میں چلی ہیں لکھا ہے کہ یہودیوں کو قبول نہیں کرے گے۔ جیسا کہ انجیل میں بھی انیس پیشگوئیوں کے حوالہ سے لکھا ہے کہ جس پتھر کو معادوں نے رد کیا وہی کوٹھا کا سرا ہوا۔ یعنی اسرائیلی نہیں کا خاتمہ انجیل پر ہوا۔ سو انیس پیشگوئیوں کے مطابق یہ پیشگوئی ہے۔ کیونکہ خدا فرماتا ہے کہ لوگوں نے تو اس کو قبول نہ کیا مگر میں قبول کر دوں گا اور بڑے زور اور محلول سے اس کی سچائی ظاہر کر دوں گا۔ سو مزہ دی ہے کہ یہ دنیا ختم نہ ہو جب تک یہ تمام باتیں ظہور میں آجائیں۔ اور جیسا کہ انجیل میں ہے کہ جس پتھر کو معادوں نے رد کیا وہی کوٹھا کا سرا ہوا۔ اسی طرح خدا نے مجھے فرمایا کہ وہ تو مجھے رد کرے مگر میں تجھے ختم و اختلاف بنائوں گا۔ اس کو میں دینی بات کی مختلف عبارتوں میں ہے گرمب بھی جائیں تو طویل ہو گا۔ منہ

اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ قبل از وقت ہم براہین احمدیہ کی اس پیشگوئی کو متعین نہیں کر سکے کہ کس پہلو پر یہ ظاہر ہوگی۔ اور یہ ایک ایسا امر ہے جس میں تمام انبیاء و شریک ہیں۔ مگر میں نے نہ براہین احمدیہ میں اور نہ کسی اور کتاب میں اس بات سے انکار کیا ہے کہ یہ پیشگوئی ہے اور کیونکر انکار کر سکتا ہوں تو صاف صفحہ ۵۱۶ براہین احمدیہ میں لکھا ہے وَلَنَجْذِلَهُ أَتِیَةً لِّلنَّاسِ دَرَجَةً مَّا کہ ہم پیاد کا پھٹ جانا لوگوں کے لئے ایک نشان بنائیں گے۔ اور پھر صفحہ ۵۵۷ میں صاف لکھا ہے قُوَّةُ الرَّحْمٰنِ الْعَبِيْدِ اِلٰهَ الْعَمَلِ یعنی پیاد کا پھٹ جانا خدا کی قوت سے ہوگا اپنے بندہ کی تائید کے لئے۔ پس اس جگہ پر کسی شریعت کوئی کے جس کو ایمان اور خدا اور روز جزا کی کچھ بھی پروا نہ ہو کون اس بات کا انکار کر سکتا ہے کہ یہ پیشگوئی ہے اور اس میں ایک نشان کا وعدہ ہے۔ اور جبکہ خدا تعالیٰ نے اس کا نام نشان رکھا ہے اور وعدہ کیا ہے کہ کسی وقت ہم اس کو لوگوں کے فائدہ کے لئے ظاہر کر دیں گے اور پھر کس کی مجال ہے کہ وہ کہے کہ یہ نشان نہیں اور یہ پیشگوئی نہیں۔ اور ہمارا یہ اقرار کہ ہم براہین احمدیہ کے زمانہ میں اس پیشگوئی کو کسی پہلو پر متعین نہیں کر سکے اس سے مخاف کو کچھ فائدہ نہیں پہنچ سکتا کیونکہ نبی کے لئے قبل از وقت ہر ایک پیشگوئی کا متعین کرنا ضروری نہیں اور یہ بحث اسی کتاب میں ہم پہلے بہت کر چکے ہیں ضرورت نہیں کہ ہم بار بار اس کو لکھیں۔ اگر درخانہ کس امت حرفے بس امت۔

قولہ۔ ان تینوں فقرہوں میں کرشن قادری نے جھوٹ بولا ہے۔ یعنی ایک فقرہ گزشتہ بالا جس کا جواب ہو چکا ہے اور دوسرے یہ کہنا کہ زلزلہ سے بچھے بار بار خیال آیا کہ میں نے بڑا گناہ کیا کہ جیسا کہ شائع کرنے کا حق تھا زلزلہ کی پیشگوئی کو شائع نہ کیا۔ اور تیسرے یہ کہنا کہ اگرچہ میں اس وقت جانتا تھا کہ میرا کہنا دلوں کو ایک دجی احتیاط کی طرف مصروف نہیں کریگا تاہم اس علم نے میرے دل کو گھیرا کہ جو خبر مجھ کو خدا نے عظیم و حکیم سے ملی تھی اس کی میں نے پردے طور سے اشاعت نہ کی۔

• مولوی محمد حسین صاحب نے اس میرے فقرہ پر بہت خوشی سے نگیں بھائی ہیں کہ مجھے بار بار خیال آیا کہ

اقول۔ بڑی ایسی چیز ہے کہ اس کا کوئی علاج نہیں۔ درد ظاہر ہے کہ اگر ایک شخص کو اس بات کا علم دیا جائے کہ فلاں تباہی کسی گروہ پر آنے والی ہے اور وہ اس قوم کو اس تباہی جیسا کہ چاہیے متنبہ نہ کر سکے اور ساتھ ہی اسکو یہ بھی یقین ہو کہ میرا کہنا نہ کہنا ان کو برابر ہوگا مگر پھر بھی اس تباہی کے بعد ضرور اس کے دل کو صدمہ پہنچے گا کہ کاش وہ لوگ میری کواڑ کو سنتے اور بچ جاتے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ یہ خاصیت ہر ایک دل میں ہے۔ مگر ممکن ہے کہ اس زمانہ کے بعض مولویوں کے دل ایسے ہوں کہ خدا نے یہ خاصیت ان میں سے سلب کر لی ہو۔ اور اگر یہ دہم گندے کہ بونکر یقین کریں کہ صاحب الہام کو یقین ہو گیا تھا کہ الہام عفت الدیار محلہا و مقامہا سے مراد نازلہ ہے۔ اس کا جواب ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ یہ ایک ایسا صفت الہام ہے کہ اس کے معنوں پر اطلاع پانے سے ایک بچہ کو بھی یقین ہو سکتا ہے کہ یہ ایک سخت حادثہ کی پیشگوئی ہے جس کا اثر عمارتوں پر ہوگا۔ اور اس سے ایک سال یا بیسے پہلے حکم انبیاء میں

نے بہت بڑا گناہ کیا۔ مولوی کہہ کر ان کو یہ معلوم نہیں کہ انہی کا مکمل معرفت اسی میں ہے کہ انہی نے رب جلیل کے آگے ہر ایک وقت اپنے تئیں تصور وارٹھرو سے یہ نبیوں کی منت ہے وہ شیطان جو خدا کے سامنے اکھارا اختیار نہ کرے۔ نبی جو دتے چلاتے فرے مارتے رہے۔ یہ سوز و گداز اسی درجہ سے تھا کہ وہ کہتے تھے کہ ہم نے گناہ کیا کہ جیسا کہ حق تبلیغ کا قہام سے ہوا نہ ہو سکا۔ اپنے آپ کو اور حق کے سامنے تمام مخلوق اسی میں ہے کہ اس تصور کا اقرار کریں۔ چنانچہ عمارتوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام استغفار اسی بنا پر ہے کہ آپ بہت ہی ڈرتے تھے کہ جو خدمت مجھے مہربان کا لکھی ہے یعنی تبلیغ کی خدمت اور خدا کی راہ میں جانفشانی کی خدمت اس کو جیسا کہ اس کا حق تھا میں ادا نہیں کر سکا۔ اور اس خدمت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر کسی نے ادا نہیں کیا۔ مگر خوف عظمت اور ہیبت اسی آپ کے دل میں حد سے زیادہ تھا۔ اسی لئے وہ دہم و استغفار آپ کا شغل تھا۔ قرینت میں بھی ہے۔ تب مولوی نے جلدی سے زمین پر سر جھکا دیا اور وہ کہنے لگا..... ہمارے گناہ اور خطا میں معاف کر۔ خروج ۲۲-۹۔ مولانا نبی کہتا ہے۔ میں نے گناہ کیا کہ میں نے خداوند کفر میں کو ملوایا دیکھو۔ ایسویں ۱۵-۲۵۔ دیکھو نبی خدا تعالیٰ کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ میں نے تیرا گناہ کیا۔ کچھ بعد ۵۱-۲۵۔ مندر

یعنی اخیر دسمبر ۱۹۰۲ء کے پرچہ میں صاف لفظوں میں زلزلہ کی پیشگوئی موجود ہے۔ اور پھر موابیہ الرحمن مطبوعہ ۱۹۰۲ء میں بھی یہی زلزلہ کی پیشگوئی موجود ہے۔ اور پھر رسالہ آئین مطبوعہ ۱۹۰۵ء میں بھی یہی زلزلہ کی پیشگوئی موجود ہے۔ پھر باوجود اس قدر تواتر کے کیونکر کوئی عقلمند خیال کر سکتا ہے کہ ہم اس پیشگوئی سے بالکل بے خبر تھے۔ ہاں میں جیسا کہ میرا مذہب، بار بار یہ بھی کہہ چکا ہوں کہ پیشگوئیں میں قطعی طور پر یہ دعویٰ نہیں ہو سکتا کہ ضرور ان کا ایک ہی خاص پہلو پر ظہور ہو گا۔ ممکن ہے کہ خدائے علیم و حکیم کوئی دوسرا پہلو ان کے ظہور کیلئے اختیار کرے جس میں وہی عظمت اور قوت اور ہولناک صورت پائی جائے جس پر یہ پیشگوئی دلالت کرتی ہو۔

پھر جبکہ مجھ کو پیشگوئی حفت الدیار محلاً و مقاماً کی عظمت اور شدت پر پورا پورا یقین تھا۔ اور میں اس کو پورے ایمان سے خدا تعالیٰ کا کلام سمجھتا تھا اور اس کے ظہور نے مجھ پر کھول دیا تھا کہ جیسا کہ پیشگوئی کے ظاہری الفاظ تھے اسی طرح وہ وقوع میں بھی آگئی تو کیا وہ وقت نہیں تھا کہ بنی نوع کے لئے میری ہمدردی جوش مارتی۔ اور میں کوشش کرتا کہ آئندہ زلزلہ سے بچنے کے لئے لوگ توبہ اور استغفار اور کسی حسن انتظام کی طرف متوجہ ہوں۔ کیا میں نے یہ بڑا کام کیا کہ جس بلا کا مجھے یقین دیا گیا تھا اس بلا سے بچنے کے لئے میں نے لوگوں کو مطلع کر دیا۔ اور کیا انسان میں یہ طبعی امر نہیں ہے کہ کسی بلا پر اطلاع پا کر بنی نوع کی ہمدردی کے لئے اس کا دل جوش مارتا ہے۔ ہاں بعض قصاص طبع لوگ ہوتے ہیں کہ ان کو دوسرے کے درد اور مصیبت کی کچھ بھی پروا نہیں ہوتی۔ سو میں ایسے لوگوں کو انسان نہیں سمجھتا۔

قول لہذا اُس سے (یعنی مجھ سے) یہ حماقت عمل میں آئی جو اپنے میں ایک بڑے گناہ کا ترکیب مان لیا جس سے اپنے اہل دعویٰ نبوت کی بڑا کاٹ دی۔

اقول۔ یہودیوں کی طرح آپ جس قدر چاہیں تحریعت کریں ہم آپ کو کیا کہہ سکتے ہیں۔

ورد ہو لوگ خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہیں وہ باوجود نبی اور رسول ہونے کے اقرار رکھتے ہیں کہ جیسا کہ حق تبلیغ کا تقاضا نہ کر سکے۔ اور اسی کو وہ گناہِ عظیم خیال کرتے ہیں اور اسی خیال سے وہ نعرے مارتے اور مدتے اور درد سے بھر جاتے ہیں اور دائم الاستغفار رہتے ہیں مگر خشک دلوں جن کے دامن میں بجز بڑیوں کے کچھ نہیں وہ اس روحانیت کو کیا جانتے ہیں۔ بیگناہ ہونے کی اطمینان کسی نبی نے بھی ظاہر نہیں کی۔ جو دنیا میں افضل الرسل اور خاتم الرسل گندہ ہے اسکے منہ سے بھی یہی نکلا مہربنا اغفر لنا ذنوبنا و باعد بیننا و بین خطایانا اور آنحضرت علیہ السلام ہمیشہ فرماتے تھے کہ سورۃ ہود نے مجھے بڑھا کر دیا۔ اور آپ صبح زیادہ استغفار پڑھا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ میں دن میں ستر مرتبہ استغفار کرتا ہوں اور خدا تعالیٰ نے آپ کے حق میں فرمایا اذ اجاب نصرہ اللہ والفتح و رایب الناس یدخلون فی دین اللہ اخواجا ضیحا محمد صلی اللہ علیہ وسلم و استغفر اللہ کانت تو آیا۔ یہ سورۃ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قربِ زامن وفات میں نازل ہوئی تھی اور اس میں اللہ تعالیٰ زور دے کر اپنی نصرت اور تائید اور عیسیٰ مسیحؑ کی خبر دیتا ہے کہ اب تو اے نبی خدا کی تسبیح اور تحمید کر اور خدا سے مغفرت چاہ وہ تو اب ہے اس موقع پر مغفرت کا ذکر کرنا یہ اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ اب کام تبلیغ ختم ہو گیا خدا کا کہ اگر خدمت تبلیغ کے دقائق میں کوئی فروگزاشت ہوئی ہو تو خدا اسکو بخشدے ہوئی بھی تودیت میں اپنے قصوروں کو یاد کر کے رہتا ہے اور جس کو جیسا یوں نے خدا بنا رکھا ہے کسی نے اس کو کہا۔ کہ اے نیک استاد۔ تو اُس نے جواب دیا کہ تو مجھے کیوں نیک کہتا ہے نیک کوئی نہیں مگر خدا۔ یہی تمام اولیاء کا شعار رہا ہے۔ رہنے استغفار کو اپنا شعار قرار دیا ہے۔ بجز شیطان کے۔

فرس کشتہ چنواں کہ شب راندہ اند ؛ سحر گر فردشاں کہ داماندہ اند

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمے ہیں ما بعد ملک حق عباد ملک میں اے ہمارے خدا جو حق تیری پرستش کا تھا ہم سے اور انہیں جو مسکا کیا آپ اسلحہ یہ اعتراف کر لیں کہ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود عبادت کرنے میں تامل کرتے تھے تو دوسروں کو کیوں نصیحت کرتے تھے۔ انصوی۔ منہ

قولہ اولہ (یعنی یہ عاجز) براہین احمدیہ کی پیشگوئی کو سچا بنانے اور اس پر زلزلہ کا رنگ چڑھانے اور اس ذریعہ سے اپنی غیب دانی اور نبوت کا سکہ جمانے کی غرض سے اس بات کا مدعی ہو گیا ہے کہ براہین احمدیہ کی پیشگوئی سے مجھے بہت صغائی سے خدا کی طرف سے یہ خبر مل چکی تھی کہ اس زلزلہ مراد ہے تاہم میں نے قوم کی بدگوئی اور بد نظمی کے خوف سے اس کو چھپایا اور عربی کا ترجمہ اردو میں کر کے شائع نہ کیا۔ اور میں اس فعل سے خدا کے گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا اور پچیس برس تک ایسی گناہ پر قائم اور مضرت رہا۔

اقول مولوی صاحب آج اپنے تحریف کرنے میں یہودیوں کے بھی کان کاٹے۔ مولوی کہلاتا اور اس قدر صریح عبارات کے معنی بیان کرنے میں عمدہ خیانت کرنا کیا یہ ان لوگوں کا کام ہو سکتا ہے جو یوم الحساب پر ایمان لاتے ہیں۔ میں نے اپنے اشتہاد میں کب اور کہاں لکھا ہے کہ غیر پچیس برس تک اس گناہ پر قائم اور مضرت رہا کہ براہین احمدیہ کے عربی الہام کا ترجمہ شائع نہ کیا۔ براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۱۶ اور صفحہ ۵۵۷ کھول کر دیکھو دونوں مقامات میں عربی الہام کا ترجمہ موجود ہے۔ پھر میں کیونکر کہہ سکتا تھا کہ میں نے عربی الہام کا ترجمہ اردو میں کر کے شائع نہ کیا اور پچیس برس تک ایسی گناہ پر قائم اور مضرت رہا۔ کیا کوئی عقلمند بلور کر سکتا ہے کہ باوجودیکہ ان دونوں الہامات کا جو صفحہ ۵۱۶ اور صفحہ ۵۵۷ براہین احمدیہ میں درج ہیں ساتھ ہی ترجمہ اردو میں لکھا ہوا ہے۔ پھر میں اشتہاد میں یہ لکھتا کہ ان الہامات کا ترجمہ براہین احمدیہ میں میں نے نہیں لکھا۔ بلکہ یہ ذکر تو میرے اشتہاد ۱۹۰۵ء میں اس عربی الہام کے متعلق تھا جو الحکم ۱۹۰۲ء میں بغیر ترجمہ کے شائع کیا گیا تھا یعنی الہام حضرت الدیار رحمتا و مقاماً جس کا ترجمہ اردو میں نہیں لکھا گیا تھا۔ مولوی صاحب نے اس غرض سے یہ تحریف کی تا میرے پر یہ الزام قائم کریں کہ گویا میں نے عمدہ پچیس برس تک براہین احمدیہ کے عربی الہام کا ترجمہ نہ کیا اور غرضی رکھا۔

ماحولہ اس کے زلزلہ کے متعلق تو براہین احمدیہ میں دو پیشگوئیاں تھیں۔ ایک

صفحہ ۵۱۹ میں درج تھی اور دوسری صفحہ ۵۵۷ میں درج تھی۔ اور میرے اشتہار ۱۹۰۵ء میں صرف ایک پیشگوئی کی نسبت لکھا ہے کہ اس کا ترجمہ اردو میں نہیں ہوا۔ پس اگر اجماعاً اشتہار ۱۹۰۵ء میں برائیں احمدیہ کی وہ دو پیشگوئیاں مراد ہیں تو اس میں یہ عبارت نہیں ہوتی چاہیے تھی کہ عربی پیشگوئی کا ترجمہ بھی نہیں ہوا تھا۔ بلکہ یہ عبارت ہونی چاہیے تھی کہ عربی دو پیشگوئیوں کا ترجمہ بھی نہیں ہوا تھا۔ اور پھر بھی ایسا لکھنا جھوٹ ہوتا کیونکہ دونوں عربی پیشگوئیوں کا ترجمہ برائیں احمدیہ میں موجود ہے۔ جو شخص چاہے دیکھ لے۔

پھر علاوہ اس کے وہ اشتہار مؤرخہ ۱۹۰۵ء میں درج ہے جس پر مولوی صاحب یہ نکتہ حنی کرتے ہیں ابھی دنیا سے گم نہیں ہو گیا بہتوں کے پاس موجود ہو گا۔ اس کی اصل عبارت یہ ہے اُس دلائل کے بعد مجھے بار بار خیال آیا کہ میں نے بڑا گنہ کیا کہ جیسا کہ حق شائع کرنا تھا اس پیشگوئی کو شائع نہ کیا کیونکہ وہ پیشگوئی صرف اردو کے دو اخبار اور دو رسالوں میں شائع ہوئی تھی اور یہ بھی فروگزاشت ہوئی تھی کہ عربی پیشگوئی کا ترجمہ بھی نہیں ہوا تھا اب صاف ظاہر ہے کہ برائیں احمدیہ کی عربی پیشگوئیاں جو صفحہ ۵۱۹ اور صفحہ ۵۵۷ میں درج ہیں نہ اردو کے دو اخباروں میں شائع ہوئیں اور نہ ان کا ترجمہ کرنا وہ کیا اور نہ کسی اور رسالہ میں ان کا ذکر ہوا بلکہ وہ پیشگوئی جو دو اردو اخباروں میں درج ہوئی تھی اور جس کا عربی سے اردو میں ترجمہ نہیں ہوا تھا وہ یہی پیشگوئی حضرت الامام علیہ السلام کا تھا۔ کیونکہ وہ علاوہ دو اخباروں کے جن میں سے ایک الاحکم ۱۳۲۱ھ میں شائع ہے دو رسالوں میں بھی درج ہو چکی تھی یعنی اُس کو مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے نے اپنے دونوں رسالوں میں ۲۰ مارچ ۱۹۰۴ء کو شائع کر دیا تھا چنانچہ حاشیہ میں ان کا اپنے ہاتھ سے لکھا ہوا نوٹ درج ہے۔ اب ذرا آنکھ کھول کر

☆ سید علی اسلام علیہ السلام رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ۔ یہ الامام حضرت علیہ السلام کا تھا اور رسالہ کے صفحہ ۱۲۶ میں درج ہے۔ اس امام کو پڑھ کر اور پھر دلائل کی خبر اخباروں میں پڑھ کر چاندس سو رات عبدالحق نے جو اس وقت یوزی لینڈ میں غافل تھا۔ جس میں دلائل کے ذخیرہ سے اس امام کے پورا جوئے پر ہمت ہی خوشی کا اظہار کیا تھا۔ (محمد علی)

اولیٰ آپ مولوی صاحب موصوف کے نوٹ کو پڑھ میں اور پھر نہ امت میں غرق ہو جائیں اور کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ بندہ خدا! اس قدر چالاکی تو وہ یہود بھی نہیں کرتے ہوں گے جن کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یحزّ ذنوب الکلمہ عن مواضعہ پٹ۔ پھر آپ نے اپنی مولویت کا یہ نمونہ کیسا دکھلایا؟ میں نہیں خیال کر سکتا کہ آپ ایسے نادان تھے جنہوں نے مکمل سادہ لوحی سے عبادت کے سمجھنے میں غلطی کھائی۔ آپ برائین احمدیہ کا دیوبند تک چکے تھے۔ اور آپ کو خوب معلوم تھا کہ برائین احمدیہ کے وہ عربی الہامات جن کا میں نے اپنے اشتہار میں ذکر کیا ہے وہ بغیر ترجمہ کے نہیں دیکھے گئے اور آپ کو خوب معلوم تھا کہ برائین احمدیہ کے ان عربی الہامات کا ذکر نہ تو ہمارے سلسلہ کے ان دو اخباروں الفکر اور البدر میں کیا گیا ہے اور نہ ایسے دو رسالے ہمارے سلسلہ میں کسی نے تالیف کئے جن میں برائین احمدیہ کے ان الہامات کا کچھ ذکر ہو۔ پھر جبکہ برائین احمدیہ کے ان الہامات عربیہ کا برائین احمدیہ میں ترجمہ موجود ہے اور نہ کسی اخبار اور نہ کسی رسالہ میں ان کا ذکر ہے اور نہ وہ صرف ایک پیشگوئی ہے تا اشتہار الرئیۃ کی یہ عبادت اس پر مطلق ہو سکے کہ عربی پیشگوئی کا ترجمہ بھی نہیں ہوا تھا بلکہ وہ دو پیشگوئیاں ہیں تو اس صورت میں شرعاً آپ سے مطالبہ ہے کہ آپ نے اس قدر جھوٹ کیوں بولا؟ شاید جو کرم دین کے مقدمہ میں میرے مقابل پر دیوبند نے دروغ مصیحت آمیز کے جواز کا فتویٰ دیا تھا اس پر آپ نے بھی عمل کیا۔ بہر حال آپ بتلاؤ کہ کیوں آپ نے وہ ذکر جو الہام عفت الدیاء چھٹھا و مقامہا کی نسبت تھا برائین احمدیہ کے ان دو عربی الہاموں پر مڑھ دیا جو صفحہ ۵۱۶ اور صفحہ ۵۵۷ برائین احمدیہ میں موجود ہے؟ کیا آپ لوگوں کی یہی مولویانہ حیثیت میں دریافت اور امانت ہے کہ اپنے ایسا افتر لکھ لیا اور کچھ بھی خدا تعالیٰ کا خوف آپ کے دل میں نہ آیا؟ اور صرف یہی پر بس نہیں بلکہ آپ محض شرارت اور چالاکی سے اپنے اس مضمون میں اپنی طرف ایک عبارت لکھتے ہیں اور پھر بالکل پر یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ گویا وہ عبارت جو آپ نے میری طرف منسوب

کی ہے درحقیقت میرے ہی قلم سے نکلی ہے۔ چنانچہ وہ عبارت جو آپ نے محض جھٹساوی سے میری طرف منسوب کر دی ہے وہ یہ ہے۔ "برائین احمدیہ کی پیشگوئی سے مجھے بہت صفائی سے خدا کی طرف سے یہ خبر مل چکی تھی کہ اس سے ذلزلہ مراد ہے تاہم میں نے قوم کی بدگوئی اور بدظنی کے خوف سے اس کو چھپایا اور عربی کا ترجمہ اردو میں کر کے شائع نہ کیا۔ اور میں اس فعل سے خدا کے گناہ گیسو کا مرکب ہوا۔ اور پچیس برس تک اسی گناہ پر قائم اور مضروب رہا۔" اسے مغتری نابکار: کیا اب بھی ہم نہ کہیں کہ جھوٹے پر خدا کی لعنت جس نے آپ عبادت بنا کر میری طرف منسوب کر دی۔ اسے سخت دل ظالم: تجھے مولوی کہلا کر شرم نہ آئی کہ تو نے ناحق اس قدر میرے پر جھوٹ بولا۔ کیا تو دکھلا سکتا ہے کہ میرے اشتہاد ۱۹۰۵ء میں یا کسی اور اشتہاد میں کسی سالہ میں یہ عبارت موجود ہے جو تو نے لکھی: لعنة الله على الكاذبين۔

اسلئے ان لوگوں کو متنبہ رہنا چاہیے کہ جو ایسے لوگوں کو مولوی اور دیوانہ مسمجھ کر ان کے قول پر عمل کرنے کو تیار ہوتے ہیں۔ یہ حال ہے ان لوگوں کی دیانت کا اور جھوٹے کے کلام میں تناقض ضرور ہوتا ہے۔ اس لئے مولوی صاحب موصوف کا یہ بیان بھی ناقض سے بھرا ہوا ہے۔ چنانچہ وہ اخبار مذکور کے صفحہ پانچ کالم تیسرے میں پندرہویں سطر چوبیسویں سطر میں میرے اشتہاد کی عبارت یہ لکھتے ہیں کہ: "میں نے برائین احمدیہ میں اس ذلزلہ کی خبر دی تھی اور اگرچہ اس وقت اس خالق عادت بات کی طرف ذہن منتقل نہ ہو سکا۔ لیکن اب ان پیشگوئیوں پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آئندہ آئندہ اس ذلزلہ کی نسبت یقین جو اس وقت نظر سے مخفی رہ گئی۔"

اب ناظرین خود دیکھ لیں کہ اس عبارت مذکورہ بالا کا یہی مطلب ہے کہ اس زمانہ میں کہ جب برائین احمدیہ کے لکھنے کا زمانہ تھا ذہن اس طرف منتقل نہ ہو سکا کہ ذلزلہ سے مراد درحقیقت ذلزلہ ہے اور یہ امر اس وقت نظر سے مخفی رہا اور اب پچیس برس

کے بعد جب زلزلہ ظہور میں آگیا تو اب معلوم ہوا کہ وہ براہین احمدیہ کی پیشگوئیاں آئندہ آنے والے زلزلہ کی نسبت پیشگوئیاں تھیں۔

یہ تو میری طرف سے انہوں نے اقرار دکھا ہے اور یہ بالکل صحیح ہے کیونکہ میں نے اپنے اشتہار النذائر من وحی السعائیں جو ۱۱ اپریل ۱۹۵۹ء کو شائع ہوا تھا وہ حقیقت یہ عبادت اشتہار کے مسطورہ مطبوعہ فولکشور پریس لاہور میں لکھی ہے چنانچہ پوری عبادت یہ ہے یاد رہے کہ میں دونوں زلزلوں کا ذکر میری کتاب براہین احمدیہ میں بھی موجود ہے جو آج سے پچیس برس پہلے اکثر محاکم میں شائع کی گئی تھی۔ اگرچہ اس وقت اس خارق عادت بات کی طرف ذہن منتقل نہ ہو سکا۔ لیکن اب ان پیشگوئیوں پر نظر ڈالنے سے یہی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ وہ آئندہ آنے والے زلزلوں کی نسبت پیشگوئیاں تھیں جو اس وقت نظر سے مخفی رہ گئیں۔“

اب ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ میں نے اس اشتہار میں صاف طور پر لکھ دیا ہے کہ میرا اس وقت سے پہلے جبکہ زلزلہ ۴ اپریل ۱۹۵۹ء ظہور میں آگیا اس بات کی طرف ذہن منتقل نہیں ہوا تھا کہ جیسا کہ ظاہر الفاظ پہاڑ کے پھٹ جانے سے سمجھا جاتا ہے وہ حقیقت براہین احمدیہ کے ان الہامات سے زلزلہ ہی مراد ہے۔ اور اس پر ایک دلیل بھی ہے کہ براہین احمدیہ میں جو ان دونوں الہامات کا ترجمہ کیا گیا ہے اس میں بھی ظاہر الفاظ کی نکتے تیرہ نہیں بننا غرض میں نے اس اشتہار ۱۱ اپریل ۱۹۵۹ء میں جو ۴ اپریل ۱۹۵۹ء کے بعد لکھا گیا صاف اقرار کر دیا کہ میں پچیس برس تک براہین احمدیہ کے دونوں موقعہ کے الہام کو جو خلصاً تجلی رقبۃ الجبل ہے خاص زلزلہ کے لئے متعین نہ کر سکا۔ مگر ۴ اپریل ۱۹۵۹ء کے زلزلہ کے بعد کھل گیا کہ وہ اسی زلزلہ کے متعلق تھا۔ یہ تو وہ لہر ہے جو میرے اشتہار ۱۱ اپریل ۱۹۵۹ء سے ثابت ہوتا ہے۔

اب اس اشتہار کے برخلاف جو دعویٰ بعض انفراد اور مجلس اذی مولوی محمد حسین صاحب نے

میری طرف منسوب کیا ہے اور اپنی طرف سے ایک عبارت بنا کر میری طرف منسوب کی ہے وہ عبارت پھر ہم دوبارہ لکھ دیتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے۔ "برائین احمدیہ کی پیشگوئی سے مجھے بہت صفائی سے خدا کی طرف سے یہ خبر مل چکی تھی کہ اس سے زلزلہ مراد ہے تاہم میں نے قوم کی بدگوئی اور بدظنی کے خوف سے اس کو چھپایا۔ اور عربی کا ترجمہ اردو میں کر کے شائع نہ کیا۔ اور میں اس فصل سے خدا کے گناہ کبیرہ کا مرکب ہوا لکھیں برس تک اسی گناہ پر قائم اور مضطرب رہا۔"

۱۱۳

تب ناظرین انصافاً فرادیں کہ کیا یہ بیان جو مولوی صاحب موصوف نے میری طرف منسوب کیا ہے یہ میرے اشتہاد اہل اربل ۱۳۵۷ھ کی عبارت کے خلاف ہے یا نہیں جس کو ابھی میں نے نقل کر دیا ہے کیونکہ میں اشتہاد مذکور میں صاف طور پر لکھ چکا ہوں کہ اس اشتہاد سے پہلے جو برائین احمدیہ کے پیش برس بعد میں نے "المی ۱۳۵۷ھ" کو شائع کیا ہے اس بات کی طرف ذہن متعلق نہیں ہوا تھا کہ زلزلہ سے مراد درحقیقت ظاہری طور پر زلزلہ ہے بلکہ لکھیں برس بعد زلزلہ کے آنے پر ان الہامات کے معنی کھلے۔

پس جبکہ یہ دونوں بیانات متناقض ہیں اور میں ان میں سے صرف ایک بیان کو قبول کرتا ہوں جو مولوی صاحب کے اس مضمون میں بھی انہیں کے ہاتھ سے درج ہو چکا ہے۔ یعنی یہ کہ میں لکھیں برس تک برائین احمدیہ کے الہام صفحہ ۵۱۹ اور صفحہ ۵۵۷ کو کسی ایک پہلو پر متعلق نہ کر سکا تو اس میں کیا شک ہے کہ دوسرا بیان اس وقت تک محض مولوی صاحب کا افتراء سمجھا جانیگا جب تک کہ وہ میری کسی کتاب یا اشتہاد میں سے یہ ثابت کر کے نہ دکھلا دیں کہ یہ عبارت مذکورہ میں نے کسی جگہ لکھی ہے اور یا کسی جگہ میں نے یہ لکھا ہے کہ میں لکھیں برس تک اس گناہ پر قائم اور مضطرب رہا کہ باوجودیکہ برائین احمدیہ کے زمانہ سے قطعی علم زلزلہ کے متعلق مجھے ہو چکا تھا پھر میں نے اس خبر کو مخفی رکھا۔

اب ناظرین برائے خدا اپنی موت کو یاد کر کے ایماناً مجھے بتلاؤ کہ جو شخص اس قدر افتراء کرتا

اور جہودی عبارتیں بنا کر میری طرف منسوب کرتا ہے کیا وہ کسی سرزنش اور تعزیر شرعی کے لائق ہے یا نہیں۔ بیٹو! تو جودا۔ اور یہ بھی محض بے فائدہ فرادیں کہ کیا یہ شخص جو اس طرح کی شوخی سے جھلساڑی کرتا ہے اس لائق ہے کہ آئندہ اس کو مولوی کے نام سے پکارا جائے۔ اور کیا مناسب نہیں کہ ایک مجلس علما و مقرر کر کے اس کو بلایا جاوے اور اس سے پوچھا جاوے کہ یہ فرغی عبارت جو میری طرف اُس نے منسوب کی ہے میں نے کس کتاب یا رسالہ میں اس کو لکھا ہے۔ مولوی کہلا کر یہ افتراء اور یہ تحریف اور یہ خیانت اور یہ جھوٹ اور یہ دلیری اور یہ شوخی۔ ان باتوں کا تصور کر کے بدن کا پھٹا ہے۔ کیا مجھے کافر اور بے ایمان کہنے والے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث جس میں کہ لکھا ہے کہ آخری زمانہ کے اکثر مولوی یہودیوں کے مولیوں کی مشابہت پیدا کریں گے یا نہیں رکھتے۔ بلکہ اس سے بڑھ کر بعض حدیثوں میں یہ بھی آیا ہے کہ اس قدر مشابہت پیدا کرینگے کہ اگر کسی یہودی نے اس سے بھی زنا کیا ہوگا تو وہ بھی کر لیں گے۔

آخری زمانہ کے وہ علماء جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود اس امت کے ترکہ دیا ہے وہ بالخصوص اسی قسم کے مولیوں کو مسیح موعود کے خلاف اور جہودی دشمنی اور اس کی تباہی کی فکر میں ملے ہوئے ہیں اور اس کو کافر اور بے ایمان اور دجال کہتے ہیں اور اگر میں کہیں کہیں ہو تو اس کو طیب دینے کیلئے تیل دیتی ہوں مگر یہودی کے خبیثہ اور فریضی حضرت عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح جس آئے تھے اور قتل کرنا چاہتے تھے۔ لیکن جو علماء اس قسم کے ہیں ان کو ہم اس امت کے یہودی نہیں کہہ سکتے بلکہ جو لوگ حضرت عیسیٰ کے دشمنوں کی طرح مجھے دجال اور کافر اور بے ایمان کہتے ہیں وہی یہودی ہیں اور میں انکو یہودی نہیں کہتا بلکہ خدا تعالیٰ کا کلام ان کو یہودی کہتا ہے اور یہ تو امر مجبوری ہے جس حالت میں وہ حقیقت میں تپتا ہوں نہ کافر نہ دجال نہ بے ایمانی ہوں۔ پس جو شخص مجھے مسیح کو ایسے الفاظ سے یاد کرتا ہے۔ اُس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہودی قرار دیتے ہیں۔ اگر مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب مجھے بے ایمان کافر دجال قرار نہیں دیتے اور واجب العقل نہیں سمجھتے تو ہم ان کو یہودی نہیں کہتے اور اگر وہ مجھے ایسے الفاظ سے یاد کرتے ہیں اور خدا جانتا ہے کہ میں تپتا مسیح موعود ہوں تو اس صورت میں وہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا معنادار بن کر بنے نہیں یہودی بناتے ہیں اور مجھے کہتے ہیں کہ تم کیوں عیسیٰ بنے۔ اس کا یہی جواب ہے کہ آپ لوگوں کے طغیانی سے۔ اگر آپ یہودی نہ بننے تو میرا نام یہ نہ ہوتا۔ منہ

لہذا وجود اس کے کہ بلاوی صاحب نے اس قدر جھوٹ بول کر ادا خیانت اور تحریف کر کے مجھے دکھ دیا ہے پھر بھی اگر وہ میری کسی کتاب میں وہ عبارت جو انہوں نے میری طرف منسوب کی ہے اور دکھا ہے کہ گویا میں پیش برس تک اسی گناہ پر قائم اور مضمر رہا۔ دکھادیں تو میں نقد پیش اس مدعیہ ان کو دے سکتا ہوں۔ ورنہ میری طرف سے یہ کلمہ کافی ہے کہ لعنة الله على الكاذبين۔

قول کسی سچے نبی یا لہم کے نشان نہیں ہیں کہ جس بات کی تبلیغ کا خدا اُسکو حکم دے وہ راستہ اور عمدہ پیش برس تک چھپائے رکھے اور اس کی تبلیغ نہ کرے۔
اقول۔ اس افتراء کا جواب گند گیا اور میں بیان کر چکا ہوں کہ میں نے کسی اشتہار میں یہ دعویٰ نہیں کیا کہ براہین احمدیہ کی یہ دو پیشگوئیاں جو لکھی گئی ہیں یعنی ظالمات خلتی رہا تھیں للجبیل جعلہ دکان کے اصل منشاء کی طرف اسی زمانہ میں میرا ذہن متعلق ہو گیا تھا بلکہ بار بار لکھ چکا ہوں کہ پیش برس کے بعد ان معنوں کی حقیقت کھلی۔ اور اگر پہلے سے میرے پر حقیقت کھلتی تو پھر اس الہام کے اس ترجمہ میں جو براہین احمدیہ میں لکھا گیا کیوں غلطی وقوع میں آتی۔

پھر اس نادان مولوی کے اس قول پر مجھے تعجب آتا ہے کہ وہ کہتا ہے کہ مجھے نبی یا لہم کا یہ نشان نہیں ہے کہ جس بات کی تبلیغ کا خدا اس کو حکم دے وہ راستہ اور عمدہ پیش برس تک اس کو چھپائے رکھے۔ اس نادان کو اب تک یہ بھی معلوم نہیں کہ تبلیغ الہی احکام کے متعلق ہوتی ہے نہ ایسی پیشگوئیوں کے متعلق۔ جنگی اشاعت کیلئے لہم مامور بھی نہیں بلکہ اختیار رکھتا ہے چاہے ان کو شائع کرے یا نہ کرے۔ اسوا اس کے جب کہ اس پیشگوئی کی حقیقت ابھی میرے پر نہیں کھلی تھی تو اس بات کے لئے میں مکلف نہ تھا کہ اس کے معنی اور مقصد لوگوں پر ظاہر کرتا اور جس قدر اجتہادی طور پر میرے خیال میں گزرا میں نے ترجمہ ان پیشگوئیوں کا براہین احمدیہ میں شائع کر دیا پس میں نے تبلیغ میں کوئی قصور کیا

لَا يَكْفُرُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا دَسَّحًا۔ اگر یہ بات ہوتی کہ براہین احمدیہ کی ان پیشگوئیوں کی وہ حقیقت جو ۱۹۰۵ء کے زلزلہ کے بعد میرے پرکھ لگئی براہین احمدیہ کی اشاعت کے زمانہ میں ہی مجھے معلوم ہوتی تو اگرچہ میں اس کی اشاعت کے لئے مامور نہ تھا تاہم میں نوع انسان کی ہمدردی کے لئے جہاں تک مجھ سے ممکن ہوتا اس کی اصل حقیقت سے لوگوں کو اطلاع دیتا۔

قول عجیب غریب بدتر از گناہ ہے کہ پیشگوئیں کے معنی سمجھنے میں عوام تو عوام انبیاء علیہم السلام بھی اجتہاد کے وقت غلطی کر بیٹھتے ہیں۔

اقول۔ انہی باتوں سے تو آپ کا خیانت ہمیشہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ میں خوب جانتا ہوں کہ آپ شیر خوار بچہ نہیں آپ علم حدیث سے ایسے جاہل تھیں جن کو اول نمبر کے جاہل کہنا چاہیئے۔ آپ ایسے مجنون نہیں جن کے حواس بالکل قائم نہیں ہوتے۔ تو پھر یہ خیانت ہے یا کوئی اور بات ہے کہ آپ اس سے انکار کرتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام سے کوئی غلطی ابتدائی طور پر نہیں ہو سکتی سب جانتے ہیں کہ بیشک غلطی ہو سکتی ہے بلکہ ہمیشہ اس غلطی پر قائم نہیں رہ سکتے ہیں اس بارے میں اسی ضمیمہ میں بہت کچھ لکھ چکا ہوں۔ اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

قول۔ کسی پیشگوئی کے جھوٹے ہونے کا الزام جب آپ پر قائم ہوتا ہے تو اس الزام کو اسی اصول سے اٹھا دیا جاتا ہے۔

اقول۔ اے مولوی صاحب! خدا آپ کو ہدایت کرے اور وہ دن لاوے کہ آپ کی آنکھیں کھلیں۔ آپ اس شخص کی طرح جس کی گردن کے پیچھے بہت بڑا پھوڑا ہو۔ اور اس وجہ سے وہ ہمیشہ زمین کی طرف جھکا رہے آسمان کی طرف نظر نہ اٹھا سکے آسمانی انوار سے محروم ہیں۔ اور ان سے کچھ فائدہ نہیں اٹھاتے۔ اب تک دس ہزار سے بھی زیادہ خدا تعالیٰ میری تائید میں نشان ظاہر کر چکا ہے جو روز روشن کی طرح پورے ہو گئے ہیں مگر آپ کے نزدیک ہر ایک پیشگوئی جھوٹی نکلتی رہی ہے اور گویا میں جھوٹ کو سچ بنانے

کے لئے تادیبیں کرتا رہوں۔ اب اس جگہ بھی میں پیرس کے کیا کہوں کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ جو شخص میری صحبت میں چائیں دن بھی رہتا ہے وہ کوئی نہ کوئی خدا تعالیٰ کا نشان دیکھ لیتا ہے۔ اسی وجہ سے ہزار ہا بندگان خدا اس طرف جھٹک گئے ہیں اور باوجود آپ کے بغض اور بغل اور ہمیشہ کی یادہ کوئی کے ایک عالم ہماری طرف آ گیا ہے اور آتا جاتا ہے اور آپ کے منہ کی پھونکوں سے کچھ بھی بگڑ نہ سکا۔ آسمان میں خدا نے میرے لئے مضاف کسوف کیا۔

مگر آپ کے نزدیک وہ حدیث غلط ہے۔ اور میں چودھویں صدی کے سر پر آیا اور بفضلہ تعالیٰ محدثین کی شرط قرار داد کے مطابق چہارم حقہ صدی تک میری زندگی پہنچ گئی مگر آپ کے نزدیک یہ حدیث بھی غلط۔ اور دکھا تھا کہ مسیح موعود کے وقت میں طاعون پڑے گی اور سخت پڑے گی مگر آپ کے نزدیک یہ حدیث بھی غلط۔ اور دکھا تھا کہ اُموقت آفتاب میں ایک نشان ظاہر ہوگا۔ چنانچہ اب تک ظاہر ہے اور درمیں سے دیکھا جاتا ہے مگر آپ کے نزدیک یہ حدیث بھی غلط۔ اور حدیث میں آیا تھا کہ اُن دنوں ستارہ ذوالسنین طلوع کریگا چنانچہ مدت ہوئی اُس ستارہ کا طلوع ہو چکا مگر آپ کے نزدیک یہ حدیث بھی غلط۔ اور دکھا تھا کہ وہ مسیح موعود اسی امت میں سے ہوگا۔ اور دمشق سے مشرق کی طرف وہ مبعوث ہوگا مگر آپ کے نزدیک یہ حدیث بھی غلط۔ اور دکھا تھا کہ مسیح موعود کے وقت میں اونٹنیاں بیکار ہو جائیں گی اور اس میں یہ بھی اشارہ تھا کہ اُس زمانہ میں مدینہ کی طرف سے مکہ تک ریل کی سواہی جاری ہو جائیگی مگر آپ کے نزدیک یہ حدیث بھی غلط۔ پس جبکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں آپ کے نزدیک غلط ہیں تو میری پیش گوئیوں کو غلط کہنے کے وقت آپ کیوں شرم کرنے لگے ؟

بلکہ حدیث اور میری پیش گوئیوں کا ذکر تو الگ رہا آپ تو مسلمان کہا کرتے تھے قرآن شریف ہے منہ پھیرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ عینی فوت ہو گیا ہے اور آپ نے اس کو زندہ قرار دے کر

یہ بھی بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ اُس زمانہ میں لوگ حج کرنے سے روکے جائیں گے مگر یہ محب حدیثیں آپ کے نزدیک غلط ہیں کیونکہ ان سے میرے دعویٰ کا ثبوت ملتا ہے۔ منہ پھیر

آسمان کے کسی جہرہ میں بٹھا رکھا ہے۔ کیا خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے نہیں فرمایا فلما تو فیستغنی کنت انت الرقیب علیہم کیا اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ مجھے وفات دینے کے بعد تو ہی اُن رقیب تھا۔ اور کیا ان تمام آیات پر نظر ڈالنے سے صریح طور پر ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت عیسیٰ خدا تعالیٰ کے سوال کا یہ جواب دیتے ہیں کہ میں جب تک اپنی امت میں تھا میں اُن کے اعمال کا گواہ تھا اور اُن کے حالات کا علم رکھتا تھا پھر جب تو نے مجھے وفات دیدی تو بعد اس کے تو ہی اُن کا رقیب اور محافظ تھا۔ پس کیا ان آیات کا یہی ہی طور پر یہ خاص مطلب نہیں ہے کہ میری امت میری زندگی میں نہیں بگڑی بلکہ میری وفات کے بعد بگڑی۔ اور بعد وفات مجھے معلوم نہیں کہ میں کیا حال ہوا اور کیا مذہب اختیار کیا پس خدا تعالیٰ کے اس کلام سے ظاہر ہے کہ اگر فرض کیا جائے کہ حضرت عیسیٰ اب تک زندہ ہیں تو ساتھ ہی یہ بھی فرض کرنا پڑے گا کہ عیسائی بھی اب تک بگڑے نہیں اور سچے مذہب پر قائم ہیں کیونکہ حضرت عیسیٰ اپنی امت کا صراطِ مستقیم پر ہونا اپنی زندگی تک و بعد کرتے ہیں اور اس بات کا انکار کرتے ہیں کہ میں نے یہ تعلیم دی ہے کہ مجھے اور میری ماں کو خدا کر کے مانا کرو اور جناب الہی میں عرض کرتے ہیں کہ جب تک میں اپنی امت میں تھا میں نے وہی تعلیم اُن کو دی جس کی تو نے مجھے ہدایت دی تھی اور جب تو نے مجھے وفات دیدی تو بعد کے حالات کا مجھے کچھ علم نہیں۔ اور ان آیات سے صاف طور پر یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ دوبارہ دنیا میں نہیں آئیں گے۔ دہ لازم آتا ہے کہ قیامت کے دن وہ خدا تعالیٰ کے سامنے جھوٹ بولیں گے کیونکہ اگر وہ قیامت پہلے دنیا میں دوبارہ آئے ہوتے تو اس صورت میں اُن کا یہ کہنا کہ مجھے کچھ علم نہیں کہ میری امت میرے بعد کیا عقیدہ اختیار کیا صریح جھوٹ ٹھہرتا ہے۔ کیونکہ جو شخص دوبارہ دنیا میں آوے اور بحیثیت خود دیکھ جاوے کہ اس کی امت بگڑ چکی ہے اور نہ صرف ایک دن بلکہ بارہا میں برس تک اُن کے کفر کی حالت دیکھتا رہے وہ کیونکر قیامت کے دن خدا تعالیٰ کے سامنے کہہ سکتا ہے کہ اپنی امت کی حالت مجھے محض بے خبریوں۔ اب ظاہر ہے کہ آپ کا یہ عقیدہ کہ

حضرت عیسیٰ زندہ ہیں اور پھر دوبارہ زمین پر نازل ہونگے۔ صاف اور صریح طور پر نبوی صریح
قرآن شریف کے برخلاف ہے مگر پھر بھی آپ اس عقیدہ کو نہیں چھوڑتے پس اس صورت میں
آپ پر کیا افسوس کروں کہ آپ میرے صدا نشانوں کو دیکھ کر ان سے منکر ہوئے جاتے ہیں۔ اور
جس طرح ایک شخص کو مٹی کھانے کی عادت ہو جاتی ہے وہ باوجود پیش کئے جانے عمدہ غذاؤں
کے پھر بھی مٹی کھانے کی طرف ہی رغبت کرتا ہے یہی حال آپ کا ہو رہا ہے۔ یہ بھی جھوٹ
ہے کہ آپ یہ کہتے ہیں کہ حدیثوں کی رو سے ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ سمجھتے ہیں صحیح بخاری
جس کو آپ اصح الکتاب بعد کتاب اللہ قرار دیتے ہیں اس میں تو صاف لکھا ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان مژدہ رُوحوں میں دیکھا
جو اس جہان سے گزر چکی ہیں بلکہ حضرت یحییٰ کے پاس جو فوت ہو چکے ہیں ان کا مقام پایا۔
اب زندہ خدا کچھ تو خدا تعالیٰ کا خوف کرنا چاہیے۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر
قبض و مرجع کے یونہی جسم مغیری کے ساتھ آسمان پر چلے گئے تھے تو ان کو رُوحوں کی تعلق
تھا جو موت کے بعد دوسرے جہان میں پہنچ چکی ہیں۔ ان کے لئے تو کوئی علیحدہ مکان یا گھر
چاہیے تھا جس میں جسمانی زندگی بسر کرتے نہ کہ عالم فانی کے رہنے والوں کے پاس چلے جاتے
جو موت کا مزہ چکھ چکے ہیں۔ پس یہ کس قدر جھوٹ ہے جو آپ کے گلے کا بار ہو رہا ہے جو
ایسے شخص کو آپ زندہ قرار دیتے ہیں جو افسوس بریں سے فوت ہو چکا ہے۔ جب تک
خدا تعالیٰ نے اس مجید کو نہیں کھولا تھا تب تک تو ہر ایک معذور تھا۔ اب جبکہ حکم آگیا
اور حقیقت کھل گئی اور قرآن شریف کی رو سے حضرت عیسیٰ کی موت ثابت ہو گئی اور حدیثوں
کی رو سے مژدہ رُوحوں میں ان کی بود و باش پر گواہی مل گئی اور خدا کے قول سے اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے یعنی روایت سے حضرت عیسیٰ کا دخلت پانا یا یہ ثبوت پہنچ
گیا بلکہ مسلم اور صحیح بخاری کی حدیث سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ آنے و اسیر اسی امت
میں سے ہو گا اور اس سیرج نے بھی بحیثیت حکم ہونے کے قرآن شریف اور ان احادیث

کے مطابق گواہی دی تو اب بھی نہ مانتا بتلاؤ یہ ایمان داری ہے یا بے ایمانی۔ پھر ایسے آدمی پر افسوس کیا کریں کہ وہ ہمارے نشانوں کو نہیں مانتا جبکہ اس نے نہ خدا کے قول کو مانا اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کو قبول کیا اور نہ چاہا کہ خدا تعالیٰ سے خوف کر کے اپنی غلطی کو چھوڑ دے۔ تو ایسا آدمی اگر میرے پر اعتراض کرے تو مجھے کیوں افسوس کرنا چاہیے۔ ایک کی غلطی دوسرے کیلئے سند نہیں ہو سکتی۔ اگر فیج احوج کے زمانہ میں ایسا خیال دلوں میں ہو گیا تھا کہ حضرت عیسیٰ زندہ آسمان پر چلے گئے ہیں تو وہ قابلِ سند نہیں ہے۔ خیر القرون کے زمانہ میں اس خیال کا نام و نشان نہ تھا ورنہ صحابہ رضی اللہ عنہم اس بات پر کیوں راضی ہو جاتے کہ سب انبیاء علیہم السلام فوت ہو چکے ہیں۔ اسلام میں سب سے پہلا اجماع ہی تھا کہ تمام نبی فوت ہو گئے ہیں کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے تو بعض صحابہ کا یہ بھی خیال تھا کہ آپ فوت نہیں ہوئے اور پھر دنیا میں واپس آئیں گے اور منافقوں کی ناک اور کان کاٹیں گے۔ تو اُس وقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سب کو مسجد نبوی میں جمع کیا اور یہ آیت پڑھی۔ مَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک نبی ہیں اور تمام انبیاء گزشتہ پہلے ان سے فوت ہو چکے ہیں۔ تب صحابہ جو سب کے سب موجود تھے رضی اللہ عنہم سمجھ گئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بے شک فوت ہو گئے۔ اور انہوں نے یقین کر لیا کہ کوئی نبی بھی زندہ نہیں۔ اور کسی نے اعتراض نہ کیا کہ حضرت عیسیٰ اس آیت کے مفہوم سے باہر ہیں اور وہ اب تک زندہ ہیں۔ اور کیا ممکن تھا کہ عاشقانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات پر راضی ہو سکتے کہ ان کا نبی تو چھوٹی سی عمر میں فوت ہو گیا اور عیسیٰ چھ تئیس برس سے زندہ چلا آتا ہے اور قیامت تک زندہ رہے گا بلکہ وہ تو اس خیال سے زندہ ہی مرتا ہے پس اسی وجہ سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان سب کے سامنے یہ آیت پڑھ کر انکو تسلی دی مَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔ اور اس آیت نے ایسا

آخر صحابہ کے دل پر کیا کہ وہ دینہ کے بازاروں میں یہ آیت پڑھتے پھرتے تھے گویا اسی دن وہ نازل ہوئی تھی۔ اور اسلام میں یہ اجماع تمام اجماعوں سے پہلا تھا کہ تمام نبی فوت ہو چکے ہیں۔ مگر اسے مولوی صاحب! آپ کو صحابہ کے اس اجماع سے کیا غرض۔ آپکا مذہب تو تعصب ہے نہ کہ اسلام۔

۱۱ ذہب اسلام ایسے باطل عقیدوں سے دن بدن تباہ ہوتا جاتا ہے مگر آپ لوگ خوش رہیں۔ رونق دینی عقائدت بردہ و دشمنان شاد و یار آزرده

معصوم ہوتا ہے کہ اس اجماع سے پہلے جو تمام انبیاء و عظیم السلام کی وفات ہو چکی تھی اور ان کا جہنم ہو چکا تھا۔ اور اسی وجہ سے صدیق رضی اللہ عنہ کو اس آیت کے سننے کی ضرورت پڑی اور اس آیت کے سننے کے بعد سب نے یقین کر لیا کہ تمام گزشتہ لوگ داخل قبور ہو چکے ہیں۔ اسی وجہ سے حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ چند شعر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرثیہ میں بنائے جس میں اس نے اسی طرف اشارہ کیا ہے اور وہ یہ ہیں۔

كُنْتَ السَّوَادَ لَنَاظِرٍ ذِي عِلْيَةٍ الْمُنَظَّرِ ۖ مِنْ شَأْنٍ بَعْدَكَ فَلَيْمَتِ فَعْلِيكَ كُنْتَ أَحَادًا
ترجمہ تو میری آنکھوں کی تپتی تپتی تھی تو تیرے مرثیے اذھا ہو گیا۔ اب بعد تیرے جو شخص چاہے مرے (عینی پروا مونی ہو) مجھے تو تیرے ہی مرنے کا خوف تھا۔ جزاؤ اللہ خیر المجزاؤ
محبت اسی کا نام ہے۔

۱۲ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اس امت پر اتنا بڑا احسان ہے کہ اس کا شکر نہیں ہو سکتا اگر وہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو مسجد نبوی میں اکٹھے کر کے یہ آیت دہرائے کہ تمام گزشتہ نبی فوت ہو چکے ہیں تو یہ امت ہلک ہو جاتی۔ کیونکہ ایسی صورت میں اس زمانے کے مفسد علماء بھی کہتے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا بھی یہی مذہب تھا کہ حضرت عیسیٰ زندہ ہیں۔ مگر اب صدیق اکبر کی آیت مدوحہ پیش کرنے سے اس بات پر عمل صحابہ کا اجماع ہو چکا کہ کل گزشتہ نبی فوت ہو چکے ہیں بلکہ

اور اگر ایک ذی انصاف ہو تو معلوم ہو گا کہ خود حضرت مسیح علیہ السلام اس عقیدہ کے مخالف تھے کہ کوئی آسمان پر جا کر پھر دنیا میں آتا ہے۔ اسی لئے جب اُن سے الیاس نبی کے دوبارہ آنے کے بارہ میں یہودیوں نے پوچھا اور کتابیں دکھلائیں کہ دکھا ہے کہ الیاس دوبارہ دنیا میں آئے گا تب بعد الیاس آنے کے وہ مسیح موعود آئینا جس کے آنے کا یہود کو وعدہ دیا گیا تھا اور بتلایا گیا تھا کہ وہ دن کا خاتمہ الانبیاء ہو گا تو عیسیٰ علیہ السلام نے یہ اعتراض مستحکم فرمایا کہ یوحنا نبی جو تم میں موجود ہے اور مجھ سے پہلے آچکا ہے یہی الیاس ہے جس نے قبول کرنا ہو قبول کرے۔ اور یہ قول آپ کا یہود کو بہت ہی بُرا معلوم ہوا۔ اور اُن کو کافر اور بدعتی اور اجماع امت کے برخلاف ایک بات کہنے والا قرار دیا۔ چنانچہ ایک کتاب جو حال میں ایک بڑے یہودی فاضل نے تالیف کی ہے جو میرے پاس موجود ہے اُس میں وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کے لئے بڑا شور ڈالتا ہے اور اُن کو وہ نعوذ باللہ کذاب اور کافر اور ملحد کہتا ہے اور لوگوں کے سامنے اس بات کا اپیل کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تم خود منصف ہو کہ سوچو کہ جس حالت میں خدا نے اپنی کتاب میں یہ خبر دی تھی جیسا کہ صحیفہ طائیں دکھا ہے۔ جس کی صحت اور منجانب اللہ ہونے کا

۱۲۱

اس اجماع پر شہرتائے عظمیٰ۔ ابوبکر کی تدبیر خدا تعالیٰ ہزاروں حقوں کی بادشہ کہے۔ اس نے تمام ردحوں کو ہدایت سے بچالیا۔ اور اس اجماع میں تمام صحابہ شریک تھے۔ ایک فرد بھی ان میں سے باہر نہ تھا۔ اور یہ صحابہ کا پہلا اجماع تھا۔ اور نہایت قابلِ شکر کارروائی تھی۔ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اور مسیح موعود کی باہم ایک مشابہت ہے اور وہ یہ کہ خدا تعالیٰ کا وعدہ قرآن شریف میں دونوں کی نسبت یہ تھا کہ جب ایک خوف کی حالت اسلام پر طاری ہوگی اور سلسلہ مرتد ہونے کا شروع ہو گا تب ان کا ظہور ہو گا سو حضرت ابوبکر اور مسیح موعود کے وقت میں ایسا ہی ہوا۔ یعنی حضرت ابوبکر کے وقت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد مد با جہلی حرب مرتد ہو گئے تھے۔ اور صرف دو مسیحیں باقی تھیں جن میں نماز پڑھی جاتی تھی۔ حضرت ابوبکر نے دوبارہ ان کو اسلام پر قائم کیا اور ایسا ہی مسیح موعود کے وقت میں کئی لاکھ انسان اسلام سے مرتد ہو کر عیسائی بن گئے اور یہ دونوں کا قرآن شریف میں مذکور ہیں یعنی پیشگوئی کے طور پر ان کا ذکر ہے۔

تاریخ
۱۲۱

اس شخص کو اقرار ہے کہ یہودیوں کا مسیح موعود نہیں آئیگا جب تک کہ الیاس نبی دوبارہ دنیا میں آسمان سے نازل ہو کر نہ آوے۔ اور معلوم ہے کہ اب تک الیاس نبی آسمان کی نازل نہیں ہوا جس کا نازل ہونا مسیح موعود سے پہلے ضروری ہے تو ہم کیونکر اس کو مسیح موعود سمجھ لیں۔ کیا ہم اپنے ایمان کو ضائع کر دیں یا توریت سے روگردان ہو جائیں کیا کریں۔ اور جبکہ کھٹے کھٹے مفلوں میں ملاکی نبی نے خدا تعالیٰ سے وحی پا کر ہمیں خبر دی ہے کہ ضرور ہے کہ مسیح موعود یہودیوں میں پیدا نہ ہو جب تک کہ خدا کے وعدہ کے موافق الیاس نبی دوبارہ دنیا میں نہ آوے تو پھر یہ شخص یہودیوں کا مسیح موعود کیونکر ہو سکتا ہے؟ اور جبکہ ایسی

یہودیوں کا یہ مذہب ہے کہ مسیح دو بی ۱۱، ایک مسیح جو پہلے آیا والا ہے جس کیلئے یہ شرط ہے کہ اس سے پہلے الیاس دوبارہ دنیا میں آئیگا۔ یہی مسیح تھا جس کی نسبت حضرت عیسیٰ نے دعویٰ کیا کہ وہ میں ہوں مگر یہودی مفلوں نے اس دعوے کو قبول نہ کیا اور کہا کہ یہ دعویٰ خصوصاً کتب اللہ کے مخالفت ہے۔ وجہ یہ کہ جیسا کہ خدا کی کتاب بتلاتی ہے الیاس دوبارہ آسمان سے زمین پر نہیں آیا۔ حضرت عیسیٰ نے برابر کہا کہ ایسی عبادتیں مستعارہ کے رنگ میں ہوتی ہیں اور الیاس سے مراد ایک کچھ یعنی روحانی ہے مگر چونکہ یہودی سخت ظہر پرست تھے انہوں نے اس تاویل کو قبول نہ کیا اور اب تک اسی وجہ سے حضرت عیسیٰ کو قبول نہیں کرتے اور بہت توہین کرتے ہیں (۲) دوسرا مسیح جس کی یہودیوں کو انتہا ہے وہ ہے جس کی نسبت حق کا عقیدہ ہے کہ وہ چھٹے ہزار کے اخیر میں آئیگا اس لئے اسکل نہایت اضطراب یہودیوں میں ہے کیونکہ قمری حساب کی مدد سے چھٹا ہزار آدم سے ختم ہو گیا اور اب ساتواں ہزار چل رہا ہے مگر وہ مسیح موعود اب تک نہیں آیا۔ عیسائیوں کے عقیدے کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ آدھائی حق کے مسیح کی چھٹے ہزار کے اخیر میں ہوگی۔ اب وہ بھی نو میدی میں پڑ گئے کیونکہ چھٹے ہزار کا خاتمہ ہو گیا۔ آخر انہوں نے نو میدہ پر یہ رائے ظاہر کی ہے کہ عیسایا کو ہی مسیح سمجھ لو اور پورے سے ہاتھ دھو بیٹھو۔ غرض یہودیوں کے نزدیک مسیح دوسری اور آخری مسیح موعود جو چھٹے ہزار کے اخیر میں آئے گا تھا ان کے نزدیک پہلے مسیح سے بہت افضل اور صاحب اقبال ہے مگر وہ تو دونوں مسیحوں سے محروم رہے نہ وہ نہ وہ نہ وہ۔ منسلک

تصریح اور وضاحت سے الیاس نبی کے دوبارہ آنے کی قبل از مسیح موعود میں ملی ہے جس کی کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ تو پھر اگر ہم تکلف سے صرف عن غلطیہ کر کے اس مشکوک کی کچھ تائید کر دیں تو یہ سخت بے ایمانی ہوگی۔ ہمیں خدا نے اپنی کتاب میں یہ تو نہیں بتلایا کہ مسیح موعود سے پہلے الیاس نبی کا کوئی مثیل آئیگا بلکہ اُس نے تو صاف طور پر ہمیں خبر دے دی ہے کہ خود الیاس ہی دوبارہ آسمان سے نازل ہو جائیگا تو پھر ایسی صورتِ خبر سے ہم کیونکر انکار کر دیں اور پھر آؤ غفلت میں بکھٹے کہ اگر خدا نے قیامت کے دن ہم سے پوچھا کہ تم نے اس شخص یعنی مسیح بن مریم کو کیوں قبول نہ کیا اور کیوں اُس پر ایمان نہ لائے تو ہم ملکی نبی کی کتاب اُس کے سامنے پیش کر دیں گے۔

۱۲۲

غرض یہ عقیدہ قدیم سے یہود کا ہے کہ اُن کا مسیح موعود جو پہلا مسیح موعود ہے تبھی آئے گا جب پہلے اس سے الیاس نبی دوبارہ دنیا میں آجائیگا مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اُن کی ایک دشمنی اور ان کو یہی سنائی کہ اس نے دے سے مراد یوحنا نبی ہے۔ یہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فیصلہ ہے جس کے برخلاف آپ لوگوں نے خود مچا رکھا ہے۔ کیا الیاس نبی دوبارہ دنیا میں آگیا تا حضرت عیسیٰ بھی دوبارہ آجائیں؛ بلکہ اگر کسی شخص کا دوبارہ دنیا میں آنا جائز ہے تو اس سے حضرت عیسیٰ بچتے نبی ٹھہر سکتے اور ان کی نبوت باطل ہوتی ہے کیونکہ اس صورت میں ماننا پڑتا ہے کہ انہوں نے ناحق اپنی بات بنانے کیلئے کجی نبی کو الیاس بنا دیا۔ دہن الیاس ابھی آسمان سے نازل نہیں ہوا تھا۔ کیا عقلمند کے لئے الیاس نبی کے دوبارہ آنے کا قصہ جس کی وجہ سے کئی لاکھ یہودی حضرت عیسیٰ کو رد کر کے دہل جہنم ہو گئے عبرت کا مقام نہیں؟

جبکہ الیاس نبی جس کا آسمان سے نازل ہونا حضرت عیسیٰ کے دعویٰ کی پہلی کیلئے ایک علامت مقرر کی گئی تھی آسمان سے نازل نہ ہوا تو اب وہی راہ اس زمانہ کے مسلمان کیوں اختیار کرتے ہیں جس کی وجہ سے پہلے اس سے یہودی کافر ہو گئے۔ اگر آسمان نازل ہونا سنتِ اللہ میں داخل ہوتا تو الیاس کی راہ میں کوئی پتھر نہ پڑ گئے تھے کہ باوجودیکہ خدا تعالیٰ

کی کتاب میں اس کے نازل ہونے کا وعدہ تھا پھر بھی نازل نہ ہو سکا اور حضرت عیسیٰ کو یہودیوں کے مقابل پر شرمندگی اٹھانی پڑی اور آخر عیسیٰ بنی کو الیاس بنی کا شیل ٹھہرا کر یہودیوں کے بکواس سے بچھپا چھڑایا۔

خیال کرنا چاہیے کہ کس قدر عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں کی اس حجت بازی سے دکھ پہنچتا ہوگا جبکہ وہ بار بار کہتے تھے کہ تو کس طرح سچا مسیح موعود ہو سکتا ہے جبکہ تجھ میں مسیح و موعود کے علامات نہیں پائے جاتے کیونکہ خدا کی کتاب صاف غفلتوں میں کہتی ہے کہ مسیح موعود نہیں آئیگا جب تک پہلے اس سے الیاس بنی دوبارہ دنیا میں نہ آجائے۔ اس حجت میں ظاہر ہو رہی ہے کہ یہودیوں نے شرارتوں اور گستاخوں میں دلیری کی اس کی یہی وجہ تھی کہ ظاہر الفاظ کتاب اللہ کے لحاظ سے جو مسیح موعود کی علامت تھی وہ علامت حضرت مسیح میں پائی نہ گئی اور حضرت مسیح اپنے دل میں سمجھ چکے تھے کہ میرا جواب صرف تاویلی ہے جس کو یہود قبول نہیں کریں گے اس لئے انہوں نے نرم غفلتوں میں کہا کہ جو الیاس دوبارہ دنیا میں آتا تھا وہ یہی عیسیٰ بنی دیکر رہا ہے چاہو تو قبول کرو۔ ایسا ہی آسمان پر چڑھنے اور اترنے کا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سمجھو مانگا گیا تھا جس کا قرآن شریف میں ذکر ہے۔ آفران کو صاف جواب دیا گیا اور خدا تعالیٰ نے فرمایا قل سبحان ربی هل کنت الا بشرا رسولا۔ اور عیسائیوں کو یہودی اب تک تنگ کیا کرتے ہیں کہ اگر عیسیٰ حقیقت میں مسیح موعود تھا۔ تو کیوں الیاس بنی پہلے اس سے نازل نہ ہوا۔ عیسائی ہمیشہ اس اعتراض سے وجواب دیتے ہیں اور ان کے سامنے بات نہیں کر سکتے۔

مگر ہمارے مخالفوں کو الیاس بنی کے دوبارہ آنے کی پیشگوئی سے ملحق حامل کرنا چاہیے ایسا نہ ہو کہ یہودیوں کی طرح ان کا انجام ہو۔ مگر مخالفت بوری کرنے کیلئے یہ بھی ضروری تھا کہ جیسا کہ مٹن پہلے یہودیوں نے حضرت الیاس کے دوبارہ آنے کے بارہ میں حضرت عیسیٰ

سے بہت جھگڑا کیا تھا اور ان کو بے دین اور کافر اور طحیدر ٹھہرایا تھا۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ کے دوبارہ آنے میں ان لوگوں کا کہہ رہے ہیں جھگڑا ہوتا ہے۔ ہمیں سمجھتے ہیں کہ جس شخص کے دوبارہ آنے کے لئے روتے اور جھپٹے گالیاں نکاتے ہیں وہ میرے دعویٰ کی ان پر ڈگری کرتا ہے۔ کیونکہ عینہ اسی بیان کے مطابق جو حضرت عیسیٰ کے دوبارہ آنے کے بارے میں ہمیں من لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہوں یہی بیان حضرت عیسیٰ کا یہودیوں کے سامنے تھا۔ ادھر طرح خدا نے عیسا نام عیسیٰ رکھا ہے اسی طرح خدا نے یحییٰ نام الیاس رکھا یا تھا۔ اور یہی نظیر جو مذکور ہو چکی ہے ایک ایسا نذر کے لئے تشریف بخش ہے۔ اور خدا بھی تو فرماتا ہے۔ فاستلوا اهل الذکر ان کذبتوا تلعنوا۔ اور یہودی تو ایک ہر جہ تک معذور بھی تھے۔ کیونکہ یہودیوں کے زمانہ میں ابھی کسی انسان کے دوبارہ آنے میں خدا تعالیٰ کی کتابوں میں فیصلہ نہیں ہوا تھا۔ مگر اب تو فیصلہ ہو چکا۔ کیا الیاس نبی ملائکہ کی پیش گوئی کے مطابق دوبارہ دنیا میں آگیا تا یہ لوگ بھی حضرت عیسیٰ کے دوبارہ آنے کی امید رکھیں۔ اور صحیح حدیثوں میں تو دوبارہ آئیکا کوئی لفظ بھی نہیں۔ صرف نزول کا لفظ ہے جو محض اجول اور اکرام کے لئے آتا ہے۔ ہر ایک عزیز مہمان کی نسبت کہہ سکتے ہیں کہ جب وہ تشریف لائیں گے تو ہمارے ہاں آئیں گے۔ تو کیا اس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ آسمان سے واپس آئیں گے؟ واپس آنے کیلئے عربی زبان میں رجوع کا لفظ ہے نہ نزول کا۔ بڑا افسوس ہے کہ ناحق یہ عقیدہ جو عیسائی مذہب کو مدد دیتا ہے مسلمان کہلانے والوں کے گلے کا ہار ہو گیا۔

ہمارے مخالف سخت شرمندہ اصلاً جواب ہو کر آخر کو یہ غلبہ پیش کر دیتے ہیں کہ ہملا بزرگ ایسا ہی کہتے چلے آئے ہیں۔ نہیں سوچتے کہ وہ بزرگ معصوم نہ تھے بلکہ جیسا کہ یہودیوں کے بزرگوں نے پیشگوئوں کے کہنے میں ٹھوکر کھائی ان بزرگوں نے بھی ٹھوکر کھالی اور خدا تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت سے ایسا ہی ایک غلط عقیدہ ان میں شائع ہو گیا جیسا کہ یہودیوں میں یہ عقیدہ شائع ہو گیا تھا کہ الیاس نبی دوبارہ آسمان سے نازل ہوگا اور یہود کے بزرگ بڑی محبت اور شوق سے الیاس نبی کے دوبارہ آئیکے منتظر تھے ان کی نظموں اور شروں میں بڑے مدد اور

۱۲۴

و جد سے انتظار کی امیدیں پائی جاتی ہیں اور تمہارے بزرگ تو معصوم نہ تھے مگر ان میں باوجود اسکے کہ ان میں نبی اور خدا سے وحی پانے والے بھی تھے سب غلطی میں مبتلا رہے اور یہ عقیدہ سرستہ بنا کھایا جس نیکے دوبارہ آنے سے کوئی ادبی مراد ہے۔ خیر کہ وہ حقیقت الیاس ہی تازل ہوگا۔ اور اس وقت تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بیوٹ ہوئے کسی نبی یا دلی کو یہ راز سرستہ سمجھ نہ آیا کہ الیاس کے دوبارہ آنے سے مراد بھی نبی ہے نہ کہ وہ حقیقت الیاس۔ پس یہ کوئی نئی بات نہیں کہ اس امت کے بعض بزرگ کسی ایک بات کے سمجھنے میں دھوکہ کھادیں۔ اور عجیب تر یہ کہ اس سلسلہ میں ان بزرگوں کا اتفاق نہیں۔

بہت سے ایسے علماء گندھے ہیں کہ وہ حضرت عیسیٰ کی وفات کے قائل ہیں۔ ان میں سے حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ جیسا کہ لکھتے ہیں۔ قد اختلفت فی عیسیٰ علیہ السلام هل هو حی او میت و

قال مالک مات یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہونے میں اختلاف ہے کہ وہ زندہ ہے یا مرگیا۔ اور مالک رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ وہ مرگیا ہے۔ اور محمد بن ابی العریض صاحب اپنی ایک کتاب میں جو ان کی آخری کتاب لکھتے ہیں کہ عیسیٰ تو آئیگا مگر برہمنی طوطی برہمنی کوئی اور شخص اس امت کا عیسیٰ کی صفت پر آجائیگا مرنیوں کا یہ عقیدہ سنہ مسئلہ ہے کہ بعض کا میں اسی طرح دوبارہ دنیا میں آجاتے ہیں کہ ان کی روحانیت کسی اور پر قبلی کرتی ہے اور اس وجہ سے وہ دوسرا شخص گویا پہلا شخص ہی ہو جاتا ہے۔ ہندوؤں میں بھی ایسا ہی اصول ہے اور ایسے آدمی کا نام وہ لوکار رکھتے ہیں۔

اور یہ خیال کہ کوئی زندہ آدمی آسمان پر چلا گیا اور واپس ہو گیا یہ بھی ایک پرانا خیال پایا جاتا ہے جس کے پہلے و قتل میں کچھ اور معنی تھے اور پھر جاہلوں نے سمجھ لیا کہ وہ حقیقت کوئی شخص مع جسم آسمان پر چلا جاتا ہے اور پھر آتا ہے۔ سید احمد صاحب برہمنی کی نسبت بھی کچھ ایسے ہی خیالات ان کے گردہ کے لوگوں میں آج تک شائع ہیں۔ گویا وہ بھی حضرت عیسیٰ کی طرح پھر آئیں گے۔ اور اگرچہ وہ پہلی آمد میں حضرت عیسیٰ کی طرح ناکام رہے مگر دوسری مرتبہ خوب تلواد چوٹیں گے۔ اصل بات یہ ہے کہ جو لوگ بڑے بڑے دھوکے کر کے پھر ناکام انسان مراد دنیا سے چلے گئے ان کی پردہ پوشی کے لئے یہ باتیں بنائی گئیں۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کوئی اعتقاد نہیں رکھتا کہ آپ بھی پھر آئیں گے۔
کیونکہ آنجناب نے اپنی آمد اول میں ہی کافروں کو وہ ہاتھ دکھائے جو اب تک یاد کرتے ہیں
اور پوری کامیابی کے ساتھ آپ کا انتقال ہوا۔

لہذا معلوم ہوتا ہے کہ ابن العربی صاحب نے آخر عمر میں اپنے پہلے اقوال سے رجوع کر لیا تھا۔
اس لئے ان کا آخری بیان پہلے بیان سے متناقض ہے۔ ایسا ہی بعض اور فرقے موفیوں کے
کھلے طور پر حضرت عیسیٰ کی وفات کے قائل ہیں۔ اور ہم ابھی بیان کر چکے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی وفات کے وقت صحابہ رضی اللہ عنہم کا اسی پر اجماع ہو گیا تھا جو کہ انبیاء گذشتہ جن میں
حضرت عیسیٰ بھی شامل ہیں فوت ہو چکے ہیں۔ ان میں سے ایک بھی زندہ نہیں پھر جیسے جیسے
مذہب اسلام میں جماعت اور بدعات پھیلی گئیں یہ بدعت بھی دین کا ایک جزو ہو گئی کہ
حضرت عیسیٰ مژدہ ادوار کی جماعت میں سے نکل کر پھر دنیا میں واپس آئیں گے۔ اس عقیدہ نے
اسلام کو سخت نقصان پہنچایا ہے۔ کیونکہ تمام دنیا میں سے صرف ایک ہی انسان کو یہ خصوصیت
دی ہے کہ وہ آسمان پر مرجع جسم چو گیا اور کسی زمانہ میں مع جسم واپس آئیگا۔ یہ عقیدہ حضرت
عیسیٰ کو خدا بنانے کی پہلی ایٹم ہے کیونکہ ان کو ایک خصوصیت دی گئی ہے جس میں کوئی
دوسرا شریک نہیں۔ خدا جلد یہ داغ اسلام کے چہرہ سے دور کرے۔ آمین

پس آخر میں مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب کو بعض حسبہ اللہ نصیحت کرتا ہوں کہ آپ اتنے
عمر تک پہنچ گئے ہیں۔ اب خدا تعالیٰ کے مقابل پر بے ہودہ چالاکیوں کو چھوڑ دیں۔ اپنے بہت
زور لگایا ہر ایک قسم کا کمر کیا اور نور کے بجھانے کے لئے قابل شرم منصوبوں سے کام لیا مگر
انجام کار نامہ لو رہے۔ اگر میں مفسری ہوتا تو آپ کا کہیں نہ کہیں ہاتھ پڑ جاتا اور میں کہنے کا تباہ
ہو جاتا ایسا آدمی جو ہر روز خدا پر جھوٹ بولتا ہے اور آپ ہی ایک بات تراشتا ہے اور
پھر کہتا ہے کہ یہ خدا کی دہی ہے جو مجھ کو ہوئی ہے۔ ایسا بذات انسان تو کتنے اور مژدوں
اور ہندوں سے بدتر ہوتا ہے پھر کب ممکن ہے کہ خدا اس کی حمایت کرے۔ اگر یہ کا دوبارہ

انسان کا ہوتا اور خدا کی طرف سے نہ ہوتا تو اس کا نام و نشان نہ رہتا۔ ہمیشہ برس بلکہ اس سے بھی زیادہ مدت گزر گئی جب میں نے دعویٰ کیا تھا کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوں۔ اور اگرچہ اس دعویٰ پر ایک دنیا کو مخالفت کا جوش رہا۔ مگر اسے مولوی صاحب! آپ نے تو میری ایذا میں کوئی دقیقہ کوشش کا اٹھانہ دکھا اور آپ نہ صرف پبلک کو بلکہ ہمیشہ گورنمنٹ انگریزی کو بھی دھوکا دیتے رہے کہ یہ شخص مغتری اور گورنمنٹ کا بدخواہ ہے اور خون جیسے سنگین مقدمے میرے پر کئے گئے اور آپ ایسے مقدمات کے ثابت کرانے کیلئے خود گواہ بن کر کچہری میں حاضر ہوئے۔ اور میرے پر کفر کے فتوے لکھائے اور مجھ سے لوگوں کو بیزار کرنا چاہا۔ یہ اس زمانہ کی بات ہے جبکہ میرے نام مرتد احمدی تھے اور آپ کی مخالفت کو ششوں کے بعد کئی لاکھ آدمی میرے ساتھ ہو گئے۔ اگر میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہ ہوتا تو میرے تباہ کرنے کیلئے آپ کی کوششوں کی ضرورت نہ تھی۔ میں خود اپنے افتراء اور شامت اعمال سے تباہ ہو جانا۔ یہ بات عقل سلیم قبول نہیں کر سکتی کہ ایک مغتری کو ایک ایسی لمبی مہلت دی جائے کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ بعثت سے بھی زیادہ ہو کیونکہ اس طرح پر امن اٹھ جاتا ہے اور کوئی مابہ الاقباد صادق اور کاذب میں قائم نہیں رہتا۔ بھلا اس بات کا تو جواب دو کہ جب سے میں نے دعویٰ کیا ہے کس قدر مقدمے میرے خلاف فوجداری اٹھائے گئے اور کوشش کی گئی کہ مجھے مایوس کر دیں اور آپ نے ایسے مقدمات کی تائید میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی۔ مگر کیا کسی مقدمہ میں آپ یا آپ کا گروہ فتعیاب بھی ہوا؟ اگر میں صادق نہ ہوتا تو کیا وجہ کہ ہر ایک جگہ اور ہر ایک موقعہ میں خدا تعالیٰ کا کذب کی ہی حمایت کرتا رہا اور جو صادق کہلاتے تھے ہر ایک میدان میں اُن کا منہ کالا ہوتا رہا۔ بد دعائیں کرتے کرتے سجدوں میں اُن کی ناک ٹپس گئی مگر دن بدن خدا میری مدد کرتا رہا اور میرے مقابل پر ان کی کوئی دعا قبول نہ ہوئی اور آپ کا تو اب تک شیوہ رہا ہے کہ بار بار خلاف واقعہ باتیں میری نسبت اپنے رسالوں اور نیز اخباروں

میں درج کر اگر گورنمنٹ انگریزی کو اُکساتے اور میرے پر بدظن کرنا چاہتے ہیں۔ ایسی شرارتوں سے کیا ہو سکتا ہے۔ آپ یاد رکھیں کہ ان شرارتوں میں آپ ہمیشہ نامراد رہیں گے۔ کوئی امر زمین پر نہیں ہو سکتا جب تک اسمان پر قرار نہ پاوے۔

اور اس گورنمنٹ محسن کی نسبت میرے دل میں کوئی بد ارادہ نہیں ہے۔ میں جو ان تھا اور اب بوڑھا ہو گیا۔ قدیم سے میں نے اپنی بہت سی کتابوں میں بلا بارہی شائع کیا ہے کہ اس گورنمنٹ کے ہمارے صبر پر احسان الہی کہ اس کے زیر سایہ ہم آزادی سے اپنی خدمت تبلیغ پوری کرتے ہیں اور آپ جانتے ہیں کہ ظاہری اسباب کی دوسے آپ کے رہنے کیلئے اور بھی ملک ہیں اور اگر آپ اس ملک کو چھوڑ کر کہ میں یا مدینہ میں یا قسطنطنیہ میں چلے جائیں تو سب ممالک آپ کے مذہب اور مشرب کے موافق ہیں۔ لیکن اگر میں جاؤں تو میں دیکھتا ہوں کہ سب لوگ میرے لئے بطور دندوں کے ہیں **الماشاء اللہ**۔ اس صورت میں ظاہر ہے

کہ یہ خدا تعالیٰ کا میرے پر احسان ہے کہ ایسی گورنمنٹ کے زیر سایہ مجھے مبعوث فرمایا ہے جس کا مسلک دلائلِ آزادی نہیں اور اپنی رعایا کو امن دیتی ہے مگر باوجود اس کے میں حق ایک ہی ذات پر توکل رکھتا ہوں اور اُمّی کے پوشیدہ تعارفات میں سے جانتا ہوں کہ اُس نے اس گورنمنٹ کو میری نسبت مہربان بنا رکھا ہے اور کسی شریر مخبر کی پیش چلنے نہیں دی اور میں امید رکھتا ہوں کہ قبل اس کے جو میں اس دنیا سے گزر جاؤں میں اپنے اُس حقیقی آقا کے موارِ دوسرے کا محتاج نہیں ہونگا اور وہ ہر ایک دشمن سے مجھے اپنی پناہ میں رکھے گا۔ **فالحمد للہ لولہذا خیرا و ظہرا و باطنا و دولی قالہ دنیا والاخرۃ و ہونعم المولیٰ و نعم النصیر**۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ وہ میری مدد کرے گا اور وہ مجھے ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ اگر تمام دنیا میری مخالفت میں دندوں سے بدتر ہو جائے تب بھی وہ میری حمایت کرے گا۔ میں نامرادی کے ساتھ ہرگز قبر میں نہیں اُتروں گا کیونکہ میرا خدا میرے ہر قدم میں میرے ساتھ ہے اور میں اس کے ساتھ ہوں۔ میرے اندوں کا جو اس کو علم ہے کسی کو بھی علم

نہیں۔ اگر سب لوگ مجھے چھوڑ دیں تو خدا ایک اور قوم پیدا کرے گا جو میرے رفیق ہونگے۔ نادان مخالفت خیال کرتا ہے کہ میرے مکروں اور منصوبوں سے یہ بات بگڑ جائیگی اور سلسلہ وہم برہم ہو جائیگا۔ مگر یہ نادان نہیں جانتا کہ جو آسمان پر قرار پا چکا ہے زمین کی طاقت میں نہیں کہ اس کو محو کر سکے۔ میرے خدا کے آگے زمین و آسمان کا پختہ ہیں۔ خدا ہی ہے جو میرے پر اپنی پاک وحی نازل کرتا ہے اور غیب کے امرا سے مجھے اطلاع دیتا ہے۔ اس کے سوا کوئی خدا نہیں۔ اور ضروری ہے کہ وہ اس سلسلہ کو چلا دے اور بڑھا دے اور ترقی دے جب تک وہ پاک اور پلید میں فرق کر کے نہ دکھا دے۔ ہر ایک مخالفت کو چاہیے کہ جہاں تک ممکن ہو اس سلسلہ کے نابود کرنے کے لئے کوشش کرے اور نائنون تک زور لگا دے اور پھر دیکھے کہ انجام کار وہ غالب ہوا یا خدا۔ پہلے اس سے ابوہل اور ابوہلب اور ان کے رفیقوں نے حق کے نابود کرنے کے لئے کیا کیا زور لگائے تھے مگر اب وہ کہلا ہیں وہ فرعون جو موسیٰ کو ہلاک کرنا چاہتا تھا اب اس کا کچھ رہتا ہے؟ پس یقیناً سمجھو کہ صادق نتائج نہیں ہو سکتا۔ وہ فرشتوں کی فوج کے اندر پھرتا ہے۔ بد قسمت وہ جو اس کوشش باخت نہ کرے۔

آپ سوچیں کہ آپ کے وہ مجدد صاحب کہاں گئے جن کو آپ نے مجدد کا خطاب دیا تھا۔ اگر آسمان میں ان کا یہ خطاب ہوتا تو وہ اپنے قول کے موافق جس کو انہوں نے حج اکبر احمد میں شائع کیا ہے اس صدی سے ہمیشہ برس تک زندہ رہتے مگر وہ تو صدی کے سر پر ہی فوت ہو گئے اور جس کو آپ کا ذب کہتے ہیں اس نے قریباً صدی کا چارم حصہ پایا ہے۔

میں آپ کو محض شد پھر دوبارہ یاد دلاتا ہوں کہ یوں تو ہر ایک نبی کا مخالفت یہی دعویٰ کرتا ہے کہ اُس نبی سے کوئی معجزہ ظاہر نہیں ہوا اور نہ کوئی پیشگوئی اُسکی پوری ہوئی جیسا کہ ہم یہودیوں کی کتابوں میں حضرت عیسیٰ کی نسبت دیکھتے ہیں۔ اور یہی ہم علیساؤں

کی کتابوں میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت لکھا ہوا پاتے ہیں۔ مگر میں آپ کو نیک صلاح دیتا ہوں کہ درندگی کا طریق چھوڑ کر اب بھی آپ میری نسبت تحقیقات کر لیں! اولاً نقولاً طور پر مجھ سے ثبوت ہے میں کہ کیا یہ ضروری نہیں کہ اس اُمت کا مسیح اسی امت میں سے ہونا چاہیئے اور پھر دوسرے یہ دیکھ لیں کہ کس قدر میرے دعویٰ کی تائید میں مجھ سے نشان ظاہر ہوئے ہیں۔ اور جو کچھ کہا جاتا ہے کہ فلاں مسیگونی پوری نہ ہوئی یہ محض افتراء ہے بلکہ تمام مسیگوئیاں پوری ہو گئیں اور میری کسی مسیگونی پر کوئی ایسا اعتراض نہیں ہو سکتا جو پہلے نبیوں کی مسیگوئیوں پر جاہل اور بے ایمان لوگ نہیں کر چکے۔

مگر خدا تعالیٰ کا خوف ہو تو آپ لوگ سمجھ سکتے ہیں کہ میرے ساتھ آپ کا مقابلہ تقویٰ سے بعید ہے کیونکہ آپ لوگوں کی دستاویز صرف وہ حدیثیں ہیں جن میں سے کچھ موضوع اور کچھ ضعیف اور کچھ ان میں سے ایسی ہیں جن کے معنی آپ لوگ سمجھتے نہیں۔ مگر آپ کے مقابل پر میرا دعویٰ علی وجہ البصیرت ہے اور جس وجہ نے مجھے یہ خبر دی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اور انیسویں صدی میں عروج پر ہے اس پر میں ایسا ہی ایمان رکھتا ہوں جیسا کہ میں قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہوں۔ اور یہ ایمان صرف حسن اعتقاد سے نہیں

۱۳۰

جس حالت میں قرآن شریف یعنی آیت خلتا تو فیتنا ہی سے حضرت عیسیٰ کی وفات ثابت ہے اور صحیح بخاری میں ابن عباسؓ سے متوفیک کہہ کر بھی ہے کہ معینک۔ اور شاہ ولی اللہ صاحب بھی فخر البکیر میں متوفیک کے معنی معینک لکھتے ہیں اور قرآن شریف سے ثابت ہے کہ دفع قوتی کے بعد ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یا عیسیٰ انا متوفیک وراضعک الخ۔ یہ نہیں فرماتا کہ یا عیسیٰ انا راضعک الخ ومتوفیک۔ اور اپنی طرف سے قرآن شریف کے مفسرین کو ان کے واضح سے پھر زنا اس آیت کا مصادیق بتا رہے کہ غیر فیض الکلام مواضع اور کوئی حدیث صحیح ثابت نہیں ہوئی کہ جو اجازت دیتی ہو کہ اس آیت میں راضعک پہلے ہے اور متوفیک بعد میں۔ اس صورت میں حضرت عیسیٰ کی وفات سب طرح سے ثابت ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ اُن کے والد عیسیٰ انتہی ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے کہ امامکم منکم اور مسلم میں ہے کہ امامکم منکم۔ منہج

بلکہ وحی الہی کی روشنی نے جو آفتاب کی طرح میرے پرچم کی ہے یہ ایمان مجھے عطا فرمایا ہے۔ جس یقین کو خدا نے خارق عادت نشاںوں کے قوا تر اور معارف یقینیہ کی کثرت سے اور ہر روزہ یقینی مکالمہ اور مخاطبہ سے انتہا تک پہنچا دیا ہے اس کو میں کیونکر اپنے دل میں سے باہر نکال دوں۔ کیا میں اس نعمت معرفت اور علم صحیح کو رد کر دوں جو مجھ کو دیا گیا ہے۔ یا وہ آسمانی نشان جو مجھے دکھائے جلتے ہیں میں اُن سے منہ پھیر لوں یا میں اپنے آقا اور اپنے مالک کے حکم سے سرکش ہو جاؤں۔ کیا کہوں۔ مجھے ایسی حالت سے ہزار دفعہ مرنا بہتر ہے کہ وہ جو اپنے حسن و جمال کے ساتھ میرے پر ظاہر ہوا ہے میں اس سے برگشتہ ہو جاؤں۔ یہ دنیا کی زندگی کب تک اور یہ دنیا کے لوگ مجھ سے کیا وفا داری کر لینگے تائیں ان کے لئے اُس یار عزیز کو چھوڑ دوں۔ میں خوب جانتا ہوں کہ میرے مخالفوں کے ہاتھ میں محض ایک پوست ہے جس میں کیڑا لگ گیا ہے۔ وہ مجھے کہتے ہیں کہ میں مغز کو چھوڑ دوں اور ایسے پوست کو میں بھی اختیار کر لوں۔ مجھے ڈرتے ہیں اور دھمکیاں دیتے ہیں۔ لیکن مجھے اُسی عزیز کی قسم ہے جس کو میں نے مشاقت کر لیا ہے کہ میں ان لوگوں کی دھمکیوں کو کچھ بھی تیز نہیں سمجھتا۔ مجھے اس کے ساتھ غم بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ دوسرے کے ساتھ خوشی ہو مجھے اس کے ساتھ موت بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ اُس کو چھوڑ کر لمبی عمر ہو۔ جس طرح آپ لوگ دن کو دیکھو اُس کو رات نہیں کہہ سکتے۔ اسی طرح وہ نور جو مجھ کو دکھایا گیا میں اس کو تاریکی نہیں خیال کر سکتا۔ اور جبکہ آپ اپنے ان عقائد کو چھوڑ نہیں سکتے جو صرف شکوک اور توہمات کا مجموعہ ہے تو میں کیونکر اس راہ کو چھوڑ سکتا ہوں جس پر ہزار آفتاب چمکتا ہوا نظر آتا ہے۔ کیا میں مجنوں یا دیوانہ ہوں کہ اُس حالت میں جبکہ خدا تعالیٰ نے مجھے روشن نشاںوں کے ساتھ حق دکھا دیا ہے پھر بھی میں حق کو قبول نہ کر دوں۔ میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کہ کہتا ہوں کہ ہزار ہا نشان میرے اطمینان کے لئے میرے پر ظاہر ہوئے ہیں جن میں بعض کو میں نے لوگوں کو بتایا اور بعض کو بتایا بھی نہیں اور میں نے دیکھا کہ یہ نشان

۱۳۱

خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ اور کوئی دوسرا بجز اس وحدہ لاشریک کے ان پر قلم نہیں۔
 اور مجھ کو اسوار اسکے علم قرآن دیا گیا اور احادیث کے صحیح معنی میرے پرکھوے گئے۔ پھر
 میں ایسی روشن راہ کو چھوڑ کر ہلاکت کی راہ کیوں اختیار کر دوں؟ جو کچھ میں کہتا ہوں وہی وجہ البصیرت
 کہتا ہوں جو کچھ آپ لوگ کہتے ہیں وہ صرف ظن ہے۔ ان المظن لا یغنی عن الحق شیدئا۔
 اور اس کی ایسی ہی مثال ہے کہ جیسے ایک اندھا ایک اونچی نیچی زمین میں تارکی میں چلتا ہے اور
 نہیں جانتا کہ کہاں قدم پڑتا ہے۔ یوں اس روشنی کو چھوڑ کر جو مجھ کو دی گئی ہے تارکی کو کیوں کرے گا۔
 جبکہ میں دیکھتا ہوں کہ خدا میری دُعاؤں مُنفا اور بڑے بڑے نشانِ حیرت لائے ظاہر کرتا اور مجھے ہکلام
 ہوتا اور اپنے غیب کے اسرار پر مجھے اطلاع دیتا ہے اور دشمنوں کے مقابل پر اپنے قوی ہاتھ کے ساتھ
 میری مدد کرتا ہے اور ہر میدان میں مجھے فتح بخشتا ہے اور قرآن شریف کے معارف اور حقائق کا مجھے
 علم دیتا ہے تو میں ایسے قادر اور غالب خدا کو چھوڑ کر اس کی جگہ کس کو قبول کر لوں۔

میں اپنے پورے یقین سے جانتا ہوں کہ خدا وہی قادر خدا ہے جس نے میرے پر تجلی فرمائی اور
 اپنے وجود سے اور اپنے کلام اور اپنے کام سے مجھے اطلاع دی۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ وہ
 قدرتی جو میں اس سے دیکھتا ہوں اور وہ علم غیب جو میرے پر ظاہر کرتا ہے اور وہ قوی ہاتھ
 جس میں ہر خطرناک موقع پر مرد پاتا ہوں وہ اسی کامل اور مجھے خدا کے صفات میں جس آدم کو پیدا کیا
 اور جو نور پر ظاہر ہوا اور طوفان کا معجزہ دکھلایا۔ وہ وہی ہے جس نے موسیٰ کو مدد دی جبکہ فرعون اس کو
 ہوک کرنے کو تھا۔ وہ وہی ہے جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رسالت کو کافروں اور مشرکوں کے منصوبوں
 سے بچا کر فتح کامل عطا فرمائی۔ اسی نے اس آخری زمانہ میں میرے پر تجلی فرمائی۔

بعض نادان جو خبیث اور بد ذات ہیں کہتے ہیں کہ وہ شیطان ہو گا جو تم پر ظاہر ہوا
 لعنة الله علیہم الی یوم العیامۃ۔ یہ نادان نہیں جانتے کہ شیطان سب پر غالب
 نہیں گردہ خدا جو اپنے کلام اور کام کے ساتھ میرے پر ظاہر ہوا وہ سب پر غالب ہے۔
 کوئی ہے جو اس کا مقابلہ کرے مخالف مُرد سے میں اور دشمن مرے ہوئے کیرے میں کوئی نہیں

۱۳۲

جو ان قدرتوں کا مقابلہ کر سکے جو اس کے کلام اور کام کے ذریعہ سے میرے پر ظاہر ہوتی ہیں وہ تمام صفوں اور کامل قدرتوں کے ساتھ موصوف ہے نہ زمین میں نہ آسمان میں اس کا کوئی ثانی نہیں۔ وہ جو ہر روز میرے پر ظاہر ہوتا اور اپنی قدرتیں مجھے دکھاتا اور اپنے عمیق درحقیق بصیرت میرے پر ظاہر فرماتا ہے اگر اس کے موازن میں یا آسمان میں کوئی اور بھی خدا ہے تو تم اس کا ثبوت دو۔ مگر تم ہرگز ثبوت نہیں دے سکتے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ اس کے موا کوئی خدا نہیں وہی ایک ہے جس نے زمین و آسمان بنائے جبکہ وہ میرے پر آفتاب کی طرح چمک رہا ہے اور اس نے مجھے کامل بصیرت بخشی اور اپنی قدرتیں دکھلا کر اور مجھے سچا علم عطا فرما کر اپنے وجود پر مجھے علم دے دیا ہے تو میں کیونکر اس کو چھوڑ سکتا ہوں۔ میرے لئے جان کا چھوڑنا اس زیادہ آسان ہے کہ میں اس خدا کو چھوڑ دوں جس نے میرے پر رحمت فرمائی۔

اللہ ہادئیں یونہی بکواس کرتا ہے۔ اس کو خدا کی خبر نہیں۔ اس کا دل بھڑم ہے اور آنکھیں بینائی سے محروم۔ ان لوگوں کا علم صرف اس حد تک ہے کہ ظلمات کا بُت پُنج ہے میں جو کچھ ہے اُنکے نزدیک یہی بُت ہے، اس سے آگے اُنکی قسمت میں کچھ نہیں۔ اس خدا جو اپنی تازہ قدرتوں سے پہچانا جاتا ہے یہ لوگ محض محروم ہیں اور اس اندھے کی طرح کہ آگے قدم رکھتا ہے اور نہیں جانتا کہ آگے نشیب ہے یا فراز اور پاک زمین ہے یا نجاست ان لوگوں کی رفتار ہے۔

اور یہ لوگ نادانی سے ایک پہلو پر زور دیتے ہیں اور دوسرا پہلو فراموش کر دیتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ عیسیٰ نازل ہوگا اور وہ امتی بن جائیگا۔ پس ان کے قول اور خدا کے قول میں فرق یہ ہے کہ یہ لوگ تو عیسیٰ کو امتی مانتے ہیں اور خدا امتی کو عیسیٰ مانتا ہے۔ پس یہ ایسا فرق نہیں تھا جس کی غلطی دُور نہ ہو سکے۔ جبکہ خدا تعالیٰ کی قدرت ایک امتی کو عیسیٰ بنا سکتی تھی

۱۰ نہیں سوچتے کہ جس حالت میں تم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام امتی رکھ دیا مگر اگر خدا تعالیٰ ایک امتی کا نام عیسیٰ رکھ دے تو اس پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ کیا حدیث امامکم منکم کے یہی معنی نہیں کہ اُنے والا عیسیٰ ہے امتی لوگو! تم میں سے ہے نہ کسی اور قوم میں سے۔ منہ

اور اس طرح پراس امت کی بزدلی بنی اسرائیل پر ظاہر ہو سکتی تھی تو پھر کیا ضرور تھا کہ عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اتارا جائے اور خدا کے وعدہ کے برخلاف کیا جائے (کہ کوئی گویا پڑا دوبارہ دنیا میں آہنیں سکتا) حضرت عیسیٰ بنی اسرائیل کا آخری خلیفہ تھا۔ پس ایک امتی کو عیسیٰ قرار دینا اس کے یہ معنی تھے کہ وہ بھی اس امت کا آخری خلیفہ ہوگا اور یہود اس امت کے اس پر بھی حملے کریں گے اور اس کو قبول نہ کریں گے۔ مگر ایک پیغمبر کو امتی قرار دینے میں کوئی حکمت ہے؟ یوں تو قرآن شریف سے ثابت ہے کہ ہر ایک نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں داخل ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَتَوْفِّقُنَّ بِلَهُ وَلِتُصْنَعُوا بِلِهِ اس طرح تمام انبیاء علیہم السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہوئے۔ اور پھر حضرت عیسیٰ کو امتی بنانے کے کیا معنی ہیں؟ اور کوئی خصوصیت؟ کیا وہ اپنے پہلے ایمان سے برگشتہ ہو گئے تھے جو تمام نبیوں کے ساتھ لائے تھے تا نوحذ بائذیر مژادی گئی کہ زمین پر اتارا کر دوبارہ تجدید ایمان کرالی جائے۔ مگر وہ مرے نبیوں کے لئے فری پہلا ایمان کافی رہا۔ کیا ایسی کچھ باتیں اسلام سے تسخر ہے یا نہیں؟

بات صاف تھی کہ جس طرح یہود کے سلسلہ خلافت کے خاتمہ پر عیسیٰ آیا تھا جس کو انہوں نے رد کیا اور قبول نہ کیا اسی طرح مقدّم تھا کہ اسلام کے سلسلہ خلافت کے آخر پر ایک خلیفہ پیدا ہوگا جس کو مسلمان رد کر چکے اور قبول نہ کر چکے۔ اور اسی درجہ سے وہ عیسیٰ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے خَلِقْنَا تَحِيَّوْنَ دَنِيَا تَعْوَقُونَ وَمِنْهَا تَخْرُجُونَ یعنی تم زمین پر ہی زندگی بسر کرو گے اور زمین پر ہی مر دو گے اور زمین سے ہی نکالے جاؤ گے۔ پھر یہ کیونکر ممکن تھا کہ ایک شخص صدام برس تک آسمان پر زندگی بسر کرے اور خدا فرماتا ہے۔ وَلَكُمْ فِي الْآيَاتِ مَسْتَقَرٌّ کہ تمہارے قرار کی جگہ زمین ہی رہے گی۔ پھر کیونکر ہو سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کی قرارداد صدام برس سے آسمان پر ہو۔ اور خدا فرماتا ہے الْعَرْشُ عَلَى الْأَرْضِ كَمَا نَافَا یعنی زمین کو ہم نے ایسا بنایا ہے کہ ہر ایک کو اپنی طرف کھینچ رہی ہے اور ہر ایک جسم کو اپنے قبضہ میں رکھتی ہے۔ پھر یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ زمین کے قبضہ سے باہر چلے گئے۔ منہ

کہلائے گا کہ وہ خاتم الخلفاء ہے۔ اور نیز عیسیٰ کی طرح رد کیا گیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ اس مشابہت کے انہدام کے لئے برائین اصرار میں خود فرماتا ہے: "دنیا میں ایک مذہب آیا ہے دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کرے گا اور بڑے زور اور جھوٹوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔" پس بات تو ایک معمولی تھی۔ ہر ایک شخص ایسی مشابہت کے وقت ایک شخص کا ایسا نام رکھ دیتا ہے۔ خواہ مخواہ بات کا تشنگ بنا لیا گیا۔

اگر ہمارے مخالف اپنا عقیدہ صرف اس حد تک رکھتے کہ عیسیٰ مسیح آئیگا تو ضرور مگر انجیل کی تعلیم پر قائم ہوگا۔ وہ مسلمانوں کے حلال و حرام کا پابند نہ ہوگا اور اپنے طور پر نماز بھی طیفہ پڑھے گا۔ اور بجائے قرآن شریف کے انجیل کو نماز میں پڑھے گا۔ اور اپنے میں مستقل طور پر مغیر سمجھتا ہوگا نہ امتی۔ غرض ایسا شعاظ ظاہر نہیں کرے گا جس سے اُس کو امتی کہا جائے۔ بلکہ وہ تودیت اور انجیل کا پابند اور اسی راہ کا متبع ہوگا تو اس صورت میں تیغ طلب یہ امر ٹھیک رہتا ہے کہ کیا ایسا شخص دوبارہ اگر اسلام کے لئے مفید ٹھہر سکتا ہے جو اپنی عملی حالتوں سے دکھلاتا ہے کہ وہ اسلام سے بالکل الگ اور اُس کا مخالف اور صاف ظاہر ہے کہ ایسے انسان کا آنا مسلمانوں کے لئے اچھا نہیں کیونکہ جبکہ وہ اتنے مرتبہ کا آدمی ہو کر شعاظ اسلام سے بگٹی اپنے میں مخالف ظاہر کر لیا اور اس طرح نماز نہیں پڑھے گا جو مسلمان پڑھتے ہیں اور بجائے قرآن شریف کے لوگوں کو انجیل سنائیگا اور وہ چیزیں کھائیگا جو مسلمان کھاتے نہیں اور شراب پیئے گا۔ تب بلاشبہ ایسے شخص کا وجود اسلام کے لئے بڑے فتنہ کا موجب ہوگا اور قریب ہوگا کہ اُس میں اور مسلمانوں میں کچھ دنگا خساد ہو جائے اور ایسا خطرناک وجود مسلمانوں کیلئے ایک ٹھوکر کا باعث ہوگا اور تعجب نہیں کہ عیسائی ہونے شروع ہو جائیں۔

لیکن اگر عیسیٰ آتے ہی سیدھے دل سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ لے گا اور پابند اس نماز کا ہوگا جو مسلمان پڑھتے ہیں اور اس دودھ کا پابند جو مسلمانوں کو کھایا

گیا اور ہر ایک حرام حلال میں اسلام پر چلیگا۔ پس اس صورت میں کیا شک ہے کہ اس حالت میں اپنے تئیں امتی قرار دے چیکا۔ کیونکہ امتیوں کے سروں پر کچھ سینک تو نہیں ہوتے جب اُمت ہونے کے سارے اعمال بجالائے تو امتی بن گئے۔ غرض جب عیسیٰ علیہ السلام کو تعلیم اور بت چھڑا کر امتی بنایا گیا تو پھر اس صورت میں تیق طلب یہ امر ہوگا کہ وہ عیسیٰ جو یہود کے انبیاء کا خاتم الخلفاء تھا پھر اُمتی بنا کر محمدی دین کا خاتم الخلفاء بنایا۔ کیا اس سے وہ حکمت الہیہ پوری ہو سکتی ہے جس کا ارادہ کیا گیا ہے۔

اور یہ بات عقلمندوں پر ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل میں خدا تعالیٰ نے بمقابل بنی اسرائیل کے ایک سلسلہ قائم کر کے یہ چاہا کہ ہر ایک طور سے اس سلسلہ کو اسرائیلی سلسلہ سے مشابہ اور مماثل کرے پس اُس نے اسی ارادہ سے مہارے سید و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مٹیل مومنی بنایا جیسا کہ وہ فرماتا ہے انا ارسلنا الیکم رسولاً مثلاً هذا علیکم کما ارسلنا لى فرعون رسولاً یعنی ہم نے اس رسول کو اُس رسول کی مانند بھیجا جو فرعون کی طرف بھیجا گیا تھا۔ اور پھر آخر سلسلہ میں یہ ضرور تھا کہ خاتم الخلفاء اس امت کا عیسیٰ کا مٹیل ہو جو عیسیٰ کی طرح چودھویں صدی میں مٹیل مومنی کے بعد ظاہر ہو کیونکہ مومنی کے سلسلہ کا آخری خلیفہ عیسیٰ تھا جو چودہ سو برس بعد ان کے ظاہر ہوا اور پھر اسرائیلی سلسلہ کے وہ یہود تھے جنہوں نے عیسیٰ کو قبول نہ کیا اس لئے خدا کے کلام نے یہ بھی وعدہ دیا کہ اس اُمت میں بھی آخری زمانہ میں یسوع موعود کا زمانہ ہو گا یہود میرت پیدا ہو جائیں گے۔

اب جبکہ ظاہر ہے کہ مٹیل مومنی میں مومنی نہیں اور آخری زمانہ کے یہود میرت میں یہود نہیں تو پھر کیا وجہ کہ آئے والا ہی عیسیٰ اُتر آیا جو پہلے گذر چکا تھا۔ ایسا سمجھنا تو کتاب اللہ کے برخلاف ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے سورۃ فاتحہ میں یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ بعض گروہ اس اُمت کے انبیاء و نبی اسرائیل کے قدم پر چلیں گے اور بعض انہی اس اُمت کے انہی یہودیوں کے قدم پر چلیں گے جنہوں نے حضرت عیسیٰ کو قبول نہیں کیا تھا

اور صلیب دینا چاہتا تھا۔ جو مفضوب علیہم قرار پائیں گے۔ اسی واسطے خدا تعالیٰ نے نوحوتہ نماز میں بھی یہی دعا سکھلائی جیسا کہ اللہ تعالیٰ سورۃ فاتحہ میں یہ تعلیم فرماتا ہے :-
 اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین
 پس انعام علیہم سے مراد انبیاء و یہود ہیں اور مفضوب علیہم سے مراد وہ یہود ہیں جنہوں نے حضرت عیسیٰ کو قبول نہیں کیا تھا۔ اس آیت سے ظاہر ہے کہ اس امت میں ایسے یہود میرت بھی ہونے والے ہیں جو حضرت عیسیٰ کے وقت تھے۔ پس ضرور ہے کہ ان کے ساتھ اسی امت میں سے ایک عیسیٰ بھی ہو جس کے انکار سے وہ اس قسم کے یہودی بن جائیں گے جو مفضوب علیہم ہیں۔ اب وہ لوگ جو مجھ کو ملامت کرتے ہیں کہ تو نے اپنے تئیں عیسیٰ کیوں بنایا درحقیقت یہ ملامت اُن کی طرف ہی رجوع کرتی ہے کیونکہ اگر وہ یہود نہ ہوتے تو میں بھی عیسیٰ نہ بنتا۔ مگر ضرور تھا کہ خدا کا کلام پورا ہوتا عجیب نادان ہیں۔ یہود ہونے کے لئے آپ تیار ہیں مگر عیسیٰ کو باہر سے لیتے ہیں۔

خلافہ کلام یہ کہ ہمیں سلسلہ کی عمارت بالکل اسرائیلی سلسلہ کے مطابق بنانی چاہی ہے۔ یہی حکمت ہے کہ اس سلسلہ کا عیسیٰ بھی خاندان بنی اسرائیل میں سے نہیں ہے۔ کیونکہ مسیح بھی بنی اسرائیل میں سے نہیں آیا تھا۔ وجہ یہ کہ بنی اسرائیل میں سے کوئی اُس کا باپ نہ تھا صرف مل اسرائیلی تھی۔ یہی مشابہت اس جگہ موجود ہے۔ میں بیان کر چکا ہوں کہ میری بعض اہمات سادات میں سے تھیں اور خدا کی وحی بھی یہی مجھ پر ظاہر کیا اور جس طرح حضرت عیسیٰ نے باپ کے ذریعہ سے روح حاصل نہیں کی تھی اسی طرح میں نے بھی علم اور معرفت کی روح کسی روحانی باپ سے یعنی استاد سے حاصل نہیں کی۔ پس ان تمام باتوں میں مجھ میں اور حضرت عیسیٰ میں شدید مشابہت ہے۔ لہذا خدا تعالیٰ نے اسرائیلی سلسلہ کے مقابل پر ہمیں سلسلہ قائم کر کے عیسیٰ بننے کے لئے مجھے چن لیا۔ صدر سلسلہ اسلام میں حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کا نام

موسیٰ رکھا گیا جن کے ماں باپ دونوں قریش تھے۔ اور آخر سلسلہ میں یہ عاجز ہے جو فقط ماں کے لحاظ سے قریش ہے جس کا نام عیسیٰ رکھا گیا ہے

مردم نابل گویند کہ چوں عیسیٰ شدی
چوں شما را شمار یهود اندر کتاب پاک نام
دردن از دے حقیقت تخم ایشان نیستند
گرد بودارے شما۔ مارا بودے ہم اثر
ہر چہ بود از نیک و بد در دین اسرائیلیا
قوم ما در ہر قدم ماند بقوم موسوی
چونکہ موسیٰ شد نبی ما۔ کہ صدر دین ماست
نیز ہم اینجا یهود بد گھر پیدا شدند
الغرض آں ذہ المنہ در ہر صلاح و ہر فساد
چوں خدا نام رسول پاک ما موسیٰ نہاد
پس در اولی چوں کلیم آمد بحکم کردگار
بعد ازین رد تافتن از مقتضای شقوت امت

۱۲۷

پس چہ حاصل تیرا انداختن بر صاذاں

ہر کہ از بد باز ناید نادر اگر د و دود

خلاصہ یہ کہ میں حق پر ہوں اور نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کے موافق میرا دعویٰ ہے
اور ہزارہا نشان میری سچائی کے گواہ ہیں۔ اور آئندہ بھی طالب حق کیلئے نشانوں کا مددوانہ
بند نہیں رہو جو کچھ مخالفوں کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ خلیل پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ یہ ان کی
نابینائی ہے۔ ورنہ سب پیشگوئیاں پوری ہو چکی ہیں اور بعض پوری ہونے والی ہیں۔ ہاں چونکہ
میں کی نظر تعصب کے گرد و غبار کی وجہ سے موٹی ہے اس لئے وہ پیشگوئیاں جو بہت کھلی تھیں

ہیں اُن کو وہ مانتی پڑتی ہیں اور جو پیشگوئیاں کسی قدر وقعت نظر کی محتاج ہیں وہ اُن کے نزدیک گویا پوری نہیں ہوتیں لیکن ایسی پیشگوئی شاید دس ہزار میں سے ایک ہو۔ پس کس قدر رحمت کا داغ اس دل پر ہے کہ دس ہزار پیشگوئی سے کچھ فائدہ نہیں اٹھاتا۔ اور بار بار ایک کُتے کی طرح غوغو کرتا ہے کہ فلاں پیشگوئی پوری نہیں ہوئی لہذا نہ صرف اسی قدر بلکہ سخت بے حیائی سے ساتھ اس کے گالیاں بھی دیتا ہے۔ ایسا انسان اگر کسی پہلے نبی کے وقت میں بھی ہوتا تو کیا اس کو قبول کر لیتا ہرگز نہیں۔ کیونکہ ہر ایک نبی کی کوئی نہ کوئی پیشگوئی کا فرول پر مشتبہ ہی ہے۔

اے نادان! اول تعصب کا پردہ اپنی آنکھ پر سے اٹھا۔ تب تجھے معلوم ہو جائیگا کہ سب پیشگوئیاں پوری ہو گئیں۔ خدا تعالیٰ کی نصرت ایک تندر اور تیز دریا کی طرح مخالفوں پر حملہ کر رہی ہے پراسوس کہ اُن لوگوں کو کچھ بھی محسوس نہیں ہوتا۔ زمین نے نشان دکھلائے لہذا آسمان نے بھی۔ اور دونوں میں بھی نشان ظاہر ہوئے ہیں اور دشمنوں میں بھی۔ مگر اندھے لوگوں کے نزدیک ابھی کوئی نشان ظاہر نہیں ہوا۔ لیکن خدا اس کام کو ناتمام نہیں چھوڑیگا جب تک وہ پاک اور پلید میں فرق کر کے نہ دکھلا دے۔

مخالفت چاہتے ہیں کہ میں نابود ہو جاؤں اور ان کا کوئی ایسا داؤ چل جائے کہ میرا نام و نشان نہ رہے مگر وہ ان خواہشوں میں نامراد رہیں گے اور نامرادی سے مرٹیں گے اور بہتیرے اُن میں سے حملے دیکھتے دیکھتے مر گئے اور قبروں میں حسرتیں لے گئے مگر خدا تمام میری مرادیں پوری کرے گا۔ یہ نادان نہیں جانتے کہ جب میں اپنی طرف سے نہیں بلکہ خدا کی طرف سے اس جنگ میں مشغول ہوں تو میں کیوں ضائع ہونے لگا اور کون ہے جو مجھے نقصان پہنچا سکے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ جب کوئی کسی کا ہو جاتا ہے تو اُس کو بھی اُس کا ہونا ہی پڑتا ہے۔

بعض یہ کہتے ہیں کہ اگرچہ یہ سچ ہے کہ صحیح بخاری اور مسلم میں یہ لکھا ہے کہ آنے والا عیسیٰ

ہی امت میں سے ہو گا۔ لیکن صحیح مسلم میں صریح لفظوں میں اس کا نام بنی اللہ رکھا ہے۔ پھر
کیونکہ ہم ان میں سے وہ اسی امت میں سے ہو گا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تمام بد قسمتی دھوکہ سے پیدا ہوئی ہے کہ بنی کے حقیقی معنوں
پر غور نہیں کی گئی۔ بنی کے معنی صرف یہ ہیں کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانے والا ہو۔ اور
شرع مکالمہ اور مخاطبہ الہیہ سے مشرف ہو۔ شریعت کا لانا اس کے لئے ضروری نہیں۔ اور
نہ یہ ضروری ہے کہ صاحب شریعت رسول کا متبع نہ ہو۔ پس ایک امتی کو ایسا بنی قرار دینے
سے کوئی محذور لازم نہیں آتا۔ بالخصوص اس حالت میں کہ وہ امتی اپنے اسی بنی مقبوع
فیض پانے والا ہو۔ بلکہ فساد اس حالت میں لازم آتا ہے کہ اس امت کو آنحضرت ﷺ
کے بعد قیامت تک مکالمات الہیہ سے بے نصیب قرار دیا جائے۔ وہ دین۔ دین نہیں ہے
اور نہ وہ بنی بنی ہے جس کی متابعت سے انسان خدا تعالیٰ سے استفادہ نزدیک نہیں ہو سکتا
کہ مکالمات الہیہ سے مشرف ہو سکے۔ وہ دینِ لطیف اور قابلِ نفرت ہے جو یہ سمجھتا ہے
کہ صرف چند منقولی باتوں پر انسانی ترقیات کا انحصار ہے اور وحی الہی آگے نہیں بلکہ
پیچھے رہ گئی ہے اور خدائے حقیقی و قیوم کی آواز سننے اور اس کے مکالماتِ قطعی و قیومی
ہے اور اگر کوئی آواز بھی غیب سے کسی کے کان تک پہنچتی ہے تو وہ ایسی شائبہ آور ہے
کہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ خدا کی آواز ہے یا شیطانی۔ سو ایسا دین بہ نسبت اسکے کہ اس کو
رحمانی کہیں۔ شیطانی کہلانے کا زیادہ مستحق ہوتا ہے۔ دین وہ ہے جو تاریکی سے نکالتا اور
نور میں داخل کرتا ہے اور انسان کی خدا شناسی کو صرف قصوں تک محدود نہیں رکھتا بلکہ
ایک معرفت کی روشنی اس کو عطا کرتا ہے۔ سو پتے دین کا متبع اگر خود نفسِ امارہ کے
محاب میں نہ ہو۔ خدا تعالیٰ کے کلام کو شن سکتا ہے۔ سو ایک امتی کو اس طرح کا بنی بنانا
پتے دین کی ایک لازمی نشانی ہے۔

اور اگر بنی کے یہ معنی ہیں کہ اس پر شریعت نازل ہو یعنی وہ نئی شریعت لایو والا ہو

تو یہ معنی حضرت عیسیٰ پر بھی صادق نہیں آئیں گے کیونکہ وہ شریعت محمدیہ کو منسوخ نہیں کر سکتے۔ اُن پر کوئی ایسی وحی نازل نہیں ہو سکتی جو قرآن شریف کو منسوخ کرے۔ بلکہ ان کے دوبارہ لانے سے یہ دہم گذرتا ہے کہ شاید ان کے ذریعہ سے شریعت اسلامیہ میں کچھ تبدیل و ترمیم کیا جائے گا۔ ورنہ اگر نبی کے صرف یہ معنی کئے جائیں کہ اللہ جل شانہ اس سے مکالمہ و مخاطبہ رکھتا ہے اور بعض امرا و عیال کے امیر ظاہر کرتا ہو تو اگر ایک اتنی ایسا نبی ہو جائے تو اس میں حرج کیا ہے خصوصاً جبکہ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں اکثر جگہ یہ امید دلائی ہے کہ ایک اتنی شرف مکالمہ الہیہ سے مشرف ہو سکتا ہے اور خدا تعالیٰ کو اپنے دلیاؤں سے مکالمہ اور مخاطبات ہوتے ہیں بلکہ اسی نعمت کے حاصل کرنے کے لئے سورۃ فاتحہ میں جو بوقت فریضہ نمازیں پڑھی جاتی ہے یہی دعا سکھلائی گئی ہے اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم تو کسی اتنی کو اس نعمت کے حاصل ہونے سے کیوں انکار کیا جاتا ہے۔ کیا سورۃ فاتحہ میں وہ نعمت جو خدا تعالیٰ سے مانگی گئی ہے جو نبیوں کو دی گئی تھی وہ درہم و دینار میں ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو مکالمہ اور مخاطبہ الہیہ کی نعمت ملی تھی جس کے ذریعہ سے اُنکی معرفت حق یقین کے مرتبہ تک پہنچ گئی تھی۔ اور گفتار کی تجلی دیدار کے قائم مقام ہو گئی تھی۔ پس یہ جو دعا کی جاتی ہے کہ اے خداوند وہ راہ ہیں دکھا جس سے ہم بھی اُس نعمت کے وارث ہو جائیں اس کے بجز اس اور کیا معنی ہیں کہ ہمیں بھی شرف مکالمہ اور مخاطبہ بخش۔

بعض جاہل اسبغہ کہتے ہیں کہ اس دعا کے صرف یہ معنی ہیں کہ ہمارا ایمان قوی کر اور اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرما اور وہ کام ہم سے کر جس سے تو راہنی ہو جائے۔ مگر یہ نادان نہیں جانتے کہ ایمان کا قوی ہونا یا اعمال صالحہ کا بجالانا اور خدا تعالیٰ کی مرضی کے موافق قدم اٹھانا یہ تمام باتیں معرفت کاملہ کا نتیجہ ہیں جس دل کو خدا تعالیٰ کی معرفت میں سے کچھ حصہ نہیں ملا وہ دل ایمان قوی اور اعمال صالحہ سے بھی بے نصیب ہے۔ معرفت سے ہی خدا تعالیٰ کا خوف دل میں پیدا ہوتا ہے اور معرفت سے ہی خدا تعالیٰ کی محبت دل میں جوش

مادتی ہے جیسا کہ دنیا میں بھی دیکھا جاتا ہے کہ ہر ایک چیز کا خوف یا محبت معرفت سے ہی پیدا ہوتا ہے۔ اگر اندھیرے میں ایک شیر بیر تمہارے پاس کھڑا ہو اور تم کو اس کا علم نہ ہو کہ یہ شیر ہے بلکہ یہ خیال ہو کہ یہ ایک بکرا ہے تو تمہیں کچھ بھی اس کا خوف نہیں ہوگا اور جیسی کہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ یہ تو شیر ہے تو تم بے حواس ہو کر اس جگہ سے بھاگ جاؤ گے۔ ایسا ہی اگر تم ایک پیر کو جو ایک جنگل میں پڑا ہوا ہے جو کئی لاکھ روپیہ قیمت رکھتا ہے محض ایک پتھر کا ٹکڑا سمجھو گے تو اس کی تم کچھ بھی برداشت نہیں کر دو گے لیکن اگر تمہیں معلوم ہو جائے کہ یہ اس شان اور عظمت کا میرا ہے تب تو تم اس کی محبت میں دیوانہ ہو جاؤ گے اور جہاں تک تم سے ممکن ہوگا اس کے حاصل کرنے کیلئے کوشش کر دو گے۔ پس معلوم ہوا کہ تمام محبت اور خوف معرفت پر موقوف ہے۔ انسان اس مورخ میں ہاتھ نہیں ڈال سکتا جس کی نسبت اس کو معلوم ہو جائے کہ اس کے اندر ایک زہریلا سانپ ہے اور نہ اس مکان کو چھوڑ سکتا ہے جس کی نسبت اس کو یقین ہو جائے کہ اس کے نیچے ایک بڑا بھاری خزانہ مدفون ہے۔ اب چونکہ تمام مدار خوف اور محبت کا معرفت پر ہے اس لئے خدا تعالیٰ کی طرف بھی پورے طور پر اس وقت انسان جھکا سکتا ہے جبکہ اس کی معرفت ہو۔ اولیٰ اس کے وجود کا پتہ ملے اور پھر اس کی خوبیاں اور اس کی کامل قدیں ظاہر ہوں اور اس قسم کی معرفت کب میسر آ سکتی ہے بجز اس کے کہ کسی کو خدا تعالیٰ کا شرف مکالمہ اور مخاطبہ حاصل ہو اور پھر اعلام الہی سے اس بات پر یقین آجائے کہ وہ عالم الغیب ہے اور ایسا قادر ہے کہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ سواصلی نعمت (جس پر قوت ایمان اور اعمال صالحہ موقوف ہیں) خدا تعالیٰ کا مکالمہ اور مخاطبہ ہے جس کے ذریعہ سے اولیٰ اس کا پتہ لگتا ہے اور پھر اس کی قدرتوں سے اطلاع ملتی ہے اور پھر اس اطلاع کے موافق انسان ان قدرتوں کو بحشم خود دیکھ لیتا ہے۔ یہی وہ نعمت ہے جو انبیاء علیہم السلام کو دی گئی تھی اور پھر اس اہمیت کو حکم ہوا کہ اس نعمت کو تم مجھ سے مانگو کہ میں تمہیں بھی دوں گا۔ پس جس کے دل میں یہ پیاس

لگا دی گئی ہے کہ اس نعمت کو پاوے بے شک اس کو وہ نعمت ملے گی۔

لیکن وہ لوگ جو خدا تعالیٰ سے لاپرواہ ہیں خدا تعالیٰ اُن سے لاپرواہ ہے۔ خدا تعالیٰ کا مکالمہ اور مخاطبہ یہی تو ایک جڑ ہے معرفت کی اور تمام برکات کا سرچشمہ ہے اگر اس وقت پر یہ دروازہ بند ہوتا تو معادات کے تمام دروازے بند ہوتے۔ مگر مکالمات اور مخاطبات الہیہ سے اُن قسم کے کلمات مراد نہیں ہیں جن کی نسبت خود کلمہ متر دہو کہ آیا وہ شیطانی ہیں یا رحمانی۔ ایسے بے برکت کلمات جن میں شیطان بھی شریک ہو سکتا ہے شیطانی ہی سمجھنے چاہئیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کے روشن اور بابرکت اور لذت مند کلمات شیطان کے کلمات کے مشابہ نہیں ہو سکتے۔ اور جن دلوں میں باعث طہارت کا ملہ شیطان کا کچھ حصہ نہیں رہتا اُن کی دھی میں بھی شیطان کا کچھ حصہ نہیں رہتا۔ اور شیطان ان ہی نفس دلوں پر اترتا ہے جو شیطان کی طرح اپنے اندر ناپاکی رکھتے ہیں۔ پاک نفسوں پر پاک کلام نازل ہوتا ہے اور پلید نفسوں پر پلید کا۔

اور اگر ایک انسان اپنے الہام میں متحیر ہے اور نہیں جانتا کہ وہ شیطان کی طرف ہے یا خدا کی طرف۔ ایسے شخص کا الہام اس کے لئے آفتِ جان ہے کیونکہ ممکن ہے کہ وہ اس الہام کی بناء پر کسی نیک کو بد قرار دے حالانکہ وہ الہام شیطان کی طرف ہے ہو اور ممکن ہے کہ کسی بد کو نیک قرار دے حالانکہ وہ امرِ شرعی یا تعلیم ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ایک امر کو جو الہام کے ذریعہ سے اس کو معلوم ہوا ہے خدا کا امر سمجھ کر بجا لا دے حالانکہ وہ شیطان نے حکم دیا ہو۔ اور اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ ایک حکم شیطان کا حکم سمجھ کر ترک کر دے حالانکہ وہ خدا تعالیٰ کا حکم ہو۔

صاف ظاہر ہے کہ بجز ایک قطعی فیصلہ کے یعنی بجز اس امر کے کہ دل اس یقین سے پُر ہو کہ حقیقت یہ خدا کا حکم ہے اس کے کرنے کیلئے پوری استقامت حاصل نہیں ہو سکتی خصوصاً بعض امور ایسے ہوتے ہیں کہ ظاہرِ شرع کو اُن پر کچھ اعتراض بھی ہوتا ہے جیسا کہ

مفسر کے کام پر ظاہر شرع کو سراپا اعتراض تھا۔ نبیوں کی تمام شریعتوں میں سے کسی شریعت میں یہ حکم نہیں کہ ایک بے گناہ بچہ کو قتل کر دو۔ پس اگر مفسر کو یہ یقین نہ ہوتا کہ یہ وحی خدا کی طرف سے ہے تو وہ کبھی قتل نہ کرتا۔ اور اگر موسیٰ کی ماں کو یقین نہ ہوتا کہ اس وحی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے تو کبھی اپنے بچہ کو دریا میں نہ ڈالتی۔

اب ظاہر ہے کہ ایسا الہام کس طرح فخر کے لائق ہو سکتا اور کس طرح اس کے ہر سے انسان امن میں رہ سکتا ہے جسکی نسبت کبھی تو اس کا یہ خیال ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور کبھی یہ خیال ہے کہ شیطان کی طرف سے ہے۔ ایسا الہام تو آفت جان اور آفت ایمان ہے بلکہ ایک بلا ہے جس سے کبھی نہ کبھی وہ ہلاک ہو سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ ایسا نہیں ہے کہ اپنے اُن بندوں کو جو تعلقات نفسِ آمارہ سے الگ ہو کر محض اس کے ہو جاتے ہیں اور اُس کی محبت کی آگ سے تمام ماسوا اللہ کو جلا دیتے ہیں وہ اپنے ایسے بندوں کو شیطان کے پنجہ میں گرفتار کرے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ جس طرح روشنی اور تاریکی میں فرق ہے اسی طرح شیطانی وساوس اور خدا تعالیٰ کی پاک وحی میں فرق ہے۔

بعض خشک ظلوں کو یہاں تک انکار میں غلو ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ مکملاتِ الہیہ کا دروازہ ہی بند ہے اور اس بد قسمت امت کے یہ نصیب ہی نہیں کہ یہ نعمت حاصل کر کے اپنے ایمان کو کامل کرے اور پھر کششِ ایمانی سے اعمالِ صالحہ کو بجا لاوے۔

ایسے خیالات کا یہ جواب ہے کہ اگر یہ امت درحقیقت ایسی ہی بد بخت اور اندھی اور شرالام ہے تو خدا نے کیوں اس کا نام خیر الائم رکھا۔ بلکہ سچ بات یہ ہے کہ دہی لوگ احمق اور نادان ہیں کہ جو ایسے خیالات رکھتے ہیں۔ ورنہ جس طرح خدا تعالیٰ نے اس امت کو وہ دعا سکھائی ہے جو مودۃ فاتحہ میں ہے۔ ساتھ ہی اُس نے یہ ارادہ بھی فرمایا ہے کہ اس امت کو وہ نعمت عطا بھی کرے جو بیوں کو دی گئی تھی یعنی مکالمہ مخاطبۃ الہیہ جو سرچشمہ تمام نعمتوں کا ہے۔ کیا خدا تعالیٰ نے وہ دعا سکھلا کر صرف دھوکا ہی دیا ہے

اور ایسی ناکارہ اور ذلیل امت میں کیا خیر ہو سکتی ہے جو بنی اسرائیل کی عورتوں سے بھی گئی گندہی ہے۔

ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ کی ماں اور حضرت عیسیٰ کی ماں دونوں عورتیں تھیں اور بقول ہمارے مخالفین کے بنیہ نہیں تھیں تاہم خدا تعالیٰ کے یقینی مکالمات اور مخاطبات انکو نصیب تھے۔ ادب اگر اس امت کا ایک شخص اس قدر طہارت نفس میں کامل ہو کہ ہر ہم کا دل پیدا کر لے اور اتنا خدا تعالیٰ کا باعدا ہو جو تمام نفسانی چولہ پھینک دے۔ اور اتنا خدا تعالیٰ کی محبت میں محو ہو کہ اپنے وجود سے فنا ہو جائے۔ تب بھی وہ باوجود اس تبدیلی کے موسیٰ کی ماں کی طرح بھی وحی الہی نہیں پاسکتا کیا کوئی عقلمند خدا تعالیٰ کی طروت ایسا بخل منسوب کر سکتا ہے۔ اب ہم بجز اس کے کیا کہیں کہ لعنة اللہ علی الذلیلین اصل بات یہ ہے کہ جب ایسے لوگ ہر امر دنیا کے کپڑے ہو گئے اور اسلام کا شعاع صرف پگڑی اور ڈالھی اور ختنہ اور زبان سے چند اقراء اور رسمی نماز روزہ رہ گیا تو خدا تعالیٰ نے ان کے دلوں کو مسخ کر دیا اور ہزار ہا تاریکی کے پردے آنکھوں کے آگے آگئے اور دل مر گئے اور کوئی زندہ نمونہ روحانی حیات کا ان کے ہاتھ میں نہ رہا ناچار ان کو مکالمات الہیہ سے انکار کرنا پڑا۔ اور یہ انکار درحقیقت اسلام سے انکار ہے۔ لیکن چونکہ دل مر چکے ہیں ان کے یہ لوگ محسوس نہیں کرتے کہ ہم کس حالت میں پڑے ہیں۔

یہ نادان نہیں جانتے کہ اگر یہی حالت ہے تو پھر اسلام اور دو گنہ گاہب میں فرق کیا رہا۔ یوں تو ہر ہمو سماج والے سبھی خدا تعالیٰ کو دھڑلا شریک کہتے ہیں اور تاسخ کے بھی قائل نہیں اور کوئی شرک نہیں کرتے اور روز جزا میں انکو بھی ملتے اور کلمہ لا الہ الا اللہ کے بھی اقرار ہی ہیں۔ پھر جبکہ ان تمام باتوں میں ہر ہمو شریک ہیں تو ایسی صورت میں کہ مسلمان کی ترقیات بھی اسی حد تک ہیں ان میں اور ہموؤں میں کیا فرق ہے۔ پس اگر مذہب اسلام نحوذ بائدہ کوئی امتیازی نعمت عطا نہیں کرتا اور انسانی خیالات تک ہی منتهی ہوتا ہے

تو اس صورت میں وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے مذہب نہیں ٹھہر سکتا۔ بھلا ایک شخص اسلام کے ہر ایک پاک عقیدہ کے موافق اپنا عقیدہ رکھتا ہے مگر آنحضرت علیہ اللہ علیہ وسلم کو مفتری سمجھتا ہے جیسا کہ برہمہ سماج والے سمجھتے ہیں تو اس خیال کے مسلمان اس کے آگے اپنے مذہب کا مابہ الاقباد کیا پیش کر سکتے ہیں۔ جو صرف قصے کہانیاں نہ ہوں بلکہ ایک ایسی شہود و محسوس نعمت ہو جو ان کو دی گئی۔ اور ان کے غیر کو نہیں دی گئی۔ پس اسے بد بخت اور بد قسمت قوم! وہ وہی نعمت ہے جو مکالمات اور خطابات الہیہ میں۔ جن کے ذریعہ سے علوم غیب حاصل ہوتے اور خدا کی تائیدی قدر میں ظہور میں آتی ہیں اور خدا کی وہ نصرتیں جن پر وحی الہی کی مہر ہوتی ہے ظاہر ہوتی ہیں اور وہ لوگ اس مہر سے شناخت کئے جاتے ہیں۔ اس کے سوا کوئی مابہ الاقباد نہیں۔ اور جب تم خود مانتے ہو جو خدا دعاؤں کو سُنتا ہے۔ پس اسے سُنتے ایمانو! اور دلوں کے اندھو! جبکہ وہ سُن سکتا ہے تو کیا وہ بول نہیں سکتا؟ اور جبکہ سُننے میں اس کی کوئی ہتک عزت نہیں تو پھر اپنے بندوں کے ساتھ بولنے سے کیوں اس کی ہتک عزت ہو گئی؟ وہ نہ یہ اعتقاد رکھو کہ جیسا کہ کچھ مدت سے الہام الہی پر مہر لگ گئی ہے ویسا ہی اُسی مدت سے خدا کی شنوائی پر بھی مہر لگ گئی ہے۔ اور اب خدا لغو و باطلہ صم و بکم میں داخل ہے۔ کیا کوئی عقلمند اس بات کو قبول کر سکتا ہے کہ اس زمانہ میں خدا سُنتا تو ہے مگر بولتا نہیں۔ پھر بعد اس کے یہ سوال ہو گا کہ کیوں نہیں بولتا۔ کیا زبان پر کوئی مرض لاحق ہو گئی ہے مگر کان مرض سے محفوظ ہیں۔ جبکہ وہی بندے میں اور وہی خدا ہے اور تکمیل ایمان کے لئے وہی حاجتیں ہیں۔ بلکہ اس زمانہ میں جو دلوں پر دہریت غالب ہو گئی ہے بولنے کی اسی قدر ضرورت تھی جس قدر سُننے کی۔ تو پھر کیا وجہ کہ سُننے کی صفت تو اب تک ہے مگر بولنے کی صفت معطل ہو گئی ہے۔

انہوں میں کہ چودھویں صدی میں سے بھی بائیس برس گزر گئے اور بہارِ دعویٰ کا زمانہ

اس قدر لمبا ہو گیا کہ جو لوگ میرے دعویٰ کے ابتدائی زمانہ میں ابھی پیٹ میں تھے ان کی اولاد بھی جوان ہو گئی۔ مگر آپ لوگوں کو ابھی سمجھ نہ آیا کہ میں صادق ہوں۔ بار بار یہی کہتے ہیں کہ ہم تم کو اسوجہ سے نہیں مانتے کہ ہماری حدیثوں میں لکھا ہے کہ تیس دجال آئیں گے۔

میں بدقسمت قوم! کیا تمہارے حصہ میں دجال ہی رہ گئے۔ تم ہر ایک طرف اس طرح تباہ کئے گئے جس طرح ایک کھیتی کو رات کے وقت کسی اجنبی کے مویشی تباہ کر دیتے ہیں۔ تمہاری اندونی حالتیں بھی بہت غراب ہو گئیں اور بیرونی حملے بھی انتہا کو پہنچ گئے۔ صدی کے سر پر جو مجدد آیا کرتے تھے وہ بات شانہ بخود یا اللہ خدا کو بھول گئی کہ اب کی دفعہ اگر صدی کے سر پر بھی آیا تو بقول تمہارے ایک دجال آیا۔ تم خاک میں مل گئے مگر خدا نے تمہاری خبر نہ لی۔ تم بدعات میں ڈوب گئے مگر خدا نے تمہاری دستگیری نہ کی۔ تم میں سے روحانیت جاتی ہی صدق و صفائی پو نہ رہی۔ سچ کہو اب تم میں روحانیت کہاں ہے خدا کے تعلقات کے نشان کہاں۔ دین تمہارے نزدیک کیا ہے؛ صرف زبان کی چالاکی اور شرارت آمیز جھگڑے اور نصیب کے جوش اور اندھوں کی طرح حملے۔ خدا کی طرف ایک ستارہ نکلا مگر تم نے اسکو شناخت نہ کیا اور تم نے تائیدی کو اختیار کیا اس لئے خدا نے ہمیں تائیدی میں ہی چھوڑ دیا۔ اب اس صورت میں تم میں اور غیر قوموں میں کیا فرق ہو گیا ایک اندھا اندھوں میں میٹھر کہہ سکتا ہے کہ تمہاری حالت سے میری حالت بہتر ہے۔

اے نادان قوم! میں تمہیں کس سے مشابہت دوں۔ تم ان بدقسمتوں کے مشابہ ہو جن کے گھر کے قریب ایک فیاض نے ایک باغ لگایا اور اس میں ہر ایک قسم کا پھلدار درخت نصب کیا اور اس کے اندر ایک شیریں نہر چھوڑ دی جس کا پانی نہایت میٹھا تھا۔ اور اس باغ میں بڑے بڑے سایہ دار درخت لگائے جو ہزاروں انسانوں کو دھوپ سے بچا سکتے تھے۔ تب اس قوم کی اس فیاض نے دعوت کی جو دھوپ میں جل رہی تھی اور کوئی سایہ نہ تھا۔ اور نہ کوئی پھل تھا اور نہ پانی تھا تا وہ سایہ میں میٹھیں اور

پہل کھا دیں اور پانی پیئیں لیکن اس بد بخت قوم نے اس دعوت کو رد کیا اور اس دھوپ میں شدت گرمی اور پیاس اور بھوک سے مر گئے۔ اس نے خدا فرماتا ہے کہ اُن کی جگہ میں دوسری قوم کو لاؤں گا جو ان دُشمنوں کے ٹھنڈے سایہ میں بیٹھے گی اور ان پھولوں کو کھائیگی اور اس خوشگوار پانی کو پیئے گی۔ خدا نے مثال کے طور پر قرآن شریف میں خوب فرمایا کہ ذوالقرنین نے ایک قوم کو دھوپ میں جلتے ہوئے پایا اور اُن میں اور آفتاب میں کوئی اوطا نہ تھی اور اس قوم نے ذوالقرنین سے کوئی مدد نہ چاہی۔ اس لئے وہ اُسی بلا میں مبتلا رہی۔ لیکن ذوالقرنین کو ایک دوسری قوم ملی جنہوں نے ذوالقرنین سے دشمنی بچنے کے لئے مدد چاہی۔ سو ایک دِلدار اُن کے لئے بنائی گئی اُس لئے وہ دشمن کی دمت بڑھ چکے گئے۔ سو میں سچ سچ کہتا ہوں کہ قرآن شریف کی آئندہ پیشگوئی کے مطابق یہ ذوالقرنین میں ہوں جس نے ہر ایک قوم کی عہدی کو پایا۔ اور دھوپ میں جلتے والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے مسلمانوں میں سے مجھے قبول نہیں کیا۔ اور کچھ کے چستے اور تادیبی میں بیٹھے والے عیسائی ہیں جنہوں نے آفتاب کو نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ اور وہ قوم جن کے لئے دِلدار بنائی گئی وہ میری جماعت ہے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ یہی میں بن کا دین دشمنوں کے دمت بڑھ چھگا ہر ایک بنیاد جو سُست ہے اس کو شرک اور دہریت کھاتی جائیگی۔ مگر اس جماعت کی بڑی عمر ہوگی اور شیطان اُن پر غالب نہیں آئیگا۔ اور شیطانی گمراہ اُن پر غلبہ نہیں کریگا۔ ان کی حجت تلواریں زیادہ تیز اور نیزہ سے زیادہ اندر گھسنے والی ہوں گی اور وہ قیامت تک ہر ایک مذہب پر غالب آتے رہیں گے۔

ہائے افسوس ان نادانوں پر جنہوں نے مجھے شناخت نہ کیا۔ وہ کیسی تیرہ تادیب اکھیں تھیں جو سچائی کے نور کو دیکھ نہ سکیں۔ میں اُن کو نظر نہیں آ سکتا کیونکہ انھیں نے ان کی آنکھوں کو تادیب کر دیا۔ دلوں پر زنگ ہے اور آنکھوں پر پردے۔ اگر وہ سچی تلاش میں لگ جائیں اور اپنے دلوں کو کینہ سے پاک کر دیں۔ دن کو بوندے رکھیں

اور راتوں کو اٹھ کر نماز میں رہیں کریں۔ اور روئیں اور نعرے ماریں تو امید ہے کہ
 خدائے کریم ان پر ظاہر کر دے کہ میں کون کون سا چاہیے کہ خدا کے استغناء ذاتی سے ڈریں۔
 جب یہودیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قبول نہ کیا۔ اور تعصب اور
 کینہ سے باز نہ آئے تو خدا نے اُن کے دلوں پر ہری لگا دیں اور باوجود اس کے کہ
 صد اُن میں فقیہ اور فرسی تھے اور تودیت کے عالم اور فاضل تھے تاہم وہ نہ حقیقت
 کو سمجھ سکے اور نہ خدا نے کسی خواب یا اہام کے ذریعہ سے اُن پر حق ظاہر کیا۔ پس چونکہ
 اس امت کا بھی انہیں کے قدم پر قدم ہے اس لئے ان کی ہرگز آنکھ نہیں کھل سکتی۔
 اور نہ وہ مجھے شناخت کر سکتے ہیں جب تک کہ سچا تقویٰ اُن کے نصیب نہ ہو۔
 مٹنے کی فضولیوں پر خدا راضی نہیں ہوتا۔ اس کی دلوں پر نظر ہے۔ ہر ایک جو اپنی کسی خیا
 کو چھپاتا ہے وہ اس کی عمیق نظر سے چھپا نہیں سکتا۔ متقی دہی ہے جو خدا کی شہادتوں
 سے متقی ثابت ہو۔ کیونکہ متقی خدا کی کنار عافیت میں ایسا ہوتا ہے جیسا کہ ایک پیارا
 بچہ اپنی ماں کی گود میں۔ دنیا اس کو ہلاک کرنے کے لئے اُس پر ٹوٹ پڑتی ہے اور
 در دیوار اس پر غش نئی کرتے ہیں۔ لیکن خدا اس کو بچا لیتا ہے۔ اور جیسا کہ سورج
 جب نکلتا ہے تو کھلی کھلی کرنیں اُس کی زمین پر گرتی ہیں۔ ایسا ہی خدا تعالیٰ کی تائیدیں
 اور نصرتیں کھلے طور پر متقی کے شامل حال ہوتی ہیں۔ وہ اس کے دشمنوں کا دشمن ہو جاتا
 ہے اور ان کی آنکھوں کے سامنے متقی کو عزت دیتا ہے جس کی ذلت وہ چاہتے
 تھے۔ وہ نہ ضائع ہوتا اور نہ برباد ہوتا ہے جب تک کہ اپنا کام پورا نہ کرے اور
 اُس کی مخالفت ایک تیز تلوار کی دھار پر ہاتھ مارنا ہے۔

و یسعی الی ناکل من ہو یبصر

اور ایک بواکھیں کہتا ہے ہمارے طرف در تاجہ آتا ہے

توی نصرتی کیف یأتی و یظہر

یہ خدا کی مدد کو تو نکھتا ہے کیونکہ وہی اور ظاہر ہو رہا ہے

اَتَعْلَمُ مَفْتَرًا كَمْ ثَلَاثِي مُؤَيَّدًا
 کیا تو کوئی ایسے مغتری کو جانتا جو میرے طرح تو قیامت پر ایمانی ہو
 تَقُولُونَ كَذَابًا وَقَدْ لَاحِظَ صَدَقَاتُنَا
 تم کہتے ہو کہ یہ شخص جھوٹا ہے حالانکہ میرا صدق ظاہر ہو چکا
 وَهَلْ يَسْتَوِي ضُلُوءُ نَهَارٍ وَلَيْلَةٍ
 اور کیا دن اور رات روشنی میں برابر ہو سکتی ہیں
 خَفَرُوا لَا تَعْجَلْ عَلَيْنَا نَتَحَصَّنَا
 پس سوچو اور جلدی سے ہم پر حملہ مت کر
 وَكُفِّرُوا مَا التَّكْفِيرُ مِنْكُمْ بَبَدْعَةٍ
 اور مجھے کافرو کہہ دو کافر کہنا میری طرف سے کوئی بدعت نہیں
 وَهَذَا هُوَ الْوَقْتُ الَّذِي لَكَ نَافِعٌ
 اور یہی وقت ہے جو تجھے نفع دے سکتا ہے
 وَقَدْ كَبِدَتْ شَمْسُ الْهَدْيِ وَامُورُنَا
 اور آفتاب ہدایت سمت الہامی پر آگیا اور ہمارا کام
 وَلَوْلَا ثَلَاثُ نِيكَ تَغْلِي لِهَيْئَتُنِي
 اور اگر تین خصلتیں تجھ میں جو شہ ساری تو تو میری طرف آ جاتا
 وَآخِرُ اخْلَاقِي يَبِيدُكَ سَهْوًا
 اور میرا خلق جس کی ذہر تجھ کو ہلاک کر رہی ہے
 وَمِنْ كَانَ يَنْشِئُ اللَّهُ لَا يَنْشِئُ الْوَدَى
 اور جو شخص خدا سے ڈرتا ہے وہ لوگوں سے نہیں ڈرتا

وَيَقْطَعُ رَبِّي كُلَّمَا لَا يَثْمُرُ
 اور میرے خدا کی یہ علامت کہ ہر ایک کے پھل نیکو فی دہ کا دینا
 بَأَيِّ تَجَلَّتْ لَيْسَ فِيهَا تَكْدَرُ
 اُن فشا فک کے ساتھ صدق ظاہر ہو کہ میں میں کوئی کدورت نہیں
 فَكَيْفَ كَذَبْتُ وَالصَّدُوقُ الْمَطْهُرُ
 پس کیونکر ایک جھوٹا اور وہ سپاہ پاک کیلئے برابر ہو جائیگا
 وَإِنْ كُنْتَ لَا تَنْشِئُ فَكُذِّبْ وَزَوَّرْ
 اور اگر تو نہیں ڈرتا پس دروغ آرائی سے تکذیب کر
 كَمْثَلَاكُ قَالَ السَّابِقُونَ فَمَا مَرُوا
 میری طرح پیچھے منکر بھی کافر کہتے ہیں میں اور آخر ہلاک کئے گئے
 فَتَبَّ قَبْلَ وَقْتٍ فِيهِ تَدْنَى وَتَحْضُرُ
 پس اس وقت کو پہلے تو بہر میں تو بلایا جاتا اور حاضر کیا جاتا
 أَنَاوَتْ كَيْفَ قَوْتَ وَأَنْتَ تُعْفَرُ
 یا قوت کا لہجہ چمکا اٹھے اور تو توں کو خاک آلود کرنا چاہتا
 فَمِنْهُمْ جَهْلٌ ثُمَّ كِبَرٌ مَشُورُ
 ان میں سے ایک تو جھال تھا اور دوسری تکبر جو جوش لہا ہے
 هُوَ الْخَوْفُ مِنْ قَوْمٍ يَحْمِيَتِي تَنْفَرُوا
 وہ اُس قوم خوف کا جو جو ہر اسے حماقت کہتے نفرت کرتے ہیں
 هُوَ الشَّجَرَةُ الطُّوبَى يَنْوَرُ وَيُثْمَرُ
 وہ درخت طوبی ہے پھول لاتا اور پھل لاتا ہے

وَمَنْ كَانَ بِاللّٰهِ الْمُهِيْمِ مُؤْمِنًا
اور جو شخص خدائے ہمیں پر ایمان لاتا ہے
سَلَامٌ عَلٰی قَوْمٍ رَوَّاءٍ نُّورٍ وَحَتٰی
اور اس قوم پر سلام میں میرے رحمت کا عنصر ایک نواز دیکھا
فَاَيُّ غَيِّبِيْ اَنْتَ يَا اِبْنَ تَصْلَفٍ
پس اے لات و گزات کے بیٹے! تو کیسا غیبی ہے
مِيْهِدِيْكَ رَبِّيْ بَعْدَ غَيِّ وَشِقْوَةٍ
عنقریب خدائے مجھے گمراہی کے بعد ہدایت دیگا
وَنَحْنُ عِلْمُنَا الْمُنْتَهٰی مِنْ وَلِيَّتِنَا
اور تیرا انعام کام مجھے اپنے دوست خدائے سلام ہوا
وَوَاللّٰهِ لَا اَنْسٰی نَرْمَانَ تَعَلَّقَ
اور بخدا میں غفلت کے زمانہ کو بھولتا نہیں
اَرٰی غِيْظَ نَفْسِيْ لِاَثْبَاتٍ لِّغَلِيْبٍ
اور میں اپنے غصہ کو دیکھتا ہوں کہ اس کو کچھ ثبات نہیں
اِذَا احْسَنَ الْاِنْسَانُ بَعْدَ اِسْاَوْءٍ
جب انسان بری کے بعد خیر کی کرے
وَاِنْ قَلْتُ مُرَّآ فِیْ كَلَامٍ لِّهٰلِكَ
اور اگر میں نے کسی کلام میں کچھ تلخ کہا ہے
وَمَا جِئْتُكُمْ بِاللّٰهِ ذٰی الْعِلٰی
اور میں خدا تعالیٰ کی طرف سے آیا ہوں اپنی طرف نہیں

عَلٰی ثَابِتَاتٍ الدَّهْرِ لَا يَتَفَكَّرُ
وہ زمانہ کے حوادث سے کچھ تفکر نہیں ہوتا
فِرَاقٍ نُّوَاطِرِهِمْ وَلِلْقَطْعِ شَمْرُو
اور وہ گورہ انکو اچھا معلوم ہوا اور پھول کے ٹپنے کیلئے تیار ہو کر
تَرٰی ثَمَرَاتِيْ كَلَامًا ثُمَّ تَقْصِرُ
کہ میرے تمام جملوں کو تو دیکھتا ہے اور پھر کوتاہی کرتا ہے
وَذٰلِكَ مِنْ دَجِيٍّ اَتَانِيْ فَاُخْبِرُ
اور یہ مجھے خدا تعالیٰ کی دیکھی معلوم ہوا میں میں خبر کرتا ہوں
فَقَرَّتْ بِلِيٍّ عَلِيٍّ وَكُنْتُ اَذْكُرُ
پس اس میری آنکھ کو ٹھنڈک پہنچی اور میں یاد لاتا رہا
وَلَيْسَ قُوَادِيْ مِثْلَ اَرْضٍ تَحْجَرُ
اور میرا دل ایسا نہیں جیسا کہ زمین پتھری جاتی ہے
كَمَوْجٍ مِنَ الرِّجَافِ يَعْطُو وَيَحْدَرُ
وہ دریا کی اس موج کی طرح جو ایک دم میں پڑھتی اور اترتی ہے
فَنَنْسِيْ الْاِسْلَوةَ وَالْمَحَاسِنَ نَذْكُرُ
پس ہم بری کو بھلا جیتے ہیں اور نیکیوں کو یاد رکھتے ہیں
رَاَيْتُ اَذِيَّ مِنْكُمْ وَقَلْبِيْ مَكْسُرُ
تو میں ایک نامہ دیکھتا ہوں کہ اس کا دل میرا چور چور ہے
وَمَا قَلْتُ الْاَكْلَامَا كُنْتُ اَوْ مَرُ
اور میں نے ہی کہا ہے جو خدا نے فرمایا

وَلَنْ شَأْلَهُمْ أُنْعَثَ مَقَامِ بْنِ مَرْيَمَ
اور اگر خدا چاہتا تو میں ابن مریم کی جگہ معوث نہ ہوتا
وَلَا يُسْئَلُ الرَّحْمَنُ عَنْ أَمْرِ قُضِيَ
اور خدا اپنے کاموں سے پوچھا نہیں جاتا
كَذَلِكَ عِلْمُكَ جُوتَ فِي قَضَائِهِ
اسی طرح اس کی عادت اپنے اولاد میں جاری ہے
وَمَا كَانَ لِي أَنْ أَتَرَكَ الْحَقَّ نَيْفَةً
اور میں ایسا نہیں ہوں کہ حق کو ڈر کر چھوڑ دوں
وَقَالُوا إِذَا مَا الْحَرْبُ طَالَ زَمَانُهَا
اور جب ایک طرف ایسی ہو گئی تو وہ کہنے لگے
وَمَا أَنْ رَأَيْنَا فِي الْمِيَادِينَ فَتَحَهُمْ
اور ہم نے میدانوں میں ان کی فتح نہیں دیکھی
رَأَيْنَا عُنَايَةً يَهْتَنَّا عِنْدَ أَثَرِهِ
ہم نے اپنے دوست کی عزت کو سختی کے وقت دیکھا
لَوِ الْقَتْلُ لَا تَدْرِي لَوْ يَأْتِيهِمْ
میں اپنے قتل کو دیکھتا ہوں کہ اس کی راہوں میں کیا ہے
وَأَنِّي نَسِيتُ الْهَمَّ وَالْغَمَّ وَالْبَلَاءَ
اور میں نے ہم اور غم اور بلا کو بھلا دیا
وَأَنَا بِفَضْلِ اللَّهِ نَطْوِي شَعَابَنَا
اور ہم خدا کے فضل سے اپنی راہ طے کر رہے ہیں

وَدَلَّهِ فِي اقْدَارِهِ مَا يُحْيِي
اور خدا کا فیضان تدبیر ایسا ہے کہ وہ جو مرنا کرتے ہیں
وَيَسْئَلُ قَوْمُ ضَلِّ عَمَّا تَخَيَّرُوا
اور وہ قوم جو گمراہ ہو جائے پوچھی جاتی کہ کیوں نہ کیا گیا
فَيَخْتَارُ مَا يُعْمَى عِيُونًا وَيَا طَرُ
پہن ایسے اور اختیار کرتے ہیں انہیں صحیح بات میں پہچان کر دیتا
جَوَادُ لَنَا عِنْدَ الْوَعْدِ يَتَحَطَّرُ
ہمارا وہ گھوڑا ہے جو جنگ کے جلدی سے چلتا ہے
لَنَا الْفَاتِمَةُ فَانْظُرْ كَيْفَ دُقُوا وَكُتِرُوا
کہ فتح ہماری ہے پس دیکھ کس طرح وہ پیسے لگے
وَمِنْ غَرَّةٍ حَوْلَ رَأْيَانَا يُدَابِرُ
اور جس کو کسی طاقت مند نے کیا ہم اس کو پیٹھ پھیر کر دیکھا
وَكُلَّ صِدِّيقٍ فِي الشَّدَائِدِ يُخْبِرُ
اور ہر ایک دوست سختیوں کے وقت آزمایا جاتا ہے
وَمَا أَنْ أَرَاهَا عِنْدَ خَوْفٍ تَأَخَّرُ
اور میں نہیں دیکھتا کہ وہ خوف کے وقت پیچھے ہٹے
إِذَا جَلَوْنِي نَصْرًا وَوَحْيَ يُدَبِّرُ
جب اس کی مدد و وحی بشارت دینے والی میرا پاس آتی
عَلَى هَاجَرَاتٍ مِثْلَ رِيحٍ تَهْوِي
ایسی اونٹنیوں پر جو تیز ہوا کی طرح چلتی ہیں

لَہُن قِوَاثِمٌ کَالْجِبَالِ کَانِہَا
 اُن اونیٹوں کے پیر پہاڑوں کی طرح میں گواکہ وہ
 تَدَلَّتْ عَلَیْنَا الشَّمْسُ شَمْسُ الْمَعْرُوفِ
 معارف کا سورج ہماری طرف ٹھک گیا
 رَأَیْنَا مَرَادَیْتَ تَحْسَرُ نِیْلَهَا
 ہم نے وہ مرادیں پائیں جن کا پانا شکل تھا
 عَلٰی هٰذَا نِیْفٌ وَعِشْرَیْنِ حِجَّةً
 اس بات پر میں برس اور کئی سال لوہ لڑ گئے
 فَقَالَ سِبْأُ تِبْأُ الْاِنَاسِ وَنَحْوُیْ
 میں اس نے کہا کہ لوگ تیری طرف آئیں گے اور تیری مدد کریں گے
 فَتَلَکَ الْوُفُودُ الْمَسَالِیْنَ بِدَارِنَا
 میں یہ گروہ درگروہ لوگ ہماری گھر میں آ رہے ہیں
 وَانْ کُنْتَ فِی رِیْبٍ وَلَا تُؤْمِنُ بِہِ
 اور اگر تو شک میں ہے اور اس پر ایمان نہیں لانا
 فَاِنَا کَتَبْنَا فِی الْبَوَہِیْنِ کَلَّہِ
 میں ہم نے یہ سب الہا براہین احمدیہ میں لکھ دی ہیں
 فَلَا تَتَّبِعْ اِهْوَاؤَ نَفْسِکَ مَبِیْدَاةً
 پس نفس چاک کرنے والے کا پیرو مت بن
 اَتَعْلَمُ هَیْثَا عَاثُوْۃُ اِطْلَہُ ذِی الْعُلٰی
 کیا تو خراسے جنگ کرنا سہل سمجھتا ہے جو بار ہے

سَفَاثِنٌ فِی بَحْرِ الْمَعَارِفِ تَمُخَّرُ
 کشتیاں ہیں جو معرفت کے دریا میں ترقی ہیں
 فَکَذَابُضُوءُ الشَّمْسِ نَمِشِیْ وَنَنْظَرُ
 میں ہم سورج کی روشنی کے ساتھ چلتے اور دیکھتے ہیں
 تَرَجَمَ غَیْثٌ بَعْدَ مَکْثٍ یَحْذَرُ
 آہستہ آہستہ بولنے والی طر حرکت کی بعد ازل کے وجود کی
 اِذَا اِخْتَارَ فِی رُبِّیْ فَکُنْتَ اَبَشْرُ
 جبکہ خدا نے مجھے چن لیا اور مجھے بشارت ملے گی
 وَمَنْ کُلْ فِیْہِ یَا تَبِیْنٌ وَتَنْصَرُ
 اور ہر ایک راہ سے لوگ تیری طرف آئیں گے اور تیرے دیباچے
 هُوَ الْوَعْدُ مِنْ رُبِّیْ وَانْ شِئْتَ فَاذْکُرْ
 یہ میری وعدہ خدا کا ہے اور اگر تو چاہے تو یاد کر
 وَتَحْسِبُ کَذِبًا مَا اَقُولُ وَاسْطَرُ
 اور تو میری بات اور تحریر کو جھوٹ سمجھتا ہے
 اَمْوَرٌ عَلَیْہَا کُنْتَ مِنْ قَبْلِ تَعٰوُ
 یہ وہ امور ہیں جن پر تو پہلے سے اطلاع رکھتا ہے
 وَلَا تَحْزَنْ الزُّرَّاءُ عَمْدًا فَتَحْسَرُ
 اور میری راہ کو اختیار مت کر پس تو نقصان اٹھا کر
 وَانْ حَسَامٌ اِطْلَہُ بِالْمَسِّ یَمْتَرُ
 اور خدا کی توار مجھونے کے ساتھ ہی قتل کر دیتی ہے

وَأَنْ كُنْتَ أَزْمَعْتَ النِّضَالَ تَهَوَّرًا
اور اگر تو نے رولنے کا ہی قصد کر لیا ہے
لَنَا أَثَرُهُ فِي اللَّهِ مَوْثِرٌ مُعَبَّدٌ
اور ہمارے ہوشیاری خدا کی راہ میں ایک متعلیٰ راہ ہے
انْتَوَكَّ قَوْلُ اللَّهِ خَوْفًا مِنَ الْوَدَى
کیا لوگوں کے خوف خدا کے قول کو ہم ترک کر دیں
يَرَى اللَّهُ بَادِيَهُمْ وَتَحْتِ ادْيَمِهِمْ
خدا ان کے باہر اور اندر کو خوب جانتا ہے
فَلَا تَذْهَبْنَ عَيْنَاكَ نَحْوَ عَمَائِمٍ
پس نہ ہو کر تو ان کی پگھلیوں کو دیکھے
اَتَطْلُبُ دُنْيَاهُمْ وَتُطْلِي رِيَاضَهَا
کیا تو ان کی دنیا کو چاہتا ہے اور وہ بلوغت پر چلی گئی
وَأَنْتَ تَطْلُنَ بِنِ الظُّنُونِ تَغِيظًا
اور تو اپنے غصہ سے کئی بدگمانیاں مجھ پر کرتا ہے
نَزَلْتُ بِحَرِّ الدَّارِ دَارِ مِهْمِمْ
میں اپنے خدا کے گھر کی دھڑکیں داخل ہوں
أَفَاالْيَتِ لَا اخْشَى الْحَيْرَ وَصَوْتَهُمْ
میں یتیم ہوں اور گدھوں کی آواز سے نہیں ڈرتا
اَتَذْهَبْنِي بِالْفَانِيَاتِ جَهَالَةً
کیا تو مجھے فنا چیزوں سے لے جاتا ہے یہ تو جہالت ہے

فَنَأْتِي كَمَا يَأْتِي لَصِيدُ غَضْنَفَرٍ
تو ہم اس طرح آئیے جیسا کہ شکار کیلئے شیر آتا ہے
اِذَا مَا أَمْرًا مِنْهُ لَا تَتَأَخَّرُ
جب ہم کو حکم ہو جائے تو ہم تاخیر نہیں کرتے
اِنْخَشَى لِيَامِ الْحَيِّ جَبْنًا وَنَحْذَرُ
کیا ہم بدل ہو کر تسلیم لوگوں کے قبیلہ سے ڈریں
وَلَوْ مِنْ عِيُونِ الْخَلْقِ يُخْفَى وَيُسْتَوْرُ
اگرچہ لوگوں کی آنکھوں سے وہ حالات پوشیدہ کئے جائیں
وَمَا تَحْتَهَا إِلَّا رُؤْسُ شُرُورٍ
ان کے نیچے ایسے سر ہیں جو قریب کر رہے ہیں
وَتَفْسُ رِيَاضًا لَيْسَ فِيهَا تَغْيِيرُ
کیا تو ان باغوں کو فروش کر رہا ہے جو تیر نہیں آئیگا
وَأَنْ بَرِيءٌ مِنْ أَمْرِ تَصَوَّرُ
اور میں ان باتوں سے پاک ہو جو تیرے تصور میں ہیں
وَتَقَالُ أَفْكَ لَا تَوَالِي وَتَهْذَرُ
اور مجھ کو مجھ دیکھتا نہیں اور میری کجاس کرنا
وَكَيْفَ وَهْمٌ صِيدِي لِلصَّيْدِ أَزْغَرُ
اور کیونکر وہ تو میرے شکار میں لڑنا کیلئے میری آواز
وَأَنْ اِذَى الدَّنْيَا يَمُرُّ وَيَطْمُرُ
اور یہ تحقیق دنیا کا دکھ گزر جاتا ہے اور ناپید ہو جاتا ہے

وَلَسْنَا عَلَى الْاَعْقَابِ مُوتٌ يَرَدُّنَا
 ادرہم ایسے نہیں ہیں کہ کوئی موت ہو جس کی وجہ سے
 تنکروں کا وجہ الجاحلین تخیلاً
 جاہلوں کا منہ بگڑ گیا مارے غصہ کے
 وَقَالُوا كَذِبٌ كَافِرٌ يَتَّبِعِ الْهَوٰى
 اور انہوں نے کہا کہ جو کافر ہے ہوا نفس کی پیروی کرتا
 فَمَا تَعْلَمُ عَلَيْنَا الْاَرْضَ مِنْ شَيْءٍ عَزِيزٍ
 پس انکے گروہ کی شرارت سے زمین پر ترنگم ہوئی
 فَلَمْ يَخَفْ عَنْهُمْ مَكْرَهُمْ حِينَ اُشْرِقَتْ
 پس ان کے کرنے کے ان کو کچھ نامدہ نہ دیا جبکہ
 رَجَعْنَا وَقَدَرُودَاتِ الْيَهُودِ مَا حَمَمَ
 ہم واپس آئے اور انکے نیرے انیس کی طرف واپس گئے
 مِنَ الْفُتُورِ وَالشَّحَاوِ يَهْدُونَ كَلْبَهُمْ
 کینہ اور دشمنی سے تمام وہ بکواس کر رہے ہیں
 وَاَصْلُ التَّنَازُعِ وَالتَّخَالُفِ بَيْنَنَا
 اور ہم میں اور ان میں جو اختلاف ہے دراصل وہ

وَلَوْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ نَدَمٌ وَتُخَعَّرُ
 اور اگر خدا کی راہ میں ہم مجبور ہو جائیں یا نہ ہو جائیں
 اِذَا اُعْتَرَوْا مِنْ مَوْتٍ عَیْسٰی وَاعْتَبَرُوا
 جب ان کو حضرت عیسیٰ کے مرنے کی خبر دی گئی
 وَحُتُّوا عَلَى قَتْلِ عَوَامًا وَعِیْرًا
 اور کٹر قتل کیے عوام کو اٹھایا اور سواروں کی
 وَلَوْلَا يَدُ الْمَلُوٰی لَكُنَّا نَبْرًا
 اور اگر خدا تعالیٰ کا ہاتھ نہ ہوتا تو ہم ہلاک ہو جاتے
 مَشُورٍ مِنْ عَنَایَاتِ الْقَدِیْرِ خَادِرًا
 خدا کی ہدایتوں کی آفتاب کے اندر دھیمے کر جاتے
 قَضَى لَا مَرْحَبَ لَیْسَارِیْهِ مِنْكَ
 اُس دھیمے فیصلہ کر دیا جس کی کوئی شکر قابل نہیں کہ
 دَامَرِیْ مَبِیْنٌ وَاعْظِمَ لَوْ تَفَكَّرُوا
 اور میری بات دوسروں کو یاد دلا رہے اگر وہ سوچیں
 رَحِمَ قَلْبٌ ثُمَّ بِاللَّغْوِ یَكْثُرُ
 رحمہ اللہ ہوتا ہے ہر سو غلط بات کے ساتھ اس کی زیادتی

۱ اصل التنازع فی حبس علیہ السلام اعنی فی اللہ جل ہو حی اومیت ذوات اور واضح لغوی تنکرہ
 ۲ ظل اللہ تعالیٰ یا عیسیٰ انی متوفیک وراعتک الی فقدّم التوفی علی الرفع کما انتم تقرّون فخذنا
 حکم اللہ ومن لم یحکم بما انزل اللہ فلا نکف هم الکافرون ولا ینبغی لاحد ان یموت
 کلمہ اللہ عن مواضعها ولقد لعن اللہ المعرفین کما انتم تعلون ثم الشاهد الثالث قوله تعالیٰ
 فاما توفیتنی فطوبی لقوم یتدبرون ثم الشاهد الثالث من القران قوله تعالیٰ وما محمد
 الا رسول قد خلت من قبله الرسل فبای حدیث بعداؤہ تؤمنون ولقد رای عیسیٰ نبینا
 صل اللہ علیہ وسلم لیلۃ المعراج فی الاموات ثم انتم تکفرون منه

جَعَلْنَا لِسُلَيْمٍ مَّا تَقِيْنَ سُلَيْمَهُمْ
ہم صلح کیلئے جُحاک گئے اُن کی صلح کے شوق میں
اَرَى اللّٰهَ اٰیَاتِ وَلٰكِنْ نَّفْسُ سَهْمٍ
خدا نے کچھ نشان دکھائے مگر اُن کے نفس
وَلَسْنَا مُحِبِّ تَضَاعُنَا عِنْدَ سُلَيْمٍ
اور اگر وہ صلح چاہتے ہیں تو ہم جنگ پسند نہیں کرتے
وَمَنْ هَرْنَا فَنَعَاذُہُ بِحِزَانِہِ
اور جو ہم سے کراہت کرے ہم اس کی کراہت کرتے ہیں
وَكَانَ عَادُوْیْ بَعْضُهُمْ فِیْ مَسَاوِہِمْ
اور بعض ان کے اپنی شام کے وقت میرے دشمن تھے
وَقَدْ رَاَدْنِیْ فِی الْعِلْمِ وَالْحِلْمِ جَاهِلُہُمْ
ان کے جہل نے میرا علم اور حلم زیادہ کر دیا
وَاعْجَبْنِیْ غِیْظَ الْجَدِّ اَوْ جُنُوْہُہُمْ
اور دشمنوں کے غصہ اور جنون نے مجھے تعجب میں ڈال دیا
تَبْصُرُ عَادُوْیْ هَلْ تَرَوْنِیْ مِنْ مَّزُوْرٍ
بے فکر دشمن! خوب غور سے نگاہ کر کیا کوئی ایسا فریبیہ
تَبْصُرُ وَاِنَّ الْعَمْرَ لَیْسَ بِدَا اَکْمٍ
آنکھ کھول کہ عمر ہمیشہ نہیں رہے گی
فَمَا لَکَ لَا تَحْشَى الْحَسِیْبَ وَنَارَہُ
پس تجھے کیا ہو گیا کہ تو خدا کی حمایت نہیں ڈرتا

وَجَعَلْنَا بِمُزَّانٍ اِذَا مَا تَشَدَّدُوا
اور ہم نیزہ کے ساتھ نکلے جب وہ رٹنے کیلئے تیار ہوئے
نَفُوْسٌ مَّعْجُوْبَةٌ کِنَارٍ تَسْقُرُ
ایک ٹیڑھے نفس میں اور آگ کی طرح میں جو افز و خیز ہوتی ہے
وَمَنْ جَاءَنَا سَلَامًا فَاِنَّا نُوَقِّرُ
اگر کوئی صلح کا طالب ہو کر آئے تو ہم اس کا تحفظ کرتے ہیں
وَمَنْ جَاءَنَا سَلَامًا فَاِیْسَلَامٌ فَخَفِیْ
اور جو صلح کے ساتھ آئے اس میں ہم صلح کے ساتھ آتے ہیں
فَاَخْبَحُوا بِاٰیَمٰہِیْنَ وَرَشْدٍ وَاَبْصُرُوا
پھر دن چڑھتے ہی ایمان اور رشاد کو نصیب ہوگا اور دیکھنے لگے
وَسَكَنَتْ نَفْسُ عِنْدَ غِیْظٍ یَّکْزُرُ
اور انکے غصہ پر اوجوش نفس تھم گیا اور غصہ بابر کیا جاتا ہے
اَرٰہُمْ کَقَوْمٍ مِنْ غُبُوْقٍ تَخْمُرُوْا
ہیں تو اس قوم کی طرح دیکھنا ہو جو رات کو غریبوں کی چھتری میں
یُوْثِدُہُ رِجْلُ حَمَّالٍ وَیَنْصَحُوْ
جس کی میری طرح خدا تعالیٰ تائید اور مدد کرتا ہو
کَلَا فَاِنَّا هٰلَاکُ الْمَزْمٰنِ سَیْنَدِلَا
اور ہر ایک ہم میں اگرچہ زمانہ لمبا ہو جائے ایک دن مرے گا
وَمَا لَکَ تَمْتَنَّا بِالْحَجِیْمِ وَتَوَثَّرُ
اور تجھے کیا ہو گیا کہ حِجْم کو اختیار کر رہا ہے

اتجعل تكفيوي لكفرًا مُوجبًا
 کیا تو میری تکفیر کو اپنے کفر کا موجب کرتا ہے
 اذ ابغيت في الدنيا من العيش ياردا
 اور جبکہ تو دنیا کی زندگی میں آرام چاہتا ہے
 فان كنت جوعان الهدى فتحرنا
 پس اگر تو ہدایت کا بھوکا ہے تو ہماری طرف قصد کر
 لذا اسوقت شمس الهدى وضيؤها
 جب ہدایت کا سورج چمکا اور اس کی روشنی کھل گئی
 ولو كان خوف الله مثقال ذرة
 اور اگر اللہ کے موافق خدا کا خوف ہوتا تو تو
 بلقاء قفر رصيت جهالة
 زمین میں ابھرتا ہو کر غلطی سے غافل ہو گیا
 اثرت غبار الاناس ليحسبوا
 تو نے لوگوں کے لئے ایک غبار اٹھایا
 فالهم لي ربي قلوبا ليوجعوا
 پس میرے خداوند! دل دیں کہ وہ میری طرف رجوع کریں
 كبيت اذا طاف المبثون حوله
 پس جس طرح خانہ کعبہ کا لوگ گھومتے ہیں یزید یزید
 تريدون تو هيني و ربي يعزني
 تم میری امانت چاہتے ہو اور میرا خدا مجھے عزت دیتا ہے

ولا تنقي يوما الى القبر يهجو
 اور اس دن میں نہیں بدلتا جو قبر کی طرف کیجئے گا
 فمالك لا تبغي المعاد وتنتصر
 پس تمھے کیا ہو گیا کہ آخرت کا ارادہ نہ کرنا اور شہادت ہو جانا
 الا اننا نقرى المنيوت ونعمر
 ہم یہاں کی دولت کو تم میں اور ان کیلئے ذبح کرتے ہیں
 تجلي فليس الفخر من موت تبصو
 تو بھرے فخر کی بات نہیں کہ تو دیکھنے لگے
 لو افيتى والسيل بالصدق تعبوا
 یہاں سے آلودہ اپنے صلیب کے ساتھ ساتھ کو اپنے فخر سے دور کرنا
 وتسعى لغاية وفي الدين تقصو
 اور غلطی دنیا کیلئے تو دوڑ رہا، اور دین میں تو کوتاہی کرتا ہے
 وجودي مضرا للورى وليكفروا
 تا میرے وجود کو گرا کر برا خیال کریں اور منکر ہو جائیں
 التي ففونا مرجع الخلق فانظر
 پس ہم مرجع مخلوق ہو گئے سو تو دیکھ لے
 ازارولى تؤذى النفوس وتضر
 جاتا ہوں اور میری جماعت کے دل گھیر لے گا دیکھ لے اور تکلیف پہنچے
 تريدون تحقيري و ربي يؤقر
 تم میری تحقیر چاہتے ہو اور میرا خدا میری مدح کا ظہر کرتا ہے

اَبْتَغِي بِمَكْرِكَ ذَلَّتِي وَهَلَاكَتِي
 کیا تو اپنے کر کے ساتھ میری ذلت اور ہلاکت چاہتا ہے
 فَدَعْ اَيُّهَا الْمَجْنُونُ جَهْدًا مُضِيْعًا
 پس اسے دھوڑنے اور بیوقوفہ کوشش کو جانے دے
 اَتَكْفُرُ بِاللّٰهِ الْجَلِيلِ وَقَدْرَهُ
 کیا تو خدا اور اس کی قدرت سے انکار کرتا ہے
 تَسْبُتُ وَمَا اَدْرِي عَلٰی مَا تَسْبُتُنِيْ
 تو مجھے گالیاں دیتا ہے اور میں نہیں جانتا کہ کیوں دیتا ہے
 تَوَانِيْ بِفَضْلِ اللّٰهِ مَرَجِعِ عَالِمٍ
 تو مجھے گھٹایا کر میں خدا تعالیٰ کے فضل کا مرجع ہوں
 وَلَا يَسْتَوِي عَبْدٌ شَقِيٌّ وَمُقْبِلٌ
 اور ایک محروم اور مقبول دونوں برابر نہیں ہو سکتے
 دَانَتْ الَّذِي قَلْبَتِ كُلَّ جَرِيْمَةٍ
 اللہ تو وہ ہے جس نے تمام جرائم میرے پر اللہ دئیے
 فَمَا لَكَ لَا تَحْشَى الْحَسِيْبَ وَقَهْرَهُ
 پس مجھے کیا ہو گیا کہ تو خدا سے میرے قہر سے نہیں ڈرتا
 وَاَنْتَ اِنْ عَادَيْتَنِيْ لَا تَفْقُوْنِيْ
 اور اگر تو دشمنی کرے تو مجھے نقص نہیں پہنچا سکیگا
 وَمَا الذَّمُّ اِلَّا تَارَاتَانِ فَمِنْهُمَا
 اللہ زمانہ کے لئے صرف دو نوعیتیں ہیں

فَذَلِكَ تَصَدَّقْتُ فِيْهِ مَظْفَرٌ
 پس یہ وہ قسم ہے جس میں تو کامیاب نہیں ہوگا
 كَمْشِيْ نَفْسِيْ بِاسْقٍ لَا يُبْعَكِرُ
 میرے جیسی بند کجھور کاٹی نہیں جائے گی۔
 اَتَحْسِبُ كَالشَّيْطَانِ اَنْتَ اَقْدَرُ
 کیا تو شیطان کی طرح سمجھتا ہے کہ تو زیادہ قادر ہے
 اَنْظِلْ ثَارًا تَارِجَةً مُّدَامَرُ
 کیا میں تیری کسی بد کامی کی طرح کا پاؤں تو لینا چاہتا
 وَهَلْ عِنْدَ قَهْرٍ مِنْ حَامِرٍ يَهْدُرُ
 اور کیا ایک برادرِ زمین میں کبوتر خوش آواز کی گاتا ہے
 لِحَالِكِ الْحَسِيْبِ تَرَى الْقَبُولَ وَتَنْكَرُ
 خدا تجھے گالی دے تو قبولیت کو کھٹکتا، اور بھڑکے ہوتا ہے
 عَلٰی كَافِي شَرِّ نَاسٍ وَافْجَرُ
 گویا میں بدترین مخلوقات اور سب سے زیادہ بدکار ہوں
 وَاَيْنَ تَقَاةٌ تَتَاغَى يَا مُزَوَّرُ
 اور تیری تقویٰ کہاں گئی جس کا تو دعویٰ کرتا تھا
 وَاِنْ مَوْتٌ ذَمًّا اَوْ بَغِيْظٌ تَنْتَمُرُ
 اگرچہ تو بھڑیا ہو جائے یا چیتا بن جائے۔
 لَكَ النَّارُ الْاُولٰٓئِ بِالْغَدْوٰى نَوَّرُ
 سو پہلی نوبت تیری اور اللہ کے حکم میں میں مدد دیتی جاؤں گی

وَمَا النَّفْسُ يَاسْكِينُ إِلَّا وَدِيعَةٌ
 ہمارے سکین جان تو ایک امانت ہے
 اتبعني الحياة ولا تريد ثمارها
 کیا تو زندگی چاہتا ہے اور اس کے پھل نہیں چاہتا
 اغرتك دنياك الدنية زينة
 کیا تیری ذلیل دنیا نے تجھے مغرور کر دیا
 تريد هو اني هل يومر دليلة
 ہر ایک دن اور رات تو میری ذلت چاہتا ہے
 وانا دانستمر لا نغيب من الذي
 اور ہم اور تم اس ذات سے پوشیدہ نہیں ہیں
 وما المرء الا كالحجاب وجوده
 اور انسان تو محض بیلہ کی طرح اس کا جوہ ہے
 لدى التخلع الرومان تتفتحت حنظله
 تو کھجور اور انار کو چھوڑ کر حنظل کو توڑ رہا ہے
 واین ضياء الصدق ان كنت صادقاً
 اور صدق کی روشنی کہاں ہے اگر تو صادق ہے
 اتوذي عباد الله يا عابد الهوى
 کیا تو خدا کے بندوں کو بے بندہ ہوا دکھ دیتا
 اولئك قوم قد تولى امورهم
 یہ ایک قوم ہے کہ ان کے کاموں کا حقوق ایک شخص

ولا بد يوماً ان ثرة وتحضر
 اور ایک دن ضرور کہ تو ڈاہیں کیا جائے اور حاضر کیا جائے
 وما هي الا لعنة لو تفكر
 اور بغیر پھل کے زندگی ایک لعنت ہے اگر تو سوچے
 حذار من الموت الذي هو بيد
 اس موت کا ڈر جو یک دفعہ تیرے پر وارد ہوگی
 وتبغى لوجه مشرق لو تغبر
 اور روشن رخسار کیلئے تو چاہتا کہ وہ غبار آلودہ ہو جائے
 يروى كلما ننوى وما نتصور
 جو ہماری وہ تمام خیالات دیکھتا ہے جو ہمارے دل میں ہیں
 فان شئت ثم فلبوت كالصبي يسفر
 پس اگر چاہے تو سوجا پس موت صبح کی طرح ظاہر ہو جائیگی
 فاني غبي منك في الدهر اكبر
 پس تجھ سے زیادہ بد بخت اور کون ہوگا
 وكل صدوق بالعلامات يظهر
 اور ہر ایک صادق علامات سے ظاہر ہوتا ہے
 ولا تقتني رباً عليمًا وتجسس
 اور خدا علیہ سے نہیں ڈرتا اور دلیری کرتا ہے۔
 قد يرئوا اليهم ويهدى وينصر
 جو ان کی روٹی رکھتا ہے اور نہیں ہٹا کرتا اور مڑ جاتا ہے

وَتَأْتِيهِ لَآيَامٌ دُورٌ وَنُوبَةٌ

اور بخدا دنوں کے لئے ایک دور اور نوبت ہے

تَرَىٰ بَدْعَاتِ الْغَيْثِ وَالنَّفْعَ سَاطِعًا

تو گریہ کی بدعات کو اور گرد ہوا کیختم کو دیکھتا ہے

وَلَسْتُ بِفَيْضٍ كَاضٍ غَيْرِ اسْتِثْنَاءِ

اور میں بد زبان اور ترش مزہ نہیں ہوں مگر

رَأَيْنَا الْإِعْصِيَا الشَّدِيدَةَ وَالْأَذَى

ہم نے سخت آنکھیاں دیکھیں اور دکھ دیکھا

وَمَا نَحْذَرُ الْأَمْرَ الَّذِي هُوَ وَاقِعٌ

اور ہم اس گم نہیں ڈرتے کہ وہ واقع ہو جاتا ہے

كَفَىٰ اللَّهُ عَمَّا بِالْعِبَادِ وَسَوْهُمْ

بندوں کے بے حدوں کا علم خاص خدا کو ہے

وَمَا كُنْتُ فِي إِيدَاؤِ نَفْسِي مُقَصِّرًا

اور تو نے میرے لیزہ دینے میں کوئی کوتاہی نہیں کی

وَوَاللَّهِ إِنِّي أَجْعَلُ عَلَيْكَ مَسْطَرًا

اور بخدا اگر میں تیرے پر مسلط کیا جاؤں

وَوَاللَّهِ لِي فِي بَاطِنِ الْقَلْبِ مَقْصُورٌ

اور بخدا میرے دل میں پوشیدہ ہے

إِنِّي لَمَوْزَنٌ قَدْ شَقَّ وَقْعَهَا

بعض باتیں تیرے لیے ایک پیمانے میں جو میری پریت لگاتی ہیں

فَجِئْنَا بِأَيَّامِ الْعَدَاوَةِ وَتَذَكُّرٍ

پس ہم دیر کے دنوں میں اور ہدایت کے یاد دلاؤں میں

وَمَا أَنَا إِلَّا عَيْثُ فَضْلِ فَاطِمَةَ

اور میں فضل کا مینہ ہوں جو برس رہا ہوں

إِذَا اسْتَنْفَرُوا الْعَدَاوَةَ بِالْكَفْرِ أَنْفَرُوا

جبوقت دشمنوں نے کفر کے ساتھ کفر سے نفرت کر لی تو بھی انکے کفر میں

وَصَرْنَا كَوَاشِشٍ عِنْدَ قَوْمٍ يَكْفُرُوا

اور ہم کافر بننے والوں کی نظر میں وحشی جانوروں کی طرح ٹھہرے

مَنْ اللَّهُ مَوْلَانَا وَلَوْ كَانَ خَنْجَرٌ

ہمارے خداوند کی طرف سے اور اگرچہ وہ تلوار ہو

فَلَا تَقَعُ ظَنَانُ لَسْتُ فِيهِ تَبَقُّرٌ

پس تو لیجئے ظن کی پیروی مت کر جس میں تجھے بغیر نہیں۔

تَمَلَّيْتُ عِنْدَ جَدَارِنَا لَوْ تَسَوَّرُ

تو میری دیوار پاس تمنا کی کہ تو دیوارِ رحمت کر کے چلا جاؤ

فَإِنِّي يَدِي عَمَّا يَجَازِيكَ تَقْصِيرٌ

تو میرا ہاتھ تجھے مزا دینے سے تامل رہے گا

سَيَرِدُ إِشْفَاقٌ وَلَوْ أَنَّكَ تُنْكَرُ

خصلتِ ہمدردی کی اگرچہ تو انکار کرے

عَلَىٰ وَلَا كَالسَّيْفِ بَلْ هِيَ ابْهَرُ

نہ تلوار کی طرح بلکہ کانٹے میں اس سے بھی زیادہ

۱۵۹

اِنَّا الْمُنْذِرُ الْعُرْيَانِ لِلَّهِ اُنْذِرْ
 ہر ایک پر منہ طور پر ڈالنا وہاں ہوا بعض خوک لے کر آتا ہوں۔
 صَبْرًا وَاِنْ تَغْرَى الْعِدَا اَوْ تَهْتَوُ
 اور ہم صبر کریں اگر تیرے دشمنوں کو ہم پر لڑائی دیا جائے ابدی کرے۔
 فَمَا هُوَ اِلَّا دُونَ مِيعَتٍ تَشْهَرُ
 تو وہ اس تلوار سے کمتر ہے جو تو کھینچ رہا ہے
 وَاَنَّا لَإِذَا نَادَىٰ بِالسَّوْعِ تَجْهَرُ
 اور تو ایذا دے کے لئے کھینچے ہوئے طور پر سنا رہا ہے
 فَسَادٌ وَكُفْرٌ وَافْتِرَاءٌ مُّجْعَلٌ
 فساد اور کفر اور افتراء جو اکٹھا کیا گیا تھا
 نُرْقِعُ ثَوْبَ الْاِفْتِرَاءِ وَنَنْشُرُ
 ہم پھرتی کپڑے پھرتی کپڑوں پر لپیٹیں گے اور پھرتی کپڑوں پر لپیٹیں گے
 وَكُلُّ خَفِيٍّ فِي الْعَوَاقِبِ يَظْهَرُ
 اور ہر ایک پوشیدہ امر انجام کار ظاہر ہو جاتا ہے
 وَلَوْ كَانَ مِنْهُمْ جَاهِلٌ لَّوْ مَزُورُ
 اگرچہ میں سے کوئی جاہل ہو اسدغ کو دہشتہ کرنا وہاں ہو
 اَقُولُ قَوْمٌ لِّسَ مَعَهُمْ تَطْهَرُ
 ایسی قوم کے اقوال جن کے ساتھ پاکیزگی نہیں
 وَمَا لَئِنْ اَرَىٰ اَهْلَ النَّهْيِ يَسْتَنْفِرُ
 اور میں عقلمند کو نہیں دیکھتا جو مجھ سے نفرت کرے

وَمَا كَانَ لِي اَنْ اَتْرَكَ الْحَقَّ خِفَافَةً
 اور میں وہ نہیں ہوں کہ جو حق کو ہلکا کر چھوڑ دوں
 وَاِنْ كُنْتُ تَزِرُ زَيْنًا فَنَبْغِي لَكَ الْمَهْدَىٰ
 اور اگر تو بھاری چیز لے کر آ رہا ہو تو ہم تیرے لئے ہڈیاں مانگیں
 وَاِنْ كُنْتُ مَنِ تَسْتَنِي فِي مَقَالَةٍ
 اور اگر تو مجھ سے کسی کلام کے بائیں رجحیدہ ہے
 فَلَا تَجْزَعَنَّ مِنْ كَلِمَةٍ قَلْتُ ضَعُفًا
 پس ایسے کلمہ سے جزع مت کر جو اس کی دھندلک ہو چکا
 اَضِيفَ الْيَمَانُ مِنْ عَمَائِدِ قَوْمِنَا
 ہمارے وطن قوم کی ایمانی سے منسوب کیا گیا
 كَاَنَّا جَعَلْنَا عَادَةَ حُلِّ لَيْلَةٍ
 گویا کہ ہم نے یہ عادت کر رکھی ہے کہ ہر ایک رات
 صَبْرًا عَلٰى اِيْذَاعِهِمْ وَغَوَاةِمِ
 ہم نے حق کی ایذا اور بگاڑ اس پر صبر کیا
 عَجِبْتُ لِاَعْدَائِي يَصُولُونَ كَلِمَةً
 مجھے دشمنوں کی تعجب آتا ہے کہ سب سیکر چل کر رہے ہیں
 وَهَلْ يَصْقِلُ الْاِيْمَانُ اَوْ يَكْشِفُ الْعَمَىٰ
 کیا ایمان کو صقل کر سکتے ہیں یا ایمانی کو دور کر سکتے ہیں
 يَهْتَرُونَ مِنِّي وَالظُّنُونُ تَعْفَنُ
 مجھ سے وہ لوگ جاگتے ہیں اور ان کے ظن مٹ گئے

وَأَوْذَيْتَ مِنْ عَجِي وَلَكِنْ كَمَثَلِهِمْ

اور میں نے اندھوں سے دکھ دکھایا مگر ان کی طرح

تیری الارض والاموال مبالغہ تمہم

تو دیکھیں گے کہ انکی انتہائی مراد زمین اور مال اور کھیتی ہے

وَتَدْرِي الْيَهُودَ وَمَا رَأَوْنِي مَا لَهُمْ

اور تو یہود کو جانتا ہے اور یہ کہ ان کا کیا حال ہوا

لَا إِلَهَ إِلَّا يَوْمِي فِي الْفَجْرِ زِيَادَةٌ

میں ہر ایک روز بیکار یوں میں زیادتی دیکھتا ہوں

ارِ كَلَّاهُمْ مَسْتَانِسِينَ بظلمة

میں نے ان کو دیکھتا ہوں کہ ظلمت کے ساتھ فانی ہو رہے ہیں

شَعَرْتُ لَهُمْ لِقَاءَ رَبِّي مَزِيَّةٌ

میں نے ان کو دیکھتا ہوں کہ باقی نہیں جبکہ میں نے ان میں

يَزِيدُ دُونَ لِقَاءِ عَفَى وَأَخْفَى وَأَبْأَثَرُ

چلتے ہیں کہ میں نے ان کو دیکھا کہ ان کا کیا حال ہے کہ ان کا

وَمَنْ كَانَ نَجْمًا كَيْفَ يَخْفَى بِرَبِّهِ

اور جو ستارہ ہو اس کی روشنی کیسے چھپ سکے

وَأَلِيَّ بِيَوْمَانِ قَوِي دَعَوْتُهُمْ

اور میں نے ایک قوی حجت کیساتھ انکو بلایا ہے

وَقَدْ جِئْتُ فِي بَدَارِ الْمُنِينِ لِيَعْلَمُوا

اور میں نے ان کو جلد ہی بلایا جو صیقل کی دیر ہے

تَعَايَ عُنَادًا مِنْ رَأْيَانِهِ يَنْظُرُ

وہ شخص بھی بدلتا ہے اندھوں کی طرح کہ وہ جو جاکھلے

وَزُرْعَادِ مِنْ اللَّهِ نَبْتُ مُشْرِ شَرُّ

اور خدا کا دین اس کوئی کلمہ ہو گیا جس کو پورے موشی کا ہیں

كَذَلِكَ فِيهِمْ سَنَةٌ لَا تَغْيِرُ

ایسی طرح اس قوم میں کی سنت ہے جو بدلتی نہیں جائے گی

يَقِلُّ صِلَاةُ النَّاسِ وَالْفَسَقُ يَكْثُرُ

صلاحت کم ہے اور فسق بڑھتا جاتا ہے

وَفَسَقُوا وَعَنْ دَارِ الْعَفَا تَقْتُوا

اور فسق کے ساتھ انوں میں اور عفت دور ہو رہے ہیں۔

لَهُمْ فِي قِلَالٍ وَلِعَتَسَايَ تَحْيَرُوا

مگر یہ اور حد سے بڑھنے میں زیادتی دیکھی۔

وَمَا هُوَ إِلَّا خَرَّ كُلُّهُمْ فِي هَطَرٍ

مگر یہ صرف ایک گتے کی تباہی ہے جو آخر ہلاک کیا جائے گا

وَمَنْ صَارَ يَدَارِ الْأَمَالَةِ يَبْهَرُ

اور جو بدہن بن گیا وہ غالب آ جائے گا۔

وَأَلِيَّ مِنَ الرَّحْمَنِ حَكْمٌ مُغْدًا مَرُ

اور میں خدا کی طرف اختلاف کا فیصلہ کرنے والا آیا ہوں

كَمَا لِي فَتَوْرِي شَمَهُمْ لَمْ يَبْصُرُوا

تاکہ وہ میرا کمال اور نور نہ دیکھیں۔ یہود نہیں دیکھتے

الآلیت شعری هل رؤا من تحسین
کاش انہیں سمجھ ہوتی کیا انہوں نے تحسین کے بعد
وان الودی من کل فی عجیبی
اور مخلوق ہر ایک راہ سے میرے پاس آ رہی ہے
و کم من صبا اثارونی بعد قہم
بہت سے بچیوں میں انہوں نے اپنی جان پر مجھ کو اختیار کر لیا
ومن حزینا عبد اللطیف فاته
اور ہمارے گروہ میں مولوی عبد اللطیف ہیں کیونکہ انہوں نے

من الکذب فی امری ذکیت تصور
میرے کام میں کچھ جھوٹ ثابت کیا پس کیونکر تصور کر لیا
ولیسعی الینا کل من کان یبصر
اور ہر ایک دیکھنے والا میری طرف دُور رہا ہے
علی النفس حتی تموت فوا ثمة دمروا
یہاں تک کہ ڈرائے گئے پھر قتل کئے گئے
لاری نور حدی منہ خلق تہکروا
اپنے صدق کا نور نہ دکھایا کہ ان کے صدق کو کیوں نہ ہو گئے

عبد اللطیف جن کا شعریں ذکر ہو آؤدہ صاحبزادہ مولوی عبد اللطیف کے نام سے موسوم ہیں اور ملک
کابل میں انکو شاہزادہ مولوی عبد اللطیف بھی کہتے ہیں۔ یہ ایک بڑے خاندان کے رئیس اور صاحب علم
و فضل و کمال تھے۔ اور پچاس ہزار کے قریب ان کے متبعین اور شاگرد اور مرید تھے۔ علم حدیث کی تحریر
اور اشاعت اس ملک میں مولوی صاحب موصوف کے ذلیع سے بہت سی ہوئی تھی۔ اور بلوچوں
اس قدر علم اور فضل اور کمال کے میں کی وجہ سے وہ ان ملکوں میں لاثانی شمار کئے جاتے تھے۔ انکا
اور فرزند تھی ان کے مزاج میں اس قدر بھی کہ گویا عجیب اور جبر کی قوت ہی ان میں پیدا نہیں ہوئی
تھی۔ درحقیقت مرزین کابل میں (جو محنت دلی اور بے مہری اور کج ارادت و غوث میں مشہور ہے)۔ ایسے
بے نفس اور متواضع اور استیلا انسان کا وجود خارق عادت امر ہے۔

غرض سعادت انی مولوی صاحب مجدد کو کشان کشان قادیان میں لے آئی۔ اور چونکہ وہ ایک
انسان مدینہ منیر اور بے نفس اور فرست محمد صلی علیہ وسلم سے پورا احمد رکھتا تھا۔ اور علم حدیث اور علم قرآن سے
ایک دم ہی طاقت ان کو نصیب تھی اور کئی مددائے عالم بھی وہ میرے بارے میں دیکھ چکے تھے
اس نے چہرہ دیکھتے ہی مجھے انہوں نے قبول کر لیا۔ اور کمال تشریح سے میرے مدعوئی مسیح و موعود ہونے پر
ایمان لائے اور جاننا شادی کی شرط پر صحبت کی۔ اور ایک ہی صحبت میں ایسے ہو گئے کہ گویا مائل اسباب
سے میری صحبت میں تھے اور نہ صرف اعتقاد بلکہ الہام الہی کا سلسلہ بھی ان پر جاری ہو گیا اور وقتاً
مصححین پر وارد ہونے لگے۔ اور ان کا دل ماسوا اللہ کے بقایا سے جتنی دھوا گیا۔ چہرہ اس جگہ سے

جَزَىٰ اللَّهُ عَنَّا ذَلِكَ الْفَتَىٰ

خدا ہم سے اس جوان کو بدلہ دے
عباد دیکھو کہ مفسدات وجود ہم
پر وہ بد ہیں کہ ان میں ہوا کی طرح ان کا وجود ہوتا ہے
اتعلم أبدًا إلا سواهم فانهم
کیا تو مجھے سوا کوئی اور لوگ ابدال جانتا، کیونکہ وہ لوگ

قَضَىٰ نَجْبَهُ لِلَّهِ فَادْكُرْ وَفَكُرْ

وہ اپنی جان بھڑکائی راہ میں دیکھا پس سوچ اور فکر کر
اذا ما اتوا فالغيث يأتى ويمطر
جب آتے ہیں پس مانتھری بارش رحمت کی آتی ہے
رموا بالمجارة فاستقاموا واجتمروا
وہ لوگ ہیں جن پر غیر طے گئے ہیں جنہوں نے استقامت
اختیار کی اور ان کی حیثیت باطنی بحال رہی

حضرت امیر محبت علیہ سے معذور ہو کر واپس اپنے وطن کی طرف گئے اور ان کے گھر پہنچنے پر امیر کابل
کے پاس بخبری کی گئی کہ وہ قادیان گئے اور بیعت کر کے آئے ہیں اور اب اعتقاد رکھتے ہیں کہ مسیح موعود
اور ہمدی موعود جو آنے والا تھا وہی ان کا مرشد ہے اس بخبری پر مصالح علی کی بلنچر مولوی صاحب
موصوف گرفتار کئے گئے اور ایک بڑا ذخیرہ ان کے پاؤں میں ڈالا گیا اور کابل کے علما نے فتویٰ دیا
کہ اگر یہ شخص توبہ نہ کرے تو واجب القتل ہے اور مرزین کابل کے مولویوں سے ان کی بحث
کرائی گئی۔ اور ہر ایک بات میں مولویوں کو انہوں نے جواب کیا۔ اور پھر یہ خدا ٹھانیا گیا کہ یہ شخص
جہاد کا بھی شکر ہے۔ اور یہ اعتراض صحیح تھا۔ کیونکہ میری تعلیم یہی ہے کہ یہ وقت قیام چلانے کا
وقت نہیں ہے بلکہ اس زمانہ میں ہر ذرہ تقریر و دل دلائل ماحضہ اور دلچسپ باہرہ اور دعاؤں
کے ساتھ جہاد کرنا چاہیے۔ غرض اس آخری اعتراض میں مولوی صاحب موصوف لازم ٹھہر گئے
امیر کابل نے کئی مرتبہ فہمائش کی کہ آپ حضرت اس شخص کی بیعت سے دست بردار ہو جائیں جو
سیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور مسئلہ جہاد بالسیف کا مخالف ہے۔ تو پھر آپ
بریں میں بلکہ آپ کی عزت اور عظمت اور بھیجی کی جائے گی۔ مگر مولوی صاحب نے قبول نہ کیا
اور کہا کہ میں نے آج ایمان کو اپنی جان پر مقدم کر لیا ہے اور میں جانتا ہوں کہ جس کی حق نے
بیعت کی ہے وہ سچا ہے اور روئے زمین پر اس جیسا دوسرا نہیں۔ اور پھر جب ان کی
توبہ سے نوید ی بری ہوئی تو بڑی بے رحمی سے سٹکا دئے گئے۔ دیکھئے وہ بے مائن کرشمہ
کہ آج تک ان کی قبر میں سے مشک کی خوشبو آتی ہے۔ رحمہ اللہ و ادخلہ
فی جنتہ۔ جب وہ پکڑے گئے تو کہا گیا کہ اوہ دلدی ہوئی سے فطانت کر لو۔ فرمایا کہ مجھے کچھ فطانت
نہیں۔ ان کے بارے میں خاص ایک رسالہ چھپ چکا ہے۔ رضی اللہ عنہ۔

عَلَى صَادِقٍ قَامَسَ مِنَ الظُّلُمِ وَالْإِثْمِ

صادق پر ظلم اور ایذا کا تبریل مل رہا ہے

عَلَى مَوْتِ عِيسَى صَارَ قَوْمِي كَحَيَّةٍ

عیسٰی کی موت پر میری قوم سانپ کی طرح ہو گئی

تَوَفَّى عِيسَى ثُمَّ بَعْدَ وَفَاتِهِ

جیسے مر گیا اور بعد اس کے

وَلَوْ أَنَّ إِنْسَانًا يَطِيرُ إِلَى السَّمَاءِ

اور اگر کوئی انسان آسمان کی طرف پرواز کر سکتا ہے

اتَّكَرَّ قَوْلُ اللَّهِ قَوْلًا مَصْحُومًا

کیا خدا کے قول کو تو ترک کرتا ہے

خَذَعُ ذِكْرُ أَخْبَارِ تَخَالَفَ قَوْلِهِ

پس ان اخبار کا ذکر چھوڑ دے جو اس کے قول کے مخالف ہیں

وَرَجَّعَ عَنْكَ كِبْرًا مَهْلِكًا وَاتَّقِ الرَّدَى

اور تکبر ہٹا کر مرنے والے کو چھوڑ دے۔

اتَّصِبْ كَالْخَفَاشِ أَعْمَى وَمَا تَرَى

کیا تو صبح کو تو کی طرح اندھا ہو جاتا ہے

لِذَا مَا وَجَدْتَ الْحَقَّ بَعْدَ ضَلَالَةٍ

جب تو نے گمراہی کے بعد حق پا لیا

وَلَا تَبِغْ حَقَرَاتِ النُّفُوسِ وَتَهْتَكُمْ

اور غریزہ انسانوں کی ہمت اور ہر گھرت کا غواہان

فَلَيْفَ كَذِبٌ مِنْ يَدِ اللَّهِ يَسْتَرُ

پس کیونکر چھوٹا خدا کے ہاتھ سے چھپ جائے گا

وَكَمِنْ مَنِ سَمِعَ مِنْ خُرُوجِهَا وَظَهَرُوا

اور بہت سی نہریں نکلیں اور ظاہر کیں۔

عَرَا السُّوْتُ عَقْلَ جَمَاعَةٍ مَا تَفَكَّرُوا

اس جماعت کی عقل پر تو آگئی بیہوشی نے فکر نہیں کیا

لَكَانَ رَمَلٌ لِلَّهِ أَوَّلَى وَأَجْدَرُ

تو میں یا کھینے والا رسول اللہ میرے لیے زیادہ لائق تھے

وَأَنَّ كِتَابَ اللَّهِ أَهْدَى وَأَنُورُ

اور خدا کا کلام بہت ہدایت دینے والا اور بہت روشن ہے

وَأَيُّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُسْتَأْثَرُ

اور کوئی حدیث خدا کا کلام چھوڑ کر اختیار کرے لائق ہے

وَأَنَّ تَقَاةَ الْمَرْءِ تَنْجِي وَتَشْمُرُ

بے تحقیق انسان کی تقویٰ نجات دیتی اور پل لگاتی ہے۔

وَأَمَّا لَيْلُ اللَّيْلِ الْبَهِيمِ فَتَبْصُرُ

اور اندھیری رات میں دیکھنے لگتا ہے

فَمَا الْبِرُّ إِلَّا تَرَكُ مَا كُنْتَ تَوَثِّرُ

تو کیا ایسی چیز جو کچھ پہلے تو نے اختیار رکھا تھا وہ چھوڑ

وَهَلْ أَنْتَ إِلَّا دُودَةٌ يَا مَرْزُورُ

اور تو کیا چیز ہے مروت ایک کڑے سے صغیر فہمہ کیڑا

وَلَوْ أَنَّ قَوْمِي آنَسُونِي لَفَلَحُوا
اور اگر میری قوم مجھے دیکھ لیتی تو نجات پالیتی
وَلَكِنْ قُلُوبٌ بِالْهُدَى تَشَابَهَتْ
مگر بعض دل یہودیوں کی طرح ہو گئے
فَعِزَّتْ لَهُمْ عِيسَىٰ إِذْ مَا تَهَوُّدُوا
پر جب وہ یہودی بن گئے تو عیسیٰ بن گیا
وَقَدْ تَقَرَّوْا عِدِّيَّتَنَا فِي حَدِيثِهِ
اور تحقیق ہمارے دشمنیہ کے کام وہ جو حدیث میں پورا ہو گیا
أَبْلَوْا عَوَامِ النَّاسِ مِنْ مَّتَمَّنَّقِ
باتوں کے ذہرے لوگوں کو چاک کر دیا
يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ خِيَاْفَةً
کہہتے ہیں جو کرتے نہیں اور روحانیت کے
أَلَا سُرْتُ قَوَالِي يَسِيرًا قَوْلَهُ
کئی بہت باتیں کہہ چکے ہیں کہ انکی باتیں مجھے بھی معلوم ہو گئی
تَرَى الْعَيْنَ مَا هُوَ ظَاهِرٌ غَيْرَ كَاتِمٍ
آنکھ صرف اس کو دیکھتی ہے جو ظاہر ہے پوشیدہ نہیں
وَفِيهِمْ دَانٌ قَبِيلٌ اهْتَدَىٰ بِمَا غَوَايَةِ
اور ان میں اگرچہ وہ ہیں کہ ہم ہدایت پائے ایک گمراہی
أَنَامُوا ضَاعُوا دِينَهُمْ مِنْ رَعُونَةِ
اے لوگ میں کہ انہوں نے کبر سے دین کو ضائع کیا

مَنْ الذَّلَّ فِي الْهَيْكَلِ فِي الْيَتِيمِ عَزَّرُوا
دنیا کی ذلت سے اور آخرت میں عزت دی جاتی
وَهَذَا هُوَ النَّبَأُ الَّذِي جَاءَ فَادَّكَرُوا
اسی وہی خبر ہے جو آچکی ہے۔ پس یاد کر دو۔
وَهَذَا الْكُفَىٰ مَتَىٰ لِقَوْمٍ تَفَكَّرُوا
اور اس قدر بیان میری طرف کا ہی نہیں کیے جو بعض میں
إِذَا جَاءَ هَمُّهُمْ مِنْهُمْ إِمَامٌ يُدَارِكُهُ
جبکہ مسلمانوں میں نہیں ہے یہ کلام آیا جو نصرت کر اور اور
وَجَاءُوا بِهِ تَانِ عَلَيْنَا وَزُورُوا
اور ہم پر بہتان لگائے اور جھوٹ بولا
يَخْلَفُ فِي الْحَالَاتِ بَيْتٌ وَمَنْبَرٌ
حالات کی دو سے ان کے گھر اور منبریں بڑا فرق ہے
وَلَوْ تَنْظُرُونَ الْوَجْهَ سَأَلَكَ مَنْظَرُ
مگر میں انکا منہ دیکھ گیا تو تجھے وہ برا معلوم ہو گا
وَمَا تَنْظُرُ الْعَيْنَانِ مَا هُوَ يُسْتَرُ
اور پوشیدہ چیز کو آنکھیں دیکھ نہیں سکتیں۔
وَكَيْفَ يَنْمُو الضَّلَالُ وَيَتَمَرُّ
اور کتنے جیسے کہ مائے گمراہی نشوونما پاتی اور پھل دیتی ہے
وَأَهْوَأَ دُنْيَاهُمْ عَلَى الدِّينِ أَثَرُوا
اور دنیا کی خواہشوں کو دین پر اختیار کر لیا

تَالَمْ قَلْبِي مِنْ أَعْمَیِّ وَجْهَهُمْ
 اُن کی جان کی آمد صیوگ میرا دل حدناک ہو گیا
 لَهُمْ سَلَفٌ قَدْ أَخْطَا وَخَفِيَ سَانَهُمْ
 ان کے ایسے بزرگ ہیں جنہوں نے اپنے بیان میں خطا کی
 هُمْ مَنَا بَغِيْرُ ثَمَرٍ قَدْ نَجَفَاءُ هُمْ
 ہم نے نیکی کا ثمر کیا مگر ان سے ہم دیکھا
 وَجَدْنَا الْإِغَاثِي الْمَبِيدَةَ دُونَهُمْ
 ہم نے ہاک کر دیوے سانپ اُن کم درجہ پر دیکھے
 وَمَا نَحْنُ إِلَّا كَالْفَتِيلِ مَذَلَّةُ
 اور ہم ایک ریشہ خراب کی طرح ان کی نظر میں ہیں
 فَتَشْكُوا إِلَى اللَّهِ الْقَدِيْرُ تَضَرَّعًا
 پس ہم خدا کا نام کی طرف تضرع کے ساتھ کھڑے ہوئے
 وَحَيَّ كُلٌّ مِنْ عِلَیِّ الْجِیْهِ سَهَامَهُ
 ہر ایک دشمن نے میری طرف اپنے تیرچوئے
 حَسْبُنْ دِفَاةَ الْقَوْمِ فِي شَتِّ كَرَالِہٖ
 ایک حسین وہ تھا جس کو دشمنوں نے کہا ہیں توں کیا
 إِيَارَ اشْقَى قَدْ كُنْتَ تَمْدَحُ مَنْطِقِہٖ
 اے میرے تیرے حلاوت دے ایک نام نہ تھا جو تیری بات کی تیرے حلاوت
 وَدَلَّاهُ ذَرْبَ حَسْبِ قَدْ ظَلَّتْ مَخْلَصًا
 اور تو نے کیا خوب میری کتاب برائیں احمدیہ کا

فَخَالِ الصَّدْرُ حُرًّا وَفَالْقَلْبُ خَفِیْرًا
 پس سینہ میں ایک عودش اور دل میں تو ادھے
 فَهَمُّ أَتْرَوْا آثَارَهُمْ وَتَخَيَّرُوا
 پس انہوں نے ان کے آثار کو اختیار کر لیا
 وَجِئْنَا بَعْدَ لَيْثٍ لِّلْظَلَمِ شَمَّرُوا
 اور ہم بدل کے آئے اور انہوں نے ظلم کرنا شروع کیا
 وَلَا مَثَلَهُمْ شَرُّ الْعُقَارِبِ تَابِرُ
 اور نہ ان کی طرح بدترین عقاربیش زنی کرتا ہے
 بِأَعْيُنِهِمْ بِلِ مَنَّهُ اِدْنِي وَاحْقَرُ
 بلکہ اس سے بھی زیادہ حقیر اور ذلیل
 وَمَنْ مَثَلُهُ عِنْدَ الْمَصَافِي يَنْصَرُّ
 اور اس کی طرح کون مصیبتوں کے وقت مدد کرتا ہے
 فَاصْبَحْتَ أَمْشِي كَالْوَجِيدِ وَالْكَفَرُ
 پس میں اکیلا رہ گیا اور کا فر قرار دیا گیا
 وَكَلِمَتِي ظَلَمًا حَسْبِیْنَ اٰخَرُ
 اور ایک وہ حسین جس نے مجھ کو بعض ظلم سے مجبور کیا
 وَتَلَّحْنِي عَلَى بِالْفَاوِ وَتَوَقَّرُ
 اور مجھ کے ساتھ میری تعزین کرتا تھا اور میری عزت کرتا تھا
 كَتَابِي وَمَوْتٌ لِّكُلِّ ضَالٍّ مُخْفَرُ
 انھیں دیو لکھا تھا اور ہر ایک کو گمراہ کیلئے ہوا گیا تھا

وانت الذی قد اقال فی تقریظہ

اور تو ہی ہے جس نے اپنے دیوبند میں لکھا تھا کہ

عرفت مقامی ثم انکرت مذبرا

تو نے میرے مقام کو شناخت کیا پھر منکر ہو گیا

کمثاک مع علم بحالی - وفطنہ

تیرے جیسا آدمی میرے حال سے واقف اور دان

تطعت و دادا قد غرسناہ فی الصبا

تو نے اس بددی کو کاٹا دیا جس کا دھم ایک کدلی میں لگایا تھا

کمثل المؤلف لیس فینا غصنا

اس مؤلف کا طع ہم میں کوئی بھی دین کا راہ میں شریعتیں

فما الجہل بعد العلم ان کننت تشعرا

پس یہ کیسا جہل، جو علم کے بعد بددعا و تشعرا میں آیا

عجبت لہ یبغی الہدی ثم یا طر

تعجب ہے کہ وہ ہدایت پا کر گھبراہ راست چھوڑے

ولیس فولادی فی الوداد یقتصر

مگر میرے دل نے دوستی میں کوئی کوتاہی نہیں کی

علی غیو شی وقلت ما قلت عجلا

کسی بات پر تو نے نہیں کہا جو کچھ کہا جلدی سے

وواللہ اتی صادق لا ازور

اور بخدا میں سچا ہوں میں نے جھوٹ نہیں بولا

پیر مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب نے حال اشاعت السنہ میں چچاں اس بات کا میری نصیحت، تفرکیا ہے کہ میں اس نام
میں دین کا حمایت میں متغیر ہوں اور میں اسلام کی راہ میں خدا ہوں اور خدا کی راہ میں ایک بے بدل شجاع ہوں۔ مانتہ ہی
اپنی نصیحت پر بھی اقرار کر رہا ہے کہ مجھ سے زیادہ اس شخص کے اندر دینی حلاوت کا کوئی بھی واقف نہیں۔ ص ۳۳۵

مولوی سید محمد عبدالواحد صاحب کے بعض شبہات کا ازالہ *

۱۶۸

قولہ۔ آیت کریمہ مَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ میں یہ شبہ باقی ہے کہ مَا صَلَبُوهُ کے اگر
یہ معنی ہیں کہ صلیب کے ذریعہ سے پھونسنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہلاک نہیں کیا تھا تو اس تقدیر میں
مَا قَتَلُوهُ کا لفظ جو اس پر مقدم ہے محض بیکار ہو جاتا ہے۔ اور اگر یہ کہا جاوے کہ مَا قَتَلُوهُ کے لفظ کو
اس نے بڑھایا گیا ہے تاکہ دلالت کرے اس بات پر کہ بہ نیت قتل ہائیں انکی نہیں توڑی گئیں تھیں
تو بر تقدیر تسلیم اس بات کے بھی لفظ مَا قَتَلُوهُ کا بعد لفظ مَا صَلَبُوهُ کے واقع ہونا چاہیئے تھا کیونکہ
ہائیں بعد صلیب سے اتارے جانے کے توڑی جاتی ہیں۔ پس وجہ تفہیم مَا قَتَلُوهُ کی اور مَا صَلَبُو
کے کیا ہے؟ ارشاد فرمادیں۔

اقول۔ یاد رہے کہ قرآن شریف کی یہ آیتیں ہر جن میں مذکورہ بالا ذکر ہے۔ وَقَوْلِهِمْ
لَمَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ
وَالَّذِينَ اختلفوا فيه لَفِي شَكٍّ مِنْهُ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اَتْبَاعُ الظَّنِّ
وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا۔ بل مرقعہ اللہ الیہ ؑ وکان اللہ عزیزاً حکیمًا۔ انجوز سورۃ النساء۔
ترجمہ۔ اور ان کا (یعنی یہود کا) یہ کہنا کہ ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ کو قتل کر دیا ہے۔ حالانکہ
نہ انہوں نے اس کو قتل کیا اور نہ صلیب دی بلکہ یہ امر ان پر مشتبہ ہو گیا۔ اور جو لوگ عیسیٰ کے
بارے میں اختلاف رکھتے ہیں (یعنی عیسائی کہتے ہیں کہ عیسیٰ زندہ آسمان پر اٹھایا اور یہودی کہتے
ہیں کہ ہم نے اس کو ہلاک کر دیا) یہ دونوں گروہ محض شک میں پڑے ہوئے ہیں حقیقت حال کی

* یہ مولوی صاحب مقام برہن پور ضلع ٹبرالک بنگالہ میں مدرس سکول دہلی میں تھے۔

۱۹۹

ان کو کچھ بھی خبر نہیں اور صحیح علم ان کو حاصل نہیں بعض اٹکوں کی بیرونی کتب میں یعنی نہ عیسیٰؑ کا پیر
 گیا جیسا کہ عیسائیوں کا خیال ہے۔ اور نہ یہودیوں کے ہاتھ سے ہلاک کیا گیا جیسا کہ یہودیوں کا
 گمان ہے بلکہ صحیح بات ایک تیسری بات ہے کہ وہ مخفی پا کر ایک دوسرے ملک میں چلا گیا
 اور خود یہودی یقین نہیں رکھتے کہ انہوں نے اس کو قتل کر دیا۔ بلکہ خدا نے اس کو اپنی طرف
 اٹھا لیا اور خدا غالب اور حکمتوں والا ہے۔*

اب ظاہر ہے کہ ان آیات کے سر پر یہ قول یہودیوں کی طرف سے منقول ہے کہ انا قتلنا
 المسیح عیسیٰ ابن مریم یعنی ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریم کو قتل کیا۔ مگر جس قول کو خدا تعالیٰ
 نے یہودیوں کی طرف سے بیان فرمایا ہے مندرجہ تھا کہ پہلے اسی کو رد کیا جاتا اسی درجہ خدا تعالیٰ
 نے قتلوائے لفظ کو صلبوائے لفظ پر مقدم بیان کیا۔ کیونکہ جو دعویٰ اس مقام میں یہودیوں کی
 طرف سے بیان کیا گیا ہے وہ تو یہی ہے کہ انا قتلنا المسیح عیسیٰ ابن مریم۔

پھر بعد اس کے یہ بھی معلوم ہو کہ حضرت عیسیٰؑ کے ہلاک کرنے کے بارے میں کہ کس طرح
 انکو ہلاک کیا یہودیوں کے مذہب قدیم سے دو ہیں۔ ایک فرقہ تو کہتا ہے کہ توار کے ساتھ
 پہلے ان کو قتل کیا گیا تھا پھر ان کی لاش کو لوگوں کی عبرت کے لئے صلیب پر یا درخت پر
 لٹکایا گیا۔ اور دوسرا فرقہ یہ کہتا ہے کہ ان کو صلیب دیا گیا تھا اور پھر صلیب ان کو قتل
 کیا گیا۔ اور یہ دونوں فرقے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں موجود تھے اور اب بھی
 موجود ہیں۔ پس چونکہ ہلاک کرنے کے مسائل میں یہودیوں کو اختلاف تھا۔ بعض ان کی ہلاکت
 کا ذریعہ اولیٰ قتل قرار دے کر پھر صلیب کے قائل تھے اور بعض صلیب کو قتل پر مقدم

* یہودیوں کا یہ کہنا کہ ہم نے عیسیٰ کو قتل کر دیا اس قول میں یہودیوں کا مطلب یہ تھا کہ عیسیٰ کا مومنوں
 کی طرح خدا تعالیٰ کی طرف رخ نہیں ہوا کیونکہ تورات میں لکھا ہے کہ جو بڑا پیغمبر قتل کیا جاتا ہے۔ پھر
 اسکا جواب دیا، کہ عیسیٰ قتل نہیں ہوا بلکہ ایسا مذہبوں کی طرح خدا تعالیٰ کی طرف سے ارفع ہوا۔ منہ

سمجھتے تھے اس لئے خدا تعالیٰ نے چاہا کہ دونوں فرقوں کا رد کر دے۔ مگر چونکہ جس فرقہ کی تحریک سے یہ آیات نازل ہوئی ہیں وہ فری ہیں جو قبل از صلیب قتل کا عقیدہ رکھتے تھے اس لئے قتل کے گمان کا ازالہ پہلے کر دیا گیا اور صلیب کے خیال کا ازالہ بعد میں۔

افسوس کہ یہ شبہات دلوں میں اسی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں کہ عموماً اکثر مسلمانوں کو نہ یہودیوں کے فرقوں اور ان کے عقیدہ سے پوری واقفیت ہے اور نہ عیسائیوں کے عقیدوں کی پوری اطلاع ہے۔ لہذا میں مناسب دیکھتا ہوں کہ ابجگہ میں یہودیوں کی ایک پرانی کتاب میں سے جو قریباً انیس سو برس کی تاریخ ہے اور ابجگہ ہمارے پاس موجود ہے انکے اس عقیدہ کی نسبت جو مسیح کے قتل کرنے کے بارے میں ایک فرقہ انکا رکھتا ہے بیان کر دوں۔

ادبیاد رہے کہ اس کتاب کا نام تولیڈوٹیشو ہے جو ایک قدیم زمانہ کی ایک عبرانی کتاب مصنفہ بعض علماء یہود ہے۔ چنانچہ اس کتاب کے صفحہ ۳۱ میں لکھا ہے۔ "پھر وہ (یعنی یہودی لوگ) یسوع کو باہر نزار کے میدان میں لے گئے اور اس کو سنسار کر کے مار ڈالا اور جب وہ مر گیا تب اس کو کاٹھ پر لٹکا دیا تاکہ اس کی لاش کو جانور کھائیں اور اس طرح مردہ کی ذلت ہو۔" اس قول کی تائید انجیل کے اس قول سے بھی ہوتی ہے جہاں لکھا ہے کہ یسوع جسے تم نے قتل کر کے کاٹھ پر لٹکایا۔" دیکھو اعمال باب ۵ آیت ۳۰۔

یہودی داخل جواب تک موجود ہیں اور عیسائی اور کلیسہ میں بھی پائے جاتے ہیں عیسائیوں کے اس قول پر کہ حضرت عیسیٰ مسلمان پر چلے گئے بڑا ٹھٹھا اور ہنسی کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ لوگ کیسے خدا میں جنوں نے اصل بات کو سمجھا نہیں۔ کیونکہ قدیم یہودیوں کا تو یہ دعویٰ تھا کہ جو شخص صلیب دیا جائے وہ بے حیا ہوتا ہے اور اس کی روح آسمان پر اٹھاتی نہیں جاتی۔ اس دعویٰ کے رد کرنے کے لئے عیسائیوں نے یہ بات بنائی کہ گویا حضرت عیسیٰ مع جسم آسمان پر چلے گئے نہیں تا وہ داغ جو مصلوب ہونے سے حضرت عیسیٰ پر لگتا تھا وہ دور کر دیں۔ مگر اس مضبوطی میں

انجیل کے اس فقرہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ پہلے قتل کیا پھر کاٹھ پر لٹکایا۔ اور یاد رہے کہ جیسا کہ پادریوں کی عادت ہے انجیلوں کے بعض اردو ترجمہ میں اس فقرہ کو بدلا کر لکھ دیا گیا ہے مگر انگریزی انجیلوں میں اب تک وہی فقرہ ہے جو ابھی ہم نے نقل کیا ہے۔ بہر حال یہ ثابت شدہ امر ہے کہ یہودیوں کے حضرت عیسیٰ کے ہلاک کرنے کے بارے میں دو مذہب ہیں۔

انہوں نے نہایت ذہنی ظہر کی کیونکہ یہودیوں کا تو یہ عقیدہ نہیں کہ جو شخص مع جسم آسمان پر نہ جائے وہ بے دین اور کافر ہوتا ہے اور اس کی نجات نہیں ہوتی۔ کیونکہ بموجب عقیدہ یہودیوں کے حضرت موسیٰ بھی مع جسم آسمان پر نہیں گئے۔ یہودیوں کی محنت تو یہ تھی کہ بموجب حکم قدرت کے جو شخص کاٹھ پر لٹکایا جائے اس کی رُوح آسمان پر اٹھائی نہیں جاتی کیونکہ صلیب جو ائمہ جیشہ لوگوں کے ہلاک کرنے کا آلہ ہے پس خدا اس سے پاک تر ہے کہ ایک مطہر اور استیلاہ یوں کو صلیب کے ذریعہ سے ہلاک کرے سو قدرت میں یہی حکم لکھ دیا گیا کہ جو شخص صلیب کے ذریعہ سے مارا جائے وہ مومن نہیں اور اس کی رُوح خدا تعالیٰ کی طرف اٹھائی نہیں جاتی یعنی رفیع الی اللہ نہیں ہوتا اور جبکہ مسیح صلیب کے ذریعہ سے ہلاک ہو گیا تو اس سے نفوذ بائبل بقول یہود ثابت ہو گیا کہ وہ ایمان دار نہ تھا۔ اور اس کی رُوح خدا تعالیٰ کی طرف اٹھائی نہیں گئی۔ پس اس کے مقابل پر یہ کہنا کہ مسیح مع جسم آسمان پر چلا گیا یہ حماقت ہے اور ایسے یہودہ جو اب یہودیوں کا اعتراف بدستور قائم رہتا ہے۔ کیونکہ ان کا اعتراف رفیع روحانی کے متعلق ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف رفیع ہو نہ رفیع جسمانی کے متعلق جو آسمان کی طرف ہو۔ اور قرآن شریف جو اختلاف نصاریٰ اور یہود کا فیصلہ کرنے والا ہے اس نے اپنے فیصلہ میں یہی فرمایا کہ بل دفعہ اللہ الیہ یعنی خدا نے عیسیٰ کو اپنی طرف اٹھایا۔ اور ظاہر ہے کہ خدا کی طرف رُوح اٹھائی جاتی ہے نہ جسم۔ خدا نے یہ تو نہیں فرمایا کہ بل دفعہ اللہ الی السماء بلکہ فرمایا کہ بل دفعہ اللہ الیہ اور اس مقام میں خدا تعالیٰ کا صرف یہ کام تھا جو یہودیوں کا اعتراف

تفصیل
میں
آسمان
پر
چلا
گیا

جن میں سے ایک یہ ہے کہ اہل قتل کیا اور پھر صلیب دی۔ پس اس مذہب کا بھی رد کرنا ضروری تھا۔ اور ایسے خیال کے لوگوں کا پہلی آیت میں ذکر بھی ہے۔ یعنی اس آیت میں کہ انا قتلنا المسیح عیسیٰ ابن مریم۔ پس جبکہ دعویٰ یہ تھا کہ ہم نے عیسیٰ کو قتل کیا تو ضرور تھا کہ پہلے اسی دعویٰ کو رد کیا جاتا۔ لیکن خدا تعالیٰ نے رد کو مکمل کرنے کے لئے دوسرے فرقہ کا بھی اس جگہ رد کر دیا جو کہتے تھے کہ ہم نے پہلے صلیب دی۔ پس اس کے رد کے لئے

دور کرتا جو دفع روحانی کے انکار میں ہے اور نیز مسیحیوں کی غلطی کو دور فرماتا۔ پس خدا تعالیٰ نے ایک ایسا جامع لفظ فرمایا جس سے دونوں فرقہ کی غلطی کو ثابت کر دیا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کا یہ قول کہ بل رخصتہ اللہ الیہ۔ صرف یہی ثابت نہیں کرتا کہ مسیح کا رفع روحانی خدا تعالیٰ کی طرف ہو گیا

اگر خدا تعالیٰ کی ان آیات میں یعنی بل رخصتہ اللہ الیہ میں صرف یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مع جسم معصومی دوسرے یا چوتھے آسمان پر پہنچائے گئے تھے تو میں کوئی بتلائے کہ یہودوں کے اس اعتراض کا کون کون کی آیات میں جواب ہے جو وہ کہتے ہیں کہ مومنوں کی طرح حضرت عیسیٰ کا رفع روحانی خدا تعالیٰ کی طرف نہیں ہوا۔ یہ تو نفوذ باللہ قرآن شریف کی ہتک ہے کہ اعتراض تو یہودوں کا کوئی اور تھا اور جواب کوئی اور دیا گیا۔ گویا خدا تعالیٰ نے یہودوں کا خشاہش نہیں سمجھا۔ یہودی تو اس بارے میں حضرت عیسیٰ سے کوئی خصوصیت کا معجزہ نہیں چاہتے تھے۔ ان کا تو یہی اعتراض تھا کہ عام مومنوں کی طرح ان کا رفع نہیں ہوا۔ ادا ان کا جواب تو صرف ان الفاظ سے دینا چاہیے تھا کہ ان کا رفع خدا تعالیٰ کی طرف ہو گیا ہے۔ پس اگر ممدوحہ بالا آیت کا یہ مطلب نہیں ہے بلکہ آسمان پر بٹھانے کا مطلب ہے تو یہ تو یہودوں کے اعتراض کا جواب نہیں ہے۔ قرآن شریف کی نسبت یہ خیال کہ مومن اگر اور جواب دیکر ایسا خیال تو کفر تک پہنچ جاتا ہے جبکہ قرآن شریف کا یہ بھی منصب ہے کہ یہود کی ان غلط تہمتوں کو دور کرے جو حضرت عیسیٰ پر انہوں نے لگائی تھیں تو منجملہ ان تہمتوں کے یہ بھی یہود کی ایک تہمت تھی کہ وہ حضرت عیسیٰ کے رفع روحانی کے منکر تھے اور اس طور سے نفوذ باللہ ان کو کافر ٹھہرتے تھے پس قرآن شریف کا فرض تھا کہ اس تہمت سے ان کو بری کرنا۔ مومن اگر ان آیتوں میں اس نے حضرت عیسیٰ کو اس تہمت سے بری نہیں کیا تو قرآن شریف میں کوئی ایسی آیتیں پیش کرنی چاہئیں جن میں اس نے اس تہمت سے حضرت عیسیٰ کو بری کر دیا ہے۔ نہ

ماصلیہ فرمایا۔ اور بعد اس کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَکِنَّ شَبَّهَ لَهُمْ وَاقِ الذِّنِّ
اِخْتَلَفُوا خِیْلَهُ لَعْنِ شَاطِئِ مِنْهُ مَا لِهَرْدِهِ مِنْ حَلِیمٍ اِلَّا اِتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوهُ
بِقِیَمَتَا تَرْجَمَہُ یعنی عیسیٰ نہ قتل کیا گیا اور نہ صلیب دیا گیا بلکہ ان لوگوں پر حقیقت حال
مشتبہ کی گئی۔ اور یہود اور نصاریٰ جو مسیح کے قتل یا دفعِ روحانی میں اختلاف رکھتے ہیں بعض
شک میں مبتلا ہیں۔ ان میں کسی کو بھی علم صحیح حاصل نہیں بعض ظنون اور شکوک میں گرفتار ہیں اور

اور وہ مومن ہے بلکہ یہ بھی ثابت کرتا ہے کہ آسمان کی طرف اس کا رفع نہیں ہوا کیونکہ خدا تعالیٰ
جو جہنم اور جہات اور احتیاج مکان سے پاک ہے اس کی طرف دفع ہونا صاف بتلا رہا ہے کہ
وہ جسمانی دفع نہیں بلکہ میں طرح اور تمام مومنوں کی مد میں اس کی طرف جاتی ہیں۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ
علیہ السلام کی روح بھی اُس کی طرف گئی۔ ہر ایک ذی علم جانتا ہے کہ قرآن شریف اور احادیث کی
ثابت ہے کہ جب مومن فوت ہوتا ہے۔ اس کی روح خدا کی طرف جاتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا
ہے۔ یَاٰیَتُهَا النَّفْسُ الْمطمئِنَّۃُ اِرجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیۃً۔ فَاَدْخِلِیْ
فِیْ عِبَادِیْ وَاَدْخِلِیْ جَنَّۃً۔ یعنی اے روح مطمئن یا خد اپنے رب کی طرف واپس چلی آ
وہ تجھ سے راضی اور تو اُس سے راضی۔ اور میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میرے بہشت میں داخل
ہو جا۔ اور یہی یہودیوں کا عقیدہ تھا کہ مومن کی روح کا دفع خدا تعالیٰ کی طرف ہوتا ہے اور
بے دین اور کافر کا دفع خدا تعالیٰ کی طرف نہیں ہوتا اور وہ نفوذ باللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کافر
اور بے دین سمجھتے تھے کہ اس شخص نے خدا پر افراد کیا ہے اور یہ سچا نبی نہیں ہے۔ اور اگر سچا ہوتا
تو اُس کے آنے سے پہلے الیاس نبی دوبارہ دنیا میں آتا۔ اسی لئے وہ لوگ یہی عقیدہ رکھتے
تھے اور اب تک رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کی روح مومنوں کی طرح خدا تعالیٰ کی طرف نہیں
گئی بلکہ نفوذ باللہ شیطان کی طرف گئی۔ اور خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں یہود کو جھوٹا
ٹھہرایا اور ساتھیوں کی طرح وہی روح قرار دیا۔ یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بڑے بڑے

وہ خود یقین نہیں رکھتے کہ مسیح عیسیٰ کو قتل کر دیا گیا تھا۔ اور یہی وجہ ہے کہ عیسائیوں میں بعض فرقے اس بات کے قائل ہیں کہ مسیح کی آمد ثانی ایسا نبی کی طرح بمذی طور پر ہے یعنی یہ عقیدہ بالکل غلط ہے کہ مسیح زندہ آسمان پر بیٹھا ہے بلکہ درحقیقت وہ فوت ہو چکا ہے اور یہ جو وعدہ ہے کہ آخری زمانہ میں مسیح دوبارہ آئیگا اس آمد ثانی سے مراد ایک ایسے آدمی کا آنا ہے کہ جو عیسیٰ مسیح کی خواہر خلیق پر ہوگا نہ یہ کہ عیسیٰ خود آجائیگا۔ چنانچہ کتاب نیولائف آف جیزس جلد اول صفحہ ۴۱ معتقدہ ڈی ایٹ مٹراس میں اس کے متعلق ایک عبارت ہے جس کو میں اپنی کتاب تحفہ گولڈوین کے صفحہ ۱۲۷ میں درج کر چکا ہوں اور اس جگہ اس کے ترجمہ پر کفایت کی جاتی ہے۔ اور وہ یہ ہے:-

اگرچہ صلیب کے وقت ہاتھ اور پاؤں دونوں پر میخیں ماری جائیں۔ پھر بھی بہت تھوڑا خون انسان کے بدن سے نکلتا ہے۔ اس واسطے صلیب پر لوگ ذقہ ذقہ اعضاء پر زرد پڑنے کے سبب تشنگی میں گرفتار ہو کر مرتے ہیں یا بھوک سے مرتے ہیں۔ پس اگر فرض بھی کر لیا جاوے کہ قریب چھ گھنٹہ صلیب پر رہنے کے بعد یسوع جب اتار لیا تو وہ مرا ہوا تھا۔ تب بھی نہایت ہی اعلیٰ بات یہ کہ وہ صرف ایک موت کی سی بیہوشی تھی۔ اور جب شغافینے دلی مرہیں اور

۱۴۲

۱۴۳

انفراو کئے ہیں۔ ایک جگہ طالمود میں جو یہودیوں کی حدیثوں کی کتاب ہے لکھا ہے کہ یسوع کی وکس کو جب دفن کیا گیا تو ایک باغبان جس کا نام یہودا اسکریوٹی تھا لاش کو قبر سے نکال کر ایک جگہ پانی کے روکنے کے واسطے بطور بندھ کے رکھ دیا۔ یسوع کے شاگرد حنن نے جب قبر کو خالی پایا تو شور مچا دیا کہ وہ مع جسم آسمان پر چلا گیا۔ تب وہ لاش ملکہ ہیلینیا کے دربار میں کو دکھائی گئی اور یسوع کے شاگرد سخت شرمندہ ہوئے (لختہ اللہ علی الکاذبین) دیکھو جیوٹس انسائیکلو پیڈیا صفحہ ۷۶ جلد نمبر ۷۔ یہ انسائیکلو پیڈیا یہودیوں کی ہے۔ منہ

۱۴۴

ہنایت خوشبودار دایاں لکڑے غار کی ٹھنڈی جگہ میں رکھا گیا تو اُس کی یہوشی
تدہر ہوئی۔ اس دعویٰ کی دلیل میں عموماً یوسفس کا واقعہ پیش کیا جاتا ہے جہاں
یوسفس نے لکھا ہے کہ میں ایک دفعہ ایک فوجی کام سے واپس آ رہا تھا۔ تو
راستہ میں میں نے دیکھا کہ ایک یہودی قیدی صلیب پر لٹکے ہوئے ہیں ان میں سے
میں نے پہچانا کہ تین میرے واقف تھے۔ پس ٹیٹس (حاکم وقت) سے اُن کے
انکار لینے کی اجازت حاصل کی اور ان کو فوراً اتار کر اُن کی خبر گیری کی تو ایک
بالآخر تندرست ہو گیا باقی دو مر گئے۔

نور کتاب ماڈرن دوت اینڈ کرسمس بلیٹ کے صفحہ ۳۵۵، ۳۵۴، ۳۵۳ میں انگریزی
میں ایک عبارت ہے جس کو ہم اپنی کتاب تحفہ گولڈویہ کے صفحہ ۱۳۸ میں لکھ چکے ہیں۔
ترجمہ اس کا ذیل میں لکھا جاتا ہے اور وہ یہ ہے:-

”شلیسر میخراڈر نیز قدیم محققین کا یہ مذہب تھا کہ یسوع صلیب پر نہیں مرا
بلکہ ایک ظاہر اموت کی سی حالت ہو گئی تھی اور قبر سے نکلنے کے بعد کچھ
مدت تک اپنے حواریوں کے ساتھ پھرتا رہا اور پھر دوسری یعنی اہلی موت کے
واسطے کسی علیحدگی کے مقام کی طرف روانہ ہو گیا۔“

نور سیاہ نبی کی کتاب باب ۵۳ میں بھی اسی کی طرف اشارہ ہے اور حضرت عیسیٰ
علیہ السلام کی اپنی دعا بھی جو انجیل میں موجود ہے یہی ظاہر کر رہی ہے جیسا کہ اُس میں
لکھا ہے۔ دعا بد موع جارۃ و عبات متحدرة فستبح لتقونہ۔ یعنی
عیسیٰ نے بہت گریہ و زاری سے دعا کی اور اس کے آنسو اس کے رخساروں پر پڑتے تھے
پس بوجہ اُس کے تقویٰ کے وہ دعا منظور ہو گئی۔

اور کہ تیرڈ لائبریرا جنوبی اٹلی کے سب سے مشہور اخبار نے مندرجہ ذیل عجیب خبر شائع کی ہے
 "۱۳ جولائی ۱۸۷۹ء کو یروشلم میں ایک بوڑھا راہب سمی کو درمرا جو اپنی زندگی میں ایک
 دلی مشہور تھا۔ اُس کے پیچھے اس کی کچھ جائیداد رہی۔ اور گودنے اس کے رشتہ داروں کو
 تباہ کر کے اُن کے حوالے دو لاکھ فرنیٹ (ایک لاکھ پونے انیس ہزار درہم) کے جو مختلف ملکوں
 کے سکوں میں تھے۔ اور اس غار میں سے ملے جہاں وہ راہب بہت عرصہ سے رہتا تھا۔
 روپیہ کے ساتھ بعض کاغذات بھی ان رشتہ داروں کو ملے جن کو وہ پڑھ نہ سکتے تھے۔ چند
 عبرانی زبان کے فاضلوں کو ان کاغذات کے دیکھنے کا موقعہ ملا تو انکو یہ عجیب بات معلوم
 ہوئی کہ یہ کاغذات بہت ہی پرانی عبرانی زبان میں تھے۔ جب انکو پڑھا گیا تو اُن میں
 یہ عبارت تھی۔ "پطرس ماہی گیر یسوع مریم کے بیٹے کا خادم اس طرح پرلوگوں کو خدا کا
 نام میں اور اس کی مرضی کے مطابق خطاب کرتا ہے۔" اور یہ خط اس طرح ختم ہوتا ہے۔
 "میں پطرس ماہی گیر نے یسوع کے نام میں اور اپنی عمر کے نوے سال میں یہ محبت کے
 الفاظ اپنے آقا اور موقی یسوع مسیح مریم کے بیٹے کی موت کے تین عید نسج بعد (یعنی تین
 سال بعد) خداوند کے مقدس گھر کے نزدیک بولیر کے مقام میں لکھنے کا فیصلہ کیا ہے۔"
 ان فاضلوں نے تعجب نکالے کہ یہ نسخہ پطرس کے وقت کا چلا آتا ہے۔ لہذا یہی سبب
 کی بھی یہی رائے ہے اور ان کا اچھی طرح امتحان کرنے کے بعد بائبل موسائی اب ان کے
 عوام چار لاکھ لیر (۱۵ لاکھ ماڑے سینتیس ہزار درہم) مالکوں کو دیکر کاغذات کو لینا چاہتی ہے۔
 یسوع ابن مریم کی دعا۔ ان دونوں پر سہم ہو۔ اُس نے کہا۔ اے میرے خدا! میں اس قابل
 نہیں کہ اس چیز پر غالب آسکوں جسکو میں بُرا سمجھتا ہوں۔ نہ میں نے اس نیکی کو حاصل کیا ہے
 جس کی مجھے خواہش تھی مگر دوسرے لوگ اپنے اجر کو اپنے ہاتھ میں رکھتے ہیں اور میں نہیں
 لیکن میری بڑائی میرے کام میں ہے۔ مجھ سے زیادہ بُری حالت میں کوئی شخص نہیں ہے۔
 اے خدا جو سب سے بڑا تر ہے میرے گناہ معاف کر۔ اے خدا ایسا نہ کر کہ میں اپنے

دشمنوں کے لئے الزام کا سبب بنوں۔ نہ مجھے اپنے دوستوں کی نظر میں حقیر ٹھہرا اور ایسا نہ ہو کہ میرا تقویٰ مجھے مصائب میں ڈالے۔ ایسا نہ کر کہ یہی دنیا میری بڑی خوشی کی جگہ یا میرا بڑا مقصد ہو اور ایسے شخص کو مجھ پر مسلمانہ کر جو مجھ پر رحم نہ کرے۔ اے خدا جو بڑے رحم والا ہے اپنے رحم کی خاطر ایسا ہی کر تو ان سب پر رحم کرتا ہے جو تیرے رحم کے عاجز تھیں۔

قول۔ آیت کریمہ وما قتلوه یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ میں یہ شبہ باقی ہے

کہ لفظ بل فقرہ رفعہ اللہ الیہ کو ما قتلوه یقیناً کے ساتھ ایک خاص ربط مختار ہے جس سے ان دونوں واقعات کا باہم اتصال سمجھا جاتا ہے۔ پس یہ بظاہر مقتضی اس بات کا ہے کہ واقعہ رفع کا زمانہ واقع قتل کے زمانہ کے ساتھ متحد متصل ہو۔ اور دونوں زمانوں میں کچھ فاصلہ نہ ہو۔ حالانکہ حضرت کے بیان مبارک کے مطابق واقع رفع کے زمانہ اور واقعہ قتل کے زمانہ میں بہت فاصلہ اور ایک دور دراز مدت ہے۔ اس تقدیر میں اگر آیت قرآن میں کی اس طرح ہوتی کہ ما قتلوه یقیناً بل خلعہ اللہ من ابیدہم حیاً ثم رفعہ الیہ تب البتہ یہ معنی ظاہر ہوتے۔

اقول۔ یہ شبہ صرف سرسری خیال سے آپ کے دل میں پیدا ہوا ہے ورنہ اگر اصل واقعات آپ کے ملحوظ خاطر ہوتے تو یہ شبہ ہرگز پیدا نہ ہو سکتا۔ اصل بات تو یہ تھی کہ نوبت کی رو سے یہودیوں کا یہ عقیدہ تھا کہ اگر نبوت کا دعویٰ کر یوں لا مقتول ہو جائے تو وہ مغتری ہوتا ہے سچا نبی نہیں ہوتا۔ اور اگر کوئی مصیب دیا جائے تو وہ لعنتی ہوتا ہے اور اس کا خدا تعالیٰ کی طرف رفع نہیں ہوتا۔ اور یہودیوں کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت یہ خیال تھا کہ وہ قتل بھی کئے گئے اور مصیب بھی دیئے گئے۔ بعض کہتے ہیں پہلے قتل کر کے پھر مصیب پر لٹکائے گئے اور بعض کہتے ہیں کہ پہلے مصیب دے کر پھر ان کو قتل کیا گیا پس بن دجہ سے یہودی لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع نہ جانی کے منکر تھے اور اب تک منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ قتل کئے گئے اور مصیب دیئے گئے۔ اس لئے ان کا خدا تعالیٰ کی طرف

مومنوں کی طرح رفع نہیں ہوا۔ یہودیوں کا یہ اعتقاد ہے کہ کافر کا خدا تعالیٰ کی طرف رفع نہیں ہوتا۔ مگر مومن مرنیکے بعد خدا تعالیٰ کی طرف اٹھایا جاتا ہے۔ اور ان کے زعم میں حضرت عیسیٰ مصلوب ہو کر نعوذ باللہ کا فر اور نصیحتی ہو گئے۔ اس لئے وہ خدا تعالیٰ کی طرف اٹھائے نہیں گئے۔ یہ امر تھا جس کا قرآن شریف نے فیصلہ کرنا تھا۔ پس خدا تعالیٰ نے ابن آیت جو اندر ذکر ہو چکی ہیں یہ فیصلہ کر دیا۔ چنانچہ آیت دما قتلوه یقیناً بل دفعہ اللہ الیہ اسی فیصلہ کو ظاہر کرتی ہے کیونکہ رفع الی اللہ یہودیوں اور اسلام کے عقیدہ کے موافق اس موت کو کہتے ہیں جو ایمان داری کی حالت میں ہو۔ اور روح خدا تعالیٰ کی طرف جاوے۔ اور نقل اور صلیب کے اعتقاد سے یہودیوں کا نشانہ تھا کہ مرنے کے وقت روح خدا کی طرف نہیں گئی پس یہودیوں کے دھما قتل صلیب کا ہی جواب تھا جو خدا نے دیا۔ اور دوسرے لفظوں میں ما حصل آیت کا یہ کہ یہودی قتل صلیب کا عذر پیش کر کے کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کدوم کا خدا تعالیٰ کی طرف مرنیکے وقت رفع نہیں ہوا۔ اور خدا بلکہ عیسیٰ کہتے ہیں کہ بلکہ عیسیٰ کی روح کا خدا تعالیٰ کی طرف مرنیکے وقت دفع ہو گیا ہے پس تفسیر عباد کی یہ ہے کہ بل دفعہ اللہ الیہ عند موتہ۔ چونکہ رفع الی اللہ موت کے وقت ہی ہوتا ہے بلکہ ایمان کی حالت میں جو موت ہو جس کا نام رفع الی اللہ ہے۔ پس گویا یہودی یہ کہتے تھے کہ مات عیسیٰ کا فر یا فریغ مرفوع الی اللہ اور خدا تعالیٰ نے یہ جواب دیا ہے بل مات مؤمناً مرفوعاً الی اللہ۔ سو بل کا لفظ اسمکے غیر محل نہیں بلکہ مین محلوہ زبان عرب کے مطابق ہے۔ یہودیوں کی یہ غلطی تھی کہ وہ خیال کرتے تھے کہ گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام حقیقت مصلوب ہو گئے ہیں اس لئے وہ ایک غلطی سے دوسری غلطی میں پڑ گئے کہ موت کے وقت انکے رفع الی اللہ سے انکار کر دیا۔ لیکن خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ ہرگز مقتول اور مصلوب نہیں ہوئے اور موت کے وقت ان کا دفع خدا تعالیٰ کی طرف ہوا ہے۔ پس اس طرز کلام میں کئی اشکال نہیں اور بل کا لفظ ہرگز ہرگز مین معنوں کی مد سے غیر محل نہیں بلکہ جس حالت میں اتفاق یہود و اہل اسلام رفع الی اللہ کہتے ہیں اس کو ان کے مرنے کے بعد انسان کی تسبیح خدا تعالیٰ

کی طرف جائے تو اس صورت میں اس مقام میں کسی دوسرے مضمون کی گنجائش ہی نہیں۔

ادید بھی یلورہے کہ جس زمانہ کی نسبت قرآن شریف کا یہ بیان ہے کہ علیہ مقتول اور مصلوب نہیں ہوا اسی زمانہ کی نسبت یہ بھی بیان ہے کہ اس کا مرنے کے بعد خدا تعالیٰ کی طرف رفع ہوا ہے پس بل کا لفظ اسجگہ اتصال زمانی کے لئے ہے نہ اتصال آئی کے لئے پس خلاصہ مفہوم آیت کا یہ ہے کہ اُس زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام مقتول اور مصلوب نہیں ہوئے بلکہ طبعی موت کے بعد اُن کا رفع الی اللہ ہوا۔ جیسا کہ قرآن شریف میں وعدہ تھا کہ یا عیسیٰ اِنی متوفیک و اذخاک الیٰ اللہ اور تو فی طبعی موت دینے کو کہتے ہیں۔ جیسا کہ صاحب کشاف نے اس آیت کی تفسیر میں یعنی تفسیر الیٰ متوفیک میں لکھا ہے الیٰ میتک حتف النفث۔ قرآن شریف کی یہ آیت یعنی یا عیسیٰ الیٰ متوفیک و اذخاک الیٰ تمام جھگڑے کا فیصلہ کرتی ہے کیونکہ ہمارے مخالف یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع زندگی کی حالت میں ہوا اور خدا تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ موت کے بعد رفع ہوا پس افسوس ہے اُس قوم پر کہ جو نص مریح کتاب اللہ کے مخالف دعویٰ کرتے ہیں اور قرآن شریف اور تمام پہلی کتاب میں اور تمام حدیث بیان کر رہی ہیں کہ موت کے بعد وہی رفع ہوتا ہے جس کو رفع روحانی کہتے ہیں جو ہر ایک مومن کے لئے بعد موت ضروری ہے۔ بعض مقصب اسجگہ جواب ہو کر کہتے ہیں کہ آیت ۵۱

گر اس طرح پڑھا جائیے کہ یا عیسیٰ الیٰ اذخاک الیٰ و متوفیک۔ گویا خدا تعالیٰ نے یہ غلطی ہو گئی کہ اس نے متوفیک کو اذخاک پر مقدم کر دیا ادید یہ فرمایا کہ یا عیسیٰ الیٰ متوفیک و اذخاک الیٰ حالانکہ کہنا یہ تھا کہ یا عیسیٰ الیٰ اذخاک الیٰ و متوفیک ہائے افسوس! مقصب کس قدر سخت بلا ہے کہ اس کی حمیت کیلئے کتاب اللہ کی تحریف کرتے ہیں۔ یہ عمل تحریف ہی پیداعمل ہے جس سے یہودی افسیٰ کہوئے اور انکی حدیثیں مسخ کی گئیں۔ اب یہ لوگ قرآن شریف کی تحریف پر آمادہ ہیں۔ اور اگر یہ وعدہ نہ ہوتا کہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاَنَّا لَمُحَافِظُوْنَ تُو اِن لوگوں سے یہ امید تھی کہ بجائے آیت

لَتَىٰ مَتَوَفِيَاكَ وَرَافِعَاتِ الْإِنِّی کے اس طرح قرآن شریف میں لکھ دیتے کہ یَا عِيسَى الْوَارِثُ لَتَىٰ
 وَ مَتَوَفِيَاكَ مگر اس طرح کی تحریف بھی غیر ممکن تھی۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے اس آیت میں چار وعدے
 فرمائے ہیں۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ یَا عِيسَى اِنِّی مَتَوَفِيَاكَ۔ وَ رَافِعَاتِ الْإِنِّی۔ وَ مَطْهَرَاتِ
 مِنَ الذِّیْنَ كَفَرُوا۔ وَ جَاعِلِ الذِّیْنَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الذِّیْنَ كَفَرُوا اِلٰی یَوْمِ الْقِيَامَةِ۔ یہ
 چار وعدے جن پر نمبر لگائیے گئے۔ اور جیسا کہ احادیث صحیحہ اور خود قرآن شریف سے ثابت ہے، وعدہ
 مَطْهَرَاتِ مِنَ الذِّیْنَ كَفَرُوا جو وعدہ رفع کے بعد تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے
 پورا ہو گیا کیونکہ آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دامن کو ان بیجا تہمتوں سے پاک کیا جو یہود
 اور نصاریٰ نے ان پر لگائی تھیں۔ اسی طرح یہ جو تھا وعدہ یعنی وَ جَاعِلِ الذِّیْنَ اتَّبَعُوكَ
 فَوْقَ الذِّیْنَ كَفَرُوا اِلٰی یَوْمِ الْقِيَامَةِ اسلام کے غلبہ اور شوکت سے پورا ہو گیا پس اگر
 مَتَوَفِيَاكَ کے لفظ کو متاخر کیا جائے اور لفظ رَافِعَاتِ الْإِنِّی مقدم کیا جائے۔ جیسا کہ
 ہمارے مخالف چاہتے ہیں تو اس صورت میں فقرہ رَافِعَاتِ الْإِنِّی فقرہ مَطْهَرَاتِ سے پہلے نہیں
 آسکتا کیونکہ فقرہ مَطْهَرَاتِ کا وعدہ پورا ہو چکا ہے اور بموجب قیل ہمارے مخالفوں کے
 مَتَوَفِيَاكَ کا وعدہ ابھی پورا نہیں ہوا اور اسی طرح یہ فقرہ مَتَوَفِيَاكَ دَعْوِ جَاعِلِ الذِّیْنَ
 اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الذِّیْنَ كَفَرُوا اِلٰی یَوْمِ الْقِيَامَةِ کے پہلے بھی نہیں آسکتا کیونکہ وہ وعدہ
 بھی پورا ہو چکا ہے اور قیامت کے دن تک اس کا دامن لمبا ہے۔ پس اس صورت میں تو قی
 کا لفظ اگر آیت کے سر پر سے اٹھا دیا جائے تو اس کو کسی دوسرے مقام میں قیامت کے پہلے رکھنے
 کی کوئی جگہ نہیں۔ سو اس سے تو یہ لازم آتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے بعد مری گئے اور
 پہلے مرنے سے یہ ترتیب مانع ہے۔ اب دیکھنا چاہیے کہ قرآن شریف کی یہ کرامت ہے کہ ہمارے
 مخالف یہودیوں کی طرح قرآن شریف کی تحریف پر آمادہ تو ہوئے مگر قائل نہیں ہو سکے اور کوئی
 جگہ نظر نہیں آتی جہاں فقرہ رَافِعَاتِ الْإِنِّی کو اپنے مقام سے اٹھا کر اس جگہ رکھا جائے۔ ہر ایک جگہ
 کی خاندن پڑی ایسے طور سے ہو چکی ہے کہ دست اندازی کی گنجائش نہیں اور دراصل ہی ایک

آیت یعنی آیت یا عیسیٰ اتی متوفیت و رافعت الی طالب حق کے لئے کافی ہے جس کا ثابت ہوتا ہے کہ وہ دفع جس پر ہمارے مخالفوں نے خود مچارکھا ہے وہ موت کے بعد ہے نہ موت پہلے کیونکہ خدا کی گواہی سے یہ بات ثابت ہے۔ اور خدا کی گواہی کو قبول نہ کرنا ایماندار کا کام نہیں۔ اور جبکہ بموجب نص قرآن دفع موت کے بعد ہے تو اس سے ظاہر ہے کہ یہ وہی دفع ہے جس کا ہر ایک ایماندار کے لئے مرنے کے بعد خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے۔

غیب بات ہے کہ خدا تعالیٰ نے فقرہ رافعت الی کو فقرہ متوفیت کے بعد بیان فرمایا ہے اور یہ لوگ فقرہ رافعت کو مقدم کرتے ہیں اور فقرہ متوفیت کو بعد میں لاتے ہیں تا کسی طرح حضرت عیسیٰ زندہ آسمان پر بٹھائے جائیں۔ پس اس صورت میں یہودی لوگ تحریف کرنے میں کیا خصوصیت رکھتے ہیں! یا موائس کے اگر اسی طرح یہودیوں کی طرح ان لوگوں کو اپنے اختیار سے قرآن شریف کو پیش و پس کرنے کا اختیار ہے تو پھر قرآن شریف کی خبر نہیں۔ بھلا کوئی ایسی حدیث تو پیش کریں جس میں انکو یہ اجازت دی گئی ہو کہ فقرہ رافعت الی پہلے پڑھ لیا کر دے۔ اور فقرہ متوفیت بعد میں۔ اور اگر قرآن اور حدیث سے ایسی اجازت ثابت نہیں ہوتی تو پھر اس سخت سے کیوں نہیں ڈرتے جو پہلے ان سے یہودیوں کے حصہ میں آچکی ہے۔

قولہ۔ آپ کے بیان کے مطابق حضرت عیسیٰ صلیبے نجات پا کر کشمیر کی طرف چلے گئے تھے۔ پس اولیٰ تو اس زمانہ میں کشمیر تک پہنچنا کچھ آسان امر نہ تھا خصوصاً خفیہ طور پر اور پھر یہ اعتراض ہے کہ جوادی ان کے پاس کیوں جمع نہ ہوئے اور حضرت عیسیٰ زندہ درگوشی طرح خفیہ رہے۔

اقول۔ جس خدا نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کشمیر کی طرف جانے کی ہدایت کی تھی وہی ہی کا رہنا ہو گیا تھا۔ پس نبی کے لئے یہ کیا تعجب کی بات ہے کہ کس طرح وہ کشمیر پہنچ گیا اور اگر ایسا ہی تعجب کرنا ہے تو ایک بے دین اس بات بھی تعجب کر سکتا ہے کہ کیونکر پہلے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے وقت باوجود اس کے کہ کفار میں غارتوں کے سر پر پہنچ گئے تھے پھر ان کی آنکھوں سے پوشیدہ رہے پس ایسے اعترافات کا یہی جواب ہے کہ خدا کا خاص فضل جو خارق عادت طور پر نبیوں کے مثال میں ہوتا ہے انکو بچاتا اور ان کی رہنمائی کرتا ہے۔ یہی یہ بات کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کشمیر میں گئے تھے تو حواری ان کے پاس کیوں نہ پہنچے تو اس کا یہ جواب ہے کہ عدم علم سے عدم شے لازم نہیں آتا۔ آپ کو کس طرح معلوم ہوا کہ نہیں پہنچے، ہاں چونکہ وہ سفر پوشیدہ طور پر تھا جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر ہجرت کے وقت پوشیدہ طور پر تھا۔ اس لئے وہ سفر ایک بڑے تافلہ کے ساتھ مناسب نہیں سمجھا گیا تھا جیسا کہ ظاہر ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مدینہ کی طرف ہجرت کی تھی تو قرآن حضرت جو بکر رضی اللہ عنہ ساتھ تھے اور اس وقت بھی دوسو کوس کا فاصلہ کہ مدینہ میں جانا سہل امر تھا اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تو ساٹھ ستر آدمی اپنے ساتھ لے جاسکتے تھے مگر آپ نے صرف ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اپنا رفیق بنایا۔ پس انبیاء کے اسرار میں دخل دینا ایک بیجا دخل ہے۔ لہذا یہ کس طرح معلوم ہوا کہ بعد میں بھی حواری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ٹخنوں کے لئے جگہ ہند میں نہیں آئے۔ بلکہ عیسائی اس بات کے خود قائل ہیں کہ بعض حواری ان دنوں میں ملک ہند میں

✽ انبیاء علیہم السلام کی نسبت یہ بھی ایک سنت ہند ہے کہ وہ اپنے ملک سے ہجرت کرتے ہیں جیسا کہ یہ ذکر صحیح بخاری میں بھی موجود ہے۔ چنانچہ حضرت یونسؑ نے بھی مصر کے کنگاں کی طرف ہجرت کی تھی۔ اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی تھی پس مزہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سنت کو لو کرتے۔ سو انہوں نے دقت عیسیٰ کے بعد کشمیر کی طرف ہجرت کی۔ ان میں بھی اس ہجرت کی طرف اشارہ ہے کہ نبی بے عزت نہیں مگر اپنے وطن میں۔ اسی لئے نبی سے مراد انہوں نے اپنے وجود کو لیا ہے۔ پس اسی لئے عیسائیوں کے لئے شرم کی جگہ ہے کہ وہ ان کو نبی نہیں بلکہ خدا قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ نبی خدا ہوتا ہے جو خدا سے الہام پاتا ہے پس خدا اور نبی کا الگ الگ ہونا ضروری ہے۔ مستحکم

مرد آئے تھے اور دھوا سواری کا مدراس میں آنا۔ اور اب تک مدراس میں ہر سال انکی یادگار
 میں عیسائیوں کا ایک اجتماع میلہ کی طرح ہوتا یہ ایسا امر ہے کہ کسی واقعت کا پر پوشیدہ
 نہیں۔ بلکہ ہم لوگ جس قبر کو سری نگر کشمیر میں حضرت عیسیٰ کی قبر کہتے ہیں عیسائیوں کے بڑے بڑے
 پادری خیال کرتے ہیں کہ وہ کسی سواری کی قبر ہے۔ حالانکہ صاحب قبر نے اپنی کتاب میں
 لکھا ہے کہ میں نے وہی ہوں اور شاہزادہ ہوں اور میرے پرانچل ناندل ہوئی تھی اور کشمیر کی پڑنی
 تانچنی کتابیں جو مہارے ہاتھ آئیں ان میں لکھا ہے کہ یہ ایک بنی اسرائیل میں سے تھا۔
 جو شاہزادہ بنی کہلاتا تھا۔ اور اپنے ملک سے کشمیر میں ہجرت کر کے آیا تھا۔ اور ان کتابوں میں
 جو تاریخ آمد لکھی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بات پر اب ہمارے زمانہ میں نہیں جو وہیں
 گزر گئے جب یہ بنی کشمیر میں آیا تھا۔ اور ہم عیسائیوں کو اس طرح ظلم کرتے ہیں کہ جب کہ
 ہمیں اقرار ہے کہ صاحب اس قبر کا جو سری نگر محلہ خانیار میں مدفون ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام
 کا سواری تھا مگر اس کی کتاب میں لکھا ہے کہ وہ بنی تھا اور شاہزادہ تھا اور اس پر انچل ناندل
 ہوئی تھی تو اس صورت میں وہ سواری کیونکر ہو گیا۔ کیا کوئی سواری کہہ سکتا ہے کہ میں شاہزادہ
 ہوں۔ اور بنی ہوں اور میرے پرانچل ناندل ہوئی ہے۔ پس کچھ شک نہیں کہ یہ قبر جو کشمیر میں
 حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر ہے۔ اور جو لوگ ان کو آسمان پر بٹھاتے ہیں ان کو واضح رہے کہ وہ
 کشمیر میں یعنی سری نگر محلہ خانیار میں سوئے ہوئے ہیں۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے اصحاب کہف کو
 مدت تک چھپایا تھا ایسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی چھپا رکھا اور اخیر میں ہم پر حقیقت
 مکمل دی۔ خدا تعالیٰ کے کاموں میں ایسے ہزار ہا نمونے ہیں اور خدا تعالیٰ کی طاقت نہیں
 ہے کہ کسی کو مع جسم آسمان پر بٹھا دے۔

قولہ۔ اعلان میں ناندل ہونے والے عیسیٰ کو نبی اللہ کے نام سے پکارا گیا ہے۔ تو
 کیا قرآن اور حدیث سے ثابت ہو سکتا ہے کہ محدث کو بھی نبی کہا گیا ہے۔
 اقول۔ عربی اور عبرانی زبان میں نبی کے معنی صرف پیشگوئی کرنے والے کے ہیں

جو خدا تعالیٰ سے الہام پا کر پیشگوئی کرے۔ پس جبکہ قرآن شریف کی رو سے ایسی نبوت کا موازنہ
 بند نہیں ہے جو توسط فیض و اتباع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی انسان کو خدا تعالیٰ شریف مکالمہ
 اور عنایت حاصل ہو اور وہ بذریعہ وحی الہی کے مخفی امور پر اطلاع پاوے تو پھر ایسے نبی
 اس امت میں کیوں نہیں ہونگے۔ البتہ کیا دلیل ہے؟ ہمارا مذہب نہیں ہے کہ ایسی نبوت
 پر ہر لگ گئی ہے۔ صرف اس نبوت کا موازنہ بند ہے جو احکام شریعت جدیدہ ساتھ کھتی
 ہو یا ایسا دعویٰ ہو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے الگ ہو کر دعویٰ کیا جائے
 لیکن ایسا شخص جو ایک طرف اس کو خدا تعالیٰ اس کی وحی میں اتنی بھی قرار دیتا ہے پھر دوسری
 طرف اس کا نام نبی بھی رکھتا ہے۔ یہ دعویٰ قرآن شریف کے احکام کے خلاف نہیں ہے کیونکہ
 یہ نبوت باعث امتی ہونے کے دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ایک نقل ہے
 کئی مستقل نبوت نہیں کہ اگر آپ پوسے طور پر حدیثوں پر غور کرتے تو یہ اعتراض آپ کے دل میں
 ہرگز پیدا نہ ہوتا۔ آپ فرماتے ہیں کہ عیسیٰ نازل ہونے والے کو حدیثوں میں نبی اللہ کہا گیا ہے
 میں کہتا ہوں کہ اسی عیسیٰ نازل ہوئیوے کو حدیثوں میں امتی بھی تو کہا گیا ہے۔ کیا آپ قرآن شریف
 یا حدیثوں سے بتلا سکتے ہیں کہ عیسیٰ ابن مریم جو رسول گذا ہے اس کا نام کسی جگہ اتنی بھی رکھا
 گیا ہے؟ پس ظاہر ہے کہ عیسیٰ جو اتنی بھی کہلاتا ہے اور نبی بھی کہلاتا ہے یہ عیسیٰ اور ہے وہ عیسیٰ نہیں
 ہے جو بنی اسرائیل میں گذا ہے جو ایک مستقل نبی تھا جس پر انجیل نازل ہوئی تھی اس کو آپ
 کیونکر امتی بنا سکتے ہیں۔ صحیح بخاری میں جہاں آنے والے عیسیٰ کا نام اتنی رکھا گیا ہے
 اس کا علیہ بھی بر خلاف پہلے عیسیٰ کے قرار دیا ہے۔ ہاں اگر آنے والے عیسیٰ کی نسبت

۱۵۷۷

+ امتی اس شخص کو کہتے ہیں جو بغیر ہر وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی طرح اپنے کمال کو نہیں پہنچ سکتا
 پس کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ اُوقت تک انصہ ہی رہے جب تک
 دوبارہ دنیا میں آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں داخل نہیں ہوئے اور آپ کی پیروی نہیں کر لیں۔ منہ

حدیثوں میں صرف نبی کا لفظ استعمال پاتا اور اتنی اس کا نام نہ رکھا جاتا تو دھوکا لگ سکتا تھا
 گراں تو صحیح بخاری میں آنے والے عیسیٰ کی نسبت صاف لکھا ہے کہ امام مکہ منکر۔ یعنی
 اسے اُمتیو! آنے والا عیسیٰ بھی صرف ایک اُمتی ہے نہ لود کچھ۔ ایسا ہی صحیح مسلم میں بھی
 اُس کی نسبت یہ لفظ ہے کہ اقمکھ منکر یعنی وہ عیسیٰ تمہارا امام ہوگا لود تم میں سے ہوگا
 یعنی ایک فر امت میں سے ہوگا۔

اب جبکہ ان حدیثوں سے ثابت ہے کہ آنے والا عیسیٰ اُمتی ہے تو کلام الہی میں اس کا
 نام نبی رکھنا ان معنوں سے نہیں ہے جو ایک مستقل نبی کے لئے مستعمل ہوتے ہیں بلکہ اس لئے
 صرف یہ مقصود ہے کہ خدا تعالیٰ اس سے مکالمہ مخاطبہ کرے گا اور غیب کی باتیں اس پر ظاہر کریگا
 اس لئے باوجود اتنی ہونے کے وہ نبی بھی کہلائیگا اور اگر یہ کہا جائے کہ اس امت پر قیامت
 تک دروازہ مکالمہ مخاطبہ اور وحی الہی کا بند ہے تو پھر اس صورت میں کوئی اُمتی نبی کیونکر
 کہلا سکتا ہے کیونکہ نبی کے لئے ضروری ہے کہ خدا اس سے مکالمہ ہو، تو اس کا جواب یہ ہے
 کہ اس امت پر یہ دروازہ ہرگز بند نہیں ہے اور اگر اس امت پر یہ دروازہ بند ہوتا تو یہ امت
 ایک مردہ اُمت ہوتی اور خدا تعالیٰ سے قُدر اور مجبور ہوتی۔ اور اگر یہ دروازہ اس امت پر
 بند ہوتا تو کیوں قرآن میں یہ دعا سکھلائی جاتی کہ اٰھدنا الصّٰوٰطِ الْمُسْتَقِیْمَ صَوٰطِ الْمَذِیْنِ
 اَنْھَمْتَ عَلَیْھِمْ لَوْ اَنْخَضَرْتَ عَلَیْ اَشْدَیْھِمْ وَ سَلَّمْ کُوْخَاتِمْ اَوْ فِیْہِمْ فَرَّیْا لَیْسَ اِسْ کے یہ سنے
 نہیں ہیں کہ آپ کے بعد دروازہ مکالمات و مخاطبات الہیہ کا بند ہے۔ اگر یہ سنے ہوتے تو
 یہ اُمت ایک اضعی امت ہوتی جو شیطان کی طرح ہمیشہ سے خدا تعالیٰ سے دُور دیکھ رہی ہوتی
 بلکہ یہ معنی ہیں کہ براہِ راست خدا تعالیٰ سے فیض وحی پانا بند ہے اور یہ نعمت بغیر اُتباع
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کو ملنا محال اور منتہی ہے اور یہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کا فخر ہے کہ اُن کی اُتباع میں برکت ہے کہ جب ایک شخص پر سے طور پر آپ کی پیروی
 کرنے والا ہو تو وہ خدا تعالیٰ کے مکالمات اور مخاطبات سے مشرف ہو جائے۔ ایسا نبی

کیا عزت اور کیا حرمت اور کیا تاثیر اور کیا قوت قدسیرہ اپنی ذات میں رکھتا ہے جس کی پیروی کے دعویٰ کرنے والے صرف اندھے اور نادھینا ہوں۔ اور خدا تعالیٰ اپنے مکالمات و مخاطبات سے انہی آنکھیں نہ کھولے۔ یہ کس قدر لغو ادباً و اعلیٰ عقیدہ ہے کہ ایسا خیال کیا جائے کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وحی الہی کا مدادہ ہمیشہ کیلئے بند ہو گیا ہے اور آئندہ کو قیامت تک اس کی کوئی بھی امید نہیں۔ صرف قصوں کی پوجا کر دو۔ پس کیا ایسا مذہب کچھ مذہب ہو سکتا ہے جس میں براہ راست خدا تعالیٰ کا کچھ بھی تہ نہیں لگتا۔ جو کچھ میں قصے ہیں۔ اور کوئی اگرچہ اس کی راہ میں اپنی جان بھی فدا کرے اس کی رضا جوئی میں فتنہ ہو جائے اور ہر ایک چیز پر اُس کو اختیار کر لے تب بھی وہ اس پر اپنی شناخت کا دروازہ نہیں کھولتا اور مکالمات اور مخاطبات کے اس کو مشرف نہیں کرتا۔

میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس زمانہ میں مجھ سے زیادہ بیزار ایسے مذہب کے اور کوئی نہ ہوگا۔ جس ایسے مذہب کا نام شیطانی مذہب رکھتا ہوں نہ کہ رحمانی۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ ایسا مذہب بہمن کی طرف لے جاتا ہے اور اندھا رکھتا ہے اور اندھا ہی مارتا اور اندھا ہی قبر میں لے جاتا ہے۔ مگر میں ساتھ ہی خدائے کریم و رحیم کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اصلاحیہ ایسا مذہب نہیں ہے بلکہ دنیا میں صرف اصلاحیہ ہی یہ خوبی اپنے اندر رکھتا ہے کہ وہ بشرط سچی اور کامل اتباع ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکالمات الہیہ سے مشرف کرتا ہے۔ اسی وجہ سے تو حدیث میں آیا ہے کہ علماء اقصیٰ کا نبیاء بنی اسرائیل یعنی میری امت کے علماء تبارکی بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں۔ اس حدیث میں بھی علماء تبارکی کو ایک طرف امتی کہا اور دوسری طرف نبیوں سے مشابہت دی ہے۔

اور خود ظاہر ہے کہ جبکہ خدا تعالیٰ قدیم سے اپنے بندوں کے ساتھ مکالمہ ہوتا آیا ہے یہاں تک کہ بنی اسرائیل میں عورتوں کو بھی خدا تعالیٰ کے مکالمہ اور مخاطبہ کا شرف حاصل ہوا ہے جیسے حضرت موسیٰ کی ماں اور مریم صدیقہ کو تو پھر یہ امت کیسی بد قسمت اور بے نصیب ہے

کہ اس کے مروجہ اسرائیل کی حوروں کی طرح بھی نہیں۔ کیا گمان ہو سکتا ہے کہ یہ ایک ایسا زمانہ آگیا ہے کہ اس زمانہ میں خدا تعالیٰ سُنتا تو ہے مگر بولتا نہیں۔ اگر غریب بندوں کی دُعائیں سُنتے ہیں اُس کی کچھ ہتک عزت نہیں تو بولنے میں کیوں ہتک عزت ہے۔

یاد رہے کہ خدا تعالیٰ کے صفات کبھی معطل نہیں ہوتے۔ پس جیسا کہ وہ ہمیشہ سُنتا رہے گا۔ ایسا ہی وہ ہمیشہ بولتا بھی رہے گا۔ اس دلیل سے زیادہ تر صفات اور کوئی دلیل ہو سکتی ہے کہ خدا تعالیٰ کے سُنتے کی طرح بولنے کا سلسلہ بھی کبھی ختم نہیں ہوگا۔ اور اس ثابت ہوتا ہے کہ ایک گروہ ہمیشہ ایسا رہے گا جن سے خدا تعالیٰ مکالمات و مخاطبات کرتا رہے گا۔ اور میں نہیں سمجھ سکتا کہ نبی کے نام پر اکثر لوگ کیوں پڑ جاتے ہیں جس حالت میں یہ ثابت ہو گیا ہے کہ انبیا و اسیح اسی اُمت میں سے ہوگا۔ پھر اگر خدا تعالیٰ نے اس کا نام نبی رکھ دیا تو حرج کیا ہوا۔ ایسے لوگ یہ نہیں دیکھتے کہ اسی کا نام امتی بھی تو رکھا گیا ہے اور امتیوں کی تمام صفات اس میں رکھی گئی ہیں۔ پس یہ مرکب نام ایک الگ نام ہے اور کبھی حضرت عیسیٰ اسرائیلی اس نام سے موسوم نہیں ہوئے اور مجھے خدا تعالیٰ نے میری وحی میں بار بار امتی کر کے بھی پکارا ہے اور نبی کر کے بھی پکارا ہے۔ اور ان دونوں ناموں کے سُنتے سے میرے دل میں نہایت لذت پیدا ہوتی ہے۔ اور میں شکر کرتا ہوں کہ اس مرکب نام سے مجھے عزت دی گئی۔ اور اس مرکب نام کے رکھنے میں حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ تا عیسائیوں پر ایک سرزنش کا تازیانہ بیٹے کہ تم تو عیسیٰ بن مریم کو خدا بناتے ہو۔ مگر ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وجہ کا نبی ہے کہ اُس کی اُمت کا ایک فرد نبی ہو سکتا ہے اور عیسیٰ کہلا سکتا ہے۔ حالانکہ وہ امتی ہے۔

۱۸۵ قول اول۔ ہمدی موعود کی صفت میں بعض احادیث میں من دلدا فاطمة واقع ہے اور بعض میں من عتوقی اور بعض میں من اهل بدیتی بھی واقع ہے اور یہ بھی واقع ہے کہ یواطیٰ امہ امی و اہم امہ اہم ابی۔ پس ان میں سے ہر ایک کی کیا توجیہ ہے۔ بیان فرمادیں۔

اقول۔ میرا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ میں وہ ہمدی ہوں جو مصداق من دله فاطمہ د من حترتی وغیرہ ہے بلکہ میرا دعویٰ تو مسیح موعود ہونے کا ہے۔ اور مسیح موعود کے لئے کسی حدیث کا قول نہیں کہ وہ بنی فاطمہ وغیرہ میں سے ہوگا۔ ہاں ساتھ اس کے جیسا کہ تمام محدثین کہتے ہیں میں بھی کہتا ہوں کہ ہمدی موعود کے بارے میں جس قدر حدیثیں ہیں تمام مجروح اور مخدوش ہیں اور ایک بھی ان میں صحیح نہیں۔ اور بمقدور افتراء ان حدیثوں میں ہوا ہے کسی اور حدیث میں ایسا افتراء نہیں ہوا غلغلاء عباسی وغیرہ کے عہد میں غلیفوں کو اس بات کا بہت شوق تھا کہ اپنے تئیں ہمدی موعود قرار دیں۔ پس اس وجہ سے بعض حدیثوں میں ہمدی کوئی عباس میں سے قرار دیا اور بعض میں بنی فاطمہ میں سے اور بعض حدیثوں میں یہ بھی ہے کہ رجل من امتی کہ وہ ایک آدمی میری امت میں سے ہوگا۔ مگر دراصل تمام حدیثیں کسی اعتبار کے حقائق نہیں یہ ضرر میرا ہی قول نہیں بلکہ بڑے بڑے علماء اہل سنت یہی کہتے چلے آئے ہیں۔ اور ان حدیثوں کے مقابل پر یہ حدیث بہت صحیح ہے جو ابن ماجہ نے لکھی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ لا ہمدی الا عیسیٰ یعنی کوئی ہمدی نہیں صرف عیسیٰ ہی ہمدی ہے جو آنے والا ہے۔

قول۔ پیشین گوئیاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جس میں علماء نے بھی تاویل کی ہے اکثر ایسی پائی جاتی ہیں جو بطور رویا کے منکشف ہوئی ہیں۔ الخ

اقول۔ اس اعتراض کو میں نہیں سمجھ سکا اس لئے جواب سے مجبوری ہے۔

قول۔ اہل ظاہر تو چشم باطن نہیں رکھتے اس لئے ان لوگوں کا حضرت مسیح موعود کو نہ پہچانا کچھ تعجب نہیں۔ مگر جو لوگ اہل اللہ و اہل باطن میں ان لوگوں کو تو حضرت کو بذریعہ الہام وغیرہ پہچانا ضروری ہے جیسا کہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی مرحوم رسالہ تذکرۃ المتحدین نامہ ہمدی موعود کے حال میں لکھتے ہیں کہ ابدال از شام و عاصی از عراق آمدہ بارے بیعت کنند۔

اقول۔ یہ تمام اقوال اس بنا پر ہیں کہ ہمدی موعود بنی فاطمہ سے یا بنی عباس سے آئے گا اور ابدال اور قلب اس کی بیعت کرینگے مگر میں ابھی کچھ چکا ہوں کہ اکابر محدثین کا یہی مذہب ہے

کہ ہمدی کی حدیثیں سب مجروح اور مخدوش بلکہ اکثر موضوع ہیں اور ایک ذمہ انکا اعتبار نہیں بعض آئمہ نے ان حدیثوں کے ابطال کے لئے خاص کتابیں لکھی ہیں اور بڑے زور سے ان کو رد کیا ہے اور جبکہ یہ حال ہے کہ خود ہمدی کا آنا ہی معرض شک اور شبہ میں ہے تو پھر ابدال کا بیعت کرنا کب ایک یقینی امر ہو سکتا ہے جب اصل ہی صحیح نہیں تو فردع کب صحیح ٹھہر سکتے ہیں۔ اسوا اسکے ابدال کے سرپرستیگ تو نہیں ہوتے جو لوگ اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کر لیتے ہیں وہی خدا تعالیٰ کے نزدیک ابدال کہلاتے ہیں۔ اگر آپ ہی پاک تبدیلی پیدا کریں اور لوگوں کی امانت سے لاہر دیا ہو کہ حق پر خدا ہو جائیں تو پھر آپ ہی ابدال میں داخل ہیں۔

میری جماعت میں اکثر لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اس سلسلہ کے لئے بہت دکھ اٹھائے ہیں اور بہت ذلتیں اٹھائی ہیں اور جان دینے تک فریق نہیں کیا۔ کیا وہ ابدال نہیں ہیں؟ شیخ عبدالرحمن امیر عبدالرحمن کے سامنے اس سلسلہ کے لئے گلا گھونٹ کر مارا گیا۔ اور اس نے ایک بکری کی طرح اپنے منہ میں گرا لیا کیا وہ ابدال میں داخل نہ تھا؟ ایسی ہی مولوی حاجی عبداللطیف جو محدث اور فقیہ اور سرآمد علماء کا بل تھے اس سلسلہ کے لئے سنگسار کئے گئے اور بار بار سمجھایا گیا کہ اس شخص کی بیعت جھوٹ دو پہلے سے زیادہ عزت ہوگی لیکن انہوں نے مرنا قبول کیا اور میوی اور جھوٹے چھوٹے بچوں کی بھی کچھ پردا نہ کی اور چالیس دن تک ہتھروں میں ان کی لاش پڑی رہی کیا وہ ابدال میں سے نہ تھے؟ اور ابھی میں خدا تعالیٰ کے فضل سے زندہ ہوں اور اللہ تعالیٰ کے بڑے بڑے وعدے ہیں معلوم نہیں کسی قدر لوگوں کن ملکوں سے پاک دل لوگ میری جماعت میں داخل ہوئے تھے ماسوا اس کے مسیح موعود کی نسبت تو آثار میں یہ دکھایا ہے کہ علماء اس کو قبول نہیں کریں گے کسی ابدال کی بیعت کا ذکر بھی نہیں۔

قول چنانچہ کہ حضرت کی سب تک کئی میں تاثیر روشن ہو رہی ظہور میں نہیں آئی ہے اور دین لکھا آدنی کا حضرت کے سلسلہ میں داخل ہونا گویا دریا میں سے ایک قطرہ ہے پس اگر تاثیر روشن کی ظہور تک کوئی بغیر انکار کے داخل سلسلہ ہونے میں توقف اور تاخیر کرے تو یہ جائز ہوگا یا نہیں؟

اقول۔ توقف اور تاخیر بھی ایک قسم انکار کی ہے۔ اور رہی یہ بات کہ اب تک بہت سے ایمان نہیں لائے۔ یہ دلیل اس بات کی نہیں ہو سکتی کہ دعویٰ ثابت نہیں اگر کوئی مامور دلائل اور نشان اپنے ساتھ رکھتا ہے تو کسی کے ایمان نہ لانے سے اس کا دعویٰ کمزور نہیں ہو سکتا۔ مامور اس کے یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک جو لوگ پہنچے دل سے ایمان لائے تھے وہ ڈیڑھ لاکھ سے زیادہ نہ تھے۔ پس کیا ان کی کمی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فوت مشتبہ ہو سکتی ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ نبی برحق کی حقانیت کے لئے ایمان لانے والوں کی کثرت شرط نہیں ہے۔ ہاں دلائل قاطعہ سے تمام حجت شرط ہے۔ پس اسبجگہ مہماج فوت کی رو سے تمام حجت ہو چکا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق دو مرتبہ ملک میں مسیح موعود نمود ہو گیا جو مسیح موعود کے ظہور کی نشانی تھی۔ اسی طرح ایک نئی سواہی جس کی طرف قرآن شریف اور حدیثوں میں اشارہ تھا وہ بھی ظہور میں آگئی یعنی سواہی ایل جو اونٹوں کے قائم مقام ہو گئی۔ جیسا کہ قرآن شریف میں ہے۔ **وَإِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ** یعنی وہ آخری زمانہ جب اونٹنیاں بے کار کی جائیں گی۔ اور جیسا کہ حدیث مسلم میں مسیح موعود کے ظہور کے علامات میں سے ہے **وَلْيَتْرَكَنَّ الْقُلَامُ خِلَافًا يَسْعَىٰ عَلَيْهَا**۔ یعنی تب اونٹنیاں بے کار ہو جائیں گی اور ان پر کوئی سوار نہ ہوگا۔ ملاحظہ ہو کہ وہ زمانہ آگیا۔ اور یہ بھی دکھا گیا تھا کہ اُس زمانہ میں زلزلے آئیں گے۔ سو وہ زلزلے بھی لوگوں نے دیکھ لئے اور جو باقی ہیں وہ بھی دیکھ لیں گے۔ اور دکھا گیا تھا کہ آدم علیہ السلام ہزار ششم کے اخیر پر وہ مسیح موعود پیدا ہوگا۔ سو اسی وقت میں میری پیدائش ہوئی ہے۔ ایسا ہی قرآن شریف نے اس طرف اشارہ کیا تھا کہ وہ مسیح موعود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح چودھویں صدی میں ظاہر ہوگا۔ سو میرا ظہور چودھویں صدی میں ہوا۔ یعنی جیسا کہ حضرت

۱۸۵

✚ اگرچہ عیسائیوں نے غلطی سے یہ دکھا کہ یسوع مسیح حضرت موسیٰ کے بعد پندرہویں صدی میں ظاہر

عظمیٰ علیہ السلام حضرت موسیٰ سے چودھویں صدی میں پیدا ہوئے تھے۔ میں بھی آنحضرت ﷺ کے زمانہ سے چودھویں صدی میں ظاہر ہوئے ہوں اور اس آخری زمانہ کی نسبت خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں یفری بھی دی تھی کہ کتابیں اور رسالے بہت سے دنیا میں شائع ہو جائیں گے اور قوموں کی باہمی ملاقات کے لئے راہیں کھل جائیں گی۔ اور دریاؤں میں سے بکثرت نہریں نکلیں گی۔ اور بہت سی نئی کائنیں پیدا ہو جائیں گی۔ اور لوگوں میں مذہبی امور میں بہت سے تنازعات پیدا ہونگے۔ اور ایک قوم دوسری قوم پر حملہ کرے گی۔ اور اسی اثناء میں جان سے ایک مہور بھڑکی جائیگی۔ یعنی خدا تعالیٰ مسیح موعود کو بھیج کر اشاعت دین کے لئے ایک تجنی فرمائے گا۔ تب دین اسلام کی طرف ہر ایک ملک میں سعید الفطرت لوگوں کو ایک رغبت پیدا ہو جائیگی۔ اور جس حد تک خدا تعالیٰ کا ارادہ ہے تمام زمین کے سعید لوگوں کو اسلام پر جمع کرے گا۔ تب آخر ہوگا۔ سو یہ تمام باتیں ظہور میں آئیں گی۔ ایسا ہی احادیث مجیدہ میں آیا تھا کہ وہ مسیح موعود صدی کے سر پر آئے گا۔ اور وہ چودھویں صدی کا مجدد ہوگا۔ سو یہ تمام علامات بھی اس زمانہ میں پوری ہو گئیں گی۔ اور دکھا تھا کہ وہ اپنی پیدائش کی رُوسے دُودھیوں میں اشتراک رکھے گا۔ اور دُودھا پائے گا۔ اور اسی

بڑا تھا کہ یہ انہوں نے غلطی کی ہے۔ یہودیوں کی تاریخ سے بالاتفاق ثابت ہے کہ مسیح یعنی حضرت عیسیٰ موسیٰ کے بعد چودھویں صدی میں ظاہر ہوا تھا اور وہی قول صحیح ہے اگرچہ مشابہت کے ثابت کوئی کلمہ پوری مطابقت ضروری نہیں ہوا کرتی جیسا کہ اگر کسی کو یہ کہیں کہ یہ شیر ہے تو یہ ضروری نہیں کہ شیر کا لہجہ اس کے پنجے اور کھال ہو اور دم بھی ہو اور آواز بھی شیر کا لہجہ رکھتا ہو بلکہ ایک شخص کو دوسرا کمال شہر نے میں ایک حد تک مشابہت کافی ہوتی ہے پس اگر عیسائیوں کا قول قبول کریں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چودھویں صدی میں ہوئے تھے تمام مضائقہ نہیں کہ چودھویں اور پندرھویں صدی میں ملحق ہیں اور مقتدر فرقہ نامہ کا مشابہت میں کچھ فرق نہیں ہوتا اگر ہم ایک یہودیوں کے قول کو ترجیح دیتے ہیں جو کہتے ہیں کہ مسیح یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام چودھویں صدی میں مبعوث ہوئے تھا تو کھانہ کچھ عجیب برائی تو دیکھ، وہ نسبت عیسائیوں کے تراجم کے صحیح ہے۔

پیدائش دو خاندان سے اشتراک رکھیں گی۔ اور جو بھتی دو گونہ صفت یہ کہ پیدائش میں بھی جوڑے کے طور پر پیدا ہو گا۔ صوبہ سب نشانیاں ظاہر ہو گئیں۔ کیونکہ دو صدیوں سے اشتراک رکھنا یعنی دو القرن ہونا میری نسبت ایسا ثابت ہے کہ کسی قوم کی مقرر کردہ صدی ایسی نہیں ہے جس میں میری پیدائش اس قوم کی دو صدیوں پر مشتمل نہیں۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کی طرف سے دو نام میں نے پائے۔ ایک میرا نام اُمتی رکھا گیا جیسا کہ میرے نام غلام احمد سے ظاہر ہے۔ دوسرے میرا نام ظلی طور پر نبی رکھا گیا۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے حصص سابقہ برائین احمدیہ میں میرا نام احمد رکھا۔ اور اسی نام سے بار بار مجھ کو پکارا اور یہ اسی بات کی طرف اشارہ تھا کہ میں ظلی طور پر نبی ہوں۔ پس میں اُمتی بھی ہوں اور ظلی طور پر نبی بھی ہوں۔ اسی کی طرف وہ وحی الہی بھی اشارہ کرتی ہے جو حصص سابقہ برائین احمدیہ میں ہے۔ کُل بروکۃ من محمد صلی اللہ علیہ وسلم ختبارک من علم و تحکم۔ یعنی ہر ایک برکت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے۔ پس بہت برکت والا وہ انسان ہے جس نے تعلیم کی یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور پھر بعد اس کے بہت برکت والا وہ ہے جس نے تعلیم پائی یعنی یہ عاجز۔ پس اتباع کامل کی وجہ سے میرا نام اُمتی ہوا۔ اور پورا عکس نبوت حاصل کرنے سے میرا نام نبی ہو گیا۔ پس اس طرح پر مجھے دو نام حاصل ہوئے۔ جو لوگ بار بار اعتراض کرتے ہیں کہ صحیح مسلم میں آنے والے عیسیٰ کا نام نبی رکھا گیا ہے ان پر لازم ہے کہ یہ ہمارا بیان تو جبر سے بڑھیں کیونکہ جس مسلم میں آیو اے عیسیٰ کا نام نبی رکھا گیا ہے اُمتی مسلم میں آیو اے عیسیٰ کا نام اُمتی بھی رکھا گیا ہے۔ اور

۱۸۹

بجز۔ کوئی شخص سچا کہ نبی ہوئی کے لفظ مودھو کا نہ کھاؤ۔ میں بار بار کھچکا ہوں کہ یہ وہ نبی ہے جو ایک مستقل نبوت کہلاتا ہے کہ کوئی مستقل نبی اُمتی نہیں کہلا سکتا۔ مگر میں اُمتی ہوں۔ پس یہ ضرور خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک اعزازی نام ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے حاصل ہوا۔ آنحضرت صلی نے تکمیل مشابہت ہو۔ منہ

نہ صرف حدیثوں میں بلکہ قرآن شریف سے بھی یہی مستنبط ہوتا ہے کیونکہ سورۃ تحریم میں صریح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ بعض افراد اس امت کا نام مریم رکھا گیا ہے اور پھر پوری اتباع شریعت کی وجہ سے اس مریم میں خدا تعالیٰ کی طرف سے روح پھونکی گئی اور روح پھونکنے کے بعد اس مریم سے عیسیٰ پیدا ہو گیا۔ اور اسی بنا پر خدا تعالیٰ نے میرا نام عیسیٰ بن مریم رکھا کیونکہ ایک زمانہ میسے پر صرف مریم حالت کا گذر اور پھر جب وہ مریم حالت خدا تعالیٰ کو پسند آگئی تو پھر مجھ میں اس کی طرف سے ایک روح پھونکی گئی۔ اس روح پھونکنے کے بعد میں مریم حالت سے ترقی کر کے یسے بن گیا۔ جیسا کہ میری کتاب برائیں احمدیہ حصص سابقہ میں مفصل اس بات کا تذکرہ موجود ہے۔ کیونکہ برائیں احمدیہ حصص سابقہ میں اہل میرا نام مریم رکھا گیا۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ یا مریم اسکن انت ذی زوجک الجنۃ یعنی اے مریم تو اودھ جو تیرا رفیق ہے دونوں بہشت میں داخل ہو جاؤ۔ اور پھر اسی برائیں احمدیہ میں مجھے مریم کا خطاب دیکر فرمایا کہ نفخت فیہ من روح الصدق یعنی اے مریم! میں نے تجھ میں صدق کی روح پھونک دی۔ پس استعارہ کے رنگ میں روح کا پھونکنا اس محل سے مشابہ تھا جو مریم صدیقہ کو ہوا تھا۔ اور پھر اس محل کے بعد آؤ کتاب میں میرا نام یسے رکھ دیا۔ جیسا کہ فرمایا کہ یا عیسیٰ اتی متوفیہک ورافحک الی۔ یعنی اے عیسیٰ میں تجھے وفات دونگا اور مومنوں کی طرح میں تجھے اپنی طرف اٹھاؤں گا۔ اور اس طرح پر میں خدا کی کتاب میں عیسیٰ بن مریم کہلایا۔ چونکہ مریم ایک اُمّی فرد ہے اور عیسیٰ ایک نبی ہے۔ پس میرا نام مریم اور عیسیٰ رکھنے سے یہ ظاہر کیا گیا کہ میں اُمّی بھی ہوں اور نبی بھی۔ گردہ نبی جو اہل حق کی برکت سے خلقی طور پر خدا تعالیٰ کے نزدیک نبی ہے اور میرا نام عیسیٰ بن مریم ہونا ہی میرے جس پر نادان اعتراض کرتے ہیں کہ حدیثوں میں تو انے والے عیسیٰ کا نام عیسیٰ بن مریم رکھا گیا ہے۔ مگر یہ شخص تو ابن مریم نہیں ہے۔ اور اس کی والدہ کا نام مریم نہ تھا۔ اور نہیں جانتے کہ جیسا کہ سورۃ تحریم میں وعدہ تھا میرا نام پہلے مریم رکھا گیا اور پھر خدا کے فضل نے مجھ میں نفع روح کیا۔ یعنی اپنی ایک خاص خلق سے اس مریم حالت سے ایک دوسری حالت پیدا کی اور اس کا نام یسے رکھا۔ اور چونکہ وہ حالت

مری حالت سے پیدا ہوئی۔ اس لئے خدا نے مجھے عیسیٰ بن مریم کے نام سے پکارا۔ پس اس طرح میری عیسیٰ بن مریم بن گیا۔ غرض اس جگہ مریم سے مراد وہ مریم نہیں ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ماں تھی بلکہ خدا نے ایک روحانی مشابہت کے لحاظ سے جو مریم ام عیسیٰ کے ساتھ مجھے حاصل تھی میرا نام براہین احمدیہ حصص سابقہ میں مریم رکھ دیا۔ پھر ایک دوسری بجلی میرے پر فرما کر اس کو نفع و روح سے مشابہت دی۔ اور پھر جب وہ روح معر فی ظہور اور بروز میں آئی تو اس روح کے لحاظ سے میرا نام عیسیٰ رکھا۔ پس اسی لحاظ سے مجھے عیسیٰ بن مریم کے نام سے موسوم کیا گیا۔

اس جگہ اس نکتہ کو بھی سمجھ لینا چاہیے کہ قرآن شریف میں یہ آیت یعنی یا عیسیٰ انی متوفیک وراخذاک الیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں تھی۔ مگر براہین احمدیہ حصص سابقہ میں یہ آیت میرے حق میں نازل کی گئی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جیسا کہ حضرت عیسیٰ پر کفر کا فتویٰ لگا کر انکی نسبت یہود کا یہی عقیدہ تھا کہ ان کی روح خدا کی طرف نہیں اٹھائی گئی یہی عقیدہ مخالفین قوم کا میرے حق میں ہے یعنی وہ کہتے ہیں کہ یہ شخص کافر ہے اس کی روح خدا تعالیٰ کی طرف نہیں اٹھائی جائے گی۔ لیکن کے رد کے لئے اللہ تعالیٰ مجھے فرماتا ہے کہ بعد موت میں تیری روح اپنی طرف اٹھو گی اور یہ جو فرمایا الیٰ متوفیک اس میں ایک اور پیش گوئی مخفی ہے اور وہ یہ ہے کہ تو فی زبان عرب میں اس قسم کی موت دینے کو کہتے ہیں جو طبعی موت ہو۔ بذریعہ قتل یا صلیب نہ ہو۔ جیسا کہ علامہ زمر شری نے اپنی تفسیر کشاف میں زیر آیت یا عیسیٰ انی متوفیک یہ تفسیر لکھی ہے الیٰ معیتک تحت الظلّ یعنی میں تجھے طبعی موت کے ساتھ ماردل گا۔ پس چونکہ خدا تعالیٰ ہوتا تھا کہ میرے قتل اور صلیب کے لئے بھی وہ کوشش کی جائے گی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیلئے کی گئی۔ اس لئے اس نے بطور پیش گوئی مجھے بھی مخاطب کر کے ہی فرمایا کہ یا عیسیٰ انی متوفیک اس میں اشارہ تھا کہ میں قتل اور صلیب سے بچاؤنگا اور ظاہر ہے کہ میرے قتل اور صلیب کے لئے بہت کوششیں ہوئیں۔ جیسا کہ میرے قتل کے لئے علماء و قوم نے فتوے دیئے۔ اور ایک جھوٹا مقدمہ بھانسی دلانے کے لئے میرے پر بنایا گیا جس میں مستغیث پادری ڈاکٹر مارٹن کلاؤک تھا

اور منجملہ گواہوں کے مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی تھے۔ اہ الزام یہ تھا کہ اس شخص نے عبد المجید نام ایک شخص کو ڈاکٹر مارٹن کلارک کے قتل کے لئے بھیجا تھا۔ چنانچہ شہادتیں برخلاف میرے پسے طور پر گزر گئیں۔ مگر خدا نے مجھے مقدمہ سے پہلے ہی اطلاع دی تھی کہ ایسا مقدمہ ہو گا۔ اند میں مجھے بچاؤں گا۔ اور وہ وحی الہی قریباً ساٹھ یا مشرباً اسی آدمی کو قبل از مقدمہ سنائی گئی تھی۔ چنانچہ خدا نے مجھے اپنی پاک وحی کے مطابق اس جھوٹے الزام سے عزت کے ساتھ نجات دی۔ پس وہ تمام کوشش میرے پھانسی دلانے کے لئے تھی جیسا کہ یہودیوں نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے لئے کی تھی۔

اد عجیب بات یہ ہے کہ جیسا پلاٹوس آدمی نے (جو اس نوح کا گورنر تھا جہاں حضرت یحییٰ تھے) یہودیوں کو کہا تھا کہ تم اس شخص یعنی عیسیٰ کا کوئی گناہ نہیں دیکھتا جس کی وجہ سے اس کو صلیب دلو۔ ایسا ہی اس حاکم نے جس کی عدالت میں میرے پر مقدمہ قتل دائر تھا جس کا نام ڈیمکس تھا اہم عدلے طلح کا ڈپٹی کمشنر تھا مجھے مخاطب کر کے کہا کہ تم اس آپ پر کوئی الزام قتل کا نہیں لگاتا۔ اد عجیب تر یہ ہے کہ جس طرح حضرت عیسیٰ کے ساتھ ایک چور بھی صلیب دیا گیا تھا جس دن میری نصبت یہ خون کا مقدمہ فیصل ہوا۔ اسی دن اسی عدالت میں ایک کتی فوج کا عیسائی چور بھی پیش ہوا۔ جس نے کچھ دوپیر چرایا تھا۔ غرض میری نصبت خدا تعالیٰ کا یہ فرمان کہ یا عیسیٰ النی متوفیک ورافعک الخ یہ ایک پیشگوئی تھی جس میں یہ اشارہ کیا گیا تھا کہ حضرت عیسیٰ کی طرح میرے قتل کے لئے بھی کچھ منصوبے بنائے جائیں گے اور ان منصوبوں میں دشمن نامراد میں گئے۔

تیسرا امر جو مجھے دو پر مشتمل کرتا ہے میری قوی حالت ہے۔ اد جیسا کہ ظاہر طور پر سنا گیا ہے تم باپ کے لحاظ سے قوم کا مفل ہوں مگر بعض دلویاں میری سلوات میں سے تھیں۔

نہ ہو کا تب ہے اصل نام عبد المجید ہے (ناشر)

لیکن خدا تعالیٰ مجھے باپ کے لحاظ سے فارسی النسل قرار دیتا ہے اور ماں کے لحاظ سے مجھے فارسی ٹھیرتا ہے اور وہی حق ہے جو وہ کہتا ہے۔ اور جو تھا امر جو مجھے دُورِ مشرق کرتا ہے وہ یہ ہے کہ میں جوڑا پیدا ہوا تھا۔ ایک میرے ساتھ لڑکی تھی جو مجھ سے پہلے پیدا ہوئی تھی۔

پھر میں اپنے پہلے مقدم کی طرف رجوع کر کے کہتے ہیں کہ یہ بالکل غلط اور دھوکا کھانا ہے کہ حدیثوں میں مسیح موعود کے بارے میں نبی کا نام دیکھ کر یہ سمجھا جائے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی ہیں۔ کیونکہ انہیں حدیثوں میں اگرچہ آنے والے عیسیٰ کا نام نبی رکھا گیا ہے مگر اُس کے ساتھ ایک ایسی شرط لگا دی گئی ہے کہ اس شرط کے لحاظ سے ممکن ہی نہیں کہ اس نبی سے مراد حضرت عیسیٰ اسرائیلی ہوں کیونکہ باوجود نبی نام رکھنے کے اس عیسیٰ کو انہی حدیثوں میں اتنی بھی قرار دیا ہے۔ اور جو شخص اتنی کی حقیقت پر نظر غور ڈالے گا وہ بیدار مت سمجھ لے گا کہ حضرت عیسیٰ کو اتنی قرار دینا ایک کفر ہے کیونکہ اتنی اس کو کہتے ہیں کہ جو بغیر اتباع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور بغیر اتباع قرآن شریف بعض ناقص اور گمراہ اور بے دین ہو اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور قرآن شریف کی پیروی سے اُس کو ایمان اور کمال نصیب ہو۔ اور ظاہر ہے کہ ایسا خیال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت کرنا کفر ہے۔ کیونکہ گو وہ اپنے درجہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیسے ہی کم ہوں مگر نہیں کہہ سکتے کہ جب تک وہ دوبارہ دنیا میں آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں داخل نہ ہوں تب تک نفوذ بائبل وہ گمراہ اور بے دین ہیں یا وہ ناقص ہیں اور ان کی معرفت نامہ تمام ہے۔ پس میں اپنے مخالفوں کو یقیناً کہتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ اتنی ہرگز نہیں ہیں۔ گو وہ جگہ تمام انبیاء و آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چالی پانچویں تھے مگر وہ ان ہدایتوں کے پیرو تھے جو ان پر نازل ہوئی تھیں۔ اور براہ راست خدا نے ان پر تجلی فرمائی تھی یہ ہرگز نہیں تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی تعلیم سے وہ نبی بنے تھے تا وہ اتنی کہلاتے۔ ان کو خدا تعالیٰ نے الگ کتابیں دی تھیں۔ اور ان کو ہدایت تھی کہ ان کتابوں پر عمل کریں اور مکمل دیں۔ جیسا کہ قرآن شریف اس پر گواہ ہے۔ پس اس پر ہی شہادت کی نود سے

حضرت عیسیٰ مسیح موعود کو بچہ ٹھہر سکتے ہیں۔ پس چونکہ وہ امتی نہیں اس لئے وہ اس قسم کے نبی بھی نہیں ہو سکتے جس کا امتی ہونا ضروری ہے۔ ایسا ہی خدا تعالیٰ نے میرے لئے عہد و نشان دکھائے جن میں کچھ اس حصہ برائیں احمدیہ میں بھی ملتا ہے۔

قول - حضرت کی عمر شریف اس وقت کس قدر ہے؟ اور حضرت جو بشارت دیتے ہیں کہ حضرت کے خلیفہ اسلام نہایت ترقی کرے گا کیا وہ ترقی حضرت کی حین حیات میں واقعہ میں آئیگی یا کیا؟ اس کی تشدیخ کا امید دار ہوں۔

اقول عمر کا اصل اندازہ تو خدا تعالیٰ کو معلوم ہے مگر جہاں تک مجھے معلوم ہے اب اس وقت تک جو سنہ ہجری ۱۳۲۳ء ہے میری عمر ستر برس کے قریب ہے واللہ اعلم۔ اور میں نہیں کہہ سکتا کہ پورے طور پر ترقی اسلام کی میری زندگی میں ہوگی یا میرے بعد میں۔ ماں میں خیال کرتا ہوں کہ پوری ترقی دین کی کسی نبی کی حین حیات میں نہیں ہوئی۔ بلکہ انبیاء کا یہ کام تھا کہ انہوں نے ترقی کا کسی قدر غونہ دکھلا دیا اور پھر بعد ایش کے ترقیاں ظہور میں آئیں۔ جیسا کہ ہم کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا کیلئے اور ہر ایک اہل اہود و احرار کیلئے مبعوث ہوئے تھے مگر آپ کی حیات میں احرار یعنی یورپ کی قوم کو تو اسلام سے کچھ بھی حصہ نہ ملا ایک بھی مسلمان نہیں ہوا۔ اور جو اہود تھے ان میں سے صرف جزیرہ عرب میں اسلام پھیلا۔ اور کہہ کی فتح کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی۔ جو میں خیال کرتا ہوں کہ میری نسبت بھی ایسا ہی ہوگا۔ مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے بار بار یہ وحی قرآنی ہو چکی ہے واما انزلناک بعض الذی نعدہم لونتو فیثبات اس سے مجھے یہی امید ہے کہ کوئی حصہ کامیابی کا میری زندگی میں ظہور میں آئے گا۔

قول - احادیث میں کسی جہاد کی تصویر کھینچنے میں سخت دیر آئی ہے مگر حضور کی عکسی تصویریں جو شائع کی گئی ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اس کو جائز رکھتے ہیں۔

اقول - میں اس بات کا سخت مخالف ہوں کہ کوئی میری تصویر کھینچے اور اس کو بت پرستوں کی طرح اپنے پاس رکھے یا شائع کرے۔ میں نے ہرگز ایسا حکم نہیں دیا کہ کوئی لیا کرے اور کچھ نیلا

بہت پرستی اور تصویر پرستی کا کوئی دشمن نہیں ہوگا۔ لیکن میں نے دیکھا ہے کہ آج کل یورپ کے لوگ جس شخص کی بیعت کو بیکھنا چاہیں اول خواہشمند ہوتے ہیں کہ اسکی تصویر دیکھیں۔ کیونکہ یورپ کے ملک میں فراموشی کے علم کو بہت ترقی ہے۔ اور اکثر ان کی محض تصویر کو دیکھ کر شناخت کر سکتے ہیں کہ ایسا ملکی صادق ہے یا کاذب۔ اور وہ لوگ باعث ہزار ہا کوں کے فاصلہ کے مجھ تک نہیں پہنچ سکتے اور نہ میرا چہرہ دیکھ سکتے ہیں۔ لہذا اس ملک کے اہل فراموشی بذریعہ تصویر میرے اندونی حالات میں غور کرتے ہیں۔ کئی ایسے لوگ ہیں جو انہوں نے یورپ یا امریکہ سے میری طرف سے تصویریں بھیجیں اور اپنی تصویریں تحریر کی ہے کہ ہم نے آپ کی تصویر کو غور سے دیکھا اور علم فراموشی کے ذریعہ سے ہیں ماننا پڑا کہ جسکی یہ تصویر ہے وہ کاذب نہیں ہے۔ اور ایک امریکہ کی عورت نے میری تصویر کو دیکھ کر کہا کہ یہ یسوع یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی تصویر ہے۔ پس اس غرض سے اور اس حد تک میں نے اس طریق کے جاری ہونے میں مصلحتاً خاموشی اختیار کی۔ دائماً الاحوال بالذیات۔ اور میرا مذہب یہ نہیں ہے کہ تصویر کی حرمت قطعی ہے۔ قرآن شریف سے ثابت ہے کہ فرقہ جن حضرات ایمان کے لئے تصویریں بناتے تھے اور بنی اسرائیل کے پاس مدت تک انبیاء کی تصویریں ہیں جن کی نسبت ہے شریعہ و علم کی بھی تصویر تھی۔ اور حضرت علیہ وسلم کو حضرت عائشہؓ کی تصویر ایک پادشہ شہی پر جبرائیل علیہ السلام نے دکھائی تھی۔ اور بانی میں بعض شخصوں پر جانوروں کی تصویریں قدقدی طور پر مجھپ جاتی ہیں۔ اور یہ آلہ جس کے ذریعہ سے اب تصویریں جاتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں ایجاد نہیں ہوا تھا۔ اور یہ نہایت ضروری آلہ ہے جس کے ذریعہ سے بعض امراض کی تشخیص ہو سکتی ہے ایک اور آلہ تصویر کا نکلا ہے جس کے ذریعہ سے انسان کی تمام ہڈیوں کی تصویر کھینچی جاتی ہے اور وجہ المغاٹ و فقر و غیرہ امراض کی تشخیص کیلئے اس آلہ کے ذریعہ سے تصویر کھینچتے ہیں اور مرض کی حقیقت معلوم ہوتی ہے۔ ایسا ہی فولو کے ذریعہ سے بہت سے علمی فوائد ظہور میں آئے ہیں۔ چنانچہ بعض انگریزوں نے فولو کے ذریعہ دنیا کے کل جانداروں میں ان تک کہ طرح طرح کی ہڈیوں کی تصویریں اور ہر ایک قسم کے پرند اور چرند کی تصویریں اپنی کتابوں میں چھاپ دی ہیں۔

جس سے علمی ترقی ہوتی ہے۔ پس کیا گمان ہو سکتا ہے کہ وہ خدا بوعلم کی ترغیب دیتا ہے وہ ایسے
 آلہ کا استعمال کرنا حرام قرار دے جس کے ذریعہ سے بڑے بڑے مشکل امراض کی تشخیص ہوتی ہے
 اور اہل فرامست کیلئے ہدایت پانے کا ایک ذریعہ ہو جاتا ہے۔ یہ تمام جہالتیں ہیں جو پھیل گئی
 ہیں۔ ہمارے ملک کے مولوی چہرہ شاہی سنگہ کے وید اور دو تیاں اور چوتیاں اور اشٹیاں اپنی
 جیدوں اور گھڑوں میں سے کیوں باہر نہیں بھینکتے۔ کیا ان سنگوں پر تصویریں نہیں، اخصوس کہ یہ لوگ
 تاتخ خلافت معقول باتیں کر کے مخالفوں کو اسلام پر مفسی کا موقعہ دیتے ہیں۔ اسلام نے تمام لغو کام
 اور ایسے کام جو شرک کے مؤید ہیں حرام کئے ہیں نہ ایسے کام جو انسانی علم کو ترقی دیتے اور امراض
 کی شناخت کا ذریعہ ٹھہرتے اور اہل فرامست کو ہدایت قریب کر دیتے ہیں۔ لیکن بایں ہمہ یہ ہرگز
 پسند نہیں کرتا کہ میری جماعت کے لوگ بغیر ایسی ضرورت کے جو کہ مضطر کرتی ہے وہ میرے نوٹ
 کو عام طور پر شائع کرنا اپنا کسب اور ہمیشہ بنالیں۔ کیونکہ اسی طرح رفتہ رفتہ بدعات پیدا ہو
 جاتی ہیں اور شرک تک پہنچتی ہیں اسلئے میں اپنی جماعت کو اس جگہ بھی نصیحت کرتا ہوں کہ جہاں تک ان کیلئے
 ممکن ہو ایسے کاموں سے دستکش رہیں بعض صاحبوں کے میں نے کاڈ دیکھے ہیں اور ان کی پشت
 کے کنارہ پر اپنی تصویر دیکھی ہے۔ میں ایسی اشاعت کا سخت مخالف ہوں اور میں نہیں چاہتا
 کہ کوئی شخص ہماری جماعت میں سے ایسے کام کا مرتکب ہو۔ ایک صحیح اور مفید غرض کیلئے کام
 کرنا اور نعرے اور ہندوؤں کی طرح جو اپنے بزرگوں کی تصویریں جا بجا در دیوار پر نصب
 کرتے ہیں یہ نذر بات ہے ہمیشہ دیکھا گیا ہے کہ ایسے لغو کام منجر بشرک ہو جاتے ہیں اور
 بڑی بڑی خرابیاں ان سے پیدا ہوتی ہیں۔ جیسا کہ ہندوؤں اور نصاریٰ میں پیدا ہو گئیں اور میں امید
 رکھتا ہوں کہ جو شخص میرے نصائح کو عظمت اور عزت کی نظر سے دیکھتا ہے اور میرا سچا پیرو
 ہے وہ اس حکم کے بعد ایسے کاموں سے دستکش رہے گا ورنہ وہ میری ہدایتوں کے برخلاف اپنے
 تئیں جلاتا ہے اور شریعت کی راہ میں گستاخی سے قدم رکھتا ہے۔

بخل اور نا سبھی کی راہ سے ایسے اعتراض بھی میری نسبت شائع کئے ہیں جن سے اگر کچھ ثابت ہوتا ہے تو بس یہی کہ وہ لوگ جس قدر اپنی دنیا کے فراہم کرنے کیلئے اور دنیوی منصب اور عہدے پانے کیلئے کوشش کرتے ہیں اس کا ہزارم حصہ بھی دین کی طرف اُن کو توجہ نہیں اُن کے اعتراضات سنا کر نہایت درجہ کی حیرت پیدا ہوتی ہے کہ یہ لوگ مسلمان کہلا کر اسلام سے بالکل بے خبر ہیں۔

بھلا غور کرنا چاہیئے کہ یہ اعتراضات اُن کے کس قسم کے ہیں۔ مثلاً وہ کہتے ہیں کہ یہ ایک منصوبہ ہے جو درمیر جمع کرنے کے لئے بنایا گیا ہے۔ اور اس کے معادن تنخواہیں پاتے ہیں۔ اب وہ شخص جو دلی میں کچھ خدا تعالیٰ کا خوف رکھتا ہے سوچ لے کہ کیا یہ دلی بدظنی نہیں جو قدیم سے دلوں کے اندر ہے انبیاء علیہم السلام پر کرتے آئے ہیں۔ فرعون نے حضرت موسیٰ پر بھی بدظنی کی اور اپنے لوگوں کو بھی کر کے کہا کہ اس شخص کا اصل مطلب یہ ہے کہ تم لوگوں کو زمین سے بیدخل کر کے خود قابض ہو جاؤ ایسا ہی یہودیوں نے حضرت عیسیٰ کی نسبت یہی رائے قائم کی کہ یہ شخص مکار ہے اور نبوت کے بہانہ سے ہم لوگوں پر حکومت کرنا چاہتا ہے۔ اور عمار بنی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کفار قریش نے بھی یہی بدظنی کی۔ جیسا کہ قرآن شریف میں اُن کا مقولہ یہ لکھا ہے اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ يُرَادُّ عَيْنِيْ اِس دعوئی میں تو کوئی نفسانی مطلب ہے۔ سو ایسے اعتراض کرنے والوں پر ہم کیا افسوس کریں۔ وہ پہلے منکرین کی عادت دکھلا رہے ہیں۔ طالب حق کی یہ عادت ہونی چاہیئے کہ وہ دعوئی کو غور سے دیکھے اور دلائل پر دلی انصاف کے نظر ڈالے اور وہ بات مند پر لاوے جو عقل اور خدا ترسی اور انصاف کا مقتضا ہے نہ یہ کہ قبل از تحقیق یہ کہنا شروع کر دے کہ یہ سب کچھ مال کمانے کے لئے ایک مکر بنایا گیا ہے۔

پھر ایک یہ بھی اُن کا اعتراض ہے کہ پیشگوئیاں پوری نہیں ہوئیں۔ اس اعتراض کے جواب میں کثرت اس قدر رکھنا کافی ہے کہ لَعْنَةُ اٰطَلَةَ عَلٰی الْكَافِرِيْنَ۔ اگر وہ میری کتابوں کو غور سے دیکھتے یا میری جماعت کے اہل علم اور واقفیت سے دریافت کرتے تو انہیں معلوم ہوتا کہ کئی ہزار پیشگوئی اب تک پوری ہو چکی ہے اور ان پیشگوئیوں کے پورا ہونے کے صرف ایک دو گواہ

نہیں بلکہ ہزارہا انسان گواہ ہیں۔ ناحق کی تکذیب کیا فائدہ۔ کیا ایسی باتوں سے حضرت عیسیٰ کا دوبارہ آنا قریب قیاس ہو جائیگا؟ حضرت عیسیٰ کے دوبارہ آنے سے تو اتنا قند و حدیث چاہیئے ہر ایک مخالف یقین رکھے کہ اپنے وقت پر وہ جان کنڈن کی حالت تک پہنچے گا اور مرگیا گوشت عیسیٰ کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھیگا۔ یہ بھی میری ایک پیشگوئی ہے جس کی پہلی کار ایک مخالفت اپنے مرنے کے وقت گواہ ہوگا۔ جس قدر مولوی اور قائل ہیں اور ہر ایک اہل فساد جو میرے مخالف کچھ لکھتا ہے وہ سب یاد رکھیں کہ اس امید سے وہ نامراد مر جائیں گے کہ حضرت عیسیٰ کو وہ آسمان سے اترتے دیکھ لیں۔ وہ ہرگز ان کو اترتے نہیں دیکھیں گے یہاں تک کہ بیمار ہو کر فرغِ عمر کی حالت تک پہنچ جائیں گے اور نہایت تلخی سے اس دنیا کو چھوڑ دیں گے۔ کیا یہ پیشگوئی نہیں ہوئی کہ وہ مکتبہ میں کہ یہ پوری نہیں ہوگی چھوڑ دی ہوگی۔ پھر اگر ان کی اولاد ہوگی تو وہ بھی یاد رکھیں کہ اسی طرح وہ بھی نامراد مر جائیں گے اور کوئی شخص آسمان سے نہیں اترے گا۔ اور پھر اگر اولاد کی اولاد ہوگی تو وہ بھی اس نامرادی سے حصہ لیں گے۔ اور کوئی بن بھی حضرت عیسیٰ کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھیگا۔

اور بعض نادان کہتے ہیں کہ احمدیہ کے داماد کی نسبت پیشگوئی پوری نہیں ہوئی وہ نہیں سمجھتے کہ یہ پیشگوئی بھی عبد اللہ آتھم کے متعلق کی پیشگوئی کی طرح شرطی تھی اور اس میں خدا تعالیٰ کی وحی اس کی منکوحہ کی نانی کو مخاطب کر کے یہ تھی تو بوی تو بوی فان البلاء علی عتبات یعنی اسے عورت تو یہ تو یہ کہ تیری لڑکی کی لڑکی پر بلا آنے والی ہے۔ موجب خود احمدیہ اس پیشگوئی کے مطابق جس کی یہ پیشگوئی ایک شرخ ہے میعاد کے اندر فوت ہو گیا تو جیسا کہ انسانی مرثیت کا خاصہ ہے سب متعلقین کے دلوں میں خوف پیدا ہوا اور وہ ڈرے اور تعجب کیا۔ اس لئے خدا نے اس پیشگوئی کے ظہور میں تاخیر ڈال دی۔ اور یہ تو شرطی پیشگوئی تھی جیسا کہ عبد اللہ آتھم کی موت کی نسبت بھی شرطی پیشگوئی تھی جس کی وفات پر قریباً گیارہ برس گزر گئے۔ مگر یونس نبی نے اپنی قوم کے ہلاک ہونے کی نسبت پیشگوئی کی تھی۔

تو کوئی شرط نہ تھی مگر وہ قوم بھی توبہ و استغفار سے بچ گئی۔ ہم بار بار کہہ چکے ہیں کہ عید کی پیشگوئیاں توبہ و استغفار سے تاخیر پذیر ہو سکتی ہیں بلکہ منسوخ ہو سکتی ہیں۔ جیسا کہ یونس کی قوم کی نسبت جو ہلاک کرنے کا وعدہ تھا صرف توبہ سے ٹل گیا۔ مگر افسوس اس زمانہ کے یہ لوگ کیسے اندھے ہیں کہ بار بار ان کو کتاب اللہ کے موافق جواب دیا جاتا ہے اور پھر نہیں سمجھتے۔ کیا ان کے نزدیک یونس نبی مہیا نبی نہیں تھا جس کی پیشگوئی بغیر کسی شرط کے تھی اور قطعی پیشگوئی تھی کہ چالیس دن میں اُسکی قوم عذاب سے ہلاک کی جائے گی مگر وہ قوم ہلاک نہ ہوئی۔ مگر ابھی تو ایسا اعتراض آتا نہ تھا جیسا کہ حضرت یونس کی پیشگوئی پر آتا تھا۔ ابھی تو عبد اللہ آتھم اور احمد بیگ اور اسکے داماد کی موت کی نسبت شرطی پیشگوئیاں تھیں۔ تعجب ہے کہ چار پیشگوئیوں میں سے تین پیشگوئیاں پوری ہو چکیں اور عبد اللہ آتھم اور احمد بیگ اور ایکھرام مدت ہوئی کہ پیشگوئیوں کے مطابق اس جہان سے گزرتے۔ پھر بھی یہ لوگ اعتراض سے باز نہیں آتے۔

اور یہ بھی اعتراض کرتے ہیں کہ احمد بیگ کی لڑکی کے لئے طرح طرح کی امید دینے سے کیوں کوشش کی گئی نہیں سمجھتے کہ وہ کوشش اسی غرض سے تھی کہ وہ تقدیر اس طور سے ملتوی ہو جائے اور وہ عذاب ٹل جائے۔ یہی کوشش عبد اللہ آتھم اور ایکھرام سے بھی کی گئی تھی۔ یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ کسی پیشگوئی کے پورا کرنے کے لئے کوئی جانور کوشش کرنا حرام ہے۔ زندہ خود سے اور حیا سے سوچو کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن شریف میں یہ وعدہ نہیں دیا گیا تھا کہ عرب کی بت پرستی کا لود ہوگی اور بجائے بت پرستی کے اسلام قائم ہوگا۔ اور وہ دن آئیگا کہ خانہ کعبہ کی کھیاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہوں گی جس کو چاہیں گے دیں گے۔ اور خدا یہ سب کچھ آپ کہے گا۔ مگر پھر بھی اسلام کی اشاعت کے لئے ایسی کوشش ہوئی جس کی تفصیل کی ضرورت نہیں۔ بلکہ حدیث صحیح میں ہے کہ اگر کوئی خواب دیکھے اور اس کی کوشش سے وہ خواب پوری ہو سکے تو اس کو دیا کو اپنی کوشش سے پوری کر لینا چاہیے۔

جواب شبہات الخطاب الملیح فی تحقیق المہدی المسیح مولوی رشید احمد صانگونی کے خرافات کا مجموعہ

اس رسالہ میں جہاں تک مؤلف سے ہوسکا میری تکذیب کیلئے بہت ہاتھ پیرا رہے ہیں اور اپنے خیال کو قوت دینے کے لئے بہت سی غلط واقع باتوں سے کام لیا ہے۔ یہ کتاب ہر امر کچی لودبے مال اور لغو خیالات اور مفتریات سے پُر ہے۔ اور میں جانتا ہوں کہ اس کے لڑکی کچھ بھی ضرورت نہیں اور ایسا شخص جو قرآن شریف اور حدیث کا کچھ علم رکھتا ہے اس کیلئے اس بات کی حاجت نہیں کہ اس رسالہ کا رد لکھا جائے۔ مگر چونکہ میں نے مناسبت سے کہ مولوی رشید احمد صاحب کے مرید ہمارے پورے فوج میں اس رسالہ کو بہت عزت سے دیکھتے ہیں اور محض اس خیال سے کہ یہ تحریر ان کی آیام زندگی کی یادگار ہے بہت محبت سے اس کو پڑھتے ہیں اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ ایسے لوگوں کو دھوکہ سے بچانے کیلئے ان چند ضروری التراضیات کا جواب دیا جائے جن کی وجہ سے اس فوج کے جاہل لودبے علم و دھم غلط فہم میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ اور اس رسالہ کا مجموعہ اباطیل پر ناز کرتے ہیں۔

لیکن میں اس جگہ حق کے طالبوں پر ایک سیدھی راہ کھولنے کے لئے مناسب سمجھتا ہوں کہ جو اصل مسئلہ مابہ النزاع ہے پہلے اس کا کچھ ذکر کیا جائے۔ مودہ یہ ہے کہ ہماری مخالفت جن میں مولوی رشید احمد بھی داخل ہیں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت نہیں ہوئے اور وہ کسی غرض کے لئے زندہ مع جسم منضری آسمان پر چلے گئے ہیں اور کسی وقت

یہ معبرین نے لکھا ہے کہ جو شخص خواب میں دیکھے کہ وہ زندہ مع جسم منضری آسمان پر چلا گیا ہے اس کی یہی تعبیر ہوگی کہ وہ اپنی طبعی موت سے مرگا۔ یعنی غافلوں کے ارادہ قتل سے اس میں رہے گا۔ پس کچھ تعجب نہیں کہ ایسی خواب حضرت عیسیٰ نے بھی دیکھی ہو۔ اور پھر نادان لوگوں نے خواب کی تعبیر پر نظر نہ رکھ کر سچ آسمان پر مع جسم منضری جانا سمجھ لیا ہو۔

قیامت سے پہلے دوبارہ دنیا میں نازل ہونگے مگر نہیں بتلاتے کہ وہ کونسی غرض تھی جس کیلئے وہ آسمان پر اٹھائے گئے؟ کیا صرف یہودیوں کے ہاتھ سے جان بچانا منظور تھا یا کوئی اور بات تھی؟ اور نہیں بتلا سکتے کہ اب تک جو دہ ہزار برس کے قریب ہو چکا کیوں وہ آسمان پر نہیں گیا ابھی تک یہودیوں کے مواخذہ کا کچھ دھڑکا دل میں باقی ہے؛ اور نہیں بتلا سکتے کہ کیوں ان کو یہ خصوصیت دی گئی کہ برخلاف جمیع انبیاء و کے وہ اتنی مدت تک کہ اب دہ ہزار برس کے قریب پہنچ گئے آسمان پر رہیں۔ اور پھر کسی وقت مطابق پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمین پر نازل ہونگے اور نہیں بتلا سکتے کہ ایسے رفیع جہانی اور پھر نزول میں مصلحت الہی کیا تھی؟ کیا یہودیوں کے بکڑنے کا اندیشہ یا کچھ اور۔ اور نہیں بتلا سکتے کہ ایسے شخص کو یہ معذور اور نزول کی خصوصیت کیوں دی گئی جس کی نسبت اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ وہ خدا بنایا جائیگا۔ اور چالیس کروڑ مخلوق محض اس کی طرف یہ خولق منسوب ہونے کی وجہ سے اس کو خدا کا بیٹا بلکہ خدا مانیں گے۔ اور یہ لوگ اگرچہ بڑے زندقہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ مرے نہیں بلکہ زندہ ہیں مگر نہیں بتلا سکتے کہ برخلاف سنت اللہ کی کس نوع صریح قرآن شریف سے ان کی زندگی ثابت ہے۔ مگر وہ عقیدہ جس پر خدا تعالیٰ نے علی وجہ البصیرت مجھ کو قائم کیا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مثل دیگر انسانوں کے انسانی عمر یا کثرت ہونے میں اور آسمان پر مع جسم عنصری چڑھ جانا اور پھر کسی وقت مع جسم عنصری زمین پر نازل ہونا یہ سب اُن پر تہمتیں ہیں۔ قال اللہ عز وجل قل صلیحان وبقی حل کنت الا بعثنا رسولاً

پس اصل مسئلہ جو طے ہونے اور فیصلہ ہونے کے لائق ہے وہ یہی ہے کہ کیا یہ سچ ہے کہ برخلاف عادت اللہ و حقیقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام مع جسم عنصری آسمان پر چڑھ گئے تھے اور اگر یہ دعویٰ ہر یکہ یلینہ قرآن شریف سے ثابت ہو جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حقیقت آسمان پر مع جسم عنصری اٹھائے گئے تھے تو پھر اُن کے نازل ہونے کے بارے میں کسی بحث کی ضرورت نہیں کیونکہ جو شخص مع جسم عنصری آسمان پر جائے گا اُس کا واپس آنا بموجب نص قرآنی ضروری ہے

پس اگر حضرت عیسیٰ مع جسم آسمان پر چلے گئے ہیں تو واپس آنے میں کیا مشک ہے وجہ یہ کہ اگر دوبارہ زمین پر آنے کے لئے کسی اور کام کی فرض سے ان کی کچھ ضرورت نہ ہو تو پھر بھی مرنے کے لئے ان کا انا ضرور ہوگا کیونکہ آسمان پر کوئی قبول کی جگہ نہیں۔ اور نفع صریح قرآن شریف سے ثابت ہے کہ ہر ایک انسان زمین پر ہی مرے گا اور زمین میں ہی دفن کیا جائیگا اور زمین سے ہی نکالا جائیگا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرٰی۔** البتہ یہ ممکن ہے کہ آسمان سے بیمار ہو کر آویں یا راہ میں بیمار ہو جائیں اور پھر زمین پر آکر مر جائیں۔ ادھر ہم نے اس لئے کہا کہ احادیث سے ثابت ہے کہ انبوالا عینے زعفرانی رنگ کی دو چادریں میں نازل ہوگا۔ اور تمام معجزین کے اتفاق سے تعبیر کی رو سے زرد رنگ چادر سے بیماری مراد ہوتی ہے۔

ادیس کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں کہ یحییٰ خدا تعالیٰ کی طرف سے مسیح موعود کو۔ احادیث میں میرے جسمانی علامات میں سے یہ دو علامتیں بھی لکھی گئی ہیں۔ کیونکہ زرد رنگ چادر سے بیماری مراد ہے۔ اور جیسا کہ مسیح موعود کی نسبت حدیثوں میں دو زرد رنگ چادریں کا ذکر ہے ایسے ہی میرے لاحق حال دو بیماریاں ہیں۔ ایک بیماری بدن کے اوپر کے حصہ میں ہے جو اوپر کی چادر ہے اور دوسری سر سے جس کی شدت کی وجہ سے بعض وقت میں زمین پر گر جاتا ہوں اور دل کا دھڑان خون کم ہو جاتا ہے اور ہولناک صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور دوسری بیماری بدن کے نیچے کے حصہ میں ہے جو مجھے کثرتِ پیشاب کی مرض ہے جس کو ذیابیس بھی کہتے ہیں۔ اور معمولی طور پر مجھ کو ہر روز پیشاب بکثرت آتا ہے اور پندرہ یا بیس دفعہ تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ اور بعض اوقات قریب تو دو دفعہ کے دن رات میں آتا ہے اور اس سے بھی منفعہ بہت ہو جاتا ہے سو یہ زرد رنگ کی دو چادریں ہیں جو میرے حصہ میں آگئی ہیں۔ اور جو لوگ مجھے قبول نہیں کرتے ان کو تو بہر حال ماننا پڑے گا کہ حضرت عیسیٰ زوال کے وقت آسمان سے یہ تحفہ لائیں گے جو دو بیماریاں ان کے لاحق حال ہونگی۔ ایک بدن کے حصہ میں اور دوسری بدن کے

نیچے کے حصہ میں ہوگی۔

۲۰۲
 اور اگر کوئی یہ کہے کہ ان چادرول سے اصلی چادریں ہی مراد ہیں تو گویا اس کا یہ مطلب ہوگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزل کے وقت ہندوؤں کے جوگیوں کی طرح زرد رنگ کی دو چادرول میں نازل ہونگے۔ مگر یہ معنی ان معنوں کے برخلاف ہیں جو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مکاشفات کی نسبت کئے ہیں۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں میں دو کڑے دیکھے تھے اور اس کی تعبیر دو جھوٹے نبی فرمایا تھا۔ اور گائیاں ذبح ہوتی دیکھی تھیں اور اسی تعبیر اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کی شہادت فرمائی تھی۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک بڑا پیرا بن دیکھا تھا اور اس کی تعبیر تقویٰ کی تھی۔ پس اس حدیث میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت قدیم کے موافق کیوں دو زرد چادرول کی وہ تعبیر نہ کی جائے جو بالاتفاق اسلام کے تمام اکابر معتبروں نے کی ہے جن میں سے ایک بھی اس تعبیر کے مخالف نہیں۔ اور وہ یہی تعبیر ہے کہ دو زرد چادرول سے دو بیادیاں مراد ہیں۔ اور جس خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ میرا تجربہ یہی ہے اور بہت سی مرتبہ جن کا میں شاکر نہیں کر سکتا مجھے دویا میں اپنی نعت یا کسی دوسرے کی نسبت جب کبھی معلوم ہوا کہ زرد چادرول پر ہے تو اس سے بیاد ہونا ہی ظہور میں آیا ہے۔ پس یہ ظلم ہے کہ جیسا کہ متوفیہات کے نقطہ کے معنی حضرت عیسیٰ کی نسبت مارے جہان کے برخلاف کئے جاتے ہیں ایسا ہی زرد چادرول کی نسبت بھی وہ معنی کئے جائیں کہ جو برخلاف بیان کردہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و اصحاب رضی اللہ عنہم و تابعین و تابعین وائمہ اہل بیت ہوں۔ اب خصوصاً کلام یہ کہ اس مقام میں نہایت ضروری بحث یہ ہے کہ آیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام درحقیقت فوت ہو گئے یا نہیں کیونکہ اگر یہ بات ثابت ہو سکے کہ وہ معجم ضروری زندہ آسمان پر چلے گئے ہیں تو پھر جیسا کہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں۔ بہر حال ان کا زمین پر آنا ہند کی شمولیت کیلئے یا صرف مرنے کیلئے ضروری ہے۔ یہی اصل بحث ہے جس کے طے ہونے سے تمام جھگڑا طے ہو جاتا ہے اور جس فریق کے ہاتھ میں دلائل قویہ حیات یا موت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہیں وہی فریق

صحیح یہ ہے۔ اور پھر اس بحث کے طے ہونے کے بعد دوسری فردی بحثیں غیر ضروری ہو جاتی ہیں۔ بلکہ فریق مغلوب کے دوسرے عزدات خود بخود رد ہو جاتے ہیں۔ مو طالب حق کے لئے نہایت ضروری یہی مسئلہ ہے جس پر اسے اپنی توجہ کے ساتھ غور کرنا لازم ہے۔

ابجگہ انہوں کا مقام تو یہ ہے کہ باوجود اس کے کہ قرآن شریف نے صریح لفظوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا بیان فرمایا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صریح لفظوں میں حضرت عیسیٰ کا ان اندراج میں داخل ہونا بیان فرمادیا ہے جو اس دنیا سے گذر چکی ہیں اور اصحاب رضی اللہ عنہم نے کھلے کھلے اجماع کے ساتھ اس فیصلہ پر اتفاق کر لیا ہے کہ تمام نبی فوت ہو چکے ہیں۔ پھر بھی ہمارے مخافت باد بار حضرت عیسیٰ کی حیات کو پیش کرتے ہیں قرآن شریف

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم کو آپ کی وفات سے سخت صدمہ گذر رہا تھا اور اسی صدمہ کی وجہ سے حضرت عمرؓ نے بعض منافقوں کے کلمات سُن کر فرمایا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ دنیا میں آئیں گے اور منافقوں کے ناک اور کان کاٹیں گے۔ پس چونکہ یہ خیال غلط تھا اس لئے اولیٰ حضرت ابو بکر صدیقؓ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے گھر آئے۔ اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ پر سے چادر اٹھا کر پیشانی مبارک کو بوسہ دیا۔ اور کہا۔ ائت طیب حیاً و میثلاً لن یجمعہ اللہ علیہما الفوتین الا موت تک الا دینی یعنی تو زندہ اور میت ہونے کی حالت میں پاک ہے۔ خدا تعالیٰ ہرگز تیرے پر دہوتیں جمع نہیں کرے گا اگر پہلی موت۔ اس قول سے مطلب یہی تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں واپس نہیں آئیں گے۔ اور پھر تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو مسجد نبوی میں جمع کیا۔ اور سُن اتفاق سے اُس دن تمام صحابہؓ جو زندہ تھے زمین میں موجود تھے پس سب کو جمع کر کے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سب پر پڑھ کر یہ آیت پڑھی وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صوفی بنی ہیں اور پہلے اس سے سب بنی فوت ہو چکے ہیں۔ پس کیا اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو جائیں

کو چھوڑتے ہیں۔ حدیث کو چھوڑتے ہیں۔ صحابہ کے اجماع کو چھوڑتے ہیں اور اپنے باپ دادا کی غلطی کو مضبوط کر لیتے ہیں۔ اور ایک زندہ ان کے پاس اس بات کا ثبوت نہیں کہ حضرت عیسیٰ فوت نہیں ہوئے۔ لہذا آخری زمانہ میں دوبارہ دنیا میں آئیں گے۔ صرف وہ شخص ان کو مخالفت پر آمادہ کر رہا ہے کہ جو ہمیشہ بوجہ معاشرت خود پسند لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو جایا کرتا ہے۔ اگر بغرض محال یہ امر بھی درمیان ہوتا جو میرے دلائل کے مقابل پر حضرت عیسیٰ کی حیات پر ان کے پاس قرآن شریف یا حدیث کی رو سے کچھ دلائل ہوتے تب بھی تقویٰ کا تقاضا یہ ہونا چاہئے تھا کہ

۱۷۷

یا قتل کئے جائیں تو تم لوگ دین کو چھوڑ دو گے؟ یہ پہلا اجماع تھا جو صحابہ رضی اللہ عنہم میں ہوا۔ جسے ثابت ہوا کہ کل نبی فوت ہو چکے ہیں جن میں حضرت عیسیٰ بھی داخل ہیں۔ اور یہ کہنا کہ خلعت کے معنوں میں زندہ آسمان پر جانا بھی داخل ہے یہ سراسر مٹ دھری ہے۔ کیونکہ عرب کی تمام نعت دیکھنے سے کہیں ثابت نہیں ہوتا کہ زندہ آسمان پر جانے کیلئے بھی خلعت کا لفظ آسکتا ہے۔ اس واسطے کہ آج کل اللہ تعالیٰ نے خلعت کے معنی دو فقرہ قرآن میں خود بیان فرما دیئے ہیں۔ کیونکہ فرمایا: اذ ان مات لوقتل۔ پس خلعت کے معنی دو صورتوں میں محدود کر دیئے۔ ایک یہ کہ طبعی موت سے مراد سر قتل کئے جانا۔ دوسرے تشریح یوں ہونی چاہیئے تھی۔ اذ ان مات لوقتل اور فح لى الصالح مع جسدہ العنصرى۔ یعنی اگر مر جائے یا قتل کیا جائے یا مع جسم آسمان پر اٹھا دیا جائے۔ یہ تو خلافت کے برخلاف ہے کہ جس قدر معنوں پر خلعت کا لفظ قبول غرضین مشتمل تھا۔ ان میں سے صرف دو معنی لئے اللہ میرے کا ذکر تک نہ کیا۔ ماسوائے اس کے اصل مطلب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ تھا کہ دوسری تفسیر حضرت علی رضی اللہ عنہ وسلم دنیا میں نہیں آئیں گے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی پر بوسہ دینے کے وقت حضرت ابوبکر نے اس کی تصریح بھی کر دی تھی تو بہر حال مخالفت کو ماننا پڑے گا کہ کسی طرح حضرت عیسیٰ دنیا میں نہیں آسکتے تو بغرض محال زندہ ہوں۔ دوسرے فرض استدلال باطل ہو جائیگا اور یہ صحابہ کا اجماع وہ چیز ہے جس سے انکار نہیں ہو سکتا۔ منہج

کے ذریعہ سے تو ہلاک نہیں کیا جائیگا اور میں تجھے اپنی طرف اٹھا دوں گا۔ پس یہ آیت تو بطور ایک وعدہ کے تھی اور دوسری آیت محمدؐ و حمرہ بالا میں اس وعدہ کے ایفاء کی طرف اشارہ ہے جس کا ترجمہ صحیح تشریح کے تحت یہ موجود خود یقیناً حقا و نہیں رکھتے کہ انہوں نے عیسیٰ کو قتل کیا ہے اور جب قتل ثابت نہیں تو پھر موت بھی ثابت ہے جو ہر ایک انسان کے لئے ضروری ہے پس اس صورت میں جس امر کو یہودیوں نے اپنے خیال میں حضرت عیسیٰ کے رفع الی اللہ کے لئے مانع ٹھہرایا تھا یعنی قتل اور صلیب وہ مانع باطل ہوا اور خدا نے اپنے وعدہ کے موافق ان کو اپنی طرف اٹھا لیا۔

اور آجکل اس بات پر ضد کرنا بے فائدہ ہے کہ توفیٰ کے معنی مارنا نہیں۔ کیونکہ اس بات پر تمام ائمہ لغت عرب اتفاق رکھتے ہیں کہ جب ایک علم پر یعنی کسی شخص کا نام لے کر توفیٰ کا لفظ اس پر استعمال کیا جائے مثلاً کہا جائے توفی اللہ زیدؑ تو اس کے یہی معنی ہونگے کہ خدا نے زید کو مار دیا۔ اسی وجہ سے ائمہ لغت ایسے موقع پر دوسرے معنی لکھتے ہی نہیں۔ صرف وفات دینا لکھتے ہیں۔ چنانچہ لسان العرب میں ہمارے بیان کے مطابق یہ فقرہ ہے توفیٰ فلانٌ و توفیہ اللہ اذا قبض نفسه و فی الصحاح اذا قبض روحہ۔ یعنی جب یہ بولا جائیگا کہ توفیٰ فلانٌ یا یہ کہا جائیگا توفیہ اللہ تو اس کے صرف یہی معنی ہونگے کہ فلان شخص مر گیا اور

۲۰۶

صحیح بخاری میں بھی جو بعد کتاب اللہ صحیح اکتب کہلاتی ہے توفیٰ کے معنی مارنا ہی لکھا ہے کیونکہ حضرت ابن عباسؓ سے آیت یا عیسیٰ اٰلِیٰ متوفیات کی نسبت یہ روایت لکھی ہے کہ لئی میتک۔ اور امام بخاری نے بھی اپنا یہی مذہب ظاہر کیا ہے۔ کیونکہ وہ اس کی تائید کے لئے ایک اور حدیث لایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت علیؓ اللہ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ عیسا کہ عیسیٰ قیامت کو کہے گا کہ جو لوگ میری امت میں سے ہو گئے ہیں وہ میری موت کے بعد جڑیں میں۔ جو لوگ میری امت میں سے ہیں وہ میری موت کے بعد جڑیں میں۔ اور کوئی اور کوئی نام نیک مفعول ہو جو ضرور مارا ہی ہے ہوتے ہیں جس سے انکار کی کوئی صورت نہیں۔ منہج

خدا نے اس کو مادرِ دیا۔ اس مقام میں تاجِ العروس میں یہ فقرہ کھلا۔ تو فی خلائی اذامات یعنی تو فی خلائی اس شخص کی نسبت کہا جائیگا۔ جب وہ مر جائیگا۔ دوسرا فقرہ تاجِ العروس میں یہ لکھا ہے۔ توفیہ اللہ عزوجل اذ قبض نفسہ یعنی یہ فقرہ کہ توفیہ اللہ عزوجل اس مقام میں بولا جائے گا۔ جب خدا کسی کی روح قبض کرے گا۔ اور صحاح میں لکھا ہے توفیہ اللہ قبض روحہ یعنی اس فقرہ توفیہ اللہ کے یہ معنی ہیں کہ فلاں شخص کی روح کو خدا تعالیٰ نے قبض کر لیا ہے۔ اور میں نے جہاں تک ممکن تھا صحاح ستہ اور دوسری احادیث فوریہ پر نظر ڈالی تو معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام اور صحابہ کے کلام اور تابعین کے کلام اور تبع تابعین کے کلام میں کوئی ایک نظیر بھی ایسی نہیں پائی جاتی جس سے یہ ثابت ہو کہ کسی علم پر توفی کا لفظ آیا ہو یعنی کسی شخص کا نام لیکر توفی کا لفظ اس کی نسبت استعمال کیا گیا ہو اور خدا فاعل اور وہ شخص مفعول بہ ٹھہرایا گیا ہو اور ایسی صورت میں اس فقرہ کے معنی بجز وفات دینے کے کوئی اور کئے گئے ہوں۔ بلکہ ہر ایک مقام میں جب نام لے کر کسی شخص کی نسبت توفی کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اور اس جگہ خدا فاعل اور وہ شخص مفعول بہ ہے جس کا نام لیا گیا تو اس سے یہی معنی مراد لئے گئے ہیں کہ وہ فوت ہو گیا ہے۔ چنانچہ ایسی نظیریں مجھے تین سو سے بھی زیادہ احادیث میں سے طیں جن سے ثابت ہوا کہ جہاں کہیں توفی کے لفظ کا خدا فاعل ہو اور وہ شخص مفعول بہ ہو جس کا نام لیا گیا ہے تو اس جگہ صرف مار دینے کے معنی ہیں نہ کچھ اور۔ مگر یادِ جود تمام تر تلاش کے ایک بھی ایسی حدیث مجھے نہ ملی جس میں توفی کے فعل کا خدا فاعل ہو اور مفعول بہ علم ہو یعنی نام لے کر کسی شخص کو مفعول بہ ٹھہرایا گیا ہو اور اس جگہ بجز مارنے کے کوئی اور معنی ہوں۔

اسی طرح جب قرآن شریف پر قول سے آخر تک نظر ڈالی گئی تو اس سے بھی یہی ثابت ہوا جیسا کہ آیت توفیہ مسلماً والحقنی بالصالحین اور آیت واما نرسنک بعض الذی نعدہم اون توفیہنا وغیرہ آیات سے ثابت ہے اور پھر میں نے

عرب کے دیوانوں کی محض اسی غرض سے سیر کی اور جاہلیت اور اسلامی زمانہ کے اشعار بڑے غور سے دیکھے اور بہت سادقت ان کے دیکھنے میں خرچ ہوا مگر میں نے ان میں بھی ایک نظیر ایسی نہ پائی کہ جب خدا توفیٰ کے لفظ کا فاعل ہو اور ایک علم مفعول بہ ہو یعنی کوئی شخص اس کا نام لیکر مفعول بہ ٹھہرایا گیا ہو تو ایسی صورت میں بجز ارادے کے کوئی اور معنی ہوں۔ بعد اس کے میں نے اکثر عرب کے اہل علم اور اہل فضل و کمال سے دریافت کیا تو ان کی زبانی بھی یہی معلوم ہوا کہ آج کے دنوں تک تمام عرب کی سرزمین میں یہی عہدہ جاری و ساری ہے کہ جب ایک شخص دوسرے شخص کی نسبت بیان کرتا ہے کہ توفیٰ للہ فلاخاً تو اس کے معنی قطعی اور یقینی طور پر یہی سمجھے جاتے ہیں کہ فلاں شخص کو خدا تعالیٰ نے مار دیا۔ اور جب ایک عرب کو دوسرے عرب کی طرف سے ایک خط آتا ہے۔ اور اس میں مثلاً یہ لکھا ہوا ہوتا ہے کہ توفیٰ باللہ زیداً تو اس کا یہی مطلب سمجھا جاتا ہے کہ خدا نے زید کو مار دیا۔ پس اس قدر تحقیق کے بعد جو حق الیقین تک پہنچ گئی ہے یہ امر فیصلہ ہو گیا ہے اور امور مشہودہ و محسوسہ کے درجہ تک پہنچ گیا ہے کہ ایک شخص جس کی نسبت اس طور سے لفظ توفیٰ استعمال کیا جائے۔ اس کے یہی معنی ہوں گے کہ وہ شخص وفات پا گیا ہے اور نہ کچھ اور چونکہ اسی طور سے لفظ توفیٰ قرآن شریف میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت دو مقام میں استعمال پایا ہے۔ پس قطعی اور یقینی طور پر معلوم ہوا کہ درحقیقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں اور ان کا رفع وہی ہے جو روحانی رفع ہوتا ہے۔ اور ان کی وفات بذریعہ قتل اور علیہ کے نہیں ہوئی ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں خبر دی ہے۔ بلکہ وہ اپنی طبعی موت سے وفات پا گئے ہیں۔

۲۵

اور سان العرب اور دیگر کتب کُنت سے ظاہر ہے کہ اصل معنی توفیٰ کے یہی ہیں کہ طبعی موت سے کسی کو مارا جائے اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ زبان عرب کا ایک

یہ مثل امام جس کے مقابل پر کسی کو چون و چرا کی گنجائش نہیں یعنی علامہ زخشریؒ آیت
 الہی متوفیات کے یہی معنی کرتا ہے کہ الہی مہیتات حقت افغاک یعنی اے عیسیٰ! جس
 تجھے طبعی موت سے مایل گا۔ حقت لغت عرب میں موت کو کہتے ہیں اور الف کہتے ہیں
 ناک کو۔ اور عربوں میں قدیم سے یہ عقیدہ چلا آتا ہے کہ انسان کی جان ناک کی راہ سے
 نکلتی ہے۔ اس لئے طبعی موت کا نام انہوں نے حقت الف رکھ دیا۔ اور عربی زبان میں توفی
 کے لفظ کا اصل استعمال طبعی موت کے محل پر ہوتا ہے اور جہاں کوئی شخص قتل کے ذریعہ سے
 ہلاک ہو وہاں قتل کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ اور یہ ایسا محاورہ ہے جو کسی عربی دان پر پوشیدہ
 نہیں۔ ہاں یہ عرب کے لوگوں کا قاعدہ ہے کہ کسی ایسے لفظ کو کہ جو اپنی اصل وضع میں استعمال
 اس کی کسی خاص محل کے لئے ہوتا ہے ایک قرینہ قائم کر کے کسی غیر محل پر بھی مستعمل کر دیتے ہیں
 یعنی استعمال اس کا وسیع کر دیتے ہیں۔ اور جب ایسا قرینہ موجود نہ ہو تو پھر ضروری ہوتا ہے کہ
 ایسی صورت میں وہ لفظ اپنی اصل وضع پر استعمال پاوے۔ اور ابجہ جو علامہ زخشریؒ نے زیر آیت
 الہی متوفیات یہ لکھا ہے کہ الہی متوفیات حقت افغاک یعنی اے عیسیٰ! جس تجھے تیری
 طبعی موت سے مایل گا۔ ان معنوں کے کرنے میں علامہ موصوف نے صرف لفظ توفی کی اصل
 وضع استعمال پر نظر نہیں رکھی بلکہ مقابل پر اس آیت کو دیکھ کر کہ ما قتلوه یقیناً اور اس
 آیت کو دیکھ کر کہ ما قتلوه وما ملکوا اس بات پر قرینہ قویہ پایا کہ ابجہ لفظ متوفیات

۲۵

داخل ہے کہ ابجہ جو ہم نے زخشریؒ کو علامہ اور امام کے نام سے یاد کیا ہے وہ بعض بافتبار
 متعبرین لغت کے ہے۔ چونکہ اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ شخص زبان عرب کی لغات اور ان کے استعمال
 کے محل اور مقام اور ان کے الفاظ فصیح اور غیر فصیح اور لغت حید اور لغت رقی اور مترادف الفاظ کے فروق
 اور معنیوں اور ان کی ترکیبات اور ان کے الفاظ قدیم اور محدث اور قواعد لطیفہ صوت و نحو و بلاغت
 میں خوب ماہر اور ان سب باتوں میں امام اور علامہ وقت تھا نہ کہ اور کبھی بات میں۔ منہ

کا استعمال اپنی اصل وضع پر ضروری اور واجب ہے۔ یعنی ایسا کہ اس کے یہ معنی ہیں کہ اے عیسیٰ میں تجھے تیری طبعی موت سے مارا نہ گیا۔ اسی وجہ سے اُس نے آیت لئی متوفیات کی یہ تفسیر کی کہ اتنی معینت کثرت انفاک یعنی میں تجھے طبعی موت سے مارا نہ گیا۔ پس امام زرخشری کی نظر عمیق نہایت قابل تعریف ہے کہ انہوں نے لفظ توفی کے صرف اصل وضع استعمال پر حصر نہیں رکھا بلکہ بالمقابل قرآن شریف کی بن آیتوں پر نظر ڈال کر کہ عیسیٰ قتل نہیں کیا گیا اور نہ صلیب دیا گیا اصل وضع لفظ کے مطابق متوفیات کی تفسیر کر دی۔ اور اسی تفسیر پر بجز ہر فرق علم لغت کے ہر ایک نہیں کر سکتا۔ یاد رہے کہ علامہ امام زرخشری سنان الحرب کا مسلم عالم ہے اور اس فن میں اُس کے آگے تمام مابعد آئیوالوں کا تسلیم خم ہے۔ اور کتب لغت کے ہنکے دانے اس قول کو سند میں فہم میں جیسا کہ صاحب تاج العروس بھی جا بجا اُس کے قول کی سند پیش کرتا ہے۔

اب ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ جب کہ آیت ما قتلوه یقیناً اور آیت وما قتلوه وما صلبوہ صرف توفی کے لفظ کی توضیح کے لئے بیان فرمائی گئی ہے کوئی نیا مضمون نہیں ہے بلکہ صرف یہ تشریح مطلوب ہے کہ جیسا کہ لفظ متوفیات میں یہ وعدہ تھا کہ عیسیٰ کو اس کی طبعی موت سے مارا جائیگا۔ ایسا ہی وہ طبعی موت سے مرگیا۔ نہ کسی نے قتل کیا اور نہ کسی نے صلیب دیا۔ پس یہ خیال بھی جو یہود کے دل میں پیدا ہوا تھا جو عیسیٰ نحوذ باللہ لعنتی ہے اور اس کا روحانی رنج نہیں ہوا اساتھ ہی باطل ہو گیا۔ کیونکہ اس خیال کی تمام بنیاد صرف قتل اور صلیب پر تھی اور اسی سے یہ نتیجہ نکالا گیا تھا کہ نحوذ باللہ حضرت عیسیٰ ملعون اور رافضہ مد گاہ الہی ہیں

۲۱۵

+ چونکہ یہودیوں کے عقیدہ کے موافق کسی نبی کا رنج روحانی طبعی موت پر موقوف نہ اور قتل اور صلیب رنج روحانی کا مانع ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے اول یہود کے رد کے لئے یہ ذکر فرمایا کہ عیسیٰ کے لئے طبعی موت ہوئی اور پھر چونکہ رنج روحانی طبعی موت کا ایک قیوم ہے اس لئے لفظ متوفیات کے بعد انفاک لئی کھدیا۔ ۳۱
یہودیوں کے خیالات کا پر اردہ ہو جائے۔ منہج

جن کا خدا تعالیٰ کی طرف رفع نہیں ہوا۔ پس چونکہ متوفیات کے لفظ کے ساتھ خدا تعالیٰ نے یہ شہادت دی کہ عیسیٰ اپنی طبعی موت سے مرا ہے اور پھر خدا نے اسی پر اکتفاء نہ کی بلکہ متوفیات کے لفظ کا جو اصل منشاء تھا یعنی طبعی موت سے مرنا اس منشاء کی آیت ماقتلوہ و ما حلبوہ اور آیت و ما قتلوہ یقیناً کے ساتھ پورے طور پر تشریح کر دی۔ کیونکہ جس شخص کی موت قتل وغیرہ خارجی ذریعوں سے نہیں ہوئی اُس کی نسبت یہی سمجھا جائیگا کہ وہ طبعی موت سے مرا ہے۔ پس اس میں کچھ شک نہیں کہ فقرہ و ما قتلوہ و ما حلبوہ متوفیات کے لفظ کے لئے بطور تشریح واقع ہوا ہے۔ اور جب قتل اور صلیب کی نفی ثابت ہوئی تو بموجب اس قول کے کہ اذا خات المشروط فالت المشروط رفع الی اللہ حضرت عیسیٰ کا ثابت ہو گیا اور یہی ہوتا ہے اور پھر ہم اپنی پہلی کلام کی طرف عود کر کے کہتے ہیں کہ یہ امر ثابت شدہ ہے کہ جس جگہ کسی کلام میں توفی کے لفظ میں خدا تعالیٰ فاعل ہو اور کوئی شخص نام لے کر اس فاعل کا مفعول بہ قرار دیا جائے ایسے فقرہ کے ہمیشہ یہ معنی ہوتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے اس شخص کو مار دیا ہے یا مارے گا کوئی اور معنی ہرگز نہیں ہوتے۔ اور میں نے مدت ہوئی کہ اسی ثابت شدہ امر پر ایک اشتہار دیا تھا کہ جو شخص اس کے برخلاف کسی حدیث یا روایت مستند عرب سے کوئی ایسا فقرہ پیش کرے گا جس میں باوجود اس کے کہ توفی کے لفظ کا خدا فاعل ہو اور کوئی ظلم مفعول بہ یعنی کوئی ایسا شخص مفعول بہ جو جس کا نام لیا گیا ہو۔ مگر باوجود اس امر کے اس جگہ دفات بینے کے معنی نہ ہوں تو اس قدر اُس کو انعام و ننگ اس اشتہار کا آج تک کسی نے جواب نہیں دیا۔ اب پھر تمام حجت کے لئے دوسرے یہ نقد کا اشتہار دیتا ہوں کہ اگر کوئی ہمارا مخالف ہمارے اس بیان کو یقینی اور قطعی نہیں سمجھتا تو وہ احادیث صحیحہ نبویہ یا قدیم شاعروں کے اقوال میں سے جو مستند ہوں اور جو عرب کے اہل زبان اور اپنے فن میں مسلم ہو۔ کوئی ایک ایسا فقرہ پیش کرے جس میں توفی کے لفظ کا خدا تعالیٰ فاعل ہو اور مفعول بہ کوئی ظلم ہو جیسے زید اور اگر خالد وغیرہ اس فقرہ کے معنی بدلتے کوئی اور ہوں دفات بینے کے معنی نہ ہوں تو ایسی صورت میں میں ایسے شخص کو

مبلغ دد ثورہ میہ نقد دوناگا۔ ایسے شخص کو صرف یہ ثابت کرنا ہوگا کہ وہ حدیث جس کو وہ پیش کرتا ہے وہ حدیث صحیح نبوی ہے یا گدشتہ عرب کے شاعروں میں سے کسی ایسے شاعر کا قول ہے جو عظیم معادلات عرب میں مسلم الکمال ہے اور یہ ثبوت دینا بھی ضروری ہوگا کہ قطعی طور پر اس حدیث یا اس شعر سے ہمارے دعویٰ کے مخالفت معنی نکلتے ہیں اور ان معنوں سے جو ہم لیتے ہیں وہ معنوں فاسد ہوتا ہے یعنی وہ حدیث یا وہ شعر ان معنوں پر قطعیۃ الدلالتہ ہے۔ کیونکہ اگر اس حدیث یا اس شعر میں ہمارے معنوں کا بھی احتمال ہے تو ایسی حدیث یا ایسا شعر ہرگز پیش کرنے کے لائق نہ ہوگا۔ کیونکہ کسی فقرہ کو بطور نظیر پیش کرنے کے لئے اس مخالفت معنوں کا قطعیۃ الدلالتہ ہونا شرط ہے۔ وجہ یہ کہ جس حالت میں صریحاً نظام قطعیۃ الدلالتہ ثابت ہو چکا ہے کہ توفیٰ کا لفظ اس صورت میں کہ خدا تعالیٰ اس کا فاعل اور کوئی علم یعنی کوئی نام کریمان اس کا مفعول بہ ہو مجزوفات دینے اس معنوں بہ کے کسی دوسرے معنوں پر ہی نہیں سکتا تو پھر ان نظام متواترہ کثیرہ کے برخلاف جو شخص دعویٰ کرتا ہے۔ یہ باذہن اس کی گردن پر ہے کہ وہ ایسی کوئی صریح نظیر جو قطعیۃ الدلالت ہو برخلاف ہمارے دعویٰ کے پیش کرے۔ فان لم تفعولوا ولن تفعولوا فاتقوا النار التي وقودها الناس والحجارة۔

پھر دوسری پختہ اور قطعی دلیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر خدا تعالیٰ کا یہ قول ہے جل رفعہ اللہ الیہ۔ کیونکہ قرآن شریف اور احادیث کی تتبع سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دفع الی اللہ جو رفعہ اللہ الیہ کے فقرہ سے ظاہر ہے مجزوفات کی حالت کے کسی حالت کی نسبت بڑا نہیں جاتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے یا ایہا النفس المطمئنة ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ و فادخلی فی عبادی و ادخلی جنتی۔ یعنی اے نفس مطمئنہ جو خدا سے آرام یافتہ ہے اپنے خدا کی طرف واپس چلا آ اس حالت میں کہ خدا تجھ سے راضی اور تو خدا سے راضی اور میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میرے بہشت میں داخل ہو جا۔

اب ظاہر ہے کہ یہ مقولہ اللہ جل شانہ کا خدا کی طرف واپس چلا آ کوئی اہل اسلام میں اس کے

یہ معنی نہیں کرتا کہ زندہ مع جسم منصری آسمان پر جا بیٹھ۔ بلکہ آیت ارجحی لئی
 سہ تبارک کے معنی موت ہی لئے جاتے ہیں۔ پس جب کہ خدا تعالیٰ کی طرف واپس جانا
 بموجب نق مصریح قرآن شریف کے موت ہے تو پھر خدا کی طرف اٹھائے جانا جیسا
 کہ آیت بل دفعہ اللہ الیہ سے ظاہر ہوتا ہے کیوں موت نہیں؟ یہ تو انصاف اور
 عقل اور تقویٰ کے برخلاف ہے کہ جو کچھ نصوح قرآنہ سے ثابت اور متحقق ہوتے ہیں انکو
 ترک کیا جائے۔ اور جن معنوں اور جس مملوہ کی اپنے پاس کوئی بھی دلیل نہیں اس پر
 کو اختیار کیا جائے۔ کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ دفع الی اللہ کے زبان عرب اور عموماً عرب
 میں بجز وفات دیئے جانے کے کوئی اور بھی معنی ہیں؟ ہاں اس وفات سے ایسی وفات

ایسا ہی بہت سی اور آیتیں قرآن شریف کی ہیں جن سے بیداشت ہی معلوم ہوتا ہے کہ دفع الی اللہ اور
 جوع الی اللہ کے الفاظ ہمیشہ قرآن کیے آیا کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے تِلْكَ نَفْسُكَ
 مَلَائِكَةُ الْمَوْتِ وَكُلُّ بَكْرٍ شَرِئَ رُكْمٌ تَرَجَعُوا إِلَيْهِ يَوْمَ تَشْرِي فِيهِ نَفْسٌ ذُنُوبَهَا بِمَا كَسَبَتْ وَرَأَتْ أَنَّهَا
 تَرْتَدُّ إِلَىٰ رَبِّهَا أَوْ تَفْتَدِي بِغَدَاةٍ غَدَاةٍ مُّتَبَعَةٍ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَوَلَّوْنَ
 یعنی ہر نفس موت کا رُکْم جیسا کہ اوپر ہماری طرف واپس کئے جاؤ گے اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَرَفَعْنَا سَكَاتًا
 عَلَيْنَا ۚ یعنی ہم نے اس کو یعنی اس نبی کو علی مرتبہ کا مگر پڑھا لیا۔ اس آیت کی تشریح یہ ہے کہ جو لوگ ہر وقت خدا تعالیٰ
 کی طرف اٹھائے جاتے ہیں ان کے لئے کچھ مراتب ہوتے ہیں سو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے اس نبی کو بعد اٹھائے
 کے یعنی وفات دینے کے، سبکو علی مرتبہ دیا۔ نواب مدنیؒ میں خان اپنی تفسیر فتح البیان میں لکھتے ہیں کہ اس جگہ
 دفع سے مراد دفع روحانی ہے جو موت کے بعد ہوتا ہے۔ دوسرے محذور لازم آتا ہے کہ وہ نبی کیلئے یہ ہے
 کہ وہ نبی ان لوگوں کو آیت لئی متوفیات اور انقطاع لئی میں یہ مضبوطی جانی ہے کہ اس آیت میں
 پہلے توفیک کا لفظ موجود ہے اور بعد اس کے وانقطاع پس جبکہ صرف لفظ وانقطاع میں معنی موت لئے
 جا سکتے ہیں تو متوفیات اور انقطاع کے معنی کیوں موت نہیں ہیں؟ مستحکم

مراد ہے جس کے بعد روح خدا تعالیٰ کی طرف اٹھائی جاتی ہے۔ جیسے مومنوں کی وفات ہوتی ہے۔ یہی ممدوحہ خدا تعالیٰ کی پہلی کتابوں میں موجود ہے۔

اور آیت ممدوحہ بالا میں جو فرمایا ہے خادخلی فی عبادی جس کے معنی پہلے فقرہ کے ساتھ ملنے سے یہ ہیں کہ خدا کی طرف واپس آ جا اور پھر خدا کے بندوں میں داخل ہو جا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی شخص گزشتہ اذراح میں داخل نہیں ہو سکتا۔ جب تک وفات نہ پائے۔ پس جبکہ جو جب نفع قرآن شریف کے گزشتہ اذراح میں داخل ہونا بخیر مرنے کے متوقع اور محال ہے تو پھر کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر فوت ہونے کے حضرت یحییٰ کے پاس دوسرے آسمان پر جا بیٹھے۔

اس جگہ یہ نکتہ بھی یاد رہے کہ آیت ممدوحہ بالا میں خدا تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے دادخلی جنتی جس کے معنی اس فقرہ کو تمام آیت کے ساتھ ملنے سے یہ ہوتے ہیں کہ اے نفس آرام یافتہ اپنے خدا کی طرف واپس آ جا تو اُس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی اور میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میرے بہشت میں داخل ہو جا۔ پس جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُس مشاہدہ سے جو معراج کی رات میں آپ کو ہوا یہ ثابت ہے کہ قرآن شریف کی اس آیت کے مطابق نبیوں اور رسولوں کی مدد میں جو دنیا سے گذر چکی ہیں وہ عالم ثانی میں ایک ایسی جماعت کی طرح ہیں جو بلا توقف پھیلی فوت ہونے والے پہلوں کے گردہ میں جا ملتی ہیں۔ اور ان میں داخل ہو جاتی ہیں۔ جیسا کہ آیت خادخلی فی عبادی کاغشا ہے پھر آخری فقرہ ان آیات کا یعنی دادخلی جنتی بھی یہی چاہتا ہے کہ وہ تمام عباد اللہ بلا توقف بہشت میں داخل ہوں اور عباد اللہ آیت فی عبادی کا مفہوم کوئی مترقب امر نہیں جو مدد دراز زمانہ کے بعد ظہور میں آوے بلکہ راستبازوں کے مرنے کے ساتھ ہی بلا توقف اس کا ظہور ہوتا ہے۔ یعنی ایک جماعت جو بعد میں مرقی ہے پہلوں میں بلا توقف جا ملتی ہے۔ پس اسی طرح لازم آتا ہے کہ دوسرا فقرہ آیت کا یعنی دادخلی

جنتی وہ بھی بلا توقف نمود میں آتا ہو۔ یعنی ہر ایک شخص جو طیب اور طاهر مومنوں میں سے
مرے وہ بھی بلا توقف بہشت میں داخل ہو جائے۔ اور یہی بات حق ہے جیسا کہ قرآن شریف
کے دوسرے مقامات میں بھی اس کی تشریح ہے *

اس جگہ نظر یہ اعتراض لازم آتا ہے کہ جبکہ ہر ایک مومن طیب اور طاهر ہو گا تو پھر کون سی وجہ گناہ اور
معاصی کا نہیں بلا توقف بہشت میں داخل ہو جاتے ہیں تو اس قدر میں حشر اجماع اور اسکے تمام لوازم متفقہ
انکار لازم آتا ہے۔ کیونکہ جبکہ بہشت میں داخل ہونے کے تو پھر موجب آیت دما ہم منہا بنحسب حق ان کا
بہشت سے نکلنا متفق ہے پس اس سے تمام گناہانہ حشر اجماع و واقعات معاد کا باطل ہوا۔ اس کا
جواب یہ ہے کہ ایسا عقیدہ جو مومنین مہلکین بلا توقف بہشت میں داخل ہو جاتے ہیں یہ میری طرف سے
نہیں بلکہ یہی عقیدہ ہے جس کی قرآن شریف نے تعلیم دی ہے۔ اور دوسری تعلیم جو قرآن شریف میں ہے
جو حشر اجماع ہو گا اور دوسرے ذمہ ہونگے وہ بھی حق ہے اور ہم اس پر ایمان لائے ہیں صرف فرق یہ ہے کہ
یہ بہشت میں داخل ہونا صرف اجمالی رنگ میں ہے اور اسی صورت میں جو مومنوں کو مرنے کے بعد بلا توق
اجسام دیئے جاتے ہیں وہ اجسام اسی ناقص ہیں مگر حشر اجماع کا دن تجلی اعظم کا دن، اس دن کامل
اجسام ملیں گے اور بہشتیوں کا تعلق کسی حالت میں بہشت الگ نہیں ہو گا۔ من دیم وہ بہشت میں
ہونگے اور من دیم خدا تعالیٰ کے سامنے آئیں گے۔ کیا وہ شہداء و مجتہدین کی طرح بہشت میں ہی کھاتے
ہیں کیا وہ چڑیاں بہشت سے باہر نکل کر خدا کے سامنے پیش نہیں ہونگی؟ فقیر - منہاج

جنت میں داخل ہونے کے لئے جسم مردہ ہی ہے مگر یہ مردہ ہی نہیں کہ وہ جسم غفری ہو۔ بلکہ ایسا جسم
چاہیے کہ جو غفری نہ ہو۔ کیونکہ جنت کے پس منظر وہی غفری نہیں۔ بلکہ وہ خلق جدید، اس لئے جسم بھی
خلق جدید ہو گا جو پہلے جسم کے مضاف ہو گا۔ مگر مومنوں کے لئے مرنے کے بعد جسم کا ملنا مردہ ہی ہے اور
اس پر نہ صرف جنت کا لفظ دلالت کرتا ہے بلکہ معراج کی رات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء
کی صرف رُوحیں نہیں دیکھیں بلکہ مہکے جسم دیکھے اور حضرت عیسیٰ کا جسم اُن سے الگ طور کا تھا۔ منہاج

منجملہ ان کے ایک وہ مقام ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قیل ادخل الجنة یعنی کہا گیا کہ تو بہشت میں داخل ہو جا۔ ایسا ہی اور بہت سے مقامات ہیں جن کا کھانا موجب تطویل ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ادوار طہقین مطہرین کے بجز وفات ہونے کے بہشت میں داخل ہو جاتے ہیں۔ ایسا ہی بہت سی احادیث سے یہی مطلب ثابت ہوتا ہے اور ادراج شہداء کا بہشت کے لیے کھانا یہ تو ایسی مشہور حدیثیں ہیں کہ کسی پر پوشیدہ نہیں ہیں اور خدا تعالیٰ بھی فرماتا ہے۔ ولا تحسبن الذين قتلوا في سبيل الله امواتاً بل احياء عند ربهم يرزقون۔ یعنی جو لوگ خدا تعالیٰ کی راہ میں مارے جاتے ہیں ان کی نسبت یہ گمان مت کر دو کہ وہ مردہ ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں۔ خدا تعالیٰ سے ان کو رزق ملتا ہے۔ اور کتب سابقہ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے پس جبکہ ادوار طہقین مطہرین کا بہشت میں داخل ہونا ثابت ہے اور ظاہر ہے کہ بہشت وہ مقام ہے جس میں انواع و اقسام کی جسمانی نعماء بھی ہوتی اور طرح طرح کے میوے ہونگے اور بہشت میں داخل ہونے کے یہی معنی ہیں کہ وہ نعمتیں کھاوے اس صورت میں صرف دوزخ کا بہشت میں داخل ہونا بے معنی اور بیسود ہے۔ کیا وہ بہشت میں داخل ہو کر ایک محرومی کی طرح بیٹھی رہے گی اور بہشت کی نعمتوں سے فائدہ نہیں اٹھائے گی؟ پس آیت و ادخلی جنتی صاف بتلا رہی ہے کہ مومن کو مرنے کے بعد ایک جسم ملتا ہے۔ اسی وجہ سے تمام

داخل ہونے کے بعد اس کو ایک جلائی جسم ملتا تھا۔ سو افسوس بلکہ سخت افسوس کہ فیج انواع کے مسلمان جو قرون ثلاثہ کے بعد پیدا ہوئے نہ تو وہ اس مسئلہ کے بارے میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا عقیدہ رکھتے ہیں کیونکہ تمام صحابہ کا اس بات پر اجماع ہو گیا تھا کہ تمام گذشتہ انبیاء فوت ہو چکے ہیں جن میں حضرت عیسیٰ بھی داخل ہیں اور نہ یہ لوگ اس مسئلہ میں یہودیوں کے ساتھ اتفاق رکھتے ہیں۔ کیونکہ یہودی خود باللہ حضرت عیسیٰ کو یحییٰ بن مریم کہتے ہیں اور صرف ان کے دفع مدحانی کے منکر ہیں جو بدعت

انہوں اور انکا ہر متوفی اس بات کے قائل ہیں کہ مومن جو طیب اور مطہر ہوتے ہیں وہ بجز فوت ہونے کے ایک پاک اور نورانی جسم پاتے ہیں جس کے ذریعہ سے وہ نعمت و جنت سے لذت اٹھاتے ہیں۔ اور بہشت کو صرف شہیدوں کے لئے مخصوص کرنا ایک ظلم ہے بلکہ ایک کفر ہے۔ کیا کوئی

مومن کے لئے فردوسی ہے۔ کیونکہ کاٹھپر لٹکائے جانے کا تہیہ موت و رفع روحانی سے محروم رہنا اور سختی و عذاب ہے نہ اور کچھ۔ اور نہ یہ لوگ اس مسئلہ میں عیسائیوں کے ساتھ اتفاق رکھتے ہیں کیونکہ عیسائی حضرت عیسیٰ کے رفع جسم کے قائل ہیں مگر ان لوگوں کی طرح جسم غصری کے رفع کے قائل نہیں بلکہ جلالی جسم کے رفع کے قائل ہیں جو بزعم ان کے بعد موت حضرت عیسیٰ کو ملا۔ سو ہم اس بات سے حکمر نہیں ہو سکتے کہ بعد موت حضرت عیسیٰ کو جلالی جسم ملا ہو جو خاکی جسم نہیں ہے کیونکہ وہ ہر ایک مومن راستباز کو بعد موت ملتا ہے جیسا کہ آیت داد خلی جنتہا اس پر ثبوت ہے۔ کیونکہ ہر روح بہشت میں داخل ہونے کے قائل نہیں۔ پس اس میں حضرت عیسیٰ کی کوئی خصوصیت نہیں۔ ہاں عیسائیوں کی یہ غلطی ہے کہ جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ جلالی جسم عیسیٰ موت کے بعد حضرت عیسیٰ کو ملا تھا کیونکہ حضرت عیسیٰ صلیب پر ہرگز نہیں مگر وہ نہ وہ نعوذ باللہ اپنے لئے یونیس نبی کی مثال پیش کرنے میں دروغ گو ٹھہرتے ہیں اور نیز لعنت کے مفہوم کے مصداق جہنم ہیں۔ کیونکہ ملعون وہ ہوتا ہے جس کا دل شیطان کی طرح خدا سے برگشتہ ہو جائے اور وہ خدا کا دشمن اور خدا اس کا دشمن ہو جائے اور شیطان کی طرح راندہ و گداز الہی ہو کر خدا کا سرکش ہو جائے تو کیا ہم یہ مفہوم حضرت عیسیٰ کی نسبت تجویز کر سکتے ہیں ہرگز نہیں۔ اور کیا کوئی عیسائی یہ گستاخی کر سکتا ہے کہ صلیب پانے کے بعد حضرت عیسیٰ خدا سے برگشتہ ہو گئے تھے اور شیطان سے تعلقات پیدا کر لئے تھے۔ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے لعنت کا یہی مفہوم قرار دیا گیا جس پر تمام قوموں کو اتفاق ہے۔ مگر انہوں نے کسی اس مفہوم پر غور نہیں کیا کہ در ہزار دین ازلی سے اس مذہب کو ترک کرتے۔ ماسوا اس کے جن واقعات کو انہوں نے پیش کیا ہے۔ ان سے ظاہر ہے کہ صلیب سے رہائی پانے کے بعد موت خاکی جسم حضرت عیسیٰ کا مشاہدہ کیا گیا

سچا مومن گیت خفا کا کلمہ زبان پر لا سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو ابھی تک بہشت سے باہر ہیں جن کے روضہ کے نیچے بہشت ہے مگر وہ لوگ جنہوں نے آپ کے ذریعہ سے ایمان اور تقویٰ کا مرتبہ حاصل کیا وہ شہید ہونے کی وجہ سے بہشت میں داخل ہیں اور بہشتی میوے کھا رہے ہیں۔ بلکہ حق یہ ہے کہ جس نے خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنی جان کو وقف کر دیا وہ شہید ہو چکا۔ پس اس صورت میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اقل الشہداء ہیں۔ سو جبکہ یہ بات ثابت ہے تو ہم بھی کہتے ہیں کہ مسیح بھی مع جسم آسمان پر اٹھایا گیا مگر اس جسم کے ساتھ جو اس عنصری جسم سے الگ ہے (اور پھر خدا تعالیٰ کے بندوں میں داخل ہوا)۔ اور بہشت میں داخل ہوا۔ اس صورت میں ہمارے مخالفوں کی نزاع صرف عقلی نزاع نکلی۔ اب جبکہ اس صورت پر دفع مع جسم ثابت ہوا تو اس کے بعد کیا ضرورت اور حاجت ہے کہ ایک مسلم سنت اللہ سے جو تمام انبیاء کی نسبت ایک پاک جسم عطا کرنے کی ہے منہ پھیر کر حضرت عیسیٰ کو مع خاکی جسم کے آسمان پر اٹھایا جائے۔ اور اگر یہ اعتقاد ہو کہ ان کو بھی بعد موت ایک نورانی جسم ملا تھا جیسا کہ حدیث بدایہ میں ہے اور حضرت یحییٰ و عیسیٰ کو جسم ملا تھا اور اسی جسم کے ساتھ خدا تعالیٰ کی طرف اٹھائے گئے تو ہم کب اس سے انکار کرتے ہیں۔ اس قسم کے جسم کے ساتھ حضرت مسیح کا آسمان پر جانا میں بدل و جن منظور ہے۔ چشم مارو دشمن دل ماشاد

اور اگرچہ آیات محمد و حمہ بالا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر نصوں میں ہر جگہ قطعیت ہیں مگر تاہم اگر قرآن شریف کو غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ اور بھی بہت سی ایسی آیات ہیں

جیسا کہ جب دھوا سواری نے شک کیا کہ کیونکر عیسیٰ صلیب سے رہائی پا کر آگیا تو حضرت عیسیٰ نے ثبوت دینے کے لئے اپنے زخم اسن کو دکھائے اور دھوا نے ان زخموں میں انگلی ڈالی ہیں کیا ممکن ہے کہ جلائی جسم میں بھی زخم موجود رہے اور کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ جلائی جسم بھی ٹاپیر میں زخموں سے رہائی نہ ہوئی۔ بلکہ جلائی جسم وہ تھا جو کشمیر میں وفات پانے کے بعد ملا۔ منہ

تخلی
نہ
نہ
نہ

جن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت ہوتی ہے چنانچہ منجملہ اُن کے یہ آیت ہے۔
 وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَلَا تَعْقِلُونَ اَوْ قَتْلِ اِنْقِلَابِ قَوْمِ
 عَلٰی اَعْقَابِ بَکْرَہ۔ یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم محض ایک رسول ہیں اور اُن سے پہلے سب
 رسول فوت ہو چکے ہیں۔ پس کیا اگر وہ فوت ہو گئے یا قتل کئے گئے تو تم دین اسلام کو چھوڑ
 دو گے۔ اور جیسا کہ ابھی میں بیان کر چکا ہوں یہ صحیح نہیں ہے کہ خلعت کا لفظ اور تمام
 بنیوں کے لئے تو وفات دینے کے لئے آتا ہے مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ان
 معنوں پر آتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے ان کو مع جسم غصری آسمان پر اٹھالیا۔ یہ دعویٰ ہر امر
 بے دلیل ہے۔ اس پر کوئی دلیل پیش نہیں کی گئی۔ بلکہ جہاں جہاں قرآن شریف میں خلعت
 کا لفظ آیا ہے وفات کے معنوں پر ہی آیا ہے اور کوئی شخص قرآن شریف سے ایک بھی
 ایسی تفسیر پیش نہیں کر سکتا کہ ان معنوں پر آیا ہو کہ کوئی شخص مع جسم غصری آسمان پر اٹھالیا
 گیا۔ یا سو اس کے جیسا کہ میں ابھی بیان کر چکا ہوں خدا تعالیٰ نے انہیں آیات میں خلعت
 کے لفظ کی خود تشریح فرمادی ہے۔ اور خلعت کے مفہوم کو صرف موت اور قتل میں محدود
 کر دیا ہے۔ یہی آیت تشریف ہے جس کی رو سے صحابہ رضی اللہ عنہم کا اس بات پر اجماع
 ہو گیا تھا کہ تمام نبی اور رسول فوت ہو چکے ہیں اور کوئی اُن میں سے دنیا میں واپس آؤ والا
 نہیں۔ بلکہ اس اجماع کی اصل غرض یہی تھی کہ دنیا میں واپس آنا کسی کے لئے ممکن نہیں اور
 اس اجماع سے اُس خیال کا ازالہ مطلوب تھا کہ جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں آیا
 تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پھر دنیا میں واپس آئیں گے اور منافقوں کے ناک اور
 کان کاٹیں گے۔ اس صورت میں ظاہر ہے کہ اگر اسلام میں کسی نبی کا دنیا میں واپس آنا تسلیم
 کیا جاتا تو اس آیت کے پڑھنے سے حضرت عمرؓ کے خیال کا ازالہ غیر ممکن ہوتا اور ایسی
 صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی کسر شان تھی۔ بلکہ ایسی صورت میں حضرت ابو بکرؓ
 کا اس آیت کو پڑھنا ہی بے محل تھا۔ غرض یہ آیت بھی وہ عالی شان آیت ہے کہ جو

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا بلند آواز سے اعلان کرتی ہے۔ فالحمد لله علی ذلک

اور پھر ایک اور آیت ہے جس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت ہوتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل و اقلہ صدیقہ کا نایا بحالات الطحارۃ البرصۃ۔ یعنی عیسیٰ مسیح ایک رسول ہے۔ پہلے اس سے سب رسول فوت ہو چکے ہیں اور ماں کی ایک عورت استنباد تھی اور دونوں جب زندہ تھے روٹی کھایا کرتے تھے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدائی کا ابطال کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ پہلے اس سے سب رسول فوت ہو چکے ہیں اور پھر باوجود اس کے یہ خیال کہ مسیح زندہ آسمان پر بیٹھا ہے باطل ہے۔ پس کس طرح اس دلیل سے اس کی خدائی ثابت کی جاتی ہے؟ کیونکہ یہ دلیل ہی نامد ہے بلکہ حق یہ ہے کہ موت نے کسی کو نہیں چھوڑا سب مر گئے۔ دوسری دلیل اس کی عبودیت پر یہ ہے کہ اس کی ماں تھی جس سے وہ پیدا ہوا اور خدا کی کوئی ماں نہیں۔ تیسری دلیل اس کی عبودیت پر یہ ہے کہ جب وہ اس کی ماں زندہ تھے دونوں روٹی کھایا کرتے تھے اور خدا روٹی کھانے سے پاک ہے۔ یعنی روٹی بدل یا تحلیل ہوتی ہے اور خدا اس سے بلند تر ہے کہ اس میں تحلیل پانے کی صفت ہو۔ مگر مسیح روٹی کھاتا رہتا تھا۔ پس اگر وہ خدا ہے تو کیا خدا کا وجود بھی تحلیل پاتا رہتا ہے؟ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ طبعی تحقیقات کی مدد سے انسان کا بدن تین برس تک بالکل بدل جاتا ہے اور پہلے اجزاء تحلیل ہو کر دوسرے اجزاء ان کے قائم مقام پیدا ہو جاتے ہیں مگر خدا میں یہ نقص ہرگز نہیں۔ یہ دلیل ہے جس کو خدا تعالیٰ حضرت عیسیٰ کے انسان ہونے پر لایا ہے۔

مگر افسوس ان لوگوں پر کہ جو حضرت عیسیٰ کو انسان پر پہنچا کر پھر اعتقاد رکھتے ہیں کہ ان کے وجود میں انسانوں کی طرح یہ خاصیت نہیں کہ سلسلہ تحلیل کا ان میں جادی ہے اور بغیر اس کے جو بذریعہ خدا بدل یا تحلیل ان کو ملتا ہے ان کا وجود فنا سے بچا ہوا ہوگا

اس طرح پردہ خدا کی اس برہان اور دلیل کو توڑنا چاہتے ہیں جو آیت ممدوحہ بالا میں اُس نے قائم کی ہے۔ یعنی خدا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے انسان ہونے کی یہ دلیل دیتا ہے کہ اور انسانوں کی طرح وہ بھی محتاج غذا تھا اور بغیر غذا کے اس کا بدن قائم نہیں رہ سکتا تھا بلکہ بدلہ متحمل کی ضرورت تھی۔ لیکن یہ لوگ جو حضرت عیسیٰ کو مع جسم منصری آسمان پہنچاتے ہیں وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اُن کا وجود بغیر غذا کے قائم رہ سکتا ہے تو گویا وہ برخلاف منشاء اللہ تعالیٰ کے حضرت عیسیٰ کی خدائی کی ایک دلیل پیش کرتے ہیں۔ شرم کی جگہ ہے کہ جس دلیل کو خدا نے اس غرض سے پیش کیا ہے کہ تا حضرت عیسیٰ کی انسانیت ثابت ہو یہ لوگ اُس دلیل کی بے عزتی کرتے ہیں۔ کیونکہ جس بات سے خدا تعالیٰ انکار کرتا ہے کہ وہ بات مسیح میں موجود نہیں تا اُس کو خدا ٹھہرایا جائے یہ لوگ کہتے ہیں کہ وہ بات اس میں موجود ہے۔ پس یہ خدا کی اُس حجت کا طہ کی بے عزتی ہے جو حضرت عیسیٰ کے انسان ہونے کے لئے وہ پیش کرتا ہے۔ اگر یہ بات سچ ہے کہ حضرت عیسیٰ کا وجود جسم منصری کے روٹی کھانے کے محتاج نہیں اور ان کا بدن خدا کے وجود کی طرح خود بخود قائم رہ سکتا ہے تو یہ تو ان کی خدائی کی ایک دلیل ہے جو قدیم سے عیسائی پیش کیا کرتے ہیں اور اس کے جواب میں یہ کہنا کافی نہیں کہ زمین پر وہ روٹی کھایا کرتے تھے گو وہ آسمان پر نہیں کھاتے کیونکہ مخالفت کہہ سکتا ہے کہ زمین پر وہ محض اپنے اعتقاد سے کھاتے تھے انسانوں کی طرح روٹی کے محتاج نہ تھے اور اگر محتاج ہوتے تو آسمان پر بھی ضرور محتاج ہوتے مجھے بار بار اس قوم پر افسوس آتا ہے کہ خدا تو حضرت مسیح کا روٹی کھانا ان کی انسانیت پر دلیل لاوے اور یہ لوگ اعتقاد رکھیں کہ گو حضرت مسیح نے زمین پر تیس برس تک روٹی کھائی مگر آسمان پر اُنیں سو برس سے بغیر روٹی کھانے کے جیتے ہیں۔

اور پھر ایک اور دلیل حضرت عیسیٰ کی وفات پر قرآن شریف کی یہ آیت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے - فَيَحْيِيهِمْ وَيُخْرِجُهُم مِّنَ قُبُورِهِمْ (ترجمہ) تم دے گی آدمیوں میں سے ہی زندگی بسر کر دے گی اور زمین میں سے ہی نکالے جاؤ گے۔ پس باوجود اس قدر نص صریح کے کیونکر ممکن ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بجائے زمین پر رہنے کے تریا دم لیں برس یا اس سے بھی زیادہ کسی نامعلوم مدت تک آسمان پر رہیں۔ ایسی صورت میں تو قرآن شریف کا ابطال لازم آتا ہے۔

اور پھر ایک اور دلیل حضرت عیسیٰ کی وفات پر قرآن شریف کی یہ آیت ہے - وَلَكُم فِي الْأَرْضِ مَسْكَنٌ وَمُنَازِعَ الْوُحُوشِ (ترجمہ) اور تمہاری قرار گاہ زمین ہی ہوگی اور موت کے دنوں تک تم زمین پر ہی اپنے آرام کی چیزیں حاصل کر دے گے۔ یہ آیت بھی آیت ممدوحہ بالا کے ہم معنی ہے۔ پس کس طرح ممکن ہے کہ حضرت عیسیٰ زمین پر جو انسانوں کے رہنے کی جگہ ہے صرف تینتیس برس تک زندگی بسر کریں مگر آسمانی پر جو انسانوں کے رہنے کی جگہ نہیں مقرر ہوا برس تک یا اس سے بھی زیادہ کسی نامعلوم مدت تک سکونت اختیار کر رکھیں۔ اس سے تو

جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں حضرت عیسیٰ کا خود اپنا ایک اقرار ہے جو ان کی وفات پر شاہد ہو گیا کہ وہ خدا تعالیٰ کے اس سوال کے جواب میں کہ اے عیسیٰ کیا تو نے ہی لوگوں کو تعلیم دی تھی کہ مجھ کو اور میری ماں کو خدا کر کے مانو یہ جواب دیتے ہیں جو قرآن شریف میں مذکور ہے یعنی یہ آیت وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتُ أَنتَ الْوَقِيبَ عَلَيْهِمْ یعنی میں تو اسی زمانہ تک اس پر گواہ تھا جب تک میں ان کے درمیان تھا اور جب تو نے مجھے وفات دیدی تو پھر ان کا محافظ نہ رہی تھا۔ اس جواب میں حضرت عیسیٰ اپنی ہی ہدایت کو اپنی زندگی سے وابستہ کرتے ہیں پس اگر حضرت عیسیٰ اب تک زندہ ہیں تو اس سے لازم آتا ہے کہ عیسیٰ ابھی اپنی ہی ہدایت فلما توفيتني سے یہ بھی ثابت ہو رہے کہ حضرت عیسیٰ قبل از قیامت دوبارہ دنیا میں نہیں آئیں گے ورنہ خود بخود یہ لازم آتا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے سامنے جھوٹ بولیں گے کہ مجھے اپنی موت کے گزرتے کا کچھ بھی اطلاع نہیں۔ منہذا

شبہ چپے گا کہ وہ انسان نہیں ہیں۔ خاکراں موت میں کہ ایسے فوق الانسایت خواص دکھانے میں کوئی دوسرا انسان ان کا شریک نہیں۔

اور پھر ایک اور دلیل حضرت عیسیٰ کی وفات پر قرآن شریف کی یہ آیت ہے۔ اللہ الذی خلقکم من ضعیف ثم جعل من بعد ضعیف قوۃ ثم جعل من بعد قوۃ ضعیفاً و ضعیفاً ترجمہ یعنی خدا وہ خدا ہے جس نے تہیں ضعیف سے پیدا کیا پھر ضعیف کے بعد قوت دے دی۔ پھر قوت کے بعد ضعیف اور پیرانہ سالی دی۔ اب ظاہر ہے کہ یہ آیت تمام انسانوں کے لئے ہے پہلے تک کہ تمام انبیاء علیہم السلام اس میں داخل ہیں۔ اور خود ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو نبیوں کے سوا میں وہ بھی اس سے باہر نہیں۔ آپ پر بھی پیرانہ سالی کے علامات ظاہر ہو گئے تھے اور چند ہال سفید ریش مبارک میں آگئے تھے۔ اور آپ خود اپنی آخری عمر میں آثار پیرانہ سالی کے ضعیف کے اپنے اندر محسوس کرتے تھے۔ لیکن بقول ہمارے مخالفین کے حضرت عیسیٰ اس سے بھی باہر ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ ایک خصوصیت انکی ہے جو فوق العادت ہے اور یہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدائی پاک ایک دلیل ہے جسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدائی پر صرف ایک دلیل نہیں بلکہ پانچ دلیلیں ہیں جو برہم نصابی اور عقیدہ ہماری قوم کے مخالفوں کے اس جگہ موجود ہیں جن کا ابطال بغیر اس خصوصیت کے ٹوٹنے کے ممکن نہیں۔ کیونکہ جس حالت میں حضرت عیسیٰ ہی اپنی ذات میں یہ خصوصیت رکھتے ہیں کہ وہ مع جیم عنصری آسمان پر چلے گئے کوئی دوسرا انسان ان کا شریک نہیں۔ اور پھر دوسری یہ خصوصیت بھی رکھتے ہیں کہ صد ہا سال تک بغیر آب و دانہ کے آسمان پر زندہ رہنے والے وہی ٹھیرے جس میں ان کا کوئی دوسرا انسان شریک نہیں۔ اور پھر تیسری یہ خصوصیت رکھتے ہیں کہ آسمان پر اتنی مدت تک پیرانہ سالی اور ضعیف سے محفوظ رہنے والے وہی ٹھیرے جس میں ان کا کوئی آدمی شریک نہیں۔ اور پھر چوتھی یہ خصوصیت رکھتے ہیں کہ مدتِ مادہ کے بعد آسمان سے مع ملائک نازل ہونے والے وہی ٹھیرے جس میں ان کا ایک بشر بھی شریک نہیں۔ اب سوچنا چاہیے کہ یہ چار خصوصیتیں جو محض ان کی ذات میں تسلیم کی جاتی ہیں

اور ان میں وہ وحدہ لا شریک خیال کئے جاتے ہیں۔ کس قدر یہ عقیدہ لوگوں کے لئے موجب ابتلا ہو سکتا ہے۔ اور خدا بنانے والوں کے لئے کس قدر جوہات ملتے ہیں جو خود مسلمانوں کے اقراء سے ثابت شدہ امور ہیں۔ پس اگر خدا نے حضرت عیسیٰ کو وفات شدہ قرار دیکر ان تمام

۲۵۵

۴۔ اسوا اس کے ہمارے مخالف مسلمان پر قسمتی اور جہالت کی وجہ سے ایک پانچویں خصوصیت بھی حضرت عیسیٰ کیلئے قائم کرتے ہیں۔ اور وہ یہ کہ تمام انبیاء میں سے جس شیطان بھی دی پا گیا ہے اور کوئی نبی پاک نہیں۔ اور پھر قطعی خصوصیت یہ کہ روح القدس ہمیشہ ان کے ساتھ رہتا تھا مگر کسی دوسرے کی ساتھ ایسی دائمی رفاقت روح القدس نے نہیں کی۔ مگر یہ ان لوگوں کی تمام غلطیاں ہیں۔ ۵۔ انہیں سمجھتے کہ ہر ایک نبی میں شیطان پاک ہوتا ہے لیکن خدا نے جو اسجگہ اپنے رسول کے فرود گاہ ذیہ سے حضرت عیسیٰ کا مع اس کی والدہ کے جس شیطان پاک ہونا ذکر فرمایا اس میں حکمت یہ ہے کہ نفوذ بائیسہ ہونا مسعود حضرت مریم صدیقہ کو ایک زانیہ طور پر خیال کرتے تھے اور حضرت عیسیٰ کو ایک ولہ الزنا سمجھتے تھے اور خدا تعالیٰ کو منظور تھا کہ ان الزانیوں کی بریت کرے۔ پس اس طرح اس نے ان کی بریت کی کہ انحضرت علی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا کہ وہ دونوں میں شیطان سے پاک ہیں یعنی زنا ایک شیطانی فعل ہے اور عیسیٰ اور مریم اس شیطانی فعل سے محفوظ ہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ صرف وہ محفوظ ہیں اور دوسری آلودہ ہیں۔ اسی طرح یہودیوں کا خیال تھا کہ بوجہ ناجائز ولادت کے حضرت عیسیٰ کا ذوق شیطان، اور یہی قدرت کی تدبیر انکا عقیدہ تھا۔ پس انکے رد میں روح القدس کی وفات یا غفلت کی ضرورت نہیں کہ جیسے میں ایک یہ بھی خصوصیت ہے کہ انکا تو روح القدس کے سایہ ہوا۔ کیونکہ قرآن شریف اور روایت کی مدد سے یہ بات قرار پا چکی ہے کہ بعض انبیاء شیطان کے سایہ پیدا ہوتے ہیں۔ اور ان میں شیطان خلیفہ ہوتا ہے۔ اور بعض انبیاء روح القدس کے سایہ سے پیدا ہوتے ہیں اور ان میں پاک خلیفے ہوتے ہیں۔ وہ لوگ جو ولہ العیوب ہوں وہ شیطان کے سایہ سے ہی رقم ہا دیں وجود پکڑتے ہیں۔ پس اس بات کا رد کرنا ضروری تھا کہ حضرت عیسیٰ کی ولادت ناجائز نہیں۔ لہذا اس کی نسبت روح القدس کے سایہ کا انجیل میں بھی ذکر کیا گیا تا معلوم ہو کہ وہ شیطان کے سایہ سے پیدا نہیں ہوئے اور ان کی ولادت ناجائز نہیں۔ منہج

خصوصیتوں کو رد نہیں کر دیا تو پھر مدسرا طریق رد کا یہ تھا کہ خدا تعالیٰ ایسی چند نظیریں پیش کرتا جس سے معلوم ہوتا کہ ان خواہش میں بعض اہل انسان بھی اس کے شریک ہیں۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے بے پدر ہونے میں حضرت آدم کی نظیر پیش کر دی تھی۔ مگر جب کہ خدا تعالیٰ نے نہ حضرت عیسیٰ کو فوت شدہ قرار دیا اور نہ ان تمام خصوصیتوں کو توڑا تو اس صورت میں گویا خدا تعالیٰ جیسا یوں کی محبت کے سامنے لاجواب ہو گیا۔ اور اگر کہو کہ ہم یہ بھی تو کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ آخری زمانہ میں اگر ایک مدت کے بعد فوت ہو جائیں گے تو اس بات کو عیسائی قبول نہیں کرتے۔ وہ تمہارے اقوال سے تعجب کر رہے ہیں۔ اور ان پر واجب نہیں ہے کہ تمہارے دعوے بے دلیل کو مانیں۔ کیونکہ جب حضرت عیسیٰ قیامت کے دن تک زندہ رہیں۔ اور سب خدائی کی علامتیں احیاء موفی وغیرہ ان میں موجود ہوں تو ممکن ہے کہ موسیٰ کا بیٹا ہو اور جیسا یوں کا تو یہی عقیدہ ہے کہ وہ آسمان سے نازل ہو کر نہیں مریں گے بلکہ بحیثیت خدا ہونے کے لوگوں کو ہزا دہرا دیگے۔ اور جس حالت میں تمہارے اپنے اقرار سے یہ چار خصوصیتیں حضرت عیسیٰ میں ثابت ہیں تو عیسائی تو اس صورت میں آپ لوگوں پر حواہج و حاشیں گئے کیونکہ ان کے نزدیک یہ چار خصوصیتیں حضرت عیسیٰ کے خدا بنانے کے لئے کافی ہیں اور خدا تعالیٰ کی معلومت سے بعید ہے کہ وہ ایسے شخص کو یہ چار خصوصیتیں عطا کرے جس کو چالیس کروڑ انسان خدا بنا رہا ہے۔ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جیسا یوں نے حضرت عیسیٰ کی خصوصیت کے بارے میں صرف ایک بات پیش کی تھی کہ وہ بغیر باپ پیدا ہوا ہے تو خدا تعالیٰ نے فی الغور اس کا جواب دیا۔ اور فرمایا۔ اِنَّ مِثْلَ عِيسٰی حَظُّهُ كَمِثْلِ اٰدَمَہٗ خَلَقَہٗ مِنْ تَرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنْ فَاٰدَمُ کَانَ یعنی خدا تعالیٰ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال آدم کی مثال ہے خدا نے اس کو مٹی سے بنایا پھر کہا کہ ہو جا پس وہ زندہ حیات جاگتا ہو گیا۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام کا بے باپ ہونا کوئی امر خاص اس کے لئے نہیں تا خدا ہونا اس کا لازم لہے۔ آدم کے باپ اور ماں دونوں نہیں۔ پس جس حالت میں خدا تعالیٰ

کی غیرت نے یہ تقاضا کیا کہ حضرت عیسیٰ میں بے پدر پرستے کی خصوصیت نہ سمجھتا ان کی خدائی کے لئے کوئی دلیل نہ ٹھیکرائی جائے۔ تو پھر کوئی نیکو ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ میں چار فوق العادت خصوصیتیں قبول کر لی ہوں۔ ہاں اگر خدا نے ان خصوصیتوں کے توڑنے کے لئے کچھ نظیریں پیش کی ہیں تو وہ نظیریں پیش کرنی چاہئیں۔ ورنہ ماننا پڑے گا کہ خدا تعالیٰ عیسائیوں کے دعویٰ کا جواب نہیں دے سکا۔ کیونکہ یہ بھی ایسی خصوصیتیں ہیں جو عیسائی پیش کیا کرتے ہیں۔ اور ان خصوصیتوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدائی کی دلیل ٹھیکراتے ہیں پس جبکہ خدا تعالیٰ نے ان چار خصوصیتوں کو آدم کی پیدائش کی طرح کوئی نظیر پیش کر کے نہیں توڑا تو اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے عیسائیوں کے دعویٰ کو مان لیا ہے۔ اور اگر توڑا ہے اور ان چار خصوصیتوں کی کوئی نظیر پیش کی ہے تو قرآن شریف میں سے وہ آیات پیش کر دو۔

اور مجملہ ان آیات کے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر صریح دلالت کرتی ہیں یہ آیت قرآن شریف کی ہے۔ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ وَأَمْوَالُهُمْ غَيْرُ آتِيَةٍ دُمًّا يُشْعَرُونَ آيَاتِ يُبْشَرُونَ۔ یعنی جو لوگ بغیر اللہ کے پرستش کئے جاتے ہیں وہ کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتے بلکہ آپ پیدا شدہ ہیں اور وہ سب لوگ مر چکے ہیں زندہ نہیں ہیں۔ اور نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائیں گے۔ پس اس مقام پر غور سے دیکھنا چاہیے کہ یہ آیتیں کس قدر صراحت سے حضرت مسیح اور ان تمام انسانوں کی وفات کو ظاہر کر رہی ہیں جن کو یہود اور نصاریٰ اور بعض فرقے عرب کے اپنے معبود ٹھیکرتے تھے۔ اور ان سے دعائیں مانگتے تھے۔ یاد رکھو۔ یہ خدا کا بیان ہے اور خدا تعالیٰ اس بات سے پاک اور بلند تر ہے کہ خلاف واقعہ بایں کہے۔ پس جس حالت میں وہ صاف اور صریح نقطوں میں فرماتا ہے کہ جس قدر انسان مختلف فرقوں میں پوجائے جاتے ہیں اور خدا بندے کئے ہیں وہ سب مر چکے ہیں ایک بھی ان میں سے زندہ نہیں۔ تو پھر کس قدر مکرشی اور نافرمانی اور خدا کے حکم کی مخالفت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ سمجھا جا۔ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام

نہ لوگوں میں سے نہیں ہیں جن کو خدا بنایا گیا ہے یا جن کو اپنی شکل کشائی کے لئے پکارا جاتا ہے بلکہ وہ ان سب لوگوں سے اول نمبر پر ہیں۔ کیونکہ جس امر اور لود غلو کے ساتھ حضرت عیسیٰ کے خدا بنانے کے لئے چالیں کر ڈال انسان کو شش کر دیا ہے اسکی نظیر کسی اور فرقہ میں ہرگز نہیں پائی جاتی۔

یہ تمام آیات جو ہم نے سمجھا رکھی ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت ثابت کرنے کیلئے کافی ہیں۔ اور پھر جب ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث طیبہ کی طرف دیکھتے ہیں تو ان سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے صرف فرق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اقوال سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر گواہی دیتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی روایت سے حضرت مسیح کی موت پر شہادت دیتے ہیں جو تعالیٰ نے اپنے قول سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول سے یعنی روایت اس بات پر مہر لگا دی کہ حضرت عیسیٰ فوت ہو چکے ہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی روایت سے یہ گواہی دیتے ہیں کہ اپنے سراج کی رات میں حضرت عیسیٰ کو آسمان پر اُن گزشتہ نبیوں میں دیکھا ہے جو اس دنیا سے گئے ہیں۔ اور دوسرے عالم میں پہنچ گئے ہیں۔ اور صرف اسی قدر نہیں بلکہ جس قسم کے دوسرے انبیاء علیہم السلام کے جسم دیکھے اسی قسم کا جسم حضرت عیسیٰ کا دیکھا اور ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ ایسا سمجھنا غلطی ہے کہ پہلے انبیاء علیہم السلام جو اس دنیا سے گئے تھے ان کی صورت آسمان پر دہلیں ہیں بلکہ انکے ساتھ نورانی اور جلالی اجسام بھی جن اجسام کے ساتھ وہ مرنے کے بعد دنیا میں سے اٹھائے گئے جیسا کہ آیت ولاد علی جنتی اس بات پر نص مرز ہے۔ کیونکہ بہشت میں داخل ہونے کے لئے جسم کی ضرورت ہے۔ اور قرآن شریف جابجا تصریح سے فرماتا ہے کہ جو لوگ بہشت میں داخل ہونگے ان کے ساتھ جسم بھی ہونگے کوئی مجدد نہ درج بہشت میں داخل نہیں ہوگی۔ پس آیت ولاد علی جنتی اس بات کے لئے نص مرز ہے کہ ہر ایک دستبلا جو مرنے کے بعد بہشت میں داخل ہوتا ہے اس کو مرنے کے بعد ضرور ایک جسم ملتا ہے۔ پھر دوسری شہادت جسم نے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت ہے۔ کیونکہ آپ نے سراج کی رات میں آسمان میں صرف انبیاء کی روئیں نہیں دیکھیں بلکہ انکے اجسام بھی دیکھے۔ اور حضرت مسیح کا کوئی نرالا جسم نہیں دیکھا بلکہ جیسے تمام انبیاء کے جسم دیکھے

ویسا ہی حضرت مسیح کا بھی جسم دکھایا۔ پس اگر انسان ناحق باطل پرستی پر مبنی نہ کرے تو اس کے لئے اس بات کا سمجھنا بہت ہی سہل ہے کہ حضرت عیسیٰ جس جسم کے ساتھ اٹھائے گئے وہ عنصری جسم نہ تھا بلکہ وہ جسم تھا جو مرنے کے بعد ہر ایک مومن کو ملتا ہے۔ کیونکہ عنصری جسم کیلئے خود اللہ تعالیٰ منع فرماتا ہے کہ وہ آسمان پر جاوے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے اللہ نجعل للارض کفأثا احياء و امواتاً۔ ترجمہ۔ یعنی کیا ہم نے زمین کو ایسے طور سے نہیں بنایا کہ وہ انسانوں کے اجسام کو زندہ اور مردہ ہونے کی حالت میں اپنی طرف کھینچ لے رہی ہے کسی جسم کو نہیں چھوڑتی کہ وہ آسمان پر جاوے۔

اور پھر دوسری جگہ فرماتا ہے قل سبحان من ہل کنت الا بشرا رسولا۔ یعنی جب کافروں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آسمان پر چڑھنے کی درخواست کی کہ یہ معجزہ دکھلا دیں کہ مج جسم عنصری آسمان پر چڑھ جائے تو ان کو یہ جواب ملا کہ قل سبحان ربی اعلیٰ یعنی ان کو کہہ دے کہ میرا خدا اس بات سے پاک ہے کہ اپنے عہد اور وعدہ کے برخلاف کرے۔ وہ پہلے کہہ چکا ہے کہ کوئی جسم عنصری آسمان پر نہیں جائے گا۔ جیسا کہ فرمایا۔ اللہ نجعل للارض کفأثا احياء و امواتاً اور جیسا کہ فرمایا خيما تحيون و خيما تنوتون اور جیسا کہ فرمایا ولكم في الارض مستقر و متاع الى حين۔ پس یہ عرب کے کفار کی شرارت تھی کہ وہ لوگ برخلاف وعدہ و عہد الہی معجزہ مانگتے تھے اور خوب جانتے تھے کہ ایسا معجزہ دکھایا نہیں جائیگا۔ کیونکہ یہ خدا تعالیٰ کے اس قول کے برخلاف ہے جو لفظ چکا۔ اور خدا تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ اپنے عہد کو توڑے۔ اور پھر فرمایا کہ انکو کہہ دے کہ میں تو ایک بشر ہوں اور خدا تعالیٰ فرما چکا ہے کہ بشر کے لئے متنع ہے کہ اس کا جسم خالی آسمان پر جائے۔ پس پاک لوگ دوسرے جسم کے ساتھ آسمان پر جاسکتے ہیں۔ جیسا کہ تمام نبیوں اور موملوں اور مومنوں کی روحیں وفات کے بعد آسمان پر جاتی ہیں اور انہیں کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَفْتَحَةُ الْجَمْعِ الْاَبْوَابِ۔ یعنی مومنوں کے لئے آسمان کے

مدا دے کھولے جائیں گے۔ یاد رہے کہ اگر صرف اُنہیں ہوتیں تو ان کے لئے لہر کی خمیر نہ آتی۔ پس یہ قرینہ قویہ اس بات پر ہے کہ بعد موت جو مومنوں کا رُخ ہوتا ہے وہ مجسم ہوتا ہے مگر یہ مجسم خالی نہیں ہے۔ بلکہ مومن کی رُوح کو ایک اور مجسم ملتا ہے جو پاک اور نورانی ہوتا ہے اور اُس دُکھ اور عیب سے محفوظ ہوتا ہے جو عنصری جسم کے لوازم میں سے ہے یعنی وہ ارضی غذاؤں کا محتاج نہیں ہوتا۔ اور نہ زمینی پانی کا حاجت مند ہوتا ہے اصلہ تمام لوگ جنکو خدا تعالیٰ کی ہمسائیگی میں جگہ دی جاتی ہے ایسا ہی جسم پاتے ہیں۔ لہذا ایمان رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ نے بھی وفات کے بعد ایسا ہی جسم پایا تھا اور اُسی جسم کے ساتھ وہ خدا تعالیٰ کی طرف اٹھائے گئے تھے۔

بعض نادان ابلجہ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جس حالت میں قرآن شریف کی یہ آیت کہ وَكَذَٰلِكَ عَلَّمَهُمْ شَعِيدًا مَا دَعَمْتَ فِيهِمْ اور آیت خَلَقْنَا قَوَائِمًا نَحْنُ كُنْتُ اَنْتَ الرَّقِيبُ عَلِيْهِمُ صَافِطٌ طُورٍ پر تبادلا رہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا تعالیٰ کے حضور میں یہ غلامِ مِش کر گئے کہ میری وفات کے بعد لوگ بگڑے ہیں نہ میری زندگی میں تو اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اگر یہ عقیدہ صحیح ہے کہ حضرت عیسیٰ صلیب کے پیکر کشمیر کی طرف چلے گئے تھے لہذا کشمیر میں ۷۰۰ برس تک عیسائی کی تھی تو پھر یہ کہنا کہ میری وفات کے بعد لوگ بگڑ گئے صحیح نہیں ہوگا بلکہ یہ کہنا چاہیے تھا کہ میرے کشمیر کے سفر کے بعد بگڑے ہیں۔ کیونکہ وفات تو صلیب کے واقعہ موت ہی میں بعد ہوئی۔

پس یاد رہے کہ ایسا دوسرے وقت تہتم کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے ورنہ کشمیر کا سفر اسی فقرہ کی فہم نہیں کیونکہ ما دامت فیہم کے یہ معنی ہیں کہ جب تک میں اپنی امت میں تھا جو میرے پر ایمان لائے تھے۔ یہ معنی نہیں کہ جب تک میں اُن کی زمین میں تھا۔ کیونکہ ہم قبول کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ زمینِ شام میں سے ہجرت کر کے کشمیر کی طرف چلے گئے تھے۔ مگر ہم یہ قبول نہیں کرتے کہ حضرت عیسیٰ کی والدہ اور آپ کے حواری پیچھے رہ گئے تھے۔ بلکہ تاریخ کی رُو سے ثابت ہے کہ حواری بھی کچھ تو حضرت عیسیٰ کے ساتھ اور کچھ بعد میں آپ کو آئے تھے جیسا کہ دھوا حواری حضرت عیسیٰ کے ساتھ آیا تھا باقی حواری بعد میں آئے تھے

اے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی وفات کے لئے صرف ایک ہی شخص کا اختیار کیا تھا یعنی دھوا کو جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کے وقت صرف حضرت ابوبکرؓ کو اختیار کیا تھا۔ کیونکہ سلطنت دہی حضرت عیسیٰؑ کو باغی قرار دے چکی تھی اور اسی جرم سے پہلوئوں بھی قیصر کے حکم سے قتل کیا گیا تھا۔ کیونکہ وہ درپردہ حضرت عیسیٰؑ کا حامی تھا اور اُس کی عورت بھی حضرت عیسیٰؑ کی مرید تھی۔ پس ضرور تھا کہ حضرت عیسیٰؑ اس ملک سے پوشیدہ طور پر نکلتے کوئی قافلہ ساتھ نہ لیتے اس لئے انہوں نے اس سفر میں صرف دھوا و حواری کو ساتھ لیا جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے سفر میں صرف ابوبکرؓ کو ساتھ لیا تھا اور جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے باقی اصحاب مختلف راہوں سے مدینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا پہنچے تھے۔ ایسا ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری مختلف راہوں کی مختلف دھواؤں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں جا پہنچے تھے اور جب تک حضرت عیسیٰؑ ان میں رہے جیسا کہ آیت مآدمت فیہم کاغشاوہ ہے وہ سب لوگ توحید پر قائم رہے بعد وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ان لوگوں کی اولاد بچھا گئی۔ یہ معلوم نہیں کہ کس پشت میں یہ خرابی پیدا ہوئی۔ موصوفہ کہتے ہیں کہ قیسری مدی تک دین عیسائی اپنی اصلیت پر تھا۔ پھر حال معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی وفات کے بعد وہ تمام لوگ پھر اپنے وطن کی طرف چلے گئے کیونکہ ایسا اتفاق ہو گیا کہ قیصر روم عیسائی ہو گیا۔ پھر بے وطنی میں رہنا لامحالہ تھا۔ اور اس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کشمیر کی طرف سفر کرنا ایسا امر نہیں ہے کہ جو بے دلیل ہو۔ بلکہ بڑے بڑے دلائل سے یہ امر ثابت کیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ خود لفظ کشمیر بھی اس پر دلیل ہے۔ کیونکہ لفظ کشمیر وہ لفظ ہے جس کو کشمیری زبان میں کشیو کہتے ہیں۔ ہر ایک کشمیری اس کو کشیر کہتا ہے۔ پس معلوم ہوتا ہے کہ وہ اصل یہ لفظ عبرانی ہے کہ جو کہ لفظ اشیر کے لفظ سے مرکب ہے لہ اشیر عبرانی زبان میں شام کے ملک کو کہتے ہیں اور کاف مماثلت کے لئے آتا ہے۔ پس صورت اس لفظ کی کشیو تھی

یعنی کات ملک اور ائمیر ملک جس کے معنے تھے مانند ملک شام یعنی شام کے ملک کی طرح۔ اور چونکہ یہ ملک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہجرت گاہ تھا اور وہ سرد ملک کے رہنے والے تھے اس لئے خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو تسلی دینے کے لئے اس ملک کا نام کاشیئو رکھ دیا جس کے معنے ہیں ائمیر کے ملک کی طرح۔ پھر کثرت استعمال سے الف سا قحط ہو گیا اور کثیر رہ گیا۔ پھر بعد اس کے غیر قوموں نے جو کشیر کے باشندے نہ تھے اور نہ اس ملک کی زبان رکھتے تھے ایک میم اس میں زیادہ کر کے کشمیر بنا دیا۔ مگر یہ خدا تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت ہے کہ کشمیری زبان میں اب تک کشمیری بولا جاتا اور کھا جاتا ہے۔

امور اس کے کشمیر کے ملک میں اور بہت سی چیزوں کے اب تک عبرانی نام پائے جاتے ہیں بلکہ بعض پہاڑوں پر غیوں کے نام استعمال پا گئے ہیں جن سے سمجھا جاتا ہے کہ عبرانی قوم کسی زمانہ میں مزدراں جگہ آباد رہ چکی ہے جیسا کہ سلیمان نبی کے نام سے ایک پہاڑ کشمیر میں موجود ہے اور ہم اس مدعا کے ثابت کرنے کیلئے ایک ایسی فہرست اپنی بعض کتابوں میں مشائع کر چکے ہیں جو عبرانی الفاظ اور اسرائیلی غیوں کے نام پر مشتمل ہے جو کشمیر میں اب تک پائے جاتے ہیں۔ اور کشمیر کی تاریخی کتابوں میں جو ہم نے بڑی محنت سے جمع کی ہیں جو ہمارے پاس موجود ہیں ان سے بھی مفقلاً یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک زمانہ میں جو اس وقت شمار کی دوسرے دو ہزار برس کے قریب گزر گیا ہے ایک اسرائیلی نبی کشمیر میں آیا تھا جو بنی اسرائیل میں سے تھا اور شہزادہ بنی کہلاتا تھا۔ اسی کی قبر محلہ خانیا میں ہے جو یوزوسف کی قبر کے مشہور ہے۔ اب ظاہر ہے کہ یہ کتابیں تو میری پیدائش سے بہت پہلے کشمیر میں مشائع ہو چکی ہیں۔ پس کیونکر کوئی خیال کر سکتا ہے کہ کشمیریوں نے افتراء کے طور پر یہ کتابیں لکھی تھیں۔ ان لوگوں کو اس افتراء کی کیا ضرورت تھی اور کس غرض کیلئے انہوں نے ایسا افتراء کیا؟ اور عجیب تر یہ کہ وہ لوگ اب تک اپنی کمال سادہ لوحی سے دوسرے مسلمانوں کی طرح یہی اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر مع جسم عنصری چلے گئے تھے

لہذا پھر باوجود اس اعتقاد کے جسے یقین سے اس بات کو جانتے ہیں کہ ایک اسرائیلی نبی کشمیر میں آیا تھا کہ جو اپنے تئیں شہزادہ نبی کر کے مشہور کرتا تھا۔ اور ان کی کتاب میں بتلاتی ہیں کہ شمار کی دوسرے اُس زمانہ کو اب اُنہیں سو برس سے کچھ زیادہ برس گزر گئے ہیں۔ اس جگہ کشمیریوں کی سادہ لوحی سے ہیں یہ فائدہ حاصل ہوا کہ اگر وہ اس بات کا علم رکھتے کہ شہزادہ نبی بنی اسرائیل میں کون تھا اور وہ نبی کون ہے جس کو اب اُنہیں سو برس گزر گئے تو وہ کبھی میں یہ کتابیں نہ دکھلاتے۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ ہم نے اُن کی سادہ لوحی سے بڑا فائدہ اٹھایا۔ اسوا اس کے وہ لوگ شہزادہ نبی کا نام یوز آصف بیان کرتے ہیں یہ نقطہ صریح معلوم ہوتا ہے کہ یسوع آصف کا بگڑا ہوا ہے۔ آصف عبرانی زبان میں اس شخص کو کہتے ہیں کہ جو قوم کو تپاش کر نواہم ہو۔ چونکہ حضرت عیسیٰ اپنی اس قوم کو تلاش کرتے کرتے جو بعض فرقے یہودیوں میں سے تھے کشمیر میں پہنچے تھے اس لئے انہوں نے اپنا نام یسوع آصف رکھا تھا اور یوز آصف کی کتاب میں صریح لکھا ہے کہ یوز آصف پر خدا تعالیٰ کی طرف سے انجیل اُتری تھی۔ پس باوجود اس قدر دلائل واضحہ کے کیونکر اس بات سے انکار کیا جائے کہ یوز آصف دراصل حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہے ورنہ یہ بارشوت ہمارے مخالفوں کی گمراہی پر ہے کہ وہ کون شخص ہے جو اپنے تئیں شہزادہ نبی ظاہر کرتا تھا جس کا زمانہ حضرت عیسیٰ کے زمانہ سے بالکل مطابق ہے لہذا یہ پتہ بھی ملتا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ کشمیر میں آئے تو اُس زمانہ کے بدھ مذہب والوں نے اپنی پستکوں میں انکا کچھ ذکر کیا ہے۔

ایک اور قوی دلیل اس بات پر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اَوْفِیْہُمْ مَّا لَیْ رَہْبُوۡۃٍ ذٰلِکَ حَقّٰوۡرٌ وَّ مٰعٰیۡنٌ یعنی ہم نے عیسیٰ اور اس کی ماں کو ایک ایسے ٹیلے پر پناہ دی جو توام کی جگہ تھی اور ہر ایک دشمن کی دست درازی سے دور تھی اور پانی اسکا بہت خوشبودار تھا۔ یاد رہے کہ ادنیٰ کا لفظ عربی زبان میں اُس جگہ پر بولا جاتا ہے جب ایک عصبیت کے بعد کسی شخص کو پناہ دیتے ہیں ایسی جگہ میں جو دارالامان ہوتا ہے پس وہ دارالامان ملک شام

نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ملک شام قیصر روم کی عملداری میں تھا۔ اور حضرت عیسیٰ قیصر کے باغی قرار پا چکے تھے۔ پس وہ کشمیری تھا جو شام کے ملک سے مشابہ تھا اور قراری جگہ تھی۔ یعنی امن کی جگہ تھی۔ یعنی قیصر روم کو اس سے کچھ تعلق نہ تھا۔

اس جگہ بعض آدمی ایک اور اعتراض پیش کیا کرتے ہیں۔ اودہ یہ ہے کہ جس حالت میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ سلسلہ محمدیہ سلسلہ موسویہ کے مقابل پر قائم کیا گیا ہے۔ اور ہر ایک شخص و قبیح میں یہ سلسلہ سلسلہ موسویہ کی مثال اپنے اندر رکھتا ہے تو اس صورت میں لازم تھا کہ جیسا کہ قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام شیل موسیٰ رکھا گیا ہے آخری خلیفہ کا نام پیشگوئیوں میں شیل عیسیٰ رکھا جاتا۔ حالانکہ انجیل اور نیز احادیث نبویہ میں سلسلہ خلافت کے آخری زمانہ میں آئیولے کا نام عیسیٰ ابن مریم رکھا گیا ہے شیل عیسیٰ نہیں رکھا۔

اس دیم کا جواب یہ ہے کہ ضرور تھا کہ خدا تعالیٰ صدر اسلام اور آخر اسلام کے خلیفہ کے بارے میں اسی طرز سے بیان کرتا جس طرز سے اللہ تعالیٰ کی پہلی کتابوں میں بیان کیا گیا تھا۔ سو یہ امر کسی پر پوشیدہ نہیں کہ تورات میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت پیشگوئی ہے وہ انہیں الفاظ میں ہے کہ خدا تعالیٰ تمہارے بھائیوں میں سے موسیٰ کی مانند ایک نبی قائم کریگا۔ اُس مقام میں یہ نہیں لکھا کہ خدا موسیٰ کو بھیجیگا۔ پس ضرور تھا کہ خدا تعالیٰ قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے بارے میں توریت کے مطابق بیان فرماتا تا توریت اور قرآن شریف میں اختلاف پیدا نہ ہوتا۔ پس اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا۔ انا ارسلنا الیک رسولاً شاہداً علیک کما ارسلنا الی فرعون رسولاً۔ یعنی ہم نے اُسی نبی کی مانند تہاڑی طرف یہ رسول بھیجا ہے کہ جو فرعون کی طرف بھیجا گیا تھا۔ لیکن آخری خلیفہ کے بارے میں جس کا نام عیسیٰ رکھا گیا ہے انجیل میں یہ نہیں خبر دی گئی کہ آخری زمانہ میں شیل عیسیٰ آئیگا بلکہ یہ لکھا ہے کہ عیسیٰ آئیگا پس ضرور تھا کہ انجیل کی پیشگوئی کے مطابق اسلام کے آخری خلیفہ کا نام عیسیٰ رکھا جاتا تا انجیل اور احادیث نبویہ میں اختلاف پیدا نہ ہوتا۔

ہیں اسبجگہ ایک طالب حق کا یہ حق ضرور ہے کہ وہ یہ سوال پیش کرے کہ اس میں کیا حکمت اور مصلحت تھی کہ توحید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف مشیل موسیٰ کے بیان کیا گیا لیکن انجیل میں خود عیسیٰ کے کہے ہی بیان کر دیا گیا۔ اور کیوں جائز نہیں کہ عیسیٰ سے مراد درحقیقت عیسیٰ ہی ہو اور وہی دوبارہ آنے والا ہو۔

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو کسی طرح دوبارہ نہیں آ سکتے کیونکہ وہ دفات پا گئے۔ اور ان کا دفات پا جانا اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں صریح لفظوں میں بیان فرما دیا ہے اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس جماعت میں آسمان پر بھیجے ہوئے دیکھ لیا جو اس چنان سے گزر چکے ہیں۔ پھر تیسری شہادت یہ کہ تمام اصحاب رضی اللہ عنہم کے اہل حق سے تمام نبیوں کا فوت ہو جانا ثابت ہو گیا۔ پھر بعد اس کے عقل سلیم کی شہادت ہے جو شہادات ثلاثہ مذکورہ کی مؤید ہے کیونکہ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے عقل نے اس واقعہ کی کوئی نظیر نہیں دیکھی اور کوئی نبی آج تک نہ کسی مع جسم عنصری آسمان پر گیا اور نہ واپس آیا۔ پس چار شہادتیں باہم مل کر قطعی فیصلہ دیتی ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ اور حق کا زندہ آسمان پر مع جسم عنصری جانا اور اب تک زندہ ہونا اور پھر کسی وقت مع جسم عنصری زمین پر آنا یہ سب ان پر تھمتیں ہیں۔ افسوس کہ اسلام بت پرستی سے بہت دور تھا۔ لیکن آخر کار اسلام میں بھی بت پرستی کے رنگ میں یہ عقیدہ پیدا ہو گیا کہ حضرت عیسیٰ کو ایسی خصوصیتیں دی گئیں جو دوسرے نبیوں میں نہیں پائی جاتیں۔ خدا تعالیٰ مسلمانوں کو اس قسم کی بت پرستی سے رہائی بخشنے۔ عیسیٰ کی موت میں اسلام کی زندگی ہے اور عیسیٰ کی زندگی میں اسلام کی موت ہے۔ خدا وہ دن لاوے کہ غافل مسلمانوں کی نظر اس راہِ راست پر پڑے۔ آمین

اب خلاصہ کلام یہ کہ جبکہ عیسیٰ علیہ السلام کی دفات قطعی طور پر ثابت ہے تو پھر یہ گمان بیدار ہوتا، باطل ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا میں آئیں گے رہا سوال مذکورہ کے اس حصہ کا جواب کہ ایک امتی کا عیسیٰ نام رکھنے میں کیا مصلحت تھی اور کیوں انجیل

اور احادیث نبویہ میں اس کا نام عیسیٰ رکھا گیا۔ اور کیوں شیل موسیٰ کی طرح اس جگہ بھی شیل عیسیٰ کے لفظ سے یاد نہ کیا گیا۔

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو منظور تھا کہ ایک عظیم واقعہ میں جو اسرائیلی عیسیٰ پر وارد ہو چکا تھا۔ اس امت کے آخری خلیفہ کو شریک کرے اور وہ اس واقعہ میں اسی حالت میں شریک ہو سکتا تھا کہ جب اس کا نام عیسیٰ رکھا جائے۔ اور چونکہ خدا تعالیٰ کو منظور تھا کہ دونوں سلسلوں کی مطابقت دکھاوے اس لئے اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام شیل موسیٰ رکھا کیونکہ حضرت موسیٰ کو جو فرعون کے ساتھ ایک واقعہ پیش آیا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں اُس واقعہ کی مشابہت اسی صورت میں نمایاں ہو سکتی تھی کہ جب آپ کو شیل موسیٰ کر کے پکارا جائے مگر جو واقعہ حضرت عیسیٰ کو پیش آیا تھا وہ اس امت کے آخری خلیفہ میں ہی صورت میں متحقق ہو سکتا تھا کہ جب اس کا نام عیسیٰ رکھا جاتا کیونکہ اُس عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں نے صرف اس وجہ سے قبول نہیں کیا تھا کہ ملاکی نبی کی کتاب میں یہ لکھا گیا تھا کہ جب تک الیاس نبی دوبارہ دنیا میں نہیں آئیگا تب تک وہ عیسیٰ ظاہر نہیں ہوگا لیکن الیاس نبی دوبارہ دنیا میں نہ آیا اور یوحنا یعنی حضرت یحییٰ کو ہی الیاس قرار دیا گیا۔ اس لئے یہود نے حضرت عیسیٰ کو قبول نہ کیا۔ پس خدا تعالیٰ کی تقدیر میں مماثلت پوری کرنے کے لئے یہ قرار پایا تھا کہ آخری زمانہ میں بعض ایسی امت کے لوگ اُن یہودیوں کی طرح ہو جائیں گے۔ جنہوں نے الیاس آئے والے کی حقیقت کو نہ سمجھ کر حضرت عیسیٰ کی نبوت اور پچھلے سے انکار کیا تھا۔ پس ایسے یہودیوں کے لئے ایسی پیشگوئی کی ضرورت تھی جس میں کسی گلاشتہ نبی کی آمد کا ذکر ہوتا جیسا کہ الیاس کی نسبت پیشگوئی تھی اور تقدیر الہی میں قرار پا چکا تھا کہ ایسے یہودی اس امت میں بھی پیدا ہونگے۔ پس اس لئے میرا نام عیسیٰ رکھا گیا جیسا کہ حضرت یحییٰ کا نام الیاس رکھا گیا تھا۔ چنانچہ آیت خیر المصنوع علیہم میں اسی کی طرف اشارہ ہے پس عیسیٰ کی آمد کی پیشگوئی اس امت کے لئے ایسی ہی تھی جیسا کہ یہودیوں کیلئے حضرت یحییٰ

کی آمد کی پیش گوئی۔ غرض یہ نوٹہ قائم کرنے کے لئے میرا نام عیسیٰ رکھا گیا۔ اور نہ صرف اس قدر بلکہ عیسیٰ کے کذاب جو اس امت میں ہونے والے تھے ان کا نام یہود رکھا گیا۔ چنانچہ آیت غیور المعضوب علیہم میں انہیں یہودیوں کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی وہ یہودی جو اس امت کے عیسیٰ سے منکر ہیں جو ان یہودیوں کے ساتھ ہیں جنہوں نے حضرت عیسیٰ کو قبول نہیں کیا تھا۔ پس اس طور سے کامل درجہ پر مشابہت ثابت ہو گئی کہ جس طرح وہ یہودی جو الیاس نبی کی دوبارہ آمد کے منتظر تھے حضرت عیسیٰ پر محض اس عذر سے کہ الیاس دوبارہ دنیا میں نہیں آیا ایمان نہ لائے۔ اسی طرح یہ لوگ اس امت کے عیسیٰ پر محض اس عذر سے ایمان نہ لائے کہ وہ اسرائیلی عیسیٰ دوبارہ دنیا میں نہیں آیا۔ پس ان یہودیوں میں جو حضرت عیسیٰ پر ایمان نہیں لائے تھے اس وجہ سے کہ الیاس دوبارہ دنیا میں نہیں آیا اور ان یہودیوں میں جو حضرت عیسیٰ کی دوبارہ آمد کے منتظر ہیں مشابہت ثابت ہو گئی اور یہی خدا تعالیٰ کا مقصد تھا اور عیسا کہ اسرائیلی یہودیوں اور ان یہودیوں میں مشابہت ثابت ہو گئی اسی طرح اسرائیلی عیسیٰ اور اس عیسیٰ میں جو جس بھول مشابہت بدرجہ کمال پہنچ گئی کیونکہ وہ عیسیٰ اسی درجہ سے یہودیوں کی نظر سے رد کیا گیا کہ ایک نبی دوبارہ دنیا میں نہیں آیا۔ اور اسی طرح یہ عیسے جو جس بھول ان یہودیوں کی نگاہ میں رد کیا گیا ہے کہ ایک نبی دوبارہ دنیا میں نہیں آیا۔ اور صاف ظاہر ہے کہ جن لوگوں کو احادیث نبویہ اس امت کے یہودی ٹھہراتی ہیں جن کی طرف آیت غیر المعضوب علیہم بھی اشارہ کرتی ہے وہ اصل یہودی نہیں ہیں بلکہ اسی امت کے لوگ ہیں جن کا نام یہودی رکھا گیا ہے۔ اسی طرح وہ عیسیٰ بھی اصل عیسیٰ نہیں ہے جو بنی اسرائیل میں سے ایک نبی تھا بلکہ وہ بھی اسی امت میں سے ہے اور یہ خدا تعالیٰ کی اس رحمت اور فضل سے بعید ہے جو اس امت کے شامل حال رکھتا ہے کہ وہ اس امت کو یہودی کا خطاب تو دے بلکہ ان یہودیوں کا خطاب دے جنہوں نے الیاس نبی کے دوبارہ آنے کی حجت پیش کر کے حضرت عیسیٰ کو کافر اور کذاب ٹھہرایا تھا لیکن اس امت کے کسی فرد کو عیسیٰ کا خطاب نہ دے تو کیا

اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا ہے کہ یہ امت خدا تعالیٰ کے نزدیک کچھ ایسی بد بخت اور بد قسمت ہے کہ اس کی نظر میں شریر اور نافرمان یہودیوں کا خطاب تو پاسکتی ہے مگر اس امت میں ایک فرد بھی ایسا نہیں کہ عیسیٰ کا خطاب پاوے۔ پس یہی حکمت تھی کہ ایک طرف تو خدا تعالیٰ نے اس امت کے بعض افراد کا نام یہودی رکھ دیا اور دوسری طرف ایک فرد کا نام عیسیٰ بھی رکھ دیا۔

بعض لوگ محض نادانی سے یا ہنایت درجہ کے تعصب اور دھوکا دینے کی غرض سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی پر اس آیت کو بطور دلیل لاتے ہیں کہ دان من اهل الكتاب الا لیوم منق بلہ قبل موتہ اور اس سے یہ معنی نکالنا چاہتے ہیں کہ اُس وقت تک حضرت عیسیٰ فوت نہیں ہوئے تھے جب تک کل اہل کتاب اُن پر ایمان نہ لے آئیں۔ لیکن ایسے معنی نہ دی کر گیا جس کو فہم قرآن ہی پورا حصہ نہیں ہے۔ یا جو دیانت کے طریق سے دور ہے کیونکہ ایسے معنی کرنے سے قرآن شریف کی ایک پیش گوئی باطل ہوتی ہے اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے فاغریبا بینہم العداۃ والبغضاء الی یوم القیامۃ اور پھر دوسری جگہ فرماتا ہے والقینا بینہم العداۃ والبغضاء الی یوم القیامۃ۔ ان آیتوں کے یہ معنی ہیں کہ ہم نے قیامت تک یہود اور نصاریٰ میں دشمنی اور عداوت ڈال دی ہے۔ پس اگر آیت ممدوحہ بالا کے یہ معنی ہیں کہ قیامت سے پہلے تمام یہودی حضرت عیسیٰ پر ایمان لے آئیں گے تو اس سے لازم آتا ہے کہ کسی وقت یہود و نصاریٰ کا بغض باہمی دور بھی ہو جائے گا اور یہودی مذہب کا تخم زمین پر نہیں رہے گا۔ حالانکہ قرآن شریف کی ان آیات کے اور کئی اور آیتیں ثابت ہوتا ہے کہ یہودی مذہب قیامت تک رہے گا۔ ہاں ذلت اور مسکنت ان کے شامل حال ہوگی اور وہ دوسری طاقتوں کی پناہ میں زندگی بسر کریں گے۔ پس آیت ممدوحہ بالا کا صحیح ترجمہ یہ ہے کہ ہر ایک شخص جو اہل کتاب میں سے ہے وہ اپنی موت سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت عیسیٰ پر ایمان لے آئیں گے۔ غرض موتہ کی ضمیمہ اہل کتاب کی طرف پھرتی ہے نہ حضرت عیسیٰ کی طرف۔ اسی وجہ سے اس آیت کی دوسری قرأت میں موتہم واقع ہے۔ اگر حضرت عیسیٰ کی طرف

یہ غیر پھرتی تو دوسری قرأت میں موتہم کیوں آتا؟ دیکھو تفسیر ثنائی کہ اس میں بڑے زور سے ہمارے اس بیان کی تصدیق موجود ہے اور اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہی معنی ہیں مگر صاحب تفسیر لکھتا ہے کہ ابو ہریرہ ہم قرآن میں ناقص ہے اور اس کی روایت پر محدثین کو اعتراض ہے۔ ابو ہریرہ میں نقل کرنے کا مادہ تھا اور روایت اور فہم سے بہت ہی کم حصہ رکھتا تھا۔ اور یقین کہتا ہوں کہ اگر ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایسے معنی کئے ہیں تو یہ اس کی غلطی ہے جیسا کہ اور کئی مقام میں محدثین نے ثابت کیا ہے کہ جو امور فہم اور روایت کے متعلق ہیں اکثر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے سمجھنے میں غلط کرکھاتا ہے اور غلطی کرتا ہے۔ یہ ستم امر ہے کہ ایک صحابی کی رائے شرعی حجت نہیں ہو سکتی۔ شرعی حجت صرف اجماع صحابہ ہے۔ سو ہم بیان کر چکے ہیں کہ اس بات پر اجماع صحابہ ہو چکا ہے کہ تمام انبیاء فوت ہو چکے ہیں۔

اور یاد رکھنا چاہیے کہ جبکہ آیت قبل موتہ کی دوسری قرأت قبل موتہم موجود ہو جو موجب اصول محدثین کے حکم صحیح حدیث کا رکھتی ہے یعنی ایسی حدیث جو آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے تو اس صورت میں محض ابو ہریرہ کا اپنا قول رد کرنے کے لائق ہے کیونکہ وہ آنحضرت ﷺ سے روایت کیا گیا ہے اور اس پر اصرار کرنا کفر تک پہنچا سکتا ہے۔ اور پھر صرف اسی قدر نہیں بلکہ ابو ہریرہ کے قول سے قرآن شریف کا باطل ہونا لازم آتا ہے کیونکہ قرآن شریف تو جا بجا فرماتا ہے کہ یہود و نصاریٰ قیامت تک ہیں گئے ان کا بکلی امتیصال نہیں ہوگا اور ابو ہریرہ کہتا ہے کہ یہود کا امتیصال بکلی ہو جائیگا اور یہ سراسر مخالفت قرآن شریف ہے، جو شخص قرآن شریف پر ایمان لاتا ہے انکو چاہیے کہ ابو ہریرہ کے قول کو ایک ردی متاع کی طرح پھینک دے بلکہ چونکہ قرأت ثانی حسب اصول محدثین صحیح حدیث کا حکم رکھتی ہے اور اجماع آیت قبل موتہ کی دوسری قرأت قبل موتہم موجود ہے جس کو حدیث صحیح سمجھنا چاہیے۔ اس صورت میں ابو ہریرہ کا قول قرآن اور حدیث دونوں کے مخالف ہے۔ فلا شک

انہ باطل ومن تبعہ فاذہ مفسد بطلان۔

خاتمہ

بڑا اہم مطلب جو اس خاتمہ میں لکھنے کے لئے پیش نظر ہے وہ یہ ہے کہ گزشتہ چار
 حصوں میں جو جو امور یا جو جو اہام محل بیان کئے گئے ہیں یا جن پیشگوئیوں کا ان حصوں
 میں ذکر ہو چکا ہے اودہ اُس زمانہ میں ظہور میں نہیں آئیں مگر بعد میں رفتہ رفتہ ظہور
 میں آئیں گیں اُن سب امور کے ظہور اور وقوع کا اس خاتمہ میں ذکر کیا جائے اور جن امور
 کی بعد میں حقیقت کھل گئی اس حقیقت کو بیان کیا جائے۔ پس یہ حصہ پنجم درحقیقت
 پہلے حصوں کے لئے بطور شرح کے ہے۔ اور ایسی شرح کہ نامیرے اختیار سے باہر تھا
 جب تک خدا تعالیٰ تمام سامان اپنے ہاتھ سے میسر نہ کرتا۔ کیونکہ حصص سابقہ کی
 الہامی پیشگوئیوں میں بہت سے نشانوں کے ظاہر ہونے کا وعدہ دیا گیا ہے۔ اور یہ بھی
 وعدہ ہے کہ خدا تعالیٰ اس عاجز کو قرآن شریف کے حقائق اور معارف سکھائیگا۔ اور
 انہیں حصوں میں میرا نام مریم اللہ عیسیٰ اللہ مولیٰ اور آدم غرض تمام انبیاء کا نام رکھا گیا
 ہے۔ اور یہ راز بھی معلوم نہ تھا کہ کیوں رکھا گیا۔ اور ان تمام امور کا سمجھنا بجز الہی طاقت
 کے میرے لئے غیر ممکن تھا۔ خاص کر آسمانی نشانوں کا ظاہر کرنا تو وہ امر ہے جو بدیہی طور
 پر بشری قوت سے بالاتر اور بلند تر ہے۔ اور ان تمام امور کے ظاہر ہونے کے لئے خدا تعالیٰ
 کے ارادہ نے ایک وقت مقدّر رکھا تھا اور کتاب کے پنجیم حصہ کا لکھنا انہیں امور
 کی شرح پر موقوف ہے۔ پس اس صورت میں کیونکر ممکن تھا کہ بغیر ظہور اُن امور کے جو حصص
 سابقہ کے لئے بطور شرح کے تھے پنجیم حصہ لکھا جاتا۔ کیونکہ وہی امور تو پنجم حصہ کے
 لئے نفیس معنوں تھے۔ اور جب مدت التوا پر چوبیسواں سال آیا تو غایت الہی کی توفیق

نے تمام وہ امور جو برائین احمدیہ کے حصص سابقہ میں مخفی اور ستور تھے ان پر ہر ایک پہلو سے روشنی ڈال دی۔ ایک طرف وہ مؤرخہ پیشگوئیاں جن کے ظہور کی انتظار تھی کافی طور پر ظہور میں آگئیں اور دوسری طرف فرائض حقائق اور معارف جو معرفت کو کامل کرتے تھے بخوبی کھل گئے اور ساتھ اس کے اسماء الانبیاء کا راز بھی جو پہلے چار حصوں میں سر بستہ تھا یعنی وہ نبیوں کے اسماء جو میری طرف منسوب کئے گئے تھے ان کی حقیقت بھی کما حقہ منکشف ہو گئی یعنی یہ راز بھی کہ خدا تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام کا نام برائین احمدیہ کے حصص سابقہ میں میرا نام کیوں رکھ دیا ہے۔ اور نیز یہ راز بھی کہ اخیر پر بنی اسرائیل کے خاتم الانبیاء کا نام جو عیسیٰ ہے اور اسلام کے خاتم الانبیاء کا نام جو احمد اور محمد ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ دونوں نام بھی میرے نام کیوں رکھ دیئے ہیں تمام چھپی ہوئی حقیقتوں کا بھی انکشاف ہو گیا۔ اور میرا نام اسمان پر عیسیٰ وغیرہ ہونا وہ راز تھا جس کو اسی طرح خدا تعالیٰ نے صد ہا سال تک مخفی رکھا تھا۔ جیسا کہ اصحاب کہف کو مخفی رکھا تھا۔ اور ضرور تھا کہ وہ تمام راز سر بستہ ہیں جب تک کہ وہ زمانہ آجائے جو ابتداء سے مقدر تھا۔ اور جب وہ زمانہ آگیا۔ اور یہ تمام باتیں پوری ہو گئیں تو وقت آگیا کہ پنجم حصہ لکھا جائے۔ پس اسی بات نے برائین احمدیہ کی تکمیل کو قیام تک برس تک معرض التوا میں رکھا تھا۔ یہ خدا کے امراد ہیں۔ جن پر انسان بجز اس کے مطلع کرنے کے اطلاع نہیں پاسکتا۔ ہر ایک انسان جو اس پنجم حصہ کو پڑھے گا وہ اس بات کے لئے مجبور ہو گا کہ یہ افراد کرے کہ اگر ان پیشگوئیوں اور دوسرے امراد کے کہنے سے پہلے پنجم حصہ لکھا جاتا تو وہ گدشتہ حصوں کی حقیقت دکھانے کے لئے ہرگز آئینہ نہ ٹھیر سکتا۔ بلکہ اس کا لکھنا محض بے ربط اور بے تعلق ہوتا۔ پس وہ خدا جو حکیم اور عالم الغیب ہے اور ہر ایک کام اس کا اوقات سے وابستہ ہے اُن نے یہی پسند کیا کہ اول وہ تمام پیشگوئیاں اور تمام حقیقتیں ظاہر ہو جائیں جو حصص سابقہ کے وقت میں ابھی ظاہر نہیں ہوئی تھیں پھر بعد میں پنجم حصہ لکھا جائے تا وہ اُن تمام امور کے

ظاہر اہ کال ہونے کی اطلاع دے جو پہلے غرضی اللہ مستور تھے۔ اور درحقیقت اس کتاب کے پہلے تھے جس قدر تحریر پر ختم ہو چکے ہیں ان کے لئے ایک ایسی حالت منتظرہ باقی تھی جو بجز اس طرز کے خیم حصہ کے پوری نہیں ہو سکتی تھی۔ کیونکہ ان چار حصوں میں ایک بڑا حصہ پیشگوئیوں کا ہے جن میں خبر دی گئی ہے کہ آئندہ خدا ایسے ایسے امور کو ظاہر کرے گا۔ اور جب تک وہ پیشگوئیاں پوری نہ ہو جائیں تو کیونکر کوئی سمجھ سکتا تھا کہ وہ تمام اہام جن میں یہ پیشگوئیاں بھی گئی ہیں وہ خدا کی طرف سے ہیں اور اسی وجہ سے تمام مخالف ان پیشگوئیوں کے کذب رہے۔ اور خدا نہیں چاہتا تھا کہ اس کی پیشگوئیوں کو تکذیب کی نظر سے دیکھا جائے۔ اور خود یہ بات محققانہ طرز سے دودھنی کہ ابھی گزشتہ حصوں کی سچائی کا ثبوت نہ دیا جائے اور ایک غیر متعلق پنجم حصہ لکھا جائے۔ پس ضرور تھا کہ قصداً وہ درجہ رسانی اس عاجز کو خیم حصہ کہنے سے اس مدت دراز تک روکے رکھے جب تک کہ وہ تمام پیشگوئیاں اور دوسرے امور ظہور میں آجائیں کہ جو پہلے چار حصوں میں غرضی اور مستور تھے۔ سو الحمد للہ والمنہ اس مدت میں کہ جو پوری تینیس سال تھی وہ سب باتیں ظہور میں آئیں اب یہ سب سامان خدا نے آپ پیشتر کر دیا۔ اور علامہ ظہور نشانوں کے خدا تعالیٰ کی کشفی تجلیات نے حقیقت اسلام کی اور نیز بہت سے شکل مقامات قرآن کریم کے میرے پرکھوں دیئے۔ در نہ میری طاقت سے باہر تھا کہ میں ان دقائق عالیہ کو خود بخود معلوم کر سکتا۔ لیکن اس سامان کے پیدا ہونے کے بعد میں اس لائق ہو گیا کہ پنجم حصہ میں پہلے چار حصوں کے ان مقامات کی شرح لکھوں کہ جو اس گزشتہ زمانہ میں میں لکھ نہیں سکتا تھا۔ پس میں نے اس پورے سامان کے بعد ارادہ کیا کہ تول اس خاتمہ میں اسلام کی حقیقت لکھوں کہ اسلام کیا چیز ہے؟ اور بعد میں قرآن شریف کی اعلیٰ اور کامل تعلیم کا اس کی آیات کے حوالہ سے کچھ میان کیوں اور یہ ظاہر کروں کہ وہ حقیقت تمام آیات قرآنی کے لئے اسلام کا مفہوم بطور مرکز کے ہے اور تمام آیات قرآنی

اسی کے گرد گھوم رہی ہیں۔ اللہ پھر بعد اس کے ان نشانوں کا ذکر کروں جن کا میرے ہاتھ پر ظاہر ہونا براہین احمدیہ کے پہلے حصوں میں وعدہ تھا جو اتباع قرآن شریف کا ایک نتیجہ ہیں۔ اور سب کے بعد ان الہامات کی تشریح نکلے جن میں میرا نام خدا تعالیٰ نے عیسیٰ رکھا ہے۔ یا دوسرے نبیوں کے نام سے مجھے موعوم کیا ہے۔ یا ایسا ہی اور بعض الہامی فقرے جو تشریح کے لائق ہیں بیان فرمائے ہیں۔ پس مذکورہ بالا ضرورتوں کے لحاظ سے اس خاتمہ کو چار حصوں پر تقسیم کیا گیا ہے۔

فصل اول۔ اسلام کی حقیقت کے بیان میں۔

فصل دوم۔ قرآن شریف کی اعلیٰ اور کامل تعلیم کے بیان میں۔

فصل سوم۔ ان نشانوں کے بیان میں جن کے ظہور کا براہین احمدیہ میں وعدہ تھا۔ اور خدا نے میرے ہاتھ پر وہ ظاہر فرمائے۔

فصل چہارم۔ ان الہامات کی تشریح میں جن میں میرا نام عیسیٰ رکھا گیا ہے۔ یا دوسرے نبیوں کے نام سے مجھے موعوم کیا ہے یا ایسا ہی اور بعض الہامی فقرے جو تشریح کے لائق ہیں بیان فرمائے ہیں۔

اب انشاء اللہ اسی تشریح سے فصول درجہ کا ذیل میں ذکر ہوگا۔ و ما توفیقی الا باللہ ربنا انطقنا بالحق واكشف علينا الحق واهدنا الى حق مبين۔

امین ثم امین

ذیل میں وہ متفرق یادداشتیں دی جاتی ہیں

جو
حضرت اقدس نے اس مضمون کے متعلق لکھی تھیں اور آپ کے
مسودات سے دستیاب ہوئیں۔

آیات قرآن شریف جو اس مضمون میں انشاء اللہ لکھی جائیں گی۔
لا اکر ارا فی الدین قد تبیین الرشد من الضلّٰی - صغیر ۵۶

ان تبیدوا الصدقات فنعما هی وان تخفوها وتؤتوها الفقراء فهو
خیولکم دیکھو حکم من سیتا تکم - اگر تم ظاہر کرو غیرت کو تو وہ اچھا ہے۔ اور اگر تم
غیرت کو چھپاؤ تو وہ بہت ہی اچھا ہے۔ ایسی غیرت تہادی برائیاں دور کرے گی۔ صغیر ۶۰
الذین ینفقون اموالهم باللیل والنهار سرّاً وعلانیة فلهم
اجرهم عندنا بہم ولا خوف علیہم ولا هم یحزنون - صغیر ۶۱

واذا سالک جادی عنی فلی قریب لایبیب دعوة الداع اذا دعان
فلیستجیبوا لی ولیؤمنوا لی لعالم یرشدون - تاکہ ان کا بھلا ہو۔ صغیر ۲۴ - سورۃ
البقرہ المجزؤۃ - چاہئے کہ میرے کموں کو قبول کریں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ ان کا بھلا ہو۔
خاکہ اللہ کذا کہم اباء کمواشتد ذکرہ صغیر ۴۱ - المجزؤۃ سورۃ البقرہ -
تم محبت سے بھرے ہوئے دل کے ساتھ خدا کو یاد کرو جیسا کہ تم اپنے باپوں کو یاد کرتے ہو۔

یہ حوالہ صفحات اس قرآن مجید کے ہیں جو حضور علیہ السلام کے پاس بوقت تحریر مضمون تھا۔

بِالْكِتَابِ كَلَّمَ^۱ وَإِذَا الْقَوْمُ قَالَُوا آمَنَّا^۲ وَإِذَا اخْلَوْا عَصَوْا عَلَيْكُمْ الْإِنَّمَالِ مِنَ الْغِيظِ^۳
 قُلْ مَوْتُوا بِغِيظِكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ^۴ - صفحہ ۸۷

المر تر الى الذين يزرعون النفسهم بل الله يزكي من يشاء ولا
 يظلمون فتيلا^۵ - ۱۱۴ سورة النساء

اِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَوَدُّوا الْإِمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حُكِمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ
 أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ مَحِيبًا بَصِيرًا^۶
 صفحہ ۱۱۵ سورة النساء

(آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ یہودی اور مسلمان میں ایک شخص کے)

مَنْ يَشْفَعُ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَكُنْ لَهُ نَصِيبٌ مِنْهَا وَمَنْ يَشْفَعُ شَفَاعَةً سَيِّئَةً
 يَكُنْ لَهُ كُفْلٌ مِنْهَا وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيتًا^۷ - صفحہ ۱۲۱

اور اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے

وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ
 وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا^۸ - سورة النساء صفحہ ۱۲۳ - الجزء ۵

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْفَيْكُمُ السَّلَامَ لَمْ يَأْمُرْ بِالْعُرَىٰ وَالْعُرَىٰ مُنْكَرٌ لِّمَنِ الْمُنْكَرُ
 ۱۲۳ سورة النساء

وَمَنْ أَحْسَنُ دِينًا مِّنْ أِسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَاتَّبَعَ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ
 حَنِيفًا^۹ - صفحہ ۱۳۰ - ۱۳۰ سورة النساء - الجزء ۵

وَالصَّالِحِ خَيْرٌ^{۱۰} - صفحہ ۱۳۰ - ۱۳۰ سورة النساء

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ أَوِ
 الْوَالِدِينَ وَالْأَقْرَبِينَ^{۱۱} - الجزء ۵ - سورة النساء - صفحہ ۱۳۶

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَالْكِتَابِ
 الَّذِي أَنزَلَ مِنْ قَبْلُ دُونِ يَكْفُرُ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ

۱۔ آل عمران: ۱۰۲ ۲۔ آل عمران: ۵۰ ۳۔ النساء: ۵۹ ۴۔ النساء: ۸۷ ۵۔ النساء: ۸۷
 ۶۔ النساء: ۵۹ ۷۔ النساء: ۱۲۶ ۸۔ النساء: ۱۲۶ ۹۔ النساء: ۱۳۶ ۱۰۔ النساء: ۱۳۶

اسلام

صلح

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رَجَسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ
فاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تَفْلَحُونَ^۱ - صفحہ ۱۶۱ سورۃ المائدہ

قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله^۲
قل ان صلاتي ونسكي ومحياي ومماتي لله رب العالمين^۳ - صفحہ ۱۹۹
الانعام الجزوت الى صفحہ ۸

قد افلح من زكّاه^۴ وقد غاب من دسّاه^۵ ومن كان في هذه أعمى
فهو في الآخرة أعمى^۶

وهو الذي يرسل الرياح بشرا بين يدي رحمته حتى اذا اقتلت سحابا
ثقالا سقناه لبلدا ميمتا فانزلنا به الماء فانخرجنا به من كل الثمرات^۷ - كذلك
نخرج الموتى لعلكم تذكرون^۸ - والبلد الطيب يخرج نباته باذن ربه والذي
خبيث لا يخرج الا نكدا^۹ كذلك نصرف الايات لقوم يشكرون^{۱۰}
بنی نفقہ کہتی مکی مرتضوی صفحہ ۲۰۹ سورۃ اعراف الجزوت

وما ارسلنا في قرية من نبي الا اخذنا اهلها بالأساء والضراء^{۱۱} لعلهم
يعتدعون^{۱۲} - سورۃ الاعراف صفحہ ۲۱۵

ادھم نے کسی بستی میں کوئی رسول نہیں بھیجا مگر ہم نے ان کو انکار کی حالت میں قحط
اور وباء کے ساتھ کھڑا کیا اس طرح پرودہ عاجزی کریں -

ثم بدلنا مكان السيئة الحسنة حتى عفوا وقالوا قد مس أبونا الضراء^{۱۳}
والسر آف فلخذناهم بختة وهم لا يشعرون^{۱۴} - صفحہ ۲۱۵ سورۃ الاعراف الجزوت
ولوان اهل القرى آمنوا واتقوا لفتحنا عليهم بركات من السماء والارض ولكن
كذبوا فلخذناهم بما كانوا يكسبون^{۱۵} - صفحہ ۲۱۵ - الاعراف

ا فامن اهل القرى ان ياتيهم باسنا بيانا وهم نائمون يا اومن

۱ - العاشرة: ۹۱ - آل عمران: ۳۲ - الانعام: ۱۶۳ - الشمس: ۱۰۱ - ۱۱ - بنی اسرائیل: ۳۲
۲ - الاعراف: ۹۹ - ۳ - الاعراف: ۹۵ - ۴ - الاعراف: ۹۶ - ۵ - الاعراف: ۹۷ - ۶ -

اہل القرہ ان یا تہم بأسنا ضعی و ہم یلحبون۔ صفر ۲۱۵

یا مرہم بالمعروف وینہی ہم عن المنکر و یعمل لہم الطیبات و یحرم علیہم الخبیثات و یضیح عنہم اصہم و الاغلال الی کا نیت علیہم و فالذین امنوا بہ و عززہ و نصوہ و اتبعوا النور الذی انزل معہ اولیاف ہم الفحون۔ صفر ۲۲۵۔ الاعراف الحجۃ ۹

یہ نبی ان باتوں کے لئے حکم دیتا ہے جو خلاف عقل نہیں ہیں اور ان باتوں سے منع کرتا ہے جن سے عقل بھی منع کرتی ہے۔ اور پاک چیزوں کو حلال کرتا ہے اور ناپاک کو حرام ٹھہراتا ہے اور قوموں کے سر پر سے وہ بوجھ اتارتا ہے جس کے نیچے وہ دبی ہوئی تختیں اور ان گردنوں کے طوقوں سے وہ رہائی بخشتا ہے جن کی وجہ سے گردنیں سیدھی نہیں ہو سکتی تھیں۔ پس جو لوگ اس پر ایمان لائیں گے اور اپنی شمولیت کے ساتھ اس کو قوت دیں گے۔ اور اس کی مدد کریں گے اور اس نرد کی پیروی کریں گے جو اس کے ساتھ اتارا گیا وہ دنیا و آخرت کی مشکلات سے نجات پائیں گے۔

قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً۔ صفر ۲۲۵۔ الاعراف الحجۃ ۹

والذین یمسکون بالکتاب و اقاموا الصلوۃ انا لانضیح اجر المصلحین۔ صفر ۲۲۸

اور جو لوگ محکم پکڑتے ہیں کتاب کو اور نماز کو قائم کرتے ہیں اُن کے ہم اجر منافع نہیں کرتے۔ صفت بریکم قالوا بلیٰ۔ صفر ۲۲۹۔ رُوحوں کے قوی جن میں خدا تعالیٰ کا مشق پیدا ہوا ہے بزبان حال گواہی دے رہے ہیں جو وہ خدا کے ہاتھ سے نکلے ہیں۔

پس اگر یہ سوال پیش ہو کہ ہم کس طرح قرآن شریف پر ایمان لادیں کیونکہ مدون تعلیموں میں تناقض درمیان ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کوئی تناقض نہیں۔ دید کی شریحوں کی ہزار ہا طود پر تفسیروں کی گئی ہیں۔ اور منجملہ ان کے ایک تفسیر وہ بھی ہے جو قرآن کے مطابق ہے۔

جو شخص خدا سے نہیں ڈرتا وہ ایک حق الابر کے بارے میں ایسا مقابلہ سے پیش آتا ہے کہ گویا اس کو موت کی طرف گھینٹنا چاہتے ہیں اور وہ اپنی جان بچا رہا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا وَيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ۔ منفرہ ۲۳۹ سورۃ الانفال ۹

ان اولیاءِ اللہ الا المتقون۔ ترجمہ :- اے ایمان والو! اگر تم تقویٰ اختیار کرو

تو تم میں اور تمہارے غیر میں خدا ایک فرق رکھ دے گا اور تمہیں پاک کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہارا خدا صاحب فضل بزرگ ہے۔

یادداشت :- دین مذہب صرف زبانی قصہ نہیں بلکہ جس طرح سونا اپنی علامتوں سے شناخت کیا جاتا ہے اسی طرح ہر مذہب کا پابند اپنی روشنی سے ظاہر ہو جاتا ہے۔

خدا پاک کرتا ہے اس شخص کو جو دلیل کے ساتھ پاک ہو چکا اور زندہ رکھتا ہے اس شخص کو جو دلیل کے ساتھ زندہ ہے۔

وَأَن جُنَحُوا لِلْإِسْلَامِ فَاجْتَنِمُوا لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ۔ سورۃ الانفال ۲۴۰ اور اگر تم نصیحت صلح کے واسطے جھکیں تو تم بھی جھک جاؤ اور خدا پر توکل کرو۔

وَأَن يَرِيدُوا أَن يُخْرِجُوا فِئْتًا حَسِبَ اللَّهُ هُوَ الَّذِي يُدْخِلُ فِي دِينِهِ مَن يَشَاءُ وَالَّذِينَ يَبِغُوا دِينَهُ يَبِغُوا فِئْتًا حَسِبَ اللَّهُ هُوَ الَّذِي يُدْخِلُ فِي دِينِهِ مَن يَشَاءُ۔ سورۃ الانفال ۲۴۱

اور اگر صلح کے وقت دلی میں دغا رکھیں تو اس دغا کے تدارک کے لئے خدا تجھے کافی ہے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَدَاهُمُ اللَّهُ فَقَدْ يَفْرَحُونَ بِهِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا هُمْ لَا يَفْرَحُونَ بِهِ وَلَئِن كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُوا أَمْرَهُ وَلَا تَقَعُوبُوا أَمْرَهُ فَتَنْهَوْنَ عَنْهُ بِقَوْلِكُمْ وَأَن تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا وَيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ۔ سورۃ التوبہ منفرہ ۲۵۰

قل ان کان اباؤکم وابناؤکم وَاخوانکم وَاَزواجکم و_عشیرتکم و_اموالکم
اقتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا ابْصِرْ
مِنْ اِلٰهٍ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٌ فِيْ سَبِيْلِهِ فَتَرْجِعُوا حَتّٰى يَأْتِيَ اِلٰهٌ بِامْرَاةٍ
وَ اِلٰهٌ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ صفہ ۲۵۲ سورۃ التوبہ الجزۃ ۱
وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰتَكَ سَكَنٌ لَّهْم ۝ صفہ ۲۶۸ التوبہ

التَّائِبُونَ الْعَابِدُونَ الْحَامِدُونَ السَّائِحُونَ الرَّاكِعُونَ السَّاجِدُونَ
الْمُسْمِرُونَ بِالْمَحْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَافِظُونَ لِحُدُودِ اِلٰهٍ
وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ صفہ ۲۶۱ سورۃ التوبہ الجزۃ ۱

ترجمہ :- وہ لوگ خوش وقت ہیں جو سب کچھ چھوڑ کر خدا کی طرف رجوع کرتے ہیں
اور خدا کی پرستش میں مشغول ہوتے ہیں اور خدا کی تعریف میں لگے رہتے ہیں۔ اور خدا کی راہ
کی منادی کے لئے دنیا میں پھرتے ہیں اور خدا کے آگے جھکے رہتے ہیں۔ اور سجدہ کرتے
ہیں۔ وہی مومن ہیں جن کو نجات کی خوشخبری دی گئی ہے۔

(۳۱۰)

خدا نے اپنے قانون قدرت میں مصائب کو پانچ قسم پر منقسم کیا ہے یعنی آثار مصیبت
کے جو خوف دلاتے ہیں۔ اور پھر مصیبت کے اندر قدم رکھنا۔ اور پھر ایسی حالت جب
نومیدی..... پیدا ہوتی ہے اور پھر زمانہ تاریک مصیبت کا۔ اور پھر صبح رحمت الہی کی
یہ پانچ وقت ہیں جن کا نمونہ پانچ نمازیں ہیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا لِمَ تَقُولُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ - کہو مقتاً عند اللہ
ان تقولوا ما لا تفعلون ۝

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَبَ بِآيَاتِهِ ۝

۵

ذیل میں چند اعتراضات اور حقائق درج کئے جاتے ہیں جو حضور علیہ السلام کی یادداشتوں میں جو مضمون کے متعلق آپ نے لکھی ہوئی تھیں سہ ہیں۔ ان اعتراضات کو رد کرنے کا اور ان حقائق پر بموجب تعلیم قرآن روشنی ڈالنے کا آپ کا ارادہ تھا ایسا ہی بعض امور بدھ کی ایک کتاب کے لئے معلوم ہوتے ہیں جو ان دنوں آپ کے زیر مطالعہ تھی۔ جس کے متعلق آپ کچھ لکھنا چاہتے تھے۔

- (۱) جتنی ایسا ہی کتابیں ہیں ان میں کوئی ایسی نئی بات ہے جو پہلے معلوم نہ تھی۔
- (۲) کس ایسی سائنس کے عقیدہ کو نبیوں نے حل کیا جو پہلے لاپتہ تھا۔
- (۳) نبیوں نے روح کی کیفیت اور ماہیت کچھ نہیں بتلائی اور نہ آمدہ زندگی کا کچھ حال بتایا۔ نہ خدا کا ہی مفصل حال بیان کر سکے۔
- فنِ طبعی میں فیزک کو اسبابِ طبعیہ میں رکھا ہے۔ لیکن انبیاء نے بیان کیا ہے کہ فیزک کے اور اسباب تھے مانند نعامت۔
- (۴) سابقہ مغالطوں کو رفع نہیں کیا اور نہ پیچیدہ مسائل کو سلجھایا۔ بلکہ اور بھی الجھن میں ڈال دیا۔
- (۵) بدھ کی تعلیم اخلاقی سب سے اعلیٰ ہے۔
- (۶) جس چیز سے انسان پیدا کرتا ہے اس سے اگر جدا کیا جائے تو یہی اس کے لئے ایک عذاب ہو جاتا ہے۔
- (۷) اور جس چیز سے پیاد کرے اگر وہ میسر آ جائے تو یہی اس کی راحت کا موجب ہو جاتا ہے۔ دحیل بینہم و بین مایشتہون۔
- (۸) خواہش کا نابود کرنا ذریعہ نجات ہے۔
- (۹) دنیا میں کبھی علمِ صحیح سے نجات ملتی ہے اور کبھی عملِ صحیح سے نجات ملتی ہے اور کبھی تو ان صحیح سے نجات ملتی ہے اور کبھی فعلِ صحیح سے نجات ملتی ہے اور

کبھی بنی نوع سے معاملہ پاک موجب نجات ہو جاتا ہے اور کبھی خدا سے معاملہ نیک درود و دُکھ چھوڑا تا ہے۔ اور کبھی ایک درد دوسری دردوں کیلئے کفارہ ہو جاتی ہے۔ (۱۰)

مجھ کو جھوٹ نہ بولو۔ بیہودہ باتوں سے پرہیز کرو۔ اور اپنے فعل یا اپنے قول سے کسی کو نقصان مت پہنچاؤ۔ اپنی زندگی کو پاک رکھو۔ غیبت نہ کرو۔ اور کسی پر بہتان مت لگاؤ۔ نفسانی شہوات اپنے پر غالب نہ ہونے دو۔ کینہ اور حسد سے پرہیز کرو۔ بغض سے اپنا دل صاف رکھو۔ اپنے دشمنوں سے بھی وہ معاملہ نہ کرو جو تم اپنے لئے پسند نہیں کرتے۔ ایسی نصیحتیں دوسروں کو مت کرو جن کے تم پابند نہیں۔ معرفت کی ترقی میں مگے رہو۔ جہل سے دل کو پاک کرو۔ جلدی سے کسی پر اعتراض مت کرو۔

۹

(صفحہ ۶۲)

(۶۹)

۱۰

تہذیب
صفحہ ۶۹

نفرت کرنے سے نفرت رنج نہیں ہوتی بلکہ اُرد بھی بڑھتی ہے۔ محبت نفرت کو ٹھنڈا کر کے رنج کر دیتی ہے۔

لن ینال للہ نحوہا ولا وہا ولکن ینالہ المتقون منکم۔ یعنی دلوں کی پاکیزگی سچی قربانی ہے۔ گوشت اور خون سچی قربانی نہیں۔ جس جگہ عام لوگ جانوروں کی قربانی کرتے ہیں خاص لوگ دلوں کو ذبح کرتے ہیں۔

مگر خدا نے یہ قربانیاں بھی بند نہیں کیں تا معلوم ہو کہ ان قربانیوں کا بھی انسان تعلق ہے۔ خدا نے بہشت کی خوبیاں اس پیرایہ میں بیان کی ہیں جو عرب کے لوگوں کو چیزیں لمبہ تھیں وہی بیان کر دی ہیں تا اس طرح پر ان کے دل اس طرف مائل ہو جائیں۔ اور دراصل وہ چیزیں اُرد ہیں یہی چیزیں نہیں۔ مگر ضرور تھا کہ ایسا بیان کیا جاتا تاکہ دل مائل کئے جائیں۔ مثل الجنة التي وعد المتقون۔

وہ جو اپنی نفسانی خواہشات کے پورا کرنے میں لگا رہتا ہے وہ ہر امر اپنی چٹکانی کرتا ہے۔ لیکن وہ جو سچے راستہ پر چلتا ہے اس کا نہ صرف بدن بلکہ رُوح بھی نجات کو پہنچے گی۔

وہ جو اپنی نفسانی خواہشات کے پورا کرنے میں لگا رہتا ہے وہ سر اسرارِ نبیؐ کی شکنی کرتا ہے اور نہ صرف جسم کو ہلاکت میں ڈالتا ہے۔ بلکہ رُوح کو بھی ہلاک کرتا ہے۔ مگر وہ جو راہِ راست پر چلتا ہے اور نفسانی جذبات کا پیرو نہیں ہوتا۔ وہ نہ صرف اپنے بدن کو ہلاکت سے بچاتا ہے بلکہ اپنی رُوح کو بھی نجات تک پہنچا دیتا ہے۔ **قد افلح من زكّھا** **وقد خاب من دسّھا**۔

ایک گاؤں میں تو گھر تھے اور صرف ایک گھر میں چراغ جلتا تھا۔ تب جب لوگوں کو معلوم ہوا تو وہ اپنے اپنے چراغ لے کر آئے اور سب نے اس چراغ سے اپنے چراغ روشن کئے۔ اسی طرح ایک روشنی سے کثرت ہو سکتی ہے۔ اسی طرف اللہ تعالیٰ **مظہر** کر کے فرماتا ہے۔ **و دعا عبداً لى الله باذنہ و هو اجاباً منیوۃ**۔

انسان تو اپنی جان کا بھی مالک نہیں چہ جائیکہ وہ دولت کا مالک ہو۔ ایک چمچہ شربت کا مزہ نہیں پاسکتا اگرچہ کئی بار اس میں پڑتا ہے۔ شیرینی ہاتھوں کے ذریعہ سے منہ تک پہنچتی ہے لیکن ہاتھ شیرینی کا مزہ نہیں پاسکتے۔ اسی طرح جس کو خدا نے حواس نہیں دیئے وہ ذریعہ بن کر بھی کچھ فائدہ نہیں اٹھاتا۔ **اللہ اعلم حیث یجعل رھالشیء**۔ **صم بکرم عسی فھم لا یرجعون**۔

ایک بڑی لذت چھوٹی لذت سے غنی کر دیتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **الا بذکر الله تطمئن القلوب**۔ **ولذکر الله اکبر**۔

(۱) ایمان بیج ہے (۲) نیک کام مینہ ہے (۳) عبادتِ اہل میں جو جسمانی اور ظاہری طور پر کئے جاتے ہیں۔ نفسِ مرتاض میں بے غرضی تو آمد ہے۔ شریعت اس کے چڑھنے کے لئے ڈنڈا ہے۔ سورہ اناج جو اس سے پیدا ہوتا ہے وہ دائمی زندگی ہے۔

ذات سے خارج وہ ہوتا ہے جو نیک صفات سے خالی ہو کیونکہ انسان کی نیک صفات ہی اُس کی ذات ہے۔ اپنے دل کے جذبات کو سمجھنے والے بہت کم ہوتے ہیں

دو جن چیزوں میں اپنی خوشحالی دیکھتے ہیں درحقیقت وہ خوشحالی کا موجب نہیں ہوتی۔

جو شخص بری کے مقابل پریدی نہیں کرتا اور معاف کرتا ہے وہ بلاشبہ تعریف کے لائق ہے۔ مگر اس سے زیادہ وہ شخص تعریف کے لائق ہے جو عفو یا انتقام کا مفید نہیں۔ بلکہ خدا کی طرف سے ہو کر مناسب وقت کام کرتا ہے۔ کیونکہ خدا بھی ہر ایک کے مناسب حال کام کرتا ہے جو مزا کے لائق ہے اس کو مزا دیتا ہے جو معافی کے لائق ہے اس کو معافی دیتا ہے۔ جزاؤں سیئۃ سیئۃ مثلاً فمن عفا واصلح فاجره علی اللہ۔ دنیا میں دو فرقے بہت ہیں۔ ایک تو وہ جو عدل کو پسند کرتے ہیں۔ اور دوسرے وہ جو احسان کو نظر استھان دیکھتے ہیں۔ اور تیسرا فرقہ وہ ہے جو سچی ہمدردی اس قدر ان پر غالب آجاتی ہے کہ وہ عدل اور احسان کا پابند نہیں رہتا۔ بلکہ سچی ہمدردی کی دہائی سے مناسب وقت عمل کرتا ہے۔ جیسا کہ ماں اپنے بچہ کے ساتھ سلوک کرتی ہے کہ شیرینی اور لذیذ غذاؤں بھی اس کو اور پھر مناسب وقت پر تلخ دوا بھی دیتی ہے اور دونوں حالتوں میں اس کی

میرے بیان میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہوگا جو گورنمنٹ انگریزی کے برخلاف ہو۔ اور ہم اس گورنمنٹ کے شکر گزار ہیں کیونکہ ہم نے اس سے امن اور آرام پایا ہے۔ میں اپنے جوئے کی نسبت اس قدر بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں اپنی طرف سے نہیں بلکہ خدا کے انتخاب سے بھیجا گیا ہوں تا میں مغالطوں کو رفع کروں اور پیچیدہ مسائل کو صاف کر دوں اور اسلام کی روشنی دوسری قوموں کو دکھلا دوں۔ اور یاد رہے کہ جیسا کہ ہماری مخالفت ایک مکروہ صورت اسلام کی دکھلا رہے ہیں۔ یہ صورت اسلام کی نہیں ہے۔ بلکہ وہ ایک ایسا چمکتا ہوا امیر ہے جس کا ہر ایک گوشہ چمک رہا ہے اور جیسا کہ ایک بڑے عمل میں بہت سے چراغ ہوں اور کوئی چراغ کسی دیکھ سے نظر آدے اور کوئی کسی کو نہ سے پتلا

اسلام کا ہے کہ اس کی آسمانی روشنی صرف ایک ہی طرف سے نظر نہیں آتی بلکہ ہر ایک طرف سے اُس کے ابدی چراغ نمایاں ہیں۔ اور اس کی تعلیم بجائے خود ایک چراغ ہے اور اس کی قوت روحانی بجائے خود ایک چراغ ہے۔ اور اس کے ساتھ جو خدا کی صفات کے نشان ہیں وہ ہر ایک نشان چراغ ہے۔ اور جو شخص اس کی سچائی کے اظہار کے لئے خدا کی طرف سے آتا ہے وہ بھی ایک چراغ ہوتا ہے۔ میرا بڑا حصہ عمر کا مختلف قوموں کی کتابوں کے دیکھنے میں گزرا ہے مگر میں سچ سچ کہتا ہوں کہ میں نے کسی دوسرے مذہب کی کسی تعلیم کو خواہ اس کا عقائد کا حصہ اور خواہ اخلاقی حصہ اور خواہ تدبیر منزل اور سیاست دینی کا حصہ اور خواہ اعمال صالحہ کی تقسیم کا حصہ ہو قرآن شریف کے بیان کے ہم پہلو نہیں پایا۔ اور یہ قول میرا اس لئے نہیں کہ میں ایک شخص مسلمان ہوں بلکہ سچائی مجھے مجبور کرتی ہے کہ میں یہ گواہی دوں۔ اور یہ میری گواہی بے وقت نہیں بلکہ ایسے وقت میں ہے جبکہ دنیا میں مذاہب کی کشتی شروع ہے۔ مجھے خبر دی گئی ہے کہ اس کشتی میں آخر کار اسلام کو غلبہ ہے۔ میں زمین کی باتیں نہیں کہتا کیونکہ میں زمین سے نہیں ہوں۔ بلکہ میں وہی کہتا ہوں جو خدا نے میرے منہ میں ڈالا ہے۔ زمین کے لوگ خیال کرتے ہونگے کہ شاید انجام کار عیسائی مذہب دنیا میں پھیل جائے یا بدھ مذہب تمام دنیا پر حاوی ہو جائے مگر وہ اس خیال میں غلطی پر ہیں۔ یاد رہے کہ زمین پر کوئی بات ظہور میں نہیں آتی جب تک وہ بات آسمان پر قرار نہ پائے۔ سو آسمان کا خدا مجھے بتاتا رہے کہ آخر کار اسلام کا مذہب دونوں کو فتح کرے گا۔ اس مذہبی جنگ میں مجھے حکم ہے کہ میں حکم کے طالبوں کو ڈراؤں۔ اور میری مثال اس شخص کی ہے کہ جو ایک خطرناک ڈاکوؤں کے گروہ کی خبر دیتا ہے جو ایک گاؤں کی غفلت کی حالت میں اس پر ڈاکہ مارنا چاہتے ہیں۔ پس جو شخص اُس کی سننا ہے وہ اپنا مال ان ڈاکوؤں کی دستبرد سے بچا لیتا ہے۔ اور جو نہیں سننا وہ غارت کیا جاتا ہے۔ ہمارے وقت میں دو قسم کے ڈاکو ہیں

کچھ تو باہر کی راہ سے آتے ہیں اور کچھ اندر کی راہ سے۔ اور وہی مارا جاتا ہے جو اپنے مال کو محفوظ جگہ میں نہیں رکھتا۔ اس زمانہ میں ایمانی مال کے بچانے کے لئے محفوظ جگہ یہ ہے کہ اسلام کی خوبیوں کا علم ہو۔ اسلام کی توثِ روحانی کا علم ہو۔ اسہم کے زندہ مہجرات کا علم ہو۔ اور اس شخص کا علم ہو جو اسلامی بھیلوں کے لئے بطور گلہ بان مقرر کیا جائے۔ کیونکہ پُرانا بھیل یا اب تک زندہ ہے وہ مرا نہیں ہے۔ وہ جس بھیل کو اس کے چرانے والے سے دُور دیکھے گا وہ ضرور اس کو لے جائیگا۔

اے بندگانِ خدا! آپ لوگ جانتے ہیں کہ جب اسساک باراں ہوتا ہے اور ایک مدت تک مینہ نہیں برستا تو اس کا آخری فیجہ یہ ہوتا ہے کہ کوئیں بھی خشک ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ پس جس طرح جسمانی طور پر آسمانی پانی بھی زمین کے پانیوں میں جوش پیدا کرتا ہے اسی طرح روحانی طور پر جو آسمانی پانی ہے (یعنی خدا کی وحی) وہ بھی عقلوں کو تازگی بخشتا ہے۔ سو یہ زمانہ بھی اس روحانی پانی کا محتاج تھا۔

پس اپنے دعویٰ کی نسبت اس قدر بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں عین ضرورت کے وقت خدا کی طرف سے بھیجا گیا ہوں جبکہ اس زمانہ میں بہتوں نے یہود کا رنگ پکڑا۔ اور نہ صرف تقویٰ اور طہارت کو چھوڑا بلکہ ان یہود کی طرح جو حضرت عیسیٰ کے وقت میں تھے۔ سچائی کے دشمن ہو گئے۔ تب بالمقابل خدا نے میرا نام مسیح رکھ دیا۔ نہ صرف یہ ہے کہ میں اس زمانہ کے لوگوں کو اپنی طرف بلاتا ہوں بلکہ خود زمانے نے مجھے بلایا ہے۔